مجموعہ

اشتہارات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جلد دوم

نام کتاب	:	مجموعہ اشتہارات جلد دوئم
		حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام
پہلی اشاعت	:	
اشاعت ھذا انڈیا بار اول	:	جولائی 2019ء
تعداد	:	1000
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت قادیان، 143516 ضلع گورداسپور (پنجاب) انڈیا
مطبع	:	فضل عمر پریس قادیان

MAJMOOA ISHTEHARAT

Vol-2 (Urdu)

By: HAZRAT MIRZA GHULAM AHMAD QADIANI

PROMESSED MASIAH AND MAHDI

First Edition In India : In 2019

Copies: 1000

Published by: Nazarat Nashro Ishaat Qadian - 143516

Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA

Printed at : Fazl-e-Umar Press Qadian

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے مجموعہ اشتہارات کا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن 3 جلدوں پر مشتمل پہلی بار قادیان سے شائع ہو رہا ہے۔

نظارت نشر و اشاعت قادیان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے مبارک کرے اور اس کی تیاری کے سلسلہ میں کام کرنے والے جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناظر نشر و اشاعت قادیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

پیش لفظ

بار اوّل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۷۸ء سے اپنے وصال ۱۹۰۸ء تک جو بے شمار اشتہارات شائع فرمائے تھے وہ مذہبی دُنیا کی تاریخ کا ایک عظیم سرمایہ ہے۔

اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اثبات میں ان اشتہارات کی بڑی قیمت ہے۔ حضور نے اپنے معاندین کو جتنے چیلنج اتمام حجت کے لئے دیئے اکثر وہ اشتہارات میں ہی درج ہیں۔ اہم پیشگوئیوں کے پس منظر اور تفصیلات کو تبھی سمجھا جا سکتا ہے جب ان اشتہارات کا ترتیب وار مطالعہ کیا جائے۔ حضور کے یہ اشتہارات حجج قاطعہ و براہینِ نیّرہ اور زندہ خدا کے زندہ کلام سے پُر ہیں۔ اور اس روحانی اسلحہ کا ایک اہم حصّہ ہیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دشمنانِ اسلام پر غلبہ کے لئے عطا فرمائے تھے۔ حضورؑ نے اپنی کتاب ''فتح اسلام'' میں تائید حق اور اشاعتِ اسلام کے لئے جن پانچ شاخوں کا ذکر بایمائے الٰہی فرمایا ہے۔ ان میں ایک اہم شاخ اشتہارات کی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔'' یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور ربّ جلیل کا کلام ہے۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اُن حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اُترے گی...... اور ہر ایک حق پوش دجّال دُنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا

حُجتِ قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ **اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔** یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خُدا کی تجلّی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے رُو براہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دُنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا..................‘‘

دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہار جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکمِ الٰہی **اتمامِ حجت کی غرض سے جاری ہے۔** اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔‘‘

(فتح اسلام)

مجموعہ اشتہارات کو پہلے حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع فرمایا تھا۔ اب مزید اشتہارات کی تلاش کر کے مکرم ومحترم مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری نے اس مجموعہ میں اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کی انہیں جزاءِ خیر عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

پیش لفظ

بار دوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ ماموریت سے قبل اور دعویٰ ماموریت کے بعد وقتاً فوقتاً جو اشتہارات شائع فرمائے تھے انہیں حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی کئی اصحاب نے جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کے لئے کام شروع کیا تھا تاہم سب سے پہلے حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر کو ’’مجموعہ اشتہارات‘‘ کے نام سے چھ جلدوں میں انہیں شائع کرنے کی توفیق ملی انہوں نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اکثر اشتہارات آپ کو حضرت پیر منظور محمد صاحب سے ملے تھے۔ لیکن ان کے مجموعہ میں کوئی ترتیب نہیں تھی صرف اشتہارات کو محفوظ کرنا مقصود تھا۔ ان کے بعد حضرت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے انہیں تاریخ وار ترتیب دے کر مزید اشتہارات جو ان کو ملے تھے انہیں شامل کر کے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع کیا۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری نے مزید اشتہارات تلاش کر کے انہیں شامل کیا جنہیں ’’مجموعہ اشتہارات‘‘ کے نام سے الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ نے تین جلدوں میں شائع کیا۔ اسی ایڈیشن کا Reprint جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی 1989ء کے موقع پر انگلستان سے شائع ہوا۔

موجودہ ایڈیشن میں وہ اشتہارات بھی شامل کئے گئے ہیں جو مجموعہ اشتہارات کے پہلے ایڈیشن کی اشاعت تک دستیاب نہیں ہوئے تھے یا جنہیں پہلے کسی وجہ سے اشتہارات میں شامل نہیں کیا گیا تھا

اور وہ اشتہارات بھی شامل کئے گئے ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی میں ترجمہ کروا کر حکومت ہند کے برطانوی افسروں کو احمدیہ جماعت کے قیام کے مقاصد اور عقاید سے متعارف کرانے کے لئے شائع فرمائے تھے۔ ان میں سے بعض وہ انگریزی اشتہارات بھی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے تو شائع نہیں ہوئے مگر حضور کی نگرانی میں میمورنڈم کے طور پر جماعت کی طرف سے شائع ہوتے رہے۔ چونکہ یہ جماعتی تاریخ کا قیمتی سرمایہ تھا اس لئے ان کو محفوظ کرنے کے لئے انہیں موجودہ ایڈیشن کی تیسری جلد میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح اس مجموعہ میں ایسے اشتہارات بھی شامل کئے گئے ہیں جو اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تو نہیں لیکن جماعت کی تاریخ میں ان کی خاص اہمیت ہے مثلاً حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کا وہ اشتہار جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت سے پہلے حضور کی تصنیف براہین احمدیہ کی تائید میں لکھا تھا اور جس میں وہ فرماتے ہیں۔

سب مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

عرض حال

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف منیف ''فتح اسلام'' میں رقم فرمایا ہے۔

''اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اَب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اُس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰ تا ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشاعت اسلام کے لئے اس عظیم الشان کارخانہ کی پانچ شاخوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکمِ الٰہی اتمامِ حجّت کی غرض سے جاری ہے اور اب تک بیس ۲۰ ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجّتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی حیاۃ مبارکہ میں ۱۸۷۸ء سے مختلف مواقع پر حسب ضرورت اشتہارات کا یہ سلسلہ جاری فرمایا جو آپ کے وصال تک جاری رہا جو اسلام کی فتح اور غلبہ کی رفیع الشان مہم کے اس محاذ پر نہایت مؤثر اور کارگر کارروائی ثابت ہوئی۔ ان اعلانات و اشتہارات میں حضور علیہ السلام نے عیسائی پادریوں ہندو مناددوں اور علماء اسلام اور عوام الناس کو مخاطب فرمایا ہے اور اسلام کی عظمت اور برتری اور رفعت شان اور حقیت نبوت محمدیہ ؐ کا بھرپور اظہار کیا اور ہر مد مقابل کو مقابلہ کے لئے للکارا۔

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

حضرت اقدس کے اشتہارات و اعلانات کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب ؓ نے ابتداءً یکجا کرنے کی خدمت کا آغاز فرمایا تھا لیکن یہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ تاہم بعدازاں حضرت میر قاسم علی صاحب ؓ نے جو اشتہارات میسر ہو سکے ان کو یکجا کر کے ''تبلیغ رسالت'' کے نام سے دس جلدوں میں شائع کیا۔

تقسیم ملک کے بعد محترم مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے مجموعہ اشتہارات کے عنوان سے ان اشتہارات کو تین جلدوں میں اکٹھا کر کے الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ کے زیر انتظام زیور طبع سے آراستہ کیا۔

احمدیہ صد سالہ جوبلی ۱۹۸۹ء کے موقعہ پر لندن سے اس ایڈیشن کا ری پرنٹ طبع ہوا تھا۔

نظارت اشاعت نے اس دوران میں بعض مزید اشتہارات جو دریافت ہوئے ان کو شامل کر کے مجموعہ اشتہارات کا ایڈیشن دوم شائع کیا اور اس مواد کو جو تین جلدوں پر مشتمل تھا دو جلدوں میں منقسم کر دیا۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت اور اجازت سے مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیسری

دفعہ اشاعت کا انتظام کرنے کی سعادت پا رہی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کے تحت کہ عربی اور فارسی زبان میں جو اشعار و عبارات ہیں ان کا ترجمہ اردو زبان میں دے دیا جائے۔ جملہ عبارتوں کے تراجم دے دیئے گئے ہیں تا قارئین کے لئے سہولت اور افادہ کا موجب ہو۔

اس مجموعہ میں تین اشتہارات نمبر ۱۱۹-۱۵۶-۲۹۵ جو پہلے دستیاب نہیں ہوئے تھے یا کسی وجہ سے اشتہارات میں شامل نہیں ہو سکے تھے انہیں نئے ایڈیشن میں شامل کیا جا رہا ہے۔

مجموعہ اشتہارات جو ایڈیشن دوم میں دو جلدوں میں تھے اور جلد کی ضخامت زیادہ ہونے کی وجہ سے بھاری ہو چکی تھی ان کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی روشنی میں حسب سابق تین جلدوں میں کر دیا گیا ہے تا کتاب کو ہاتھ میں لے کر پڑھنا آسان ہو۔

اس مطبوعے کی تیاری و تکمیل کے مختلف مراحل پر جن احباب کرام کا محنت اور شوق شامل رہا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور اپنے فضلوں سے نوازے اور پڑھنے والوں کو اس علمی خزانہ سے استفاضہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فہرست

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد دوم

(۱۳۱)

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور نیز عام اطلاع کے لیے

چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خود غرض مخالف واقعاتِ صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعاتِ صحیحہ نہیں مل سکے۔ ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں۔ سو ہم اسی اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہنگامہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں اور ہم اور ہماری جماعت اوّل درجہ پُر امن اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ ہماری تعلیم یہی ہے کہ جو شخص ہم سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے تئیں ہر ایک شرارت اور جذباتِ نفسانی سے پاک کرے اور اپنی نیک چلنی اور صبر اور حلم کا لوگوں کو نمونہ دکھاوے اور کوشش کرے کہ تا ایک راستباز اور بے شر انسان ثابت ہو اور جہاں تک ممکن ہو ہر ایک دشمن اور یاوہ گو کی بدگوئی پر صبر کرے اور ہر ایک اشتعال اور جذبہ نفسانیہ سے اپنے تئیں بچاوے اور اپنی موت یاد رکھے اور ایک غریب مزاج آدمی کی طرح اپنے تئیں بنائے رکھے اور بندگان خدا کا سچا خیر خواہ اور تعصّب سے دُور رہے یہ تو اخلاقی نصیحت ہے اور ساتھ اس کے سولہ برس سے میں اپنی جماعت کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کے سچّے خیر خواہ بنے رہو اور دل سے اس کا شکر کرو کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دُور ہوئیں۔ ہم مظلوم تھے ہمارے لئے عدالت کے دروازے کھلے ہم قید میں تھے ہمارے لئے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے اور پھر وہ قائم کئے گئے۔ کیا کوئی شریف انسان ایسی بدذاتی کرے گا کہ اپنے محسن سے دل میں

کینہ رکھے اور نیکی کی جگہ بدی کرنے کے لیے تاکتا رہے۔ ہرگز نہیں۔

پس جو شخص ہم میں سے اور ہماری جماعت میں سے ہے چاہیے کہ وہ اس نصیحت کو ہماری آخری نصیحت سمجھے اور ہمیشہ مرتے دم تک اسی کا پابند رہے اور جو شخص اس اُصول کو اپنا دستور العمل نہ بناوے وہ ایک ناپاک طبع اور ہم سے خارج ہے اور ہم میں سے وہی ہے اور وہی ہوگا جو اس نصیحت کا پابند رہے۔ یہ وہ نصائح ہیں جو بار بار ہم اپنی جماعت کو دیتے ہیں جن سے ہماری ۱۶ برس کی تالیفات بھری ہوئی ہیں اور نہ صرف چُھپ کر بلکہ بہادر بن کر غیر ملکوں اور عربستان اور بلاد روم میں ہم نے اس رائے کو شائع کیا ہے۔ اب نتیجہ نکالنے والے نکال لیں کہ اس شد و مد سے دَولتِ برطانیہ کے فرماں بردار ہونے کے لیے برابر ۱۶ برس سے نصیحت کرتے رہنا اور غیر ملکوں تک کتابوں کو پہنچانا یہ کس کا کام ہے۔ آیا مخالف، منافق کا یا سچے مخلص کا۔ اور مذہبی امور میں ہمارا طریقہ کسی اوباشانہ جوش پر ہرگز مبنی نہیں۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم توحید اور اس پاک نبی سے پیار کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے دوبارہ سچے خدا کی شناخت دُنیا میں قائم ہوئی۔ سو یہ سچائی سے پیار ہے۔ جو ہم میں ہے اور ہمارے ساتھ جائے گا۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ محبت اور پیار سے اور رو رو کر یہ بھی دُعا کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارے محسنوں پر بھی یہ احسان کر کہ وہ تجھ کو پہچان لیں اور دُنیا میں اُن کو خوش رکھ اور سعادت کے ابدی حصہ کی بھی توفیق بخش۔ اور یاد رہے کہ ہمارا ہرگز یہ شیوہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں سے بحثیں کرتے پھریں یا خود بخود کسی کے لیے پیش گوئیاں کریں جب تک کسی کی طرف سے خود اصرار اور درخواست نہ ہو اور نہ کوئی ہماری ایسی پیش گوئی شائع ہوئی جس کو کوئی منصف غور کرنے کے بعد باطل کہہ سکے اور ہم انشاء اللہ دو ماہ تک ایک مبسوط مضمون میں اس کا ثبوت دیں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی　　مورخہ ۲۷ر فروری ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے ایک صفحہ پر ہے)　　اسلامیہ پریس لاہور

(تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۱ تا ۳)

(۱۳۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ

اشتہار کتاب مِنَنُ الرَّحْمٰن

یہ ایک نہایت عجیب وغریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کی بعض پُر حکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل فلسفہ بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں اور کیسے وہ لوگ دھوکہ میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ جو انسانی بولی کی جڑھ خدا تعالیٰ کی تعلیم ہے اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے جو اُمُّ الْاَلْسِنَہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی تمام تر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں ہو جو خدا تعالیٰ کے منہ سے اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو اور جب ہم کسی زبان میں وہ کمال پاویں جس کے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں ان سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خدا تعالیٰ کے قدیم اور صحیح علم کے کسی مخلوق کا ذہن ان کا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خدا کی طرف سے ہے سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ

زبان عربی ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان باتوں کی تحقیقات میں اپنی عمریں گذاریں ہیں اور بہت کوشش کی ہے جو اس بات کا پتہ لگاویں کہ جو اُمُّ الْاَلْسِنَہ کون سی زبان ہے مگر چونکہ ان کی کوششیں خط مستقیم پر نہیں تھیں اور نیز خدا تعالیٰ سے توفیق یافتہ نہ تھے اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور یہ بھی وجہ تھی کہ عربی زبان کی طرف ان کی پوری توجہ نہیں تھی بلکہ ایک بخل تھا لہٰذا وہ حقیقت شناسی سے محروم رہ گئے اب ہمیں خدا تعالیٰ کے مقدس اور پاک کلام قرآن شریف سے اس بات کی ہدایت ہوئی کہ وہ الہامی زبان اور اُمُّ الْاَلْسِنَہ جس کے لئے پارسیوں نے اپنی جگہ اور عبرانی والوں نے اپنی جگہ اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے وہ عربی مبین ہے اور دوسرے تمام دعوے دار غلطی پر اور خطا پر ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس رائے کو سرسری طور پر ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنی جگہ پر پوری تحقیقات کر لی ہے اور ہزارہا الفاظ سنسکرت وغیرہ کا مقابلہ کر کے اور ہر یک لغت کے ماہروں کی کتابوں کو سن کر اور خوب عمیق نظر ڈال کر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ زبان عربی کے سامنے سنسکرت وغیرہ زبانوں میں کچھ بھی خوبی نہیں پائی جاتی بلکہ عربی کے الفاظ کے مقابل پر ان زبانوں کے الفاظ لنگڑوں، لولوں، اندھوں، بہروں، مبروصوں۔ مجذوموں کے مشابہ ہیں جو فطری نظام کو بکلّی کھو بیٹھے ہیں اور کافی ذخیرہ مفردات کا جو کامل زبان کے لئے شرط ضروری ہے اپنے ساتھ نہیں رکھتے لیکن اگر ہم کسی آریہ صاحب یا کسی پادری صاحب کی رائے میں غلطی پر ہیں اور ہماری یہ تحقیقات ان کی رائے میں اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہم ان زبانوں سے ناواقف ہیں تو اوّل ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طرز سے ہم نے اس بحث کا فیصلہ کیا ہے اس میں کچھ ضروری نہ تھا کہ ہم سنسکرت وغیرہ زبانوں کے املاء انشاء سے بخوبی واقف ہو جائیں ہمیں صرف سنسکرت وغیرہ کے مفردات کی ضرورت تھی۔ سو ہم نے کافی ذخیرہ مفردات کا جمع کر لیا اور پنڈتوں اور یورپ کے زبانوں کے ماہروں کی ایک جماعت سے ان مفردات کے ان معنوں کی بھی جہاں تک ممکن تھا تنقیح کر لی۔ اور انگریز محققوں کی کتابوں کو بھی بخوبی غور سے سن لیا اور ان باتوں کو مباحثات میں ڈال کر بخوبی صاف کر لیا۔ اور پھر سنسکرت وغیرہ کے زبان دانوں سے مکرر شہادت لے لی جس سے یقین ہو گیا کہ درحقیقت ویدک سنسکرت وغیرہ زبانیں ان خوبیوں سے

عاری اور بے بہرہ ہیں جو عربی زبان میں ثابت ہوئیں۔

پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کسی آریہ صاحب یا کسی اور مخالف کو یہ تحقیقات ہماری منظور نہیں تو ان کو ہم بذریعہ اس اشتہار کے اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے زبان عربی کی فضیلت اور کمال اور فوق الالسنہ ہونے کے دلائل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھ دیئے ہیں جو بتفصیل ذیل ہیں۔

۱۔ عربی کی مفردات کا نظام کامل ہے۔

۲۔ عربی اعلیٰ درجہ کی علمی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے جو فوق العادت ہیں۔

۳۔ عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم و اکمل ہے۔

۴۔ عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔

۵۔ عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب ہر یک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے یا اس اشتہار کے پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع دے کہ وہ کیونکر اور کس طور سے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہے یا اگر اس کو ان فضائل میں کچھ کلام ہے یا سنسکرت وغیرہ کی بھی کوئی ذاتی خوبیاں بتلانا چاہتا ہے تو بے شک پیش کرے ہم غور سے اس کی باتوں کو سنیں گے مگر چونکہ اکثر وہمی مزاج اس قسم کے بھی ہر یک قوم میں پائے جاتے ہیں کہ یہ خدشہ ان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے چھپے ہوئے کمالات ہوں جو انہیں لوگوں کو معلوم ہوں جو ان زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کر دیا ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ کسی آریہ صاحب یا کسی اور صاحب کی درخواست کے آنے پر پہلے ہی ایسی جگہ جمع کرا دیا جائے گا جس میں وہ آریہ صاحب یا اور صاحب بخوبی مطمئن ہوں اور سمجھ لیں کہ فتح یابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ ان کو وصول ہو جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ روپیہ جمع کرانے کی درخواست اس وقت آنی چاہیے جبکہ تحقیق السنہ کی کتاب چھپ کر شائع ہو جائے اور جمع کرانے والے کو اس امر کے بارے میں ایک تحریری اقرار دینا ہوگا کہ

اگر وہ پانچ ہزار روپیہ جمع کرانے کے بعد مقابلہ سے گریز کر جائے یا اپنی لاف وگزاف کو انجام تک پہنچا نہ سکے تو وہ تمام حرجہ ادا کرے جو ایک تجارتی روپیہ کے لئے کسی مدت تک بند رہنے کی حالت میں ضروری الوقوع ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا بقیہ

عبدالحق غزنوی نے اپنے بیہودہ اشتہار میں مباہلہ میں فتح یاب ہونے کا بہت سوچ فکر کے بعد یہ حیلہ نکالا تھا کہ بھائی کے مرنے سے اس کی بیوی میرے قبضہ میں آئے اور یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ آئندہ لڑکا پیدا ہونے کی امید ہے۔ اس کے جواب میں ہم نے اپنے رسالہ انوارالاسلام میں لکھ دیا تھا کہ بھائی کا مرنا اور اس کی ضعیفہ بیوہ کو نکاح میں لانا کوئی مراد یابی کی بات نہیں بلکہ اس کا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے وہ ضعیفہ جو اپنی جوانی کا اکثر حصہ کھا چکی تھی اُس کو نکاح میں لا کر تو ناحق عبدالحق نے روٹی کا خرچ اپنے گلے ڈال لیا۔ اب معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے بے ہودہ نکاح سے دکھ خریدا یا خوشی ہوئی۔ باقی رہا لڑکا پیدا ہونا اس کا عبدالحق نے اب تک کوئی اشتہار نہیں دیا شاید وہ پیٹ کے اندر ہی اندر گم ہوگیا۔ یا بموجب آیت فرقانی لڑکی پیدا ہوئی اور منہ کالا ہو گیا۔ لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم اسی رسالہ انوارالاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے سو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃِ کہ اس الہام کے مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴ رمئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام **شریف احمد** رکھا گیا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

راقم خاکسار غلام احمد عفی عنہ

مطبوعہ ۱۸۹۵ء (یہ اشتہار ضیاء الحق مطبوعہ ۱۸۹۵ء کے ٹائیٹل صفحہ اندرونی و آخری صفحوں پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۵۰ اور صفحہ ۳۲۰ تا ۳۲۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا [1]

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

آریہ صاحبوں کے ملاحظہ کیلئے ایک ضروری اشتہار

چونکہ اس وقت کتاب منن الرحمان☆ میری طرف سے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ رہی ہے اور اس کتاب میں ایک تقریب پر آریہ صاحبوں اور عام ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ کا بھی ذکر کرنا

☆ حاشیہ جس میں پانچ ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔

یہ کتاب دنیا کی زبانوں کی تنقیح اور تحقیق کے لئے میں نے تالیف کی ہے اس کتاب کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ صرف عربی زبان ہی ایسی زبان ہے کہ جو خدائے قادر مطلق کی وحی اور الہام سے ابتداءِ زمانہ میں انسان کو ملی اور وہی اُمُّ الْاَلْسِنَـہ یعنی تمام زبانوں کی ماں ہے اور نہ صرف اسی قدر کہ تمام زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں بلکہ میں نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یہی ایک زبان ہے جو پاک اور کامل اور علوم عالیہ کا ذخیرہ اپنے مفردات میں رکھتی ہے اور دوسری زبانیں ایک کثافت اور تاریکی کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں اس لئے وہ اس قابل ہرگز ہو نہیں سکتیں کہ خدا تعالیٰ کا کامل اور محیط کلام ان میں نازل ہو کیونکہ ان زبانوں کی کم مائیگی اور کجی اور ناقص بیانی معارف الٰہیہ کے فوق الطاقت بوجھ کو اٹھا نہیں سکتی۔ غرض اس کتاب میں بڑی صفائی سے اور بڑے روشن اور بدیہی دلائل سے فیصلہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک اور کامل اور روشن اور پُر اسرار اور پُر حکمت کلام جو دائمی ہدایت لیکر دنیا میں آیا ہو وہ صرف اسی زبان میں آ سکتا ہے جو ان معارف اور حقائق کو بیان کرنے کیلئے اپنے اندر کامل وسعت رکھتی ہو اس فیصلہ کے مطابق صرف قرآن شریف ہی اللہ تعالیٰ کی وہ کامل کتاب ٹھہرتی ہے جو حقیقی اور کامل اور ابدی تعلیم لے کر دنیا میں آئی اور

[1] الشمس:۱۰

پڑے گا اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس اشتہار کے ذریعہ سے بعض واقف کار آریہ صاحبوں سے بحث کرلوں اور پھر اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں لکھوں یا اگر وہ مجھے اس کی معقولیت

بقیہ حاشیہ۔ دوسری کتابیں جو آسمانی کہلاتی ہیں اگر مان بھی لیں کہ کوئی ان میں سے خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی تو وہ ایک قانون مختص القوم کی طرح یا مختص الوقت کی طرح صرف چندروزہ مصلحت کیلئے آئی ہوگی۔ لہٰذا جیسا کہ وہ خود ناقص تھیں ایسی ناقص بولی میں اتریں۔ مگر کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اترنا ضروری تھا کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا لہٰذا قرآن شریف عربی زبان میں اترا جو اپنے ہر یک پہلو کے رو سے کامل ہے۔

غرض مِنن الرحمٰن کو ہم نے اس مدعا سے تالیف کیا ہے کہ تا کامل بولی کے ذریعہ کامل کتاب کا ثبوت دیں اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے جو شخص چاہے ہم سے پہلے روپیہ جمع کرا لے اگر وہ ثابت کردیوے کہ وہ دلائل جو اس طرف سے عربی زبان کے اُمّ الالسنہ اور وحی اللہ ہونے کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں ایسے دلائل یا ان سے بہتر کسی اور زبان کے بارے میں پیش ہو سکتے ہیں تو وہ پانچ ہزار روپیہ جو جمع کرایا جائے گا اس کا ہوگا۔ یہ اشتہار صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ ہماری طرف سے یہ ایمانی اقرار ہے کہ ہر یک ایسا شخص جو مقابلہ کرنے کے لئے علمی لیاقت رکھتا ہو یعنی اگر وہ انگریزی کا حامی ہے تو انگریزی دان ہو اور اگر سنسکرت کا حامی ہے تو سنسکرت دان ہو اس کی درخواست آنے کے وقت نقد پانچ ہزار روپیہ ایسی جگہ جمع کرا دیا جائے گا جو اس کی مرضی کے مطابق اور قرین انصاف ہو غرض یہ اس کا حق ہوگا کہ ہر طرح سے پوری تسلی کر لے ہاں اس پر یہ لازم ہوگا کہ ہمارا تحریری اقرارنامہ لے کر اپنی طرف سے بھی یہ اقرارنامہ لکھ دے کہ اگر وہ ایک مدت مقررہ تک جس کا تصفیہ بعد میں ہو جائے گا مقابلہ پر کچھ نہ لکھے یا ایسا لکھے جو منصفوں کی نظر میں ہیچ ہو تو اس مدت تک وہ تجارت کے کام کا روپیہ جو اس کے انتظار پر بند رہے گا اس کا مناسب ہرجانہ اس کو دینا ہوگا اور یہ روپیہ منصفوں کی ڈگری دینے سے اس شخص کو مل جائے گا جو اپنی زبان کو فضائل خاصہ غالبہ کی رو سے اُمّ الالسنہ ثابت کرے اور اس کا اختیار ہوگا کہ باضابطہ رسید کے ذریعہ سے وہ تمام روپیہ منصفوں کے پاس ہی جمع کرا دیوے اور ہم اس بات کو بدل قبول کرتے ہیں کہ اس فیصلہ کے لئے مسلمانوں میں سے کوئی منصف نہ ہو بلکہ اگر مثلاً یہ نزاع آریہ صاحبوں کی طرف سے ہو تو ہمیں منظور ہے کہ منصف دو شریف اور فاضل آریہ اور دو معزز اور لائق عیسائی انگریز ہوں اور کثرت رائے پر فیصلہ ہو مگر اس شرط سے کہ وہ کثرت رائے حلف کے ساتھ مؤکد ہو۔ اور اگر یہ نزاع بعض پادری صاحبوں کی طرف سے ہو تو ایسا انہیں بھی اختیار ہے کہ اپنے منصف دو عیسائی اور دو اور شخص جو رائے ظاہر کرنے کے قابل ہوں مقرر کر لیں ہمیں یہ تقرری بہر حال منظور ہوگی کچھ بھی عذر نہیں ہوگا۔ منہ

سمجھا دیں تو لکھنے سے دستکش رہوں کیونکہ میری نظر میں نیوگ کا عقیدہ ایک ایسا قابل شرم عقیدہ ہے کہ اس کے بیان میں گو کیسا ہی تہذیب سے کام لیا جائے پھر بھی بوجہ خبث نفس مضمون کے ناگفتنی باتیں لکھنی پڑتی ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی صاحب پیچھے سے کوئی بات زبان پر لاویں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اگر کسی کا کچھ عذر ہو تو اب پیش کر لے میں بخوشی اس کے عذر کو سنوں گا اور اگر قبول کے قابل ہو تو قبول کر لوں گا کیونکہ اس جگہ نفسانیت منظور نہیں صرف اظہار حق منظور ہے اب ضروری استفسار ذیل میں لکھتا ہوں۔

استفسار

اے آریہ صاحبان آپ لوگ اس سے بے خبر نہیں کہ پنڈت دیانند صاحب نے وید کی شرتیوں کے حوالہ سے نیوگ [۱] کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے ایک یہ بھی قسم لکھی ہے کہ اگر مرد اس مردی کی قوت سے ناقابل ہو جس سے اولاد پیدا ہو سکے تو وہ اپنی بیوی کو اجازت دیوے تا کسی دوسرے سے اولاد حاصل کرے تب وہ شخص جس کو اجازت دی گئی ہے اسی گھر میں جہاں اس عورت کا خاوند رہتا ہے اس کی بیوی سے ہم بستر ہوگا اور نہ صرف ایک دفعہ بلکہ کئی سال تک اور جب تک کہ دس بچے پیدا ہو جائیں وہ اس سے ہم بستری کر سکتا ہے مگر ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت اور سیوا میں بھی لگی رہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسی گھر میں اُس دیّوث خاوند کا رہنا بھی ضروری ہے جس کی عورت سے دن رات ایک اجنبی اس کی آنکھوں کے سامنے بدکاری کر رہا ہے اور ایسے زانی کا نام جو پرائی عورت سے بدکاری کرے وید کی رو سے بیرج داتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بیرج داتا اسی عورت سے اپنے لئے بھی اولاد لے سکتا ہے اور یہ بھی درج ہے کہ اگر کسی عورت کے لڑکیاں ہی پیدا ہوں تو اس

---

[۱] آریوں میں نیوگ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ پنڈت دیانند ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ پاپ تو نیوگ کے روکنے میں ہے سو جس کا نہ کرنا پاپ ہے اس کا کرنا واجب ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ اجمیر۔ اور ہم مستقل رسالہ میں جو عنقریب چھپنے والا ہے اس کو مفصّل بیان کر دیں گے۔

کا بھی فرض ہے کہ اپنے پتی کی اجازت سے نیوگ کراوے اور کسی بیرج داتا کو اپنے گھر میں بلاوے اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے یعنی اسی گھر میں اس عورت سے صحبت کرے اور ایک دراز مدت تک کرتا رہے۔ اب آپ لوگ معاف فرماویں کہ ہم نے آپ کے وید کی تعلیم کا یہ حصہ اس غرض سے نہیں لکھا کہ آپ کے دلوں کو دکھاویں بلکہ صرف اس استفسار کی غرض سے تحریر کیا ہے کہ کیا آپ لوگ ایسی شرتیوں کو بھی ایشر بانی سمجھتے ہیں اور کیا آپ لوگوں میں سے کسی کی انسانی حمیت اور غیرت اس بات کو قبول کرتی ہے کہ اس کے جیتے جی نیوگ کے بہانہ سے اس کا چھوٹا بھائی یا برادری میں سے کوئی مشٹنڈا اس کی پیاری بیوی پر صحبت کی غرض سے حملہ کرے بلکہ باجازت وید کام بھی کر ڈالے یا کوئی برہمن اس کی عورت کے ساتھ ایسی حرکت کا مرتکب ہو اور وہ باوجود قوت اور شہوت اور طاقت اور روبرو موجود ہونے کے الگ ہو بیٹھے اور کچھ چوں نہ کرے بلکہ پاس کی کوٹھڑی میں خاموش بیٹھا رہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ ایک اجنبی اس کی سہروں کی منکوحہ اور برات کی بیاہتا سے جو نام و ننگ کے خاندان سے آئی تھی ہم خواب اور بغلگیر ہے اور صرف بوس و کنار پر بس نہیں کیا بلکہ حرکت زنا سے اس کم بخت خاوند کی ساری پت اور عزت کو خاک میں ملا دیا اور پھر بھی ذرا غیرت اس کی جوش نہ مارے۔ اے آریہ صاحبان میں اس وقت تمہارے ہی پرمیشر کی تمہیں قسم دیتا ہوں اور تمہاری ہی کانشنس کی شہادت تم سے چاہتا ہوں کہ کیا تمہاری مردانہ غیرت اور شریفانہ حمیت اس بات پر برداشت کر سکتی ہے کہ یہ بے شرمی کا کام تمہارے گھر میں اور تمہاری نظر کے سامنے ہو اور تم چپکے اس کو دیکھتے رہو اور ایسی تعلیموں سے بیزار نہ ہو۔ جنہوں نے یہ دن تمہیں دکھلائے اور لعنت کا طبق تمہارے گلے میں ڈالا۔ میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کس قدر ایک شریف انسان کو قدرتی اور طبعی طور پر اپنی عورت کے لئے حمیت اور غیرت ہوتی ہے یہاں تک کہ اس قدر بھی روا نہیں رکھتا کہ اس کے گھر سے اس کی بیوی کی اونچی آواز اٹھے اور اجنبی لوگ اس کو سنیں یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک غیرت مند انسان تھوڑے ظن کے ساتھ اپنی عورت کو قتل بھی کر دیتا ہے اور زنا کی حالت میں تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کی طرح پھینک دیتا ہے اور اپنے لئے ایک بے شرمی کی زندگی سے مرنا قبول کر لیتا ہے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ

لوگوں کا وید یہ کیسی ہدایت لایا جو انسانی فطرت کی طبعی شرم اور حیا اور حمیت کے برخلاف ہے۔ کیا کوئی شریف الفطرت اس بات پر راضی ہوسکتا ہے کہ اولاد کی خواہش سے یا لڑکیوں کی کثرت کے بعد لڑکا پیدا ہونے کی تمنا سے ایک اجنبی کو اپنے گھر میں آپ بلا لاوے اور اپنی عورت کو اس سے ہم بستر کراوے اور آپ الگ بیٹھا جوش شہوت کی حرکات دیکھتا رہے کیا اب بھی آپ لوگ اس تعلیم کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کہیں گے؟

اے میرے پیارے ہموطنو! اس خدا سے ڈرو جو ہرگز ناپاکی کی راہوں کو پسند نہیں کرتا وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کے بندوں میں زنا پھیلے اور حرامی اولاد پیدا ہو۔ ایسی بیٹے کی خواہش پر بھی ہزار لعنت ہے جس کی والدہ اپنا عزیز خاوند چھوڑ کر دوسرے کے آگے پڑتی ہے اور تُف اس اولاد پر جو حرام کاری کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ عزیزو ذرا سوچو کہاں ہے تمہاری شرافت کہاں ہے تمہاری انسانی حمیت کہاں ہے تمہارا کانشنس۔ غیر کا نطفہ تمہارا بیٹا ہرگز نہیں ہوگا۔ اور ناحق بے حیائی سے اپنی عورتوں کی پاک دامنی کو گندگی میں ڈال دو گے۔ دنیا میں کنجر سب سے زیادہ بے شرم اور فاسق قوم ہے مگر وہ بھی اپنی بہو سے حرام کاری نہیں کراتے مگر تم پر افسوس کہ جائز رکھتے ہو کہ تمہاری بہو بھی تمہارے بیٹے کے سوا کسی اور کے پاس جاوے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس زندگی سے مرنا بہتر ہے میں نے اسی تفتیش کے لئے قادیان میں ایک جلسہ قرار دیکر آریہ صاحبوں سے اس حقیقت کو دریافت کرنا چاہا چنانچہ ۳۰ جولائی ۱۸۹۵ء کو ایک مسجد میں یہ جلسہ منعقد ہوا اور چار آریہ صاحبان شامل جلسہ ہوئے اور جب ان سے دریافت کیا گیا تو بعض نے کہا کہ ہمیں خبر نہیں۔ ہم نے ستیارتھ پرکاش کا یہ مقام نہیں پڑھا اور بعض نے بڑے استقلال سے بیان کیا کہ آریہ دھرم کا صرف یہ عقیدہ ہے کہ بیوہ نیوگ کے ذریعہ سے اولاد لے سکتی ہے میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اصل واقعہ کو کیوں چھپایا۔ میرے خیال میں انسانی شرم نے ان کو اجازت نہیں دی اور جب میرے بعض مخلصوں نے اُن کو وہ مقام پڑھ کر سنایا تو پھر دوسرا عذر یہ پیش ہوا کہ یہ طریق اس حالت میں ہے کہ جب خاوند ہرگز عورت کے پاس جا نہ سکے۔ پھر جب کھول کر بتلایا گیا کہ ستیارتھ پرکاش میں یہ صاف لکھا ہے کہ ایسا نامرد ہو جو نا قابل اولاد ہو پس

اس میں وہ نامرد بھی داخل ہیں جو صحبت کرنے پر تو پورے طرح قادر ہیں مگر منی قابل اولاد نہیں مثلاً منی میں کیڑے نہیں یا پتلی ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ ایسا ہو کہ ہرگز صحبت نہ کرسکتا ہو بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر مرد قابل اولاد ہو مگر لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تب بھی نیوگ ہوگا تو یہ جواب سن کر وہ لوگ خاموش ہوگئے اور ان میں سے ایک پنڈت جی بولے کہ بے شک ایسی حالتوں میں بھی نیوگ کرانا کچھ مضائقہ نہیں اور ہم ایسے نیوگ پر راضی ہیں۔ غرض اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عام ہدایت وید کی یہی ہے کہ آریہ لوگ ضرورتوں کے وقت اپنی بیویوں اور بہو بیٹیوں سے نیوگ کرایا کریں مگر ظاہر ہے کہ انسانی کانشنس اس کو قبول نہیں کرتا اور انسان کی فطرتی حمیت اور غیرت ہزار بیزاری سے اس کام پر لعنت بھیجتی ہے اور انسان تو انسان ایک مرغ بھی اپنی مرغیوں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اس بارہ میں کوئی اور آریہ صاحب بھی بحث کرنا چاہتے ہوں تو ہم اپنے خرچ سے ان کو ان کی درخواست پر قادیان میں بلا سکتے ہیں۔ اور ۱۵؍ اگست ۱۸۹۵ء تک مہلت ہے۔

راقم

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۳۱؍ جولائی ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۱۸}{۴}$ کے دو صفحہ پر علیحدہ ہے اور آریہ دھرم طبع اوّل کے حاشیہ صفحہ ۶ لغایت ۱۲ پر بھی ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۷ تا ۱۳ حاشیہ)

(یہ اشتہار خلافت لائبریری ربوہ کے ریکارڈ میں موجود ہے)

نوٹ۔ شاید آریہ کہیں گے کہ یہ زنا نہیں مگر جس حالت میں خاوند موجود ہے اور بیٹا بھی اسی کا بیٹا کہلائے گا اور عورت بھی اسی کی عورت رہے گی اور طلاق دی نہیں گئی تو پھر یہ زنا نہیں تو اور کیا ہے اور منو لکھتا ہے کہ نیوگ کے دنوں میں بھی خاوند کو صحبت کرنے کا اختیار ہے۔ (دیکھو منو)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

کہاں ہیں جو نانک کے ہیں خاک پا ۔ کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں

جو کرتے ہیں اس راہ میں جاں فدا ۔ مُحمدؐ کی رہ پر یقیں رکھتے ہیں

وہ سوچیں کہ کیا لکھا گیا پیشوا ۔ اُٹھو سونے والو کہ وقت آ گیا

وصیّت میں کیا کہہ گیا برملا ۔ تمہارا گُرو تم کو سمجھا گیا

مبارکباد مبارکباد

آج ہم بڑی خوشی سے اس **اشتہار** کو جو محض ہمدردی بنی نوع کے لحاظ سے لکھا گیا ہے شائع کرتے ہیں۔ اور ان تمام صاحبوں کو تہ دل سے **مبارکباد** دیتے ہیں جو پنڈت دیانند کے اُن دلآزار الفاظ سے شکستہ دل تھے جو انہوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں اپنے قدیمی بخل اور تعصّب کی وجہ سے باوا نانک صاحب جیسے نیک دل، سادہ، قوم کے برگزیدہ گُرو کی نسبت لکھے ہیں اور محض سفلہ پن اور ایک کمینہ حسد سے باوا صاحب کی نسبت یہ کلمات استعمال کئے ہیں کہ وہ جاہل اور نادان اور لالچی اور دُنیا پرست اور مکّار اور فریبی اور گنوار اور بے علم اور متکبر اور مغرور اور اپنی اغراض نفسانی کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا دینے والا ایک **ٹھگ اور گمراہ** تھا۔ اِن مکروہ اور دلآزار باتوں سے جو گالیوں کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ کون شریف اور نیک سرشت ہے جو دیانند کی اس کارروائی کو قابل اعتراض نہیں سمجھتا۔ اور کون

منصف اور حق شناس ہے جو اِن کلمات کے قائل کو ایک گندہ طبع اور بدزبان خیال نہیں کرتا۔ ہمیں یقین تھا کہ سِکھ صاحبان اِن ناپاک کلمات کا جواب ضرور دیں گے اور اپنی اُس محبت اور غیرت کو جو باوا نانک صاحب کی نسبت وہ رکھتے ہیں لوگوں پر ظاہر کریں گے۔ مگر افسوس کہ اب تک ان کی طرف سے کچھ آواز نہیں اُٹھی۔ لہٰذا ہمیں ایسے راستباز انسان کے لیے سچی ہمدردی نے مجبور کیا کہ ہم ہی کچھ لکھیں اور جب کہ ہم نے غور کی کہ کس بات نے دیانند کو ایسی سخت زبانی پر آمادہ کیا تو اسی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ باوا نانک صاحب نے اپنے گرنتھ میں آریوں کے وید کی نسبت محض حق گوئی کی راہ سے جیسا کہ حق پسند ان کی عادت تھی، وہ رائے ظاہر کی جو حقیقت میں سچی اور اپنے محل پر ہے اور راست گوئی کے جوش میں کسی کی بھی پروا نہیں رکھی۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا کہ ویدوں میں بجُز گمراہ کرنے والی باتوں کے اور کچھ بھی نہیں [1] اور ہم جانتے ہیں کہ باوا نانک صاحب نے محض حقیقت شناسی اور ہندوؤں کی ہمدردی سے نصیحت کے طور پر ایسی باتیں کہی ہیں اور سچ کہا ہے جو کچھ کہا ہے۔

---

[1] نوٹ۔ ہم نے رسالہ ست بچن میں صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ باوا نانک صاحب نے چاروں ویدوں کی اپنے پُر زور کلام سے تکذیب کی ہے۔ بلکہ ایک بڑی بات جو شکر گذاری کے قابل ہے یہ ہے کہ باوا صاحب موصوف نے نہایت عمدہ دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ دُنیا میں سچا مذہب جو ذریعہ نجات ہے **صرف اسلام** ہے اور اپنی زندگی میں اپنے قول اور فعل سے صداقت اسلام پر گواہیاں دیں اور نہایت وضاحت سے بپایۂ ثبوت پہنچا دیا ہے کہ وہ اس پاک جماعت کے سرگرم مسلمانوں میں سے اور اس راہ میں فدا شدہ ہیں۔ چنانچہ وہ تمام ثبوت ہم نے رسالہ ست بچن میں لکھ دیئے ہیں تا باوا صاحب کے رُوحانی کمالات لوگوں پر کُھل جائیں۔ سو ہر یک حق کے طالب کو چاہیے کہ یہ دونو رسالے منگوائے اور ہمارے مخالف نادان مولوی ڈوب مریں کہ باوجود اس قدر لاف وگزاف کے انہوں نے اسلام کی کچھ بھی خدمت نہیں کی۔ صرف مسلمانوں کو کافر بنانا جانتے ہیں۔ مگر باوا صاحب چھ[۶] کروڑ ہندوؤں کو اپنے قول و فعل سے اسلام کی ترغیب دے گئے اور ایسے طور سے اپنے اقوال سے اور اپنے افعال سے اسلام کی سچائی کی گواہی دی کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں سچ مچ فدا شدہ نہ ہو ایسا کامل نمونہ ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ واہ باوا نانک صاحب آپ بے شک عزت کے لائق ہیں۔ آپ کا وصیت نامہ جو اسلام کی سچائی کے لیے ایک سُوتی کپڑا پر لکھا ہوا کابلی مل کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔ اُس کا ذکر بھی رسالہ ست بچن میں بتفصیل کیا گیا ہے۔ منہ

باوانانک صاحب کو وید سے کچھ بُغض نہ تھا بلکہ اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے اور وید سے خوب واقف تھے کیونکہ **گیانی اور عارف** تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ بے اصل طور پر وید کی مذمت کرتے لیکن اس نااہل پنڈت نے باوانانک صاحب کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا اور نہ ان کے عارفانہ کلام کو سمجھا اور ناحق گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس لیے ہم نے باوانانک صاحب کی تائید میں دو رسالے لکھے ہیں۔ (۱) اوّل ایک رسالہ ہے جس کا نام ہم نے ست بچن رکھا ہے کیونکہ اس رسالہ میں باوانانک صاحب کے بچن کی تصدیق کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا یہ بچن جو چاروں وید کہانی اور خدا کی سچی تعریفوں سے بے نصیب ہیں **فی الواقع صحیح اور درست** ہے اور نیز ہم نے اس رسالہ میں دیانند کے ان تمام الزامات کے جوابات دیئے ہیں جو وہ باوا صاحب پر قائم کرتا ہے اور نیز باوا صاحب کی کچھ کرامتیں لکھی ہیں باوا صاحب کی زندگی اور دیانند کی زندگی کا موازنہ کیا ہے۔ ایسا ہی بعض معارف اور بیان کی باتیں باوانانک صاحب کی درج کی ہیں۔ (۲) **دوسرے رسالہ کا نام آریہ دھرم** رکھا ہے جس میں باوا صاحب کے اس قول کا ثبوت دیا ہے جو ویدوں کی نسبت انہوں نے بڑے زور سے اپنے سکھوں کو بتایا ہے اور خوب ثابت کیا ہے کہ باوا صاحب اپنے اس قول میں بالکل سچے ہیں اور ویدوں کی خراب تعلیم کا ایک ایسا نمونہ دیا ہے جس کے ماننے کے بغیر کسی عقلمند کو بن نہیں پڑتا۔ اور اُس میں باوانانک صاحب کے قول کی خوب تصدیق ہوتی ہے اور یہ دونوں رسالے ایک ہی جلد میں چھاپے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے اور قیمت دونوں رسالوں کی ۶/ (چھ آنہ) علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی ہے۔ جن صاحبوں کو شوق ہو قیمت بھیج کر منگا سکتے ہیں۔

بالآخر واضح رہے کہ عنقریب دوسرا نمبر رسالہ **نُور القرآن** کا بھی نکلنے والا ہے جس میں ہمارے **نبی صلی اللہ علیہ وسلم** کے اخلاق اور **حضرت مسیح** علیہ السلام کے اخلاق اور قرآن کی تعلیم اور **انجیل** کی تعلیم کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اور پہلا نمبر جس میں ضرورتِ قرآن کے دلائل اور انجیل کی ناقص تعلیم کے بد نتیجے لکھے گئے ہیں پہلے چھپ چکا ہے جو موجود ہے۔

پھر اس کے بعد ایک بڑی کتاب مِنَنُ الرَّحْمٰنِ شائع کی جائے گی۔ جس سے ویدوں کا سارا پردہ کُھل جائے گا۔ اس روز عام ہندوؤں کو معلوم ہوگا جو حقیقت میں وہ تمام باتیں سچی تھیں جو باوانانک صاحب نے ویدوں کی نسبت کہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ باوا صاحب کی اس سے بڑی کرامت ثابت ہوگی جو انہوں نے اپنی **روشن ضمیری** سے پہلے ہی ویدوں کی نسبت وہ باتیں کہیں جو کامل تحقیقات کے بعد سچی نکلیں اور اسی بات کا نام کرامت ہے اور کتاب مِنَنُ الرَّحْمٰنِ میں بڑے مضبوط دلائل سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ سنسکرت زبان اور ایسا ہی دوسری زبانیں عربی کے بگڑے ہوئے الفاظ ہیں۔ اور یہ زبانیں پیچھے سے شائع ہوئی ہیں اور سب زبانوں کی ماں جو خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام سے پہلے انسان کو ملی عربی ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کی کامل کتاب جو قرآن شریف ہی ہے عربی ہی میں نازل ہوئی۔ غرض یہ کتاب ایسی برکتوں اور معارفِ جدیدہ سے بھری ہوئی ہے جس سے اُمید ہے کہ تمام قومیں عام برکتیں اس سے حاصل کریں گی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

خاکسار

غلام احمد قادیانی　　۹؍ستمبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۴}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(اس اشتہار کی اصل کاپی خلافت لائبریری ربوہ کے ریکارڈ میں موجود ہے)

فہرست کتب موجودہ در مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداس پور پنجاب۔ براہین احمدیہ جلد چہارم للعہ ۸؍، سرمہ چشم آریہ ۱۴؍، شحنہ حق ۶؍، فتح اسلام ۴؍، توضیح مرام ۴؍، ازالہ اوہام سے ۲ ؍، فیصلہ آسمانی ۱؍، آئینہ کمالات اسلام اردو مع التبلیغ عربی مترجم فارسی عہ ؍، برکات الدعا ۲؍، شہادت القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان ۶؍، تحفہ بغداد عربی ۲؍، حمامۃ البشریٰ...... عہ، نور الحق حصہ اوّل و دوم معہ ترجمہ اردو عہ ۲؍، اتمام الحجہ ۳؍، کرامات الصادقین یعنی تفسیر سورۂ فاتحہ عربی مع قصائد عہ، سر الخلافہ ۸؍، نور القرآن نمبر اوّل ماہواری رسالہ ۴؍ جون جولائی اگست ۹۵ء بذریعہ وی پی یا قیمت پیشگی بھیج کر جو چاہیں خرید یں۔ فقط

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

نوٹس

بنام آریہ صاحبان و پادری[1] صاحبان و دیگر صاحبان مذاہب مخالفہ ان مسلمانوں کی طرف سے جن کے نام نیچے درج ہیں و نیز ایک التماس

گورنمنٹ عالیہ کی

توجہ کے لائق

اے صاحبان مندرجہ عنوان نہایت ادب اور تہذیب سے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم سب فرقے مسلمان اور ہندو اور عیسائی وغیرہ ایک ہی سرکار کے جو سرکار انگریزی ہے رعایا

[1] **حاشیہ۔** پادری صاحبان اگر ہماری اس نصیحت کو غور سے سنیں تو بے شک اپنی بزرگی اور شرافت ہم پر ثابت کریں گے اور اس حق پسندی اور صلح کاری کے موجب ہوں گے جس سے ایک راستباز اور پاک دل شناخت کیا جاتا ہے۔ اور وہ نصیحت صرف دو باتیں ہیں جو ہم پادری صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا چاہتے ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ اسلام کے مقابل پر ان بیہودہ روایات اور بے اصل حکایات سے مجتنب رہیں جو ہماری مسلّم اور مقبول کتابوں میں موجود نہیں اور ہمارے عقیدہ میں داخل نہیں اور نیز قرآن کے معنے اپنی طرف سے نہ گھڑ لیا کریں بلکہ وہی معنی کریں جو تواتر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور پادری صاحبان اگرچہ انجیل کے معنے کرنے کے وقت ہر یک بے قیدی کے مجاز ہوں مگر ہم مجاز نہیں ہیں اور انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے معصیت عظیمہ ہے۔ قرآن کی کسی آیت کے معنی اگر کریں تو اس طور سے کرنے چاہیے کہ دوسری قرآنی آیتیں ان معنوں کی مؤیّد اور مفسّر ہوں اختلاف اور تناقض پیدا نہ ہو کیونکہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کے

ہیں لہٰذا ہم سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسے امور سے دستکش رہیں جن سے وقتاً فوقتاً ہمارے حکام کو دقتیں پیش آویں یا بیہودہ نزاعیں باہمی ہو کر کثرت سے مقدمات دائر ہوتے رہیں اور نیز جبکہ ہمسائیگی اور قرب وجوار کے حقوق درمیان ہیں تو یہ بھی مناسب نہیں کہ مذہبی مباحثات میں ناحق ایک فریق دوسرے فریق پر بے اصل افترا قائم کر کے اس کا دل دکھاوے اور ایسی کتابوں کے حوالے پیش کرے جو اس فریق کے نزدیک مسلّم نہیں ہیں یا ایسے اعتراض کرے جو خود اپنے دین کی تعلیم پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ چونکہ اب تک مناظرات و مباحثات کے لئے کوئی ایسا قاعدہ باہم قرار یافتہ نہیں تھا جس کی پابندی یا وہ گو لوگوں کو ان کی فضول گوئی سے روکتی۔ لہٰذا پادریوں میں سے پادری عماد الدین

بقیہ حاشیہ۔ لئے بطور تفسیر کے ہیں اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی انہیں معنوں کی مفسر ہو کیونکہ جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنے جانتا ہے۔ غرض اتم اور اکمل طریق معنے کرنے کا تو یہ ہے لیکن اگر کسی آیت کے بارے میں حدیث صحیح مرفوع متصل نہ مل سکے تو ادنیٰ درجہ استدلال کا یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت کے معنے دوسری آیات بینات سے کئے جاویں لیکن ہرگز یہ درست نہ ہوگا کہ بغیر ان دو قسم کے التزام کے اپنے ہی خیال اور رائے سے معنے کریں کاش اگر پادری عماد الدین وغیرہ اس طریق کا التزام کرتے تو نہ آپ ہلاک ہوتے اور نہ دوسروں کی ہلاکت کا موجب ٹھہرتے۔

دوسری نصیحت اگر پادری صاحبان سنیں تو یہ ہے کہ وہ ایسے اعتراض سے پرہیز کریں جو خود ان کی کتب مقدسہ میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً ایک بڑا اعتراض جس سے بڑھ کر شاید ان کی نظر میں اور کوئی اعتراض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے وہ لڑائیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ ان کفار سے کرنی پڑیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں تیرہ برس تک انواع اقسام کے ظلم کئے اور ہر یک طریق سے ستایا اور دکھ دیا اور پھر قتل کا ارادہ کیا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ اپنے اصحاب کے مکہ چھوڑنا پڑا اور پھر بھی باز نہ آئے اور تعاقب کیا اور ہر یک بے ادبی اور تکذیب کا حصہ لیا اور جو مکہ میں ضعفاء مسلمانوں میں سے رہ گئے تھے ان کو غایت درجہ دکھ دینا شروع کیا لہٰذا وہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے ظالمانہ کاموں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ ان پر موافق سنت قدیمہ الٰہیہ کے کوئی عذاب نازل ہو اور اس عذاب کی وہ قومیں بھی سزاوار تھیں جنہوں نے مکہ والوں کو مدد دی اور نیز وہ قومیں بھی جنہوں نے اپنے طور سے ایذا اور تکذیب کو انتہا تک پہنچایا اور اپنی طاقتوں سے اسلام کی

و پادری ٹھاکر داس و پادری فنڈل صاحب وغیرہ صاحبان اور آریہ صاحبوں میں سے منشی کنہیالال
الکھ دھاری اور منشی اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام پشاوری نے اپنا یہی اصول مقرر کر لیا کہ ناحق کے
افتراؤں اور بے اصل روایتوں اور بے بنیاد قصوں کو واجبی اعتراضات کی مدافعت میں پیش کیا مگر اصل
قصور تو اس میں پادری صاحبوں کا ہے کیونکہ ہندوؤں نے اپنے ذاتی تعصب اور کینہ کی وجہ سے جوش تو
بہت دکھلایا مگر براہِ راست اسلام کی کتابوں کو وہ دیکھ نہ سکے وجہ یہ کہ بباعث جہالت اور کم استعدادی
دیکھنے کا مادہ نہیں تھا سو انہوں نے اپنی کتابوں میں پادریوں کے اقوال کا نقل کر دینا غنیمت سمجھا۔ غرض ان
تمام لوگوں نے بے قیدی اور آزادی کی گنجائش پا کر افتراؤں کو انتہا تک پہنچا دیا اور ناحق بے وجہ اہل اسلام

بقیہ حاشیہ۔ اشاعت سے مانع آئے سو جنہوں نے اسلام پر تلواریں اٹھائیں وہ اپنی شوخیوں کی وجہ سے تلواروں
سے ہی ہلاک کئے گئے اب اس صورت کی لڑائیوں پر اعتراض کرنا اور حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی ان
لڑائیوں کو بھلا دینا جن میں لاکھوں شیرخوار بچے قتل کئے گئے کیا یہ دیانت کا طریق ہے یا ناحق کی شرارت اور خیانت
اور فساد انگیزی ہے۔ اس کے جواب میں حضرات عیسائی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں میں
بہت ہی نرمی پائی جاتی ہے کہ اسلام لانے پر چھوڑا جاتا تھا اور شیرخوار بچوں کو قتل نہیں کیا اور نہ عورتوں کو اور نہ بوڑھوں کو
اور نہ فقیروں اور مسافروں کو مارا اور نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے گرجاؤں کو مسمار کیا۔ لیکن اسرائیلی نبیوں نے ان
سب باتوں کو کیا یہاں تک کہ تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ شیرخوار بچے قتل کئے گئے گویا حضرات پادریوں کی نظر میں
اس نرمی کی وجہ سے اسلام کی لڑائیاں قابل اعتراض ٹھہریں کہ ان میں وہ سختی نہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے
اسرائیلی نبیوں کی لڑائیوں میں تھی اگر اس درجہ کی سختی پر یہ لڑائیاں بھی ہوئیں تو قبول کر لیتے کہ درحقیقت یہ بھی
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اب ہر یک عقلمند کے سوچنے کے لائق ہے کہ کیا یہ جواب ایمانداری کا جواب ہے
حالانکہ آپ ہی کہتے ہیں کہ خدا رحم ہے اور اس کی سزا رحم سے خالی نہیں۔ پھر جب موسیٰ کی لڑائیاں باوجود اس سختی کے
قبول کی گئیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ٹھہریں تو کیوں اور کیا وجہ کہ یہ لڑائیاں جو الٰہی رحم کی خوشبو ساتھ رکھتی ہیں
خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوئیں اور ایسے لوگ کہ ان باتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے احکام سمجھتے ہیں کہ شیرخوار بچے ان کی
ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں اور ماؤں کو ان کے بچوں کے سامنے بے رحمی سے مارا جاوے وہ کیوں ان
لڑائیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھیں جن میں یہ شرط ہے کہ پہلے مظلوم ہو کر پھر ظالم کا مقابلہ کرو۔ منہ

کا دل دکھایا اور بہتوں نے اپنی بد ذاتی اور مادری بدگوہری سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگائے یہاں تک کہ کمال خباثت اور اُس پلیدی سے جو ان کے اصل میں تھی اس سید المعصومین پر سراسر دروغ گوئی کی راہ سے زنا کی تہمت لگائی۔ اگر غیرت مند مسلمانوں کو اپنی محسن گورنمنٹ کا پاس نہ ہوتا تو ایسے شریروں کو جن کے افترا میں یہاں تک نوبت پہنچی وہ جواب دیتے جو ان کی بداصلی کے مناسب حال ہوتا۔ مگر شریف انسانوں کو گورنمنٹ کی پاسداریاں ہر وقت روکتی ہیں اور وہ طمانچہ جو ایک گال کے بعد دوسری گال پر عیسائیوں کو کھانا چاہیے تھا ہم لوگ گورنمنٹ کی اطاعت میں محو ہو کر پادریوں اور ان کے ہاتھ کے اکسائے ہوئے آریوں سے کھا رہے ہیں۔ یہ سب بُردباریاں ہم اپنی محسن گورنمنٹ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کریں گے کیونکہ ان احسانات کا ہم پر شکر کرنا واجب ہے جو سکھوں کے زوال کے بعد ہی خدا تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے اور نہایت بد ذاتی ہوگی اگر ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ہم میں سے ان نعمتوں کو فراموش کر دے جو اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو ملی ہیں بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہوگا۔ اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دعا گو ہیں اور اگرچہ گورنمنٹ کی عنایات سے ہر یک کو اشاعت مذہب کے لئے آزادی ملی ہے لیکن اگر سوچ کر دیکھا جائے تو اس آزادی کا پورا پورا فائدہ محض مسلمان اٹھا سکتے ہیں اور اگر عمداً آپ نہ اٹھاویں تو ان کی بدقسمتی ہے وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اپنی عام مہربانیوں کی وجہ سے مذہبی آزادی کا ہر یک قوم کو عام فائدہ دیا اور کسی کو اپنے اصولوں کی اشاعت سے نہیں روکا لیکن جن مذہبوں میں سچائی کی قوت اور طاقت نہیں اور ان کے اصول صرف انسانی بناوٹ ہیں اور ایسے قابل مضحکہ ہیں جو ایک محقق کو ان کی بیہودہ کتھا اور کہانیاں سن کر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے کیونکر ان مذہبوں کے واعظ اپنی ایسی باتوں کو وعظ کے وقت دلوں میں جما سکتے ہیں اور کیونکر ایک پادری مسیح کو خدا کہتے ہوئے ایک دانشمند شخص کو اس حقیقی خدا پر ایمان رکھنے سے برگشتہ کر سکتا ہے جس کی ذات مرنے اور مصیبتوں کے اٹھانے اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونے اور پھر مصلوب ہو جانے سے پاک ہے اور جس کا جلالی نام قانون قدرت کے ہر یک صفحہ میں چمکتا ہوا

نظر آتا ہے۔ ہم نے خود بعض منصف مزاج عیسائیوں سے خلوت میں سنا ہے کہ جب ہم کبھی مسیح کی خدائی کا بازاروں میں وعظ کرتے ہیں تو بعض وقت مسیح کے عجز اور اضطرار کی سوانح پیش نظر آجانے سے بات کرتے کرتے ایسا انفعال دل کو پکڑتا ہے کہ بس ہم ندامت میں غرق ہی ہو جاتے ہیں۔ غرض انسان کو خدا بنانے والا کیا وعظ کرے گا اور کیونکر اس عاجز انسان میں اس قادر خدا کی عظمت کا نمونہ دکھائے گا جس کے حکم سے ایک ذرہ بھی زمین و آسمان سے باہر نہیں اور جس کا جلال دکھلانے کے لئے سورج چمکتا اور زمین طرح طرح کے پھول نکالتی ہے۔ ایسا ہی ایک آریہ کیا وعظ کرے گا کیا وہ دانشمندوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ تمام روحیں اور ان کی قوتیں اور طاقتیں اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور کسی کے سہارے سے ان کا وجود اور بقاء نہیں اور یا یہ کہہ سکتا ہے کہ وید کی یہ تعلیم عمدہ ہے کہ خاوند والی عورتیں اولاد کی غرض سے دوسروں سے ہم بستر ہو جایا کریں۔ ابھی ہمیں تجربہ ہوا ہے کہ جب ہماری بعض جماعت کے لوگوں نے کسی آریہ یا ان کے پنڈت سے نیوگ کی حقیقت بازار میں پوچھی جہاں بہت سے آدمی موجود تھے تو وہ آریہ یا پنڈت شرمندہ ہوا اور چپکے سے کہا کہ آپ اندر چل کر مجھ سے یہ گفتگو کریں بازار میں لوگ سن کر ہنسی کرتے ہیں اب ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا اپنا ہی یہ حال ہے کہ ایسے عقائد اور اعمال کی نسبت اپنا ہی کانشنس ان کا ان کے عقیدہ کو دھکے دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا تو پھر وہ غیروں کو کیا وعظ کریں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو نہایت ہی گورنمنٹ کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ گورنمنٹ کے اس قانون کا وہی اکیلے فائدہ اٹھا رہے ہیں بچارے پادری صدہا روپیہ خرچ کر کے ایک ہندو کو قابو میں لاتے ہیں اور وہ آخر بعد آزمائش مسلمانوں کی طرف آجاتا ہے اور یا صرف پیٹ کا بندہ ہو کر محض دنیوی لالچ سے انہیں میں گذارہ کرتا ہے لیکن ہمیں اپنے دلآزار ہمسایوں مخالفوں سے ایک اور شکایت ہے اگر ہم اُس شکایت کے رفع کے لئے اپنی محسن اور مہربان گورنمنٹ کو اس طرف توجہ نہ دلاویں تو کس کو دلاویں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتب مسلّمہ اور مقبولہ کی رو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کے مفتریات ہیں

ہمارا دل دکھاتے ہیں اور ایسی باتوں سے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام و نشان نہیں۔ اس سے زیادہ ہمارے دل دکھانے کا اور کیا موجب ہوگا کہ چند بے بنیاد افتراؤں کو پیش کر کے ہمارے اس سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا اور بدکاری کا الزام لگانا چاہتے ہیں جس کو ہم اپنی پوری تحقیق کی رو سے سید المعصومین اور ان تمام پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔ اس صورت میں صرف یہی ظلم نہیں کہ ناحق اور بے وجہ ہمارا دل دکھایا جاتا ہے اور اس انصاف پسند گورنمنٹ کے ملک میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں اور بڑے بُرے پیرایوں میں ہمارے اس مقدس مذہب کی توہین کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ ظلم بھی ہوتا ہے کہ ایک حق اور راست راست امر کو محض یاوہ گوئی کے ذخیرہ سے مشتبہ اور کمزور کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے اگر گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ درجہ کے حکام دو تین روز اس بات پر بھی خرچ کریں کہ ہم میں سے کسی منتخب کے روبرو ایسے بیجا الزامات کی وجہ ثبوت ہمارے مذکورہ بالا مخالفوں سے دریافت فرماویں تو زیرک طبع حکّام کو فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر یہ لوگ بے ثبوت بہتانوں سے سرکار انگریزی کی وفادار رعایا اہل اسلام پر ظلم کر رہے ہیں۔

ہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی جناب میں یہ عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان احسانوں کو یاد کر کے جو اب تک ہم پر کئے ہیں ایک یہ بھی ہماری جانوں اور آبروؤں اور ہمارے ٹوٹے ہوئے دلوں پر احسان کرے کہ اس مضمون کا ایک قانون پاس کر دیوے یا کوئی سرکلر جاری کرے کہ آئندہ جو مناظرات اور مجادلات اور مباحثات مذہبی امور میں ہوں ان کی نسبت ہر یک قوم مسلمانوں اور عیسائیوں اور آریوں وغیرہ میں سے دو امر کے ضرور پابند رہیں۔

(۱) **اوّل** یہ کہ ایسا اعتراض جو خود معترض کے ہی الہامی کتاب یا کتابوں پر جن کے

الہامی ہونے پر وہ ایمان رکھتا ہے وارد ہوسکتا ہو یعنی وہ امر جو بنا اعتراض کی ہے ان کتابوں میں بھی پایا جاتا ہو جن پر معترض کا ایمان ہے ایسے اعتراض سے چاہیے کہ ہر یک ایسا معترض پرہیز کرے۔

(۲) دوم اگر بعض کتابوں کے نام بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے کسی فریق کی طرف سے اس غرض سے شائع ہوگئے ہوں کہ درحقیقت وہی کتابیں ان کی مسلّم اور مقبول ہیں تو چاہیے کہ کوئی معترض ان کتابوں سے باہر نہ جائے اور ہر یک اعتراض جو اس مذہب پر کرنا ہو انہیں کتابوں کے حوالہ سے کرے اور ہرگز کسی ایسی کتاب کا نام نہ لیوے جس کے مسلّم اور مقبول ہونے کے بارے میں اشتہار میں ذکر نہیں اور اگر اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو بلا تامل اس سزا کا مستوجب ہو جو دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند میں مندرج ہے۔ یہ التماس ہے جس کا پاس ہونا ہم بذریعہ کسی ایکٹ یا سرکلر کے گورنمنٹ عالیہ سے چاہتے ہیں اور ہماری زیرک گورنمنٹ اس بات کو سمجھتی ہے کہ اس قانون کے پاس کرنے میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں بلکہ ہر یک قوم پر اس کا اثر مساوی ہے اور اس قانون کے پاس کرنے میں بے شمار برکتیں ہیں جن سے عامہ خلائق کے لئے امن اور عافیت کی راہیں کھلتی ہیں اور صدہا بیہودہ نزاعوں اور جھگڑوں کی صف لپیٹی جاتی ہے اور اخیر نتیجہ صلح کاری اور ان شرارتوں کا دور ہو جانا ہے جو فتنوں اور بغاوتوں کی جڑ ہوتے ہیں اور دن بدن مفاسد کو ترقی دیتے ہیں اور ہماری قلم جو ہر یک وقت اس گورنمنٹ عالیہ کی مدح و ثناء میں چل رہی ہے اس قانون کے پاس ہونے سے اپنی گورنمنٹ کو دوسروں پر ترجیح دینے کے لئے ایک ایسا وسیع مضمون پائے گی جو آفتاب کی طرح چمکے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا معلوم کہ روز کی لڑائیوں اور بیہودہ جھگڑوں کی کہاں تک نوبت پہنچے گی۔ بے شک اس سے پہلے توہین کے لئے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات میں موجود ہے لیکن وہ ان مراتب کے تصفیہ پا جانے سے پہلے فضول اور نکمی ہے اور خیانت پیشہ لوگوں کے لئے گریز گاہ وسیع ہے۔

اور پھر ہم اپنے مخالف فریقوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی برائے خدا ایسی

تدبیر کو منظور کریں جس کا نتیجہ سراسر امن اور عافیت ہے اور اگر یہ احسن انتظام نہ ہوا تو علاوہ اور مفاسد اور فتنوں کے ہمیشہ سچائی کا خون ہوتا رہے گا اور صادقوں اور راستبازوں کی کوششوں کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکلے گا اور نیز رعایا کی باہمی نااتفاقی سے گورنمنٹ کے اوقات بھی ناحق ضائع ہوں گے اس لئے ہم مراتب مذکورہ بالا کو آپ سب صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے یہ نوٹس آپ صاحبوں کے نام جاری کرتے ہیں اور آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ ہماری کتب مسلّمہ مقبولہ جن پر ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور جن کو ہم معتبر سمجھتے ہیں بہ تفصیل ذیل ہیں۔

اوّل قرآن شریف۔ مگر یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے معنے ہمارے نزدیک وہی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں اور نیز قرآن کے کامل اور یقینی معنوں کے لئے اگر وہ یقینی مرتبہ قرآن کے دوسرے مقامات سے میسر نہ آسکے یہ بھی شرط ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل بھی اس کی مفسر ہو غرض ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے ہرگز جائز نہیں پس ہر یک معترض پر لازم ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت اس طریق سے باہر نہ جائے۔

دوم دوسری کتابیں جو ہماری مسلّم کتابیں ہیں ان میں سے اول درجہ پر صحیح بخاری ہے اور اس کی وہ تمام احادیث ہمارے نزدیک حجت ہیں جو قرآن شریف سے مخالف نہیں اور ان میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اور اس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیح بخاری سے مخالف نہ ہو اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا، نسائی، ابن داؤد، دارقطنی کتب حدیث ہیں جن کی حدیثوں کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین سے مخالف نہ ہوں یہ کتابیں ہمارے دین کی کتابیں ہیں اور یہ شرائط ہیں جن کی رو سے ہمارا عمل ہے۔

اب ہم قانونی طور پر آپ لوگوں کو ایسے اعتراضوں سے روکتے ہیں جو خود آپ کی کتابوں اور آپ کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں کیونکہ انصاف جن پر قوانین مبنی ہیں ایسی کارروائی کو صحت نیت میں داخل نہیں کرتا اور ہم ایسے اعتراضوں سے بھی آپ لوگوں کو منع کرتے ہیں جو ان

کتابوں اور ان شرائط پر مبنی نہیں جن کا ہم اشتہار میں ذکر کرتے ہیں کیونکہ ایسی کارروائی بھی تحقیق حق کے برخلاف ہے پس ہر یک معترض پر واجب ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت ان کتابوں اور ان شرائط سے باہر نہ جائے اور ضروری ہوگا کہ اگر آئندہ آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ہماری کسی تالیف کا رد لکھے یا رد کے طور پر کوئی اشتہار شائع کریں یا کسی مجلس میں تقریری مباحثہ کرنا چاہیں تو ان شرائط مذکورہ بالا کی پابندی سے باہر قدم نہ رکھیں یعنی ایسی باتوں کو بصورتِ اعتراض پیش نہ کریں جو آپ لوگوں کی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہوں اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو ان کتابوں کی پابندی اور اس طریق کی پابندی سے نہیں ہیں جو ہم اشتہار میں شائع کر چکے ہیں۔

غرض اس طریق مذکورہ بالا سے تجاوز کر کے ایسی بیہودہ روایتوں اور بے سروپا قصوں کو ہمارے سامنے ہرگز پیش نہ کریں اور نہ شائع کریں جیسا کہ یہ خائنانہ کارروائیاں پہلے اس سے ہندوؤں میں سے اندرمن مراد آبادی نے اپنی کتابوں تحفہ اسلام و پاداش اسلام وغیرہ میں دکھلائیں اور پھر بعد اس کے یہ ناپاک حرکتیں مسمی لیکھرام پشاوری نے جو محض نادان اور بے علم ہے اپنی کتاب تکذیب براہین اور رسالہ جہاد اسلام میں کیں اور جیسا کہ یہی بیہودہ کارروائیاں پادری عماد الدین نے اپنی کتابوں میں اور پادری ٹھاکرداس نے اپنے رسائل میں اور صفدر علی وغیرہ نے اپنی تحریروں میں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیں اور سخت دھوکے دے دے کر ایک دنیا کو گندگی اور کیچڑ میں ڈال دیا اور اگر آپ لوگ اب بھی یعنی اس نوٹس کے جاری ہونے کے بعد بھی اپنی خیانت پیشہ طبیعت اور عادت سے باز نہیں آئیں گے تو دیکھو ہم آپ کو ہلا ہلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ اب یہ حرکت آپ کی صحت نیت کے خلاف سمجھی جائے گی اور محض دلآزاری اور توہین کی مد میں متصور ہوگی۔ اور اس صورت میں ہمیں استحقاق ہوگا کہ عدالت سے اس افتراء اور توہین اور دلآزاری کی چارہ جوئی کریں اور دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کی رو سے آپ کو ماخوذ کرائیں اور قانون کی حد تک سزا دلائیں کیونکہ اس نوٹس کے بعد آپ اپنی ناواقفی اور صحت نیت

کا عذر پیش نہیں کر سکتے اور آپ سب صاحبوں کو بھی اختیار ہوگا کہ اپنی مقبولہ مسلّمہ کتابوں کا اشتہار دے دیں اور بعد اس کے اگر کوئی مسلمان معترض اپنے اعتراض میں آپ کے اشتہار کا پابند نہ ہو اور کوئی ایسا اعتراض کرے کہ جو ان کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کے مقبول ہونے کی نسبت آپ اشتہار دے چکے ہیں یا کوئی ایسا امر مورد اعتراض ٹھہراوے جو خود اسلام کی تعلیم میں موجود ہے تو بے شک ایسا معترض مسلمان بھی آپ لوگوں کے اشتہار کے بعد اسی دفعہ ۲۹۸ کی رو سے سزا پانے کے لائق ہوگا جس دفعہ سے ہم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اب ذیل میں اس نوٹس دینے والوں کے دستخط اور مواہیر ہیں۔ فقط

قادیان

حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود میرزا غلام احمد علیہ السلام، حضرت مولوی حاجی حافظ حکیم نور الدین صاحب بھیروی ثم قادیانی، حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی، مولوی حکیم فضل دین بھیروی، صاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب جمالی نعمانی قادیانی سابق سرساوی، سید ناصر نواب صاحب دہلوی حال قادیانی، صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانوی قادیانی، صاحبزادہ منظور محمد صاحب، مولوی حاجی حافظ احمد اللہ خان صاحب، مولوی نور الحسن صاحب روالی، منشی محمد خاں صاحب کپورتھلہ، قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی ضلع گوجرانوالہ، شیخ عبدالرحیم صاحب نو مسلم سابق لیس دفعدار رسالہ نمبر ۱۴ چھاؤنی سیالکوٹ، مولوی قطب الدین صاحب بدوملوی، مفتی فضل الرحمٰن صاحب مدرس جموں، منشی جلال الدین صاحب میر منشی رجمنٹ نمبر ۱۲ سواران بنگال، منشی غلام محمد صاحب خوشنویس امرتسری، مولوی فیض احمد صاحب جہلمی، میرزا یعقوب بیگ صاحب طالب علم اسسٹنٹ سرجن کلاس میڈیکل کالج لاہور، میرزا ایوب بیگ صاحب طالب علم بی اے کلاس گورنمنٹ کالج لاہور، شیر محمد خاں صاحب طالب علم ایف اے کلاس لاہور، شیخ غلام محی الدین صاحب کتب فروش جہلم، مرزا اسماعیل قادیانی، بابو غلام رسول صاحب سابق اسٹیشن ماسٹر راولپنڈی ڈسٹرکٹ، شیخ عبداللہ صاحب پٹواری سنوری، شیخ حامد علی صاحب قادیانی، منشی تاج دین صاحب کلرک اگزیمنر آفس ریلوے لاہور، منشی نبی بخش صاحب کلرک، شیخ عبدالرحمٰن صاحب، شیخ عبدالعزیز صاحب، شیخ مسیح اللہ صاحب شاہجہان پوری،

حاجی وریام صاحب خوشابی، سید مقبول حسن صاحب ڈیرہ اسماعیل خاں، سید محمد کبیر صاحب دہلوی، شیخ شہاب الدین صاحب۔

سیالکوٹ

مولوی عبدالکریم صاحب، مولوی حکیم ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب، منشی غلام قادر فصیح صاحب رئیس مالک پنجاب پریس، سید حامد شاہ صاحب اہلمد معافیات، سید محمود شاہ صاحب، شیخ مولا بخش صاحب سوداگر، سید امیر علی شاہ صاحب سارجنٹ ڈسکہ، میاں شادی خاں صاحب، میاں عطا محمد صاحب اوورسیر، غلام حیدر خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر نارووال، عبدالعزیز صاحب۔

بھیرہ ضلع شاہ پور

شیخ فضل الٰہی صاحب آنریری مجسٹریٹ، شیخ غلام نبی صاحب وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی، میاں غلام محمد صاحب ضلعدار انہار، پیر چن صاحب، چودھری حافظ دل احمد صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول، مولوی گل محمد صاحب مدرس بورڈ سکول، بابو غلام جیلانی صاحب مدرس سکول پنڈ دادن خاں، شیخ نذیر محمد صاحب فارسٹ انجینئر، شیخ علی محمد صاحب انگلش ٹیچر بورڈ سکول، شیخ عبدالعزیز صاحب ایف اے، شیخ محمد مبارک صاحب اپیل نویس، ملک سمند خان صاحب عرضی نویس۔ سید لال شاہ صاحب عرضی نویس، قاضی غلام شاہ صاحب سوداگر اسپاں، قاضی مولا بخش صاحب ذیلدار و میونسپل کمشنر چنیوٹ، حکیم علاء الدین صاحب شیخپوری، سردار محمد چراغ خان صاحب رئیس ساہیوال کرسی نشین درباری نمبر اوّل و جاگیردار نسلاً بعد نسلٍ واہل جیوری و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ، مخدوم محمد صدیق صاحب، مخدوم محمد عثمان صاحب، میاں الہ بخش صاحب نمبردار جھول پور، بابو محمد اسحاق صاحب اوورسیر، قاضی سید امام شاہ صاحب عرضی نویس، راجہ کرم داد خاں صاحب ذیلدار ملک وال،

راجہ محمد خاں صاحب ذیلدار کوٹ احمد خاں،

راجہ خاں صاحب ذیلدار جیون وال،

راجہ محمد حیات خاں صاحب ذیلدار دیہی،

میاں عالم دین صاحب ذیلدار نمتاس، میاں شیخ صدرالدین صاحب پراچہ میونسپل کمشنر و مالگذار، منشی محمد پناہ صاحب سوداگر چرم و مالگذار، سید ستار شاہ صاحب مالگذار علی پور، سید امام شاہ صاحب سربراہ ذیلدار و مالگذار علی پور، پیر لقمان شاہ صاحب نمبردار، شیخ عالم دین صاحب پٹواری، بابو غلام محمد صاحب مختار و سیکرٹری، سید زمان شاہ صاحب عرضی نویس، عباس خاں صاحب بہرت، مفتی الٰہی بخش صاحب، مفتی محمد حسین صاحب مدرس سکول، حکیم فضل احمد صاحب

طبیب سرکار، مولوی علی محمد صاحب روالی، مولوی محمد یٰسین صاحب ڈہڈی، شیخ دین محمد صاحب ملازم نہر، شیخ محمد امین صاحب سابق کرنل فوج سفر مینا امیر صاحب والئی کابل، شیخ سراج الدین صاحب پراچہ سوداگر کابل، میاں شیخ محمد بخش صاحب تلوار چنیوٹی، ملک غلام محمد خاں صاحب راجڑ، ملک دوست محمد خان صاحب نمبردار بھولوال، میاں رحیم بخش صاحب مختار عام، ملک حاکم خان صاحب، خان بہادر ملک حسن خاں صاحب نمبردار راجڑ، ملک جلال خان صاحب نمبردار جہاوا، ملک جوایا خاں صاحب، چوہدری محمد بخش صاحب نمبردار پنڈی کوٹ، چوہدری پیرو نمبردار ایضاً، شیخ صدرالدین صاحب قریشی و نمبردار، چوہدری ولی داد صاحب جہانیوالہ، میاں گل محمد صاحب مختار، ملک شیر محمد خاں بہادر، چوہدری غلام محمد نمبردار ٹھائر، چوہدری زیادہ صاحب نمبردار، چوہدری ہادو صاحب نمبردار ایضاً، شیخ الہ بخش صاحب رئیس شیخپور، سلطان عارب خاں صاحب ذیلدار کتہا، ملک شیر محمد ولد سلطان مقرب، مولوی عبدالکریم صاحب اخوند، میاں خدا بخش، میاں غلام حسین صاحب، میاں محمد رفیق صاحب مدرس اینگلو سنسکرت اسکول، شیخ محمد حسن صاحب کاتب، مستری قطب الدین صاحب، مستری اسماعیل صاحب، مستری قمر الدین صاحب، مستری غلام نبی صاحب، مستری نور احمد صاحب، مستری محمد اسلام صاحب، حکیم احمد دین صاحب، مولوی سردار محمد صاحب برادر زادہ، مولوی نور الدین صاحب، محمد عبدالرحمٰن صاحب طالب علم ہائی سکول، میاں عالم دین صاحب، مولوی احمد دین صاحب مدرس عربی سکول بھیرہ، میاں خادم حسین صاحب مدرس اینگلو سنسکرت سکول بھیرہ، حکیم شیخ قادر بخش صاحب احمد آبادی، میاں نجم الدین صاحب، بابو امام الدین صاحب سب اوورسیر، محمد حیات صاحب نقشہ نویس، میاں محمد صدیق صاحب پٹواری، مولوی عالم دین صاحب قریشی، میاں کامل الدین صاحب قریشی، حکیم مولوی شیر محمد صاحب ہجن، میاں شیر علی صاحب ایف اے کلاس، مولوی نظام الدین صاحب مدرس۔

لاہور

چوہدری نبی بخش صاحب بی۔اے اسلامیہ کالج، خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے پروفیسر اسلامیہ کالج،
خواجہ ضیاءالدین صاحب " " "
میر عبدالواحد " " "
منشی عبداللہ صاحب " " "
مولوی فضل کریم صاحب " " "
مولوی محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج،
منشی سعدالدین خاں صاحب بی۔اے۔
محمد ایوب صاحب بی۔او۔ایل۔

چوہدری سردار خاں صاحب ملازم دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب،
مولوی احمد صاحب // // //
سید خورشید انور صاحب // // //
منشی رحیم بخش صاحب // // //
مرزا محبوب بیگ صاحب // // //
میاں حفیظ اللہ صاحب // معلّم ایل ایل بی اے کلاس، منشی محمد الدین صاحب // پروفیسر بہاولپور کالج، مولوی عمرالدین صاحب ایم اے سنٹرل ماڈل سکول، شیخ عبدالقادر صاحب بی۔اے سب اڈیٹر اخبار پنجاب، غلام حسین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر تلہ گنگ۔

از دفتر اگزیمنر ریلوے لاہور

مولا بخش صاحب، محمد علی صاحب، غلام حسین صاحب، حافظ فضل احمد صاحب، خلیفہ محمد شریف صاحب، منشی غلام محمد صاحب، فضل الدین صاحب، نظام الدین صاحب، محمد یوسف صاحب، معراج الدین صاحب[1]

دفتر لوکو لاہور

عبدالرحمٰن صاحب کلرک، علم الدین صاحب //
بوٹا خان صاحب //، خدا بخش صاحب //، گیلانی بخش صاحب //، شہاب الدین صاحب //، وزیر شاہ صاحب //، میر امیر شاہ صاحب //، [2]

دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب

غلام محمد صاحب کلرک، منشی نظام الدین صاحب //، شرف الدین صاحب، محمد علی صاحب، منشی احمد دین صاحب خوشدل، نجابت اللہ صاحب، اللہ بخش صاحب، محمد یاسین صاحب، نوازش علی صاحب، میر میراث علی صاحب۔

متعلّمان ٹریننگ کالج لاہور

اللہ داد خاں صاحب، محمد نواز خاں صاحب، سراج الحق صاحب، سید فرزند علی صاحب، محمد تقی صاحب، خدا بخش صاحب، صدر دین صاحب، رحمت اللہ صاحب، خورشید عالم صاحب، کرم دین صاحب۔ اس فہرست کے ۵۱ نام ہیں اس قدر بطور اختصار لکھے گئے ہیں۔

تاجران لاہور

شیخ محمد رفیع صاحب اینڈ برادرس سوداگران انارکلی، حافظ محمد حسین صاحب سوداگر، مینجر محمد رفیع صاحب،

---

[1] نوٹ۔ اس دفتر کے کل نام ۲۱ ہیں۔ [2] اس دفتر کے کل نام ۳۲ ہیں اور لاہور کے ایک ہزار سے زیادہ نام ہیں بباعث طوالت تھوڑے لکھے گئے ہیں۔ فقط

شیخ نبی بخش صاحب سوداگر مینجر کشمیری شاپ، رمضان خان اینڈ کو انارکلی، شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر بمبئی ہاؤس، شیخ قادر بخش صاحب سوداگر انارکلی، حاجی کریم بخش صاحب سوداگر انارکلی، نواب محمد ابراہیم صاحب پروپرائٹر ویسٹرن سوپ کمپنی، حاجی عبدالرحیم و محمد یعقوب سوداگران انارکلی، شیخ نصیر الدین، محمد یعقوب صاحب مالک ڈرکٹ حال لاہور انارکلی، غلام محی الدین صاحب پروپرائٹر برڈسٹیم کمپنی، شیخ غلام حسین، غلام حیدر صاحب مالکان وکٹر کلاتھ کمپنی لاہور، سیٹھ غلام علی صاحب انارکلی، شیخ محمد عیدو صاحب سوداگر انارکلی، حسن علی اسماعیل جی صاحب سوداگر انارکلی، شیخ محمد عارف محمد اسحاق صاحب سوداگران انارکلی۔

ڈاکٹر کلن خان صاحب سرجن ڈینٹسٹ انارکلی، خلیفہ رجب الدین صاحب رئیس وسوداگر برنج لاہور، محمد چٹو صاحب سوداگر ریشم، شیخ محمد عالم صاحب مینجر گجراتی شاپ انارکلی، شیخ احمد بخش صاحب تاجر چرم ؍؍، حاجی شیخ رحمت اللہ صاحب ؍؍، شیخ محمد صدیق صاحب مینجر ویسٹرن سوپ کمپنی، شیخ محبوب بخش صاحب سوداگر انارکلی۔

اَئِمّہ مساجد لاہور

مولوی محمد یار صاحب امام مسجد طلائی۔ مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی، حافظ غلام علی صاحب، محمد علی صاحب، مفتی فصیح الدین صاحب، عبداللطیف صاحب، حافظ اللہ دتا صاحب، مولوی جواہر علی صاحب، مولوی عنایت اللہ صاحب امام مسجد پرانی انارکلی، مولوی حسام الدین صاحب محلّہ ستھاں، مولوی نور الدین صاحب امام مسجد ؍؍، خلیفہ امام الدین صاحب، امام غلام محمد صاحب ولد مولوی فتح محمد صاحب، امام مسجد لوہاری منڈی، امام محمد عالم صاحب، مولوی احمد دین صاحب، مولوی حافظ وزیر محمد صاحب، امام غلام محمود صاحب۔

رؤساء لاہور

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب گمٹی بازار، ماسٹر شیر محمد صاحب آرٹ سکول، احمد رضا خاں صاحب رئیس رامپور حال وارد لاہور، میر تقی صاحب مدرس ایچ سن سکول، منشی کرم الٰہی صاحب دفتر نہر، محمد لطیف خاں صاحب ڈپٹی انسپکٹر، حاجی عبدالحکیم خاں صاحب ٹھیکہ دار، میاں فرید بخش صاحب نقشہ نویس دفتر نہر چناب سرکل، میاں چنن دین صاحب پنجاب بنک لاہور، نواب الدین صاحب نقشہ نویس بھاٹی دروازہ، منشی میراں بخش صاحب اکونٹنٹ محکمہ نہر بھاٹی دروازہ، کریم بخش صاحب کاردار زمیندار بھاٹی دروازہ، محمد ابراہیم خاں صاحب اوورسیر ملازم امیر کابل، خورشید عالم صاحب کلرک چیف کورٹ پنجاب، نصیر الدین صاحب نقشہ نویس، جلال الدین صاحب نقشہ نویس، حسین بخش صاحب نقشہ نویس، میراں بخش صاحب نقشہ نویس، احمد بخش صاحب نقشہ نویس، مفتی

غلام حیدر صاحب سٹور کیپر نہر چناب، شیخ کریم الدین صاحب پنشنر، ماسٹر غلام نبی صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول اسلامیہ کالج، ماسٹر کریم خاں صاحب ناظم پرائمر، عبدالشکور خان صاحب دفتر فنانشل کمشنر پنجاب، پیر محمد عثمان صاحب، ملک ہیرا اصراف صاحب محلّہ ککے زئی، الٰہی بخش صاحب سوداگر پشمینہ کوچہ جراحاں، میاں چنن دین صاحب ہیڈ کلرک ٹریفک آفس لاہور، میاں اسلام الدین صاحب کلرک ایضاً، میاں سیف الدین صاحب ۔۔، حافظ عبدالعزیز صاحب نقشہ نویس دفتر چیف انجینئر ریلوے، منشی نور الٰہی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع لاہور، حکیم مبارک دین صاحب بھاٹی دروازہ، مرزا فدا حسین صاحب کلرک ریلوے، عبدالرحمٰن صاحب ڈسٹرکٹ اوورسیر، عبداللطیف صاحب شاہ دین صاحب مینجر مطبع پنجاب آبزرور، محمود علی خاں صاحب نقشہ نویس دفتر سول سیکرٹریٹ گورنمنٹ پنجاب، محمد فضل علی صاحب کمیشن ایجنٹ، سعادت علی خاں صاحب نائب داروغہ آبکاری لاہور، منشی کرم الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ نصرت الاسلام، مولا بخش صاحب مالک نیولائل پریس، شیخ گلاب الدین صاحب انور علی صاحب پنشنر، خواجہ عزیز الدین صاحب سوداگر برنج، جلال الدین صاحب محرر چونگی، بابو عید محمد صاحب نقشہ نویس دفتر فنانشل کمشنر، عبداللہ خاں صاحب، فدا علی صاحب کلرک دفتر نہر، شیخ گلاب دین صاحب مختار عدالت

میاں مہتاب الدین صاحب سپروائزر پبلک ورکس، ڈاکٹر غلام علی صاحب ایل ایم ایس، مرزا امان اللہ بیگ صاحب پنشنر، منشی محمد امیر الدین صاحب کوٹھی دار، منشی خیر الدین صاحب، حاجی محمد عبدالصمد صاحب میونسپل کمشنر وٹھیکہ دار لاہور۔

وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ

مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ مانانوالہ، قاضی سید محمد صاحب ذمہ دار و مالگذار کوٹ قاضی، قاضی سراج الدین صاحب نمبردار ۔۔، مولوی وزیر محمد صاحب مدرس اوّل عربی وفارسی، شیخ غلام قادر صاحب سوداگر چرم، منشی نبی بخش صاحب مدرس مشن سکول، شیخ محمد حیات صاحب تاجر کتب، بابو فضل دین صاحب گڈس کلرک، شیخ پیر محمد صاحب سوداگر، غلام رسول صاحب نقشہ نویس، میاں شیخ محمد دین صاحب محرر کمیٹی، میاں شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر، حکیم سلطان علی صاحب، شیخ دین محمد صاحب ٹھیکہ دار، منشی نجم الدین صاحب اسٹام فروش، میاں عمر بخش صاحب سوداگر چوب، سید اکبر علی شاہ صاحب، شیخ فتح دین صاحب سوداگر، شیخ احمد جان صاحب، ماسٹر عنایت اللہ صاحب مشن سکول، شیخ الہ بخش صاحب سوداگر آہن، حافظ گلاب خاں صاحب سارٹرسفری ڈاک، قاضی محمد یوسف صاحب مالگذار۔

جموں

خلیفہ نور الدین صاحب تاجر کتب، مولوی محمد صادق صاحب فارسی مدرس ہائی سکول، خواجہ جمال الدین صاحب لاہوری بی۔اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول، محمد شاہ صاحب ٹھیکہ دار، مستری محمد عمر صاحب، مستری محمد دین صاحب ملازم ریلوے احمد پور، حافظ محمد دین صاحب ٹھیکیدار وردی پولیس، میاں اللہ دتا صاحب سوداگر چرم، شیخ محمد الدین صاحب سوداگر چرم، منشی نبی بخش صاحب سوداگر، اللہ دتا صاحب۔

خوشاب ضلع شاہ پور پنجاب

مولوی حبیب شاہ صاحب، قریشی بلند خاں صاحب، سید حیدر شاہ صاحب، مولوی فضل الدین خاں صاحب، مولوی غلام احمد صاحب کھبکّی، مولوی فتح دین صاحب، مولوی غلام احمد صاحب، بہادر خاں صاحب ذیلدار و رئیس، سید عبدالمجید شاہ صاحب قریشی، جوائی خاں صاحب انہیر، عالم خاں صاحب میونسپل کمشنر، پیر رنگ شاہ صاحب قریشی، پیر غلام مرتضیٰ شاہ صاحب قریشی، پیر جمال الدین صاحب قریشی، مولوی دین محمد صاحب قریشی، سید راجہ شاہ صاحب، سید ستار شاہ صاحب، سید جلال شاہ صاحب، سید عالم شاہ صاحب، عبدالمجید۔

گُڑیانی ضلع رہتک

وزیر محمد خاں ہیڈ ماسٹر مدرسہ گُڑیانی۔ عبدالصمد خاں صاحب دفعدار، محمد اسماعیل خاں صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ کڑیانوالہ ضلع، ایاز محمد خان صاحب نائب مدرس کلانور ضلع گجرات پنجاب، امیر خان صاحب محرر کمیٹی، عطا محمد خاں صاحب ذیلدار وممبر ڈسٹرکٹ بورڈ، شاہ محمد خاں صاحب سوداگر، عمدہ خاں صاحب سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول بہادر گڑھ، سردار خاں صاحب دفعدار سلوتری نمبر ۳ رسالہ پنجاب، کریم بخش صاحب سوداگر اسپاں، قاضی سید محمود الحسن صاحب قادری، قاضی عزیز الحسن صاحب، سید رحمت علی شاہ صاحب، عنایت خاں صاحب جمعدار، محمد سعید خاں صاحب سوداگر اسپاں، عبداللطیف خاں صاحب سوداگر، قاضی محمد یعقوب صاحب، محمد یقوب خاں صاحب سوداگر، عبدالمناف صاحب سوداگر، عبدالصمد صاحب سوداگر، خدا بخش صاحب پنشن خوار ریاست گوالیار، الٰہی بخش صاحب سوار پنشن خوار، غلام دین خاں صاحب سوداگر اسپاں، ڈاکٹر محمد ظہیر الدین خاں صاحب، منظور احمد صاحب سوداگر اسپاں،

نیاز احمد صاحب سوداگر اسپاں عطا محمد خان صاحب //
نیاز محمد خان صاحب // // سردار خاں صاحب // //

عبداللہ خاں صاحب // //، محمد حسن خاں صاحب // //،
عبدالرزاق خاں صاحب // //۔

جہلم

منشی محمد نواب خاں صاحب تحصیلدار جہلم، مولوی برہان الدین صاحب، میاں عبداللہ خان برادر تحصیلدار جہلم، شیخ غلام محی الدین صاحب عرضی نویس، مولوی حافظ محمد قاری صاحب، مولوی غلام علی صاحب رہتاسی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست، مولوی گلاب دین صاحب مدرس رہتاس، اللہ دتا صاحب نائب محافظ دفتر سپرنٹنڈنٹ جھنگ، محمد امین صاحب تاجر کتب، مولوی خان ملک شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی ساکن کہوتیاں، شیخ ابراہیم صاحب جہلم۔

اِلہ آباد

شیخ عبدالغنی صاحب کمپوزیٹر۔
سید رمضان علی صاحب ہیڈ کانسٹیبل پولیس دفتر الہ آباد۔
سید جیون علی صاحب //، سید فرزند حسین صاحب ایضاً، سید دلدار علی صاحب سب انسپکٹر، سید احسان علی صاحب زمیندار مہروند، سید اہتمام علی صاحب ہیڈ کانسٹیبل پنشنر، شیخ امیر علی صاحب پنشنر، عبدالغنی صاحب ہیڈ کانسٹیبل پنشنر، سید منصب علی صاحب ڈاکٹر محلّہ کٹڑہ، شیخ نعمت اللہ صاحب ہیڈ کانسٹیبل، شیخ غلام محمد صاحب انسپکٹر پولیس، محمد احمد خاں صاحب ہیڈ کانسٹیبل پنشنر، محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب ایضاً، سید نیاز علی صاحب بدایونی محلّہ دوندی پور حال محرر ملک ریاست رام پور، قاضی احسن الدین صاحب قریشی اکبرآبادی پولیس الہ آباد، حاجی نجف علی صاحب، شیخ حرمت علی صاحب کراری محلّہ باراں دری، خدا بخش صاحب ولد غوث محمد صاحب تاجر جونپوری حال الہ آباد، شیخ اکبر علی صاحب حسینی خان صاحب محلّہ کٹڑہ، سعد اللہ خاں صاحب محلّہ //

انبالہ

بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر نہر، میاں محمد اسماعیل صاحب نقشہ نویس۔

کپورتھلہ

منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس، میاں روشن دین صاحب ٹھیکیدار، منشی اروڑا صاحب نقشہ نویس عدالت، منشی عبدالرحمٰن صاحب اہلمد جرنیلی، قاضی شیخ احمد صاحب، منشی فیاض علی صاحب محرر پلٹن نمبر اوّل، حسو خاں صاحب، میاں حبیب الرحمٰن صاحب مالک و نمبردار موضع حاجی پور، میاں سردار خاں صاحب کورٹ دفعدار رسالہ امپیریل سروس، مولوی محمد حسین صاحب کھیوٹ دار

موضع بھاگو ارائیں، حکیم سید مہتاب علی صاحب اہلمد نظامت، بشیر احمد کانسٹیبل۔

قصور

شیخ امین الدین صاحب میونسپل کمشنر، مرزا فضل بیگ صاحب مختار، حکیم فتح محمد صاحب، ڈاکٹر بوڑا خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن، مولوی فضل حق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ سکول، میاں حسین خاں صاحب ٹھیکیدار سکول۔

لدھیانہ

منشی رحیم بخش صاحب ممبر میونسپل کمیٹی لدھیانہ، منشی عبدالحق صاحب لدھیانہ، شیخ شہاب الدین صاحب لدھیانہ، منشی ابراہیم صاحب تاجر، قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکیدار شکرم، شہزادہ عبدالمجید صاحب محلّہ اقبال گنج، مولوی نور محمد صاحب مانگٹ، تاج محمد صاحب کلارک میونسپل کمیٹی، کرم الٰہی صاحب کانسٹیبل، مرزا حکیم رحمت اللہ صاحب تاجر کتب، سید عنایت علی شاہ صاحب محلّہ صوفیاں۔

پشاور

مولوی غلام حسن صاحب رجسٹرار۔ بابو الٰہ بخش صاحب جہلمی کلارک محکمہ ملٹری ورکس چھاؤنی کوہ چراٹ علاقہ پشاور، شیخ عبدالرحیم صاحب محلّہ کوٹلہ فیل باناں، احمد جان ولد محمد کمال صاحب محلّہ نو۔

بٹالہ

منشی عبدالعزیز صاحب عرف نبی بخش نمبردار وممبر کمیٹی، بابو علی محمد صاحب مالک مطبع شعلہ نور، میاں محمد امین صاحب، میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار لکڑی۔

پٹیالہ

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب سول سرجن چھاؤنی پٹیالہ، شیخ منشی محمد حسین صاحب مراد آبادی، شیخ عبیداللہ صاحب، مولوی حافظ عظیم بخش صاحب، مولوی محمد یوسف صاحب سنوری۔

بلاد متفرقات

ڈاکٹر عبدالشکور صاحب سرسہ ضلع حصار، مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین منی پور ملک آسام، منشی زین الدین صاحب، محمد ابراہیم صاحب انجینئر پچ پوکلی کالی چوکی بمبئی، سید تفضّل حسین صاحب تحصیلدار شکوہ آباد ضلع مین پوری، منشی عبدالعزیز صاحب محرر دفتر نہر جمن غربی دہلی، سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا صاحب تاجر ساجن کمپنی مدراس، سیٹھ محمد صالح صاحب مدراس،

سیٹھ علی محمد صاحب بنگلور، مولوی حسن علی صاحب واعظ اسلام بھاگلپور صوبہ بہار، مولوی انوار حسین خاں صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی، شیخ مولوی حسین عرب صاحب یمانی محدث بھوپال، مولوی محمد بشیر صاحب بھوپال سابق مہتمم مدارس ریاست مذکور، ابوالحبیب محبوب احمد صاحب مدرس مدرسہ ملتان، بابو الٰہ بخش صاحب گڈس کلرک ریلوے سٹیشن پھلور، منشی محمد فضل حق صاحب مختار کار ساکن سراوہ ضلع میرٹھ، میاں عبدالواسع صاحب، مولوی عبداللہ صاحب ملتان اندرون پاک دروازہ، سید خصلت علی شاہ ڈپٹی انسپکٹر ڈنگہ ضلع گجرات، بابو غلام محی الدین صاحب گڈس کلرک پھلور، چوہدری رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر گورداسپور، مولوی سید محمد عسکری خاں صاحب تحصیلدار کٹڑہ ضلع الہ آباد، مولوی میر مردان علی صاحب منتظم صدر محاسب سرکار نظام حیدر آباد، مولوی سید ظہور علی صاحب وکیل حیدر آباد دکن، شیخ یوسف علی صاحب رئیس نشام ضلع حصار سارجنٹ درجہ اول انسپکٹری ریاست جیند، مرزا محمد امین بیگ صاحب رئیس بھالوجی ریاست کھیتڑی علاقہ جَے پور، خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر چکروتہ، مولوی جمال دین صاحب سیدوالہ ضلع منٹگمری، مولوی عبداللہ صاحب ٹھٹھا شیر کا ضلع منٹگمری، حاجی سید عبدالہادی صاحب سب اوورسیر ضلع شملہ، میرزا نیاز بیگ صاحب ضلع دار نہر ضلع ملتان، منشی احمد جان صاحب مدرس گوجرانوالہ، غلام جیلانی صاحب مدرس گھڑونوہ، مولوی وزیر الدین صاحب مدرس مدرسہ ریاست نادون، مولوی حاکم شاہ صاحب //، امانت خان صاحب عرضی نویس، مولوی عبدالحکیم صاحب آصف موضع دہار واڑ علاقہ بمبئی، مولوی محمد افضل صاحب کلہ ضلع گجرات پنجاب، مولوی محمد اکرم صاحب //، مولوی محمد شریف صاحب // //، مولوی نظام الدین صاحب رنگ پور ضلع جھنگ، حافظ نور احمد صاحب سوداگر لدھیانہ، مولوی سید تلطّف حسین صاحب تاجر دہلوی پھاٹک حبش خاں محمد عبدالرحیم صاحب موس پاٹر صدر انبالہ، فضل حسین صاحب قصبہ جھابو ضلع بجنور، حافظ امام الدین صاحب امام مسجد کپورتھلہ، مستری جانی صاحب کپورتھلہ، حافظ محمد علی صاحب امام مسجد کپورتھلہ، میاں محمد صاحب زمیندار بوٹ کپورتھلہ، مولوی صادق حسین صاحب اٹاوہ۔

امرتسر

شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر اخبار فیروز، میاں عطاء اللہ صاحب سوداگر مس، میاں قطب الدین صاحب سوداگر مس، مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ، مولوی غلام محمد صاحب مختار عدالت و سپرنٹنڈنٹ مطبع روز بازار، حافظ عبدالرحمٰن صاحب ملازم محکمہ مال دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر، میاں فیروز الدین

صاحب سوداگر و پروپرائٹر اخبار فیروز، میاں علی محمد صاحب مدرس ایم بی سکول، مولوی نیاز علی خاں صاحب سوداگر مالک مطبع وکیل پنجاب، شیخ کرم الٰہی صاحب سارجنٹ پولیس، میاں اسداللہ صاحب سوداگر پشمینہ، میاں غلام رسول صاحب ٹھیکیدار، مستری کریم بخش صاحب، میاں خیر الدین صاحب ٹھیکیدار، حکیم رحیم بخش صاحب، میاں نور الدین صاحب سوداگر پشمینہ، محمد غلام قادر صاحب ٹھیکیدار، داروغہ فضل الدین صاحب، میاں حبیب اللہ خاں صاحب، میاں خیرالدین صاحب سوداگر، حافظ احمد صاحب سوداگر، میاں محمد عبداللہ صاحب شال مرچنٹ، میاں نھتو شاہ صاحب گدی نشین لوپوکے تحصیل اجنالہ۔

ہوشیار پور و جالندھر

امیر المومنین صاحب سر رشتہ دار محکمہ نہر منٹگمری باشندہ ہوشیار پور، احمد جان صاحب امین محکمہ نہر ساکن نندا چور ضلع ہوشیار پور، حکیم غلام رسول صاحب، شیخ رحمت علی صاحب کتب فروش، شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیار پور، شیخ جان محمد صاحب ممبر میونسپل کمیٹی، شیخ محمد بخش صاحب طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور، مستری محمد صدیق صاحب، فیض محمد صاحب تار بابو ہوشیار پور، محمد حیات خان صاحب عرضی نویس، حسین بخش صاحب ٹھیکیدار جالندھر، محی الدین صاحب پوسٹل کلارک ہوشیار پور، حکیم غلام رسول صاحب، شیخ رحمت علی صاحب تاجر کتب، عبدالعلی صاحب رئیس جالندھر، شیخ محمد بخش صاحب عرضی نویس، سید محبوب عالم صاحب سربراہ ذیلدار جالندھر، محمد وزیر علی صاحب رئیس جالندھر شیخ شادی صاحب سوداگر، فضل الدین صاحب سوداگر، شیخ عمر بخش صاحب وقائع نگار، شیخ محمد بخش صاحب سوداگر، برکت علی صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب، رحمت علی صاحب کلرک محکمہ ڈاک، پیر بخش صاحب سوداگر، شمس الدین صاحب سوداگر چرم، امام الدین صاحب //، کرم الٰہی صاحب سوداگر، اللہ یار صاحب ایضاً، چراغ الدین صاحب //، حاجی خلیل اللہ صاحب، خدا بخش صاحب سوداگر، سید رستم علی صاحب، محمد علی صاحب نمبردار بستی، سید مہتاب علی صاحب، سید سندی شاہ صاحب حسنی چشتی، منشی علی گوہر خان صاحب برنچ پوسٹ ماسٹر، عمر بخش صاحب مختار عدالت، سید محمد صاحب منشی فاضل صاحب مدرس، نواب خان صاحب، شیخ نور احمد صاحب، محمد بخش خان صاحب مثل خواں، ولی احمد خان صاحب نائب شرف، سید امیر الدین صاحب نقل نویس صدر، محمد عالم خان صاحب نائب شرف، محمد گوہر صاحب سابق شرف عدالت حال پنشنر، حکیم ابراہیم صاحب بستی شاہ قلی، سید قاضی دوست محمد صاحب آنریری مجسٹریٹ شہر جالندھر،

نیاز محمد صاحب وکیل، مرزا نواب بیگ صاحب سارجنٹ درجہ اوّل، محمد اکبر علی صاحب نمبردار بستی، سید غلام حسین صاحب، ڈاکٹر سید احمد شاہ صاحب مترجم کمشنری، مولوی رحمت علی صاحب، غلام حسین صاحب سابق صوبہ دار، میجر سردار بہادر آنریری مجسٹریٹ و سب رجسٹرار شہر جالندھر، حیدر خاں صاحب نمبردار افغاناں۔

مالیر کوٹلہ

نواب صاحب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ، مولوی مرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب صاحب موصوف، نواب خاں صاحب حکیم الہٰ بخش صاحب۔

بلاد متفرقات

منشی عبدالمجید صاحب محرر دفتران گورداسپور، شہامت خان صاحب عرضی نویس نادون ضلع کانگڑہ، عبدالرحمٰن خان صاحب مختار عدالت، سلیمان علی صاحب ناظر کمشنری جالندھر، برکت علی خان صاحب نائب تحصیلدار، برکت علی شاہ صاحب عرضی نویس، مولوی حکیم فضل محمد صاحب، محمد برکت علی صاحب کلرک پبلک بک چھاؤنی جالندھر، شاہ دین صاحب عرضی نویس، محمد بخش صاحب اپیل نویس فتح گڑھ، غلام رسول صاحب نائب مدرس سکول بجواڑہ، غیاث الدین صاحب طالب علم ایف اے کلاس، رانا محمد بخش صاحب ذیلدار ہریہ۔

سہارنپور وغیرہ

عبدالحمید صاحب سہارنپور، محمد خان صاحب سامانہ ریاست پٹیالہ، محمد یاسین خاں صاحب پوٹھر ضلع سہارن پور، محمد عارف صاحب ساکن تھانہ بھون ضلع مظفرنگر، احمد حسن صاحب گنگوہ ضلع سہارنپور، محمد امیر خاں صاحب پٹھڑ ضلع سہارنپور، علی محمد صاحب سہارنپور، عبداللطیف خاں صاحب پٹواری، فہیم الدین صاحب تاجر کتب سہارنپور، محمد اسماعیل صاحب جلدگر ریاست مالیرکوٹلہ، عبدالعزیز صاحب سہارنپور، امیر حسن صاحب ساکن سہارن پور، غلام محمد خاں صاحب ساکن سہارنپور، محمد نعیم خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس سہارنپور، احسان الحق صاحب گنگوہ ضلع سہارن پور، محمد یوسف صاحب رئیس انصاری، رحمت اللہ خان صاحب سہارنپوری، محمد حسین صاحب سوداگر، حاجی محمد عمر صاحب سوداگر سہارنپور، احمد بیگ صاحب // //، حافظ محمد حسین صاحب // //، حاجی محمد اسماعیل صاحب // //، نور احمد صاحب // //، محمد ابراہیم صاحب رئیس سہارنپور، فضل رحیم صاحب رئیس سہارنپور، مولوی قمرالدین صاحب مدرس عربی سہارنپور، محمد زکریا صاحب ساکن سہارنپور،

امام علی صاحب نمبردار بلاس پور ضلع سہارنپور، علاؤالدین صاحب سہارن پور، احمد جان صاحب سہارن پور، احمد حسین صاحب سہارنپور، محمد یاسین صاحب سوداگر سہارن پور، زین الدین احمد صاحب سوداگر سہارنپور، منشی رحیم بخش صاحب سہارن پور، محمد ابراہیم صاحب سہارن پور، نبی بخش صاحب سہارن پور، حمید اللہ صاحب سہارنپور، محمد ابراہیم صاحب سوداگر سہارنپور، وحید خاں صاحب امروہہ ضلع مراد آباد، حکیم اللہ خان صاحب ضلع بلند شہر، ظہور اللہ صاحب کھاتولی ضلع مظفر نگر، اللہ دیا صاحب تھانہ بہون ضلع مظفر نگر، نبی بخش صاحب حسین بخش صاحب // //، منظور محمد صاحب // //، رحیم بخش صاحب // // محمد اسماعیل صاحب رئیس سہارنپور، سید حید رحسن صاحب سہارنپور، مناظر الدین سہارن پور، محمد صدیق صاحب سہارنپور، حافظ نور رمضان صاحب پانی پت ضلع کرنال، محمد عمر الدین عبدالرحمٰن صاحب سہارنپور، ذوالفقار خان صاحب سوداگر سہارن پور، محمد ابراہیم صاحب سہارنپور، سرفراز خان صاحب تھانہ دار پنشنر سہارنپور، عمر خان صاحب // //، حافظ کریم بخش صاحب //، عبدالکریم صاحب //، عبدالحی و کریم بخش صاحبان //، علاؤ الدین صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلام سہارن پور ساکن نور محل ضلع جالندھر۔

ملتان و علاقہ ملتان

مرزا نیاز بیگ صاحب ساکن کلانور ضلع گورداسپور، الطاف حسین صاحب سب اوورسیر موہال نہر سدہ نی ملتان، عبدالغنی صاحب سب اورسیر //، میاں محمد صاحب ٹھیکیدار، محمد بخش صاحب مچیٹھہ موہال نہر سدہ نی اسسٹنٹ سب اوورسیر، محبّ علی صاحب گرداور ملتان، امام بخش پنسال نویس، اللہ دتہ صاحب گرداور نہر راجباہ ہتار ضلع ملتان، غلام صاحب چپراسی موہال نہر سدہ نی، محمد بخش صاحب گرداور راجباہ ہتار ضلع ملتان، نبی بخش صاحب گرداور نہر // //، برکت علی صاحب گرداور نہر // //، الٰہی بخش صاحب امیدوار ساکن ملتان سابق محرر محکمہ انہار ملتان، اللہ داد صاحب گرداور نہر // //، محمد حسن خاں صاحب زمیندار، مہتاب نمبردار موضع ہتار ضلع ملتان۔

اجنالہ ضلع امرتسر وغیرہ

برکت علی شاہ صاحب اجنالہ ضلع امرتسر، ڈاکٹر محمد یاسین صاحب وٹرنری اسسٹنٹ جسر وال ضلع امرتسر، امام الدین صاحب دوکان دار // //، کرم الدین صاحب منصرم ساکن فتح گڑھ ضلع لاہور، مولوی غلام صاحب مدرس اوّل جسر وال ضلع امرتسر، شیخ نبی بخش صاحب دوکان دار // //، بلند خاں صاحب رئیس نیپال ضلع امرتسر، حیدر حسین صاحب قانون گوئی اجنالہ ضلع

امرت سر، محمد وارث صاحب محرر ؍؍ ؍؍، فضل الدین صاحب عرضی نویس ؍؍ ؍؍، علی بخش صاحب نمبردار ملک پور ضلع امرتسر ، کریم بخش صاحب نمبردار ؍؍ ؍؍، عبدالواحد صاحب پٹواری ؍؍ ، روڑے خاں صاحب جمعدار ملک پور؍؍، پیر بخش صاحب لوہار ساکن لوہارکہ ضلع ؍؍، حسن محمد صاحب شیخ دلاور صاحب زمیندار، نبی بخش صاحب مدرس اجنالہ ضلع امرت سر، محسن علی دوم مدرس اجنالہ؍؍، متوطن قلعہ سو بہا سنگھ سیالکوٹ، غلام دستگیر صاحب نائب مدرس اجنالہ متوطن جسر وال، شیخ رحیم بخش صاحب، قطب شاہ صاحب، غلام حسین صاحب قاضی، قاضی غلام رسول صاحب جسر وال ؍؍، کرم الدین صاحب پٹواری پنال ؍؍، خدا بخش صاحب نائب تحصیلدار حصہ دار مڈہ پھلووال ضلع ؍؍، غلام رسول صاحب امام مسجد مڈہ پھلووال ؍؍، عبداللہ خان صاحب پنشن خوار جسر وال؍؍، محمد ابراہیم صاحب لوہیاں ؍؍، شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر جسر وال؍؍، شیخ عمر بخش صاحب حوالدار عیسیٰ پور؍؍، خلیل خاں صاحب اعلیٰ نمبردار عمر پور؍؍، شاہ سوار صاحب مالک عمر پور؍؍، ابراہیم خان صاحب حصہ دار عمر پور؍؍، فتح خاں صاحب حصہ دار عمر پور؍؍، فضل الدین صاحب موروثی عمر پور؍؍، فیروز خاں صاحب حصہ دار عمر پور؍؍، دین محمد صاحب اجنالہ؍؍، میاں ہیرا صاحب زمیندار کمال پور، میاں بڑھا صاحب حصہ دار و ساہوکار نسوکی ؍؍، نبی بخش صاحب راجپوت چماری ؍؍، اللہ داد خاں صاحب ولد علی اکبر خاں صاحب نمبردار محلانوالہ، قاضی امام الدین صاحب نسو کے ؍؍، چوہدری امام الدین صاحب علاقہ امرتسر ، غلام محمد صاحب نمبردار کمال پور خرد ؍؍، محمد یار علی نمبردار شہزادہ ؍؍، مقبول حسین صاحب ہیڈ ماسٹر سکول راماداس ؍؍، فضل حسین صاحب گرداور قانون گوئی حلقہ چماری ضلع امرتسر، قاضی اکبر علی صاحب وثیقہ نویس تبڑھ کلاں ؍؍، گلو خاں صاحب نمبردار اعلیٰ ؍؍ ؍؍، ہاشم علی صاحب وثیقہ نویس ؍؍، حکیم گوہر علی صاحب ؍؍ ؍؍، صادق شاہ صاحب چمیاری ؍؍، محمد خاں صاحب نمبردار جسر وال ضلع امرتسر۔

بلاد متفرقات

فتح محمد صاحب بزدار بلوچ ساکن لیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں، سید بہادر علی شاہ صاحب چنیوٹ ضلع جھنگ، عبداللہ خاں صاحب لیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، شمس الدین صاحب میونسپل کمیٹی کشمیر ساکن بھیرہ ضلع شاہپور، پیر بخش صاحب تاربابو وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ، مولا داد صاحب اسسٹنٹ مینجر سیالکوٹ، غلام جیلانی صاحب سوداگر سیالکوٹ، محمد ابراہیم صاحب ؍؍، امرتسر مولا بخش صاحب گماشتہ، غلام رسول صاحب سوداگر ؍؍، اللہ بخش سابق ڈپٹی انسپکٹر لاہور ؍؍، شیخ عبداللہ صاحب قریشی جزیرہ مکہ معظّمہ، محمد حافظ صاحب ڈپٹی انسپکٹر کشمیر ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور،

رحیم بخش صاحب نقشہ نویس لاہور، محمد شریف صاحب ٹھیکہ دار ہیلاں ضلع گجرات، نور علی صاحب سوداگر پشاور ،،، کرم الدین صاحب سوداگر وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ، شیخ عبدالغفار صاحب سوداگر کشمیر ،،، محمد خلیل صاحب سوداگر ،، ،،، سید غلام رسول صاحب واعظ کشت وار جموں، شہاب الدین صاحب منصرم کشمیر ارجن ضلع راولپنڈی، عبدالعزیز صاحب سوداگر کشمیری غلام محمد ،، ،،، عبدالرحیم صاحب سوداگر ،،، عبدالعزیز صاحب سابقہ منشی حوالات کشمیر، سید حسن علی صاحب منصرم بندوبست بٹالہ ضلع گورداسپور، حاجی محمد نوردین صاحب سابق وزیر اعظم راجہ جموں، غلام جیلانی صاحب سوداگر ماسٹر خدا بخش صاحب کشمیر، حبیب اللہ صاحب شال مرچنٹ کشمیر، سید حبیب شاہ صاحب خلف غلام محی الدین صاحب لدھیانہ، فضل الٰہی صاحب سب اوورسیر، مولوی محمد حافظ اللہ صاحب کشمیری، بابو محمد دین صاحب دفتر رزیڈنسی کشمیر، بابو دل محمد صاحب ایضاً، مصطفیٰ شاہ صاحب خانقاہ شاہ ہمدان رحمت اللہ علیہ، مہر صدرالدین صاحب ،،، مہر بہار شاہ صاحب ،،، محمد حسین سراج صاحب ایرانی، محمد حسن سراج صاحب ایرانی۔

نوٹ ۔ ان صاحبوں کے سوا اور بہت سے صاحب ہیں جنہوں نے نوٹس پر دستخط کئے ہیں۔ اگر سب لکھے جاتے تو چار ہزار سے زیادہ نوبت پہنچتی۔ مگر طول سے اندیشہ کر کے اسی قدر پر کہ (۷۰۴) ہیں کفایت کی گئی ہے۔ منه

راقم خاکسار خادمِ دین مصطفٰے غلام احمد قادیانی

۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ نوٹس آریہ دھرم مطبوعہ بار اوّل کے صفحہ ۵۷ تا ۷۲ پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۷۹ تا ۹۷)

(یہ وہ خطوط ہیں جو مسلمانوں کی خدمت میں دستخط کرانے کے لیے بھیجے گئے ہیں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہِ و برکاتہٗ۔امابعدائے غمخوارانِ دینِ اسلام ومحبانِ خیرالانام علیہ الف الف سلام میں اِس وقت ایک نہایت ضروری التماس آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور

خداتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں

کہ اس التماس کے قبول کرنے کے لئے آپ لوگوں کے سینوں کو کھولے اور اس مقصد کے فوائد آپ لوگوں کے دلوں میں الہام کرے کیونکہ کوئی امر گو کہ کیسا ہی عمدہ اور سراسر خیر اور مصلحت پر مبنی ہو مگر تب بھی اس کی بجا آوری کے لئے جب تک خداتعالیٰ سے قوت نہ ملے ہرگز انسان ضَعِیۡفُ الۡبُنۡیَان سے ہو نہیں سکتا اور وہ

التماس یہ ہے

کہ آپ صاحبوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ ان دنوں میں دینی مباحثات ومناظرات کا اس قدر ایک طوفان برپا ہے کہ جہاں تک تاریخ وفا کرسکتی ہے اس کی کوئی نظیر پہلے زمانوں میں معلوم نہیں ہوتی۔اور اس معاملہ میں اس قدر تالیفات بڑھ گئی ہیں کہ پادری صاحبان کی ایک رپورٹ میں مَیں نے پڑھا ہے کہ چند سال میں چھ کروڑ کتابیں ان کی طرف سے شائع ہوئیں۔ایسا ہی اہل اسلام کی طرف سے کروڑ ہا تو نہیں مگر صدہا رسالوں تک تو نوبت پہنچی ہوگی اور آریہ صاحبوں کی کتابیں جو اسلام کے مقابل پر یا عیسائیوں کے مقابل لکھی گئیں اگرچہ تعداد میں تو کم ہیں مگر گالیاں دینے اور دل آزار

کلمات لکھنے میں اول نمبر پر ہیں اور یہ بے تہذیبی اور بدزبانی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جو کسی قوم کے پیشوا کو گالی دینا اس کا اصول نہیں کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم ان پیمبروں پر ایمان لائے ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر یک قوم میں کوئی نہ کوئی مصلح گذرا ہے اور ہمیں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم پورے علم کے بغیر کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا [1] سو یہ پاک عقائد ہمیں بیجا بدزبانیوں اور متعصّبانہ نکتہ چینیوں سے محفوظ رکھتے ہیں مگر ہمارے مخالف چونکہ تقویٰ کی راہوں سے بالکل دور اور بے قید اور خلیع الرسن ہیں اور قرآن کریم جو سب سے پیچھے آیا ان کو طبعاً بُرا معلوم ہوتا ہے لہٰذا وہ جلد فحش گوئی اور بدزبانی اور توہین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور سچی باتوں کے مقابل پر افتراؤں سے کام لیتے ہیں چنانچہ اس تیس سال کے عرصہ میں ہمارے مخالفوں نے اس قدر فحش گالیاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتابوں میں دی ہیں اور اس قدر افترا اسلامی تعلیم پر کئے ہیں کہ میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ تیرہ سو گذشتہ سالوں میں یعنی اسلام کے ابتدائی زمانہ سے آج تک اس کی نظیر نہیں پاؤ گے اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ ناجائز طریق ترقی پر ہے اس لئے ہر یک ایسے سچے مسلمان کا فرض ہے کہ جو درحقیقت اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے کہ ایسے موقعہ پر بے غیرتوں اور بے ایمانوں کے رنگ میں بیٹھا نہ رہے بلکہ جیسا کہ اپنی حفظ عزت کے لئے کوشش کرتا ہے اور جب عزت برباد ہونے کا کوئی موقعہ پیش آوے تو جہاں تک طاقت وفا کرتی اور بس چل سکتا ہے اپنی آبرو کے بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑتا۔ بلکہ ہزارہا روپیہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے ایسا ہی شریف اور سچے مسلمانوں کے لئے بھی زیبا ہے کہ اس پیارے رسول کی عزت کے لئے بھی جس کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں کوشش کریں اور ایمانی نمونہ دکھلانے سے نامراد نہ جائیں۔

شاید بعض صاحبوں کی یہ رائے ہو کہ کیا ضرور ہے کہ اسلام کی طرف سے مذہبی تالیفات ہوں

[1] نوٹ۔ یعنی جس بات کا تجھ کو یقینی علم نہیں دیا گیا اس بات کا پیرو کار مت بن اور یاد رکھ کہ کان اور آنکھ اور دل جس قدر اعضا ہیں ان سب اعضا سے باز پُرس ہوگی۔ منہ (بنی اسراءیل:۳۷)

اور کیوں اس طریق کو اختیار نہ کیا جائے کہ مخالفوں کی تحریرات کا جواب ہی نہ دیں۔ اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اوّل تو کوئی مذہب بغیر دعوت اور امر معروف اور نہی منکر کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اگر ایسا ہونا فرض بھی کر لیں تو پھر اسلام جیسا کوئی مذہب مصیبت زدہ نہیں ہوگا کیونکہ جس حالت میں پادری صاحبان و آریہ صاحبان وغیرہ پورے زور وشور سے اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کو نابود کر دیں اور ہر یک رنگ سے کیا علم طبعی کے نام سے اور کیا علم طب اور تشریح کے بہانہ سے اور کیا علم ہیئت کے پردہ میں انواع اقسام کے دھوکے لوگوں کو دے رہے ہیں اور ٹھٹھے اور ہنسی اور تحقیر کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ پھر اگر ہمارے معزز بھائیوں کی طرف سے یہی تدبیر ہے کہ چپ رہو اور سنے جاؤ تو یہ خاموشی مخالفوں کی یک طرفہ ڈگری کا موجب ہوگی اور نعوذ باللہ ہماری خاموشی ثابت کر دے گی کہ ہر یک الزام ان کا سچا ہے اور اگر ہم الزامی جواب دیں چنانچہ کئی سال سے دیئے جاتے ہیں تو کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور ہمارا وقت برباد جاتا ہے اور بار بار وہی باتیں اور وہی بہتان ہتک آمیز الفاظ کے ساتھ سناتے ہیں جو لوگ حیا اور شرم کو چھوڑ دیں ان کا منہ بجز قانون کے اور کون بند کرے۔ اور ہم اپنے بھائیوں کے صوابدید سے کل مناظرات اور مباحثات اور تحریر اور تقریر سے دست بردار ہو سکتے ہیں اور چپ رہ سکتے ہیں مگر کیا ہمارے معزز بھائی ذمہ دار ہو سکتے ہیں کہ مخالفانہ حملہ کرنے سے ہندوستان کے تمام پادریوں اور آریوں اور برہموؤں کو بھی چپ کرا دیں گے اور اگر نہیں کرا سکتے اور ان کی گالیوں اور سب وشتم کی کوئی اور تدبیر ان کے ہاتھ میں نہیں تو پھر یہ بات کیوں حرام ہے کہ ہم اپنی محسن گورنمنٹ سے اس بارہ میں مدد لیں اور ان آئندہ خطرات سے اپنی قوم اور نیز دوسری قوموں کو بھی بچا لیں جو ایسے بے قیدی کے مناظرات میں ضروری الوجود ہیں۔

سو بھائیو یہ تدبیر عمدہ نہیں ہے کہ ہر روز ہم گالیاں سنیں اور روا رکھیں کہ ہندوؤں کے لڑکے بازاروں میں بیٹھ کر اور عیسائیوں کی جماعتیں ہر یک کوچہ گلی میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں نکالیں اور آئے دن پُر توہین کتابیں شائع کریں بلکہ اس وقت ضروری تدبیر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے سرکاری قانون سے مدد لیں۔ اور اس درخواست کے موافق جو

گورنمنٹ کی توجہ کے لئے علیحدہ لکھی گئی ہے اس مضمون کا گورنمنٹ عالیہ سے قانون پاس کراویں کہ آئندہ مناظرات ومجادلات میں بغرض رفع فتنہ وفساد عام آزادی اور بے قیدی کو محدود کر دیا جاوے اور ہر یک قوم کے لوگ اعتراض اور نکتہ چینی کے وقت ہمیشہ دو باتوں کے پابند رہیں۔

(۱) یہ کہ ہر یک فریق جو کسی دوسرے فریق پر کوئی اعتراض کرے تو صرف اس صورت میں اعتراض کرنے کے وقت نیک نیت سمجھا جائے کہ جب اعتراض میں وہ باتیں نہ پائی جائیں جو خود اس کے مسلّم عقیدہ میں پائی جاتی ہیں یعنی ایسا اعتراض نہ ہو جو وہ اس کے عقیدہ پر بھی وارد ہوتا ہو اور وہ بھی اس سے ایسا ملزم ہوسکتا ہو جیسا کہ اس کا مخالف اور اگر کوئی اس قاعدہ سے تجاوز کرے اور وہ تجاوز ثابت ہو جاوے تو بغیر حاجت کسی دوسری تحقیقات کے یہ سمجھا جاوے کہ اس نے محض بدنیتی سے ایک مذہبی امر میں اپنے مخالف کا دل دکھانے کے لئے یہ حرکت کی۔

(۲) یہ کہ ہر یک معترض ایسے اعتراض کرنے کا ہرگز مجاز نہ ہو کہ جو ان کتب مشتہرہ کے مخالف ہو جن کو کسی فریق نے حصر کے طور پر اپنی مسلّمہ کتابیں قرار دے کر ان کی نسبت اشتہار شائع کرایا ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کرے تو قانوناً یہ قرار دیا جاوے کہ اس نے ایک ایسا امر کیا جو نیک نیتی کے برخلاف ہے اور جو شخص ان دونوں تجاوزوں میں سے کوئی ایک تجاوز کر کے یا دونوں کر کے کسی قسم کی صریح ہجو یا اشارہ یا کنایہ سے کسی فریق کا دل دکھاوے تو وہ دفعہ ۲۹۸ تعزیرات کا مجرم قرار دے کر اس سزا کا مستوجب سمجھا جائے جو قانون کی حد تک ہے۔

یہ قانون ہے جس کا پاس کرانا ضروری ہے۔ سوا ے بزرگو اور دین اسلام کے غمخوارو برائے خدا اس تحریر پر غور کر کے اس درخواست کو اپنے دستخطوں سے مزین کرو جو اس قانون کے پاس کرنے کے لئے لکھی گئی ہے تا فساد انگیز جھگڑے کم ہو جائیں اور گورنمنٹ کو آرام ملے۔ اور ملک میں صلح کاری اور امن پیدا ہو اور ملک کے باشندوں کے کینے ترقی کرنے سے روکے جائیں بھائیو اس قانون کے پاس ہونے میں بہت ہی برکتیں ہیں اور سچے دین کو اس سے بہت ہی مدد ملتی ہے اور مفسدوں اور افترا پردازوں کے منہ بند ہو جاتے ہیں۔ گورنمنٹ کے کسی منشاء کے مخالف یہ کارروائی نہیں بلکہ ہماری

دانا گورنمنٹ خود ایسی باتوں کو ہمیشہ سوچتی ہے جس سے اس ملک کے فتنے اور فساد کم ہوں اور لوگ ایک دل ہو کر گورنمنٹ کی خدمت میں مشغول رہیں اور نیز یہ وہ مبارک طریق ہے جن سے آئندہ بیجا حملہ کرنے والے رک جائیں گے اور ہر یک جاہل متعصب مناظرہ اور مجادلہ کے لئے جُرأت نہیں کر سکے گا اور یہ امر تمام ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو یا وہ لوگوں کا کسی تدبیر سے منہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی صاحب نے ایسے مبارک محضر پر دستخط نہ کئے جس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت مفتری لوگوں کے افتراؤں سے بچ جاتی ہے اور اسلام بہت سے کمینہ اور سراسر دروغ حملوں سے امن میں آ جاتا ہے تو اس کا اسلام نہایت بودا اور تاریکی میں پڑا ہوا ثابت ہوگا اور ہم عزم بالجزم رکھتے ہیں کہ جیسا کہ اس موقع پر ہم دینی غم خواروں کا باعزت نام مخلصانہ دعائے خیر کے ساتھ نہایت شوق سے شائع کریں گے تا ان کی مردی اور سعادت عامہ خلائق پر ظاہر ہو ایسا ہی ہم ایک پُر درد تقریر کے ساتھ ان بخیل اور پست فطرت لوگوں کے نام بھی اپنے رسالہ میں شائع کر دیں گے جنہوں نے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء فخر الاصفیاء کی حمایت عزت کے لئے کچھ بھی غم خواری اور حمیت ظاہر نہ کی۔ بھائیو کیا یہ مناسب ہے کہ آپ لوگ تو عزت کی کرسیوں پر بیٹھیں اور بڑے بڑے القاب پائیں اور ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر یک طرف سے گالیاں دی جائیں اور تحریر اور تقریر میں سراسر افتراء سے نہایت بے عزتی اور توہین کی جائے اور آپ لوگ ایک ادنیٰ تدبیر کرنے سے بھی دریغ کریں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ شریف اور نجیب لوگ ہرگز دریغ نہیں کریں گے اور جو خبیث النفس دریغ کرے گا وہ مسلمان ہی نہیں۔

مبادا دل آن فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد[1]

راقم خاکسار خادمِ دینِ مصطفیٰ غلام احمد قادیانی

۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے آخر پر چار صفحات پر مشتمل ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۹۸ تا ۱۰۲)

[1] ترجمہ۔ خدا کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کی خاطر دین کو برباد کر لیا۔

یہ وہ درخواست ہے جو بمراد منظوری گورنمنٹ میں بعد تکمیل دستخطوں کے بھیجی جائے گی

درخواست

یہ درخواست مسلمانانِ برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ مذہبی مباحثات اور مناظرات کو ان ناجائز جھگڑوں سے بچانے کے لئے جو طرح طرح کے فتنوں کے قریب پہنچ گئے ہیں اور خطرناک حالت پیدا کرتے جاتے ہیں اور ایک وسیع بے قیدی ان میں طوفان کی طرح نمودار ہوگئی ہے دو[۲] مندرجہ ذیل شرطوں سے مشروط فرما دیا جاوے اور اسی طرح اس وسعت اور بے قیدی کو روک کر ان خرابیوں سے رعایا کو بچایا جاوے جو دن بدن ایک مہیب صورت پیدا کرتی جاتی ہیں جن کا ضروری نتیجہ قوموں میں سخت دشمنی اور خطرناک مقدمات ہیں۔ ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام وہ فرقے جو ایک دوسرے سے مذہب اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہیں اپنے فریق مخالف پر کوئی ایسا اعتراض نہ کریں جو خود اپنے پر وارد ہوتا ہو یعنی اگر ایک فریق دوسرے فریق پر مذہبی نکتہ چینی کے طور پر کوئی ایسا اعتراض کرنا چاہے جس کا ضروری نتیجہ اس مذہب کے پیشوا یا کتاب کی کسرشان ہو جس کو اس فریق کے لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مانتے ہوں تو اس کو اس امر کے بارے میں قانونی ممانعت ہو جائے کہ ایسا اعتراض اپنے فریق مخالف پر اس صورت میں ہرگز نہ کرے جبکہ خود اس کی کتاب یا اس کے پیشوا پر وہی اعتراض ہوسکتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے اعتراض سے بھی ممانعت فرما دی جائے جو

ان کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کو کسی فریق نے اپنی مسلّم اور مقبول کتابیں ٹھہرا کر ان کی ایک چھپی ہوئی فہرست اپنے ایک کھلے کھلے اعلان کے ساتھ شائع کرادی ہو اور صاف اشتہار دیدیا ہو کہ یہی وہ کتابیں ہیں جن پر میرا عقیدہ ہے اور جو میری مذہبی کتابیں ہیں سو ہم تمام درخواست کنندوں کی التماس یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے بارے میں ایک قانون پاس ہو کر اس کی خلاف ورزی کو ایک مجرمانہ حرکت قرار دیا جاوے اور ایسے تمام مجرم دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند یا جس دفعہ کی رو سے سرکار مناسب سمجھے سزایاب ہوتے رہیں۔ اور جن ضرورتوں کی بناء پر ہم رعایا سرکار انگریزی کی اس درخواست کے لئے مجبور ہوئے ہیں وہ بتفصیل ذیل ہیں۔

اوّل یہ کہ ان دنوں میں مذہبی مباحثوں کے متعلق سلسلہ تقریروں اور تحریروں کا اس قدر ترقی پذیر ہو گیا ہے اور ساتھ ہی اس کے اس قدر سخت بدزبانیوں نے ترقی کی ہے کہ دن بدن باہمی کینے بڑھتے جاتے ہیں اور ایک زور کے ساتھ فحش گوئی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا دریا بہہ رہا ہے اور چونکہ اہل اسلام اپنے برگزیدہ نبی اور اس مقدس کتاب کے لئے جو اس پاک نبی کی معرفت ان کو ملی نہایت غیرت مند ہیں لہٰذا جو کچھ دوسری قومیں طرح طرح کے مفتریانہ الفاظ اور رنگارنگ کی پُرخیانت تحریر اور تقریر سے ان کے نبی اور ان کی آسمانی کتاب کی توہین سے ان کے دل دُکھا رہے ہیں یہ ایک ایسا زخم ان کے دلوں پر ہے کہ شاید ان کیلئے اس تکلیف کے برابر دنیا میں اور کوئی بھی تکلیف نہ ہو اور اسلامی اصول ایسے مہذبانہ ہیں کہ یاوہ گوئی کے مقابل پر مسلمانوں کو یاوہ گوئی سے روکتے ہیں مثلاً ایک معترض جب ایک بے جا الزام مسلمانوں کے نبی علیہ السلام پر کرتا ہے اور ٹھٹھے اور ہنسی اور ایسے الفاظ سے پیش آتا ہے جو بسا اوقات گالیوں کی حد تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل اسلام اس کے مقابل پر اس کے پیغمبر اور مقتدا کو کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر وہ پیغمبر اسرائیلی نبیوں میں سے ہے تو ہر یک مسلمان اُس نبی سے ایسا ہی پیار کرتا ہے جیسا کہ اس کا فریق مخالف وجہ یہ کہ مسلمان تمام اسرائیلی نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسری قوموں کی نسبت بھی وہ جلدی نہیں کرتے کیونکہ انہیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی ایسا آباد ملک نہیں جس

میں کوئی مصلح نہیں گذرا اس لئے کہ گذشتہ نبیوں کی نسبت خاص کر اگر وہ اسرائیلی ہوں ایک مسلمان ہرگز بدزبانی نہیں کرسکتا بلکہ اسرائیلی نبیوں پر تو وہ ایسا ہی ایمان رکھتا ہے جیسا کہ نبی آخرالزمان کی نبوت پر۔ تو اس صورت میں وہ گالی کا گالی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں جب بہت دکھ اٹھاتا ہے تو قانون کی رو سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے مگر قانونی تدارک بدنیتی کے ثابت کرنے پر موقوف ہے جس کا ثابت کرنا موجودہ قانون کی رو سے بہت مشکل امر ہے لہٰذا ایسا مستغیث اکثر ناکام رہتا ہے اور مخالف فتح یاب کو اور بھی توہین اور تحقیر کا موقعہ ملتا ہے اس لئے یہ بات بالکل سچی ہے کہ جس قدر تقریروں اور تحریروں کی رو سے مذہب اسلام کی توہین ہوتی ہے ابھی تک اس کا کوئی کافی تدارک قانون میں موجود نہیں۔ اور دفعہ ۲۹۸ حق الامر کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسا معیار اپنے ساتھ نہیں رکھتی جس سے صفائی کے ساتھ نیک نیتی اور بدنیتی میں تمیز ہو جائے یہی سبب ہے کہ نیک نیتی کے بہانہ سے ایسی دلآزار کتابوں کی کروڑوں تک نوبت پہنچ گئی ہے لہٰذا ان شرائط کا ہونا ضروری ہے جو واقعی حقیقت کے کھلنے کے لئے بطور مؤید ہوں اور صحت نیت اور عدم صحت کے پرکھنے کے لئے بطور معیار کے ہوسکیں سو وہ معیار وہ دونو شرطیں ہیں جو اوپر گذارش کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جو شخص کوئی ایسا اعتراض کسی فریق پر کرتا ہے جو وہی اعتراض اس پر بھی اس کی الہامی کتابوں کی رو سے ہوتا ہے یا ایسا اعتراض کرتا ہے جو ان کتابوں میں نہیں پایا جاتا جن کو فریق معترض علیہ نے اپنی مسلّمہ مقبولہ کتابیں قرار دے کر ان کے بارے میں اپنے مذہبی مخالفوں کو بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے مطلع کر دیا ہے تو بلا شبہ ثابت ہو جاتا ہے کہ شخص معترض نے صحت نیت کو چھوڑ دیا ہے تو اس صورت میں ایسے مکار اور فریبی لوگ جن حیلوں اور تاویلوں سے اپنی بدنیتی کو چھپانا چاہتے ہیں وہ تمام حیلے نکمے ہو جاتے ہیں اور بڑی سہولت سے حکام پر اصل حقیقت کھل جاتی ہے اور اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یاوہ گو لوگوں کی زبانیں روکنے کے لئے یہ ایک کامل علاج ہے مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ یاوہ گوئیوں اور ناحق کے الزاموں کا اس سے علاج ہو جائے گا۔

دوسری ضرورت اس قانون کے پاس ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس بے قیدی سے ملک کی اخلاقی حالت روز بروز بگڑتی جاتی ہے ایک شخص سچی بات کو سن کر پھر اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ کسی طرح جھوٹ اور افتراء سے مدد لے کر اس سچ کو پوشیدہ کر دیوے اور فریق ثانی کو خواہ نخواہ ذلت پہنچاوے سو ملک کو تہذیب اور راست روی میں ترقی دینے کے لئے اور بہتان طرازی کی عادت سے روکنے کے لئے یہ ایک ایسی عمدہ تدبیر ہے جس سے بہت جلد دلوں میں سچی پرہیزگاری پیدا ہو جائے گی۔

تیسری ضرورت اس قانون کے پاس کرنے کی یہ ہے کہ اس بے قیدی سے ہماری محسن گورنمنٹ کے قانون پر عقل اور کانشنس کا اعتراض ہے چونکہ یہ دانا گورنمنٹ ہر یک نیک کام میں اول درجہ پر ہے تو کیوں اس قدر الزام اپنے ذمہ رکھے کہ کسی کو یہ بات کہنے کا موقعہ ملے کہ مذہبی مباحثات میں اس کے قانون میں احسن انتظام نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بے قیدی سے صلح کاری اور باہمی محبت دن بدن کم ہوتی جاتی ہے اور ایک فریق دوسرے فریق کی نسبت ایسا اشتعال رکھتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اس کو نابود کر دیوے اور اس نااتفاقی کی جڑ مذہبی مباحثات کی بے اعتدالی ہے گورنمنٹ اپنی رعایا کے لئے بطور معلّم کے ہے۔ پھر اگر رعایا ایک دوسرے سے درندہ کا حکم رکھتی ہو تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قانونی حکمت عملی سے اس درندگی کو دور کر دے۔

چوتھی یہ کہ اہل اسلام گورنمنٹ کی وہ وفادار رعایا ہے جن کی دلی خیر خواہی روز بروز ترقی پر ہے۔ اور اپنے جان و مال سے گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے حاضر ہیں اور اس کی مہربانیوں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور کوئی بات خلاف مرضی گورنمنٹ کرنا نہایت بے جا خیال کرتے ہیں اور دل سے گورنمنٹ کے مطیع ہیں پس اس صورت میں ان کا حق بھی ہے کہ ان کی دردناک فریاد کی طرف گورنمنٹ عالیہ توجہ کرے پھر یہ درخواست بھی کوئی ایسی درخواست نہیں جس کا صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور دوسروں کو نہیں بلکہ ہر یک قوم اس فائدہ میں شریک ہے اور یہ کام ایسا ہے جس سے ملک میں صلح کاری اور امن پیدا ہوتا ہے اور مقدمات کم ہوتے ہیں اور بدنیت لوگوں کا منہ بند ہوتا ہے۔

اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کا اثر مسلمانوں سے خاص نہیں ہر یک قوم پر اس کا برابر اثر ہے۔

آخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری اس گورنمنٹ کو ہمیشہ کے اقبال کے ساتھ ہمارے سروں پر خوش وخرم رکھے اور ہمیں سچی شکر گذاری کی توفیق دے اور ہماری محسن گورنمنٹ کو اس مخلصانہ اور عاجزانہ درخواست کی طرف توجہ دلا وے کہ ہر یک توفیق اسی کے ارادہ اور حکم سے ہے۔ آمین

الملتمسین

اہل اسلام رعایا گورنمنٹ جن کے نام علیحدہ نقشوں میں درج ہیں

مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے آخری چار صفحات پر مشتمل ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۶)

(۱۳۸)

باعث تالیف آریہ دھرم وست بچن

یہ بات ہر یک کو معلوم ہے کہ ہم برسوں تک آریوں کے مقابل پر بالکل خاموش رہے قریباً چودا۱۴ں برس کا عرصہ ہوگیا کہ جب ہم نے پنڈت دیانند اور اندرمن اور کنہیالال کی سخت بدزبانی کو دیکھ کر اور ان کی گندی کتابوں کو پڑھ کر کچھ ذکر ہندوؤں کے وید کا براھین احمدیہ میں کیا تھا مگر ہم نے اس کتاب میں بجز واقعی امر کے جو ویدوں کی تعلیم سے معلوم ہوتا تھا ایک ذرا زیادتی نہ کی لیکن دیانند نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں اور اندرمن نے اپنی کتابوں میں اور کنہیالال نے اپنی تالیفات میں جس قدر بدزبانی اور اسلام کی توہین کی ہے اس کا اندازہ ان لوگوں کو خوب معلوم ہے جنہوں نے یہ کتابیں پڑھی ہوں گی خاص کر دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں وہ گالیاں دیں اور سخت زبانی کی جن کا مرتکب صرف ایسا آدمی ہوسکتا ہے جس کو نہ خدا تعالیٰ کا خوف ہو نہ عقل ہو نہ شرم ہو نہ فکر ہو نہ سوچ ہو۔ غرض ہم نے ان سفلہ مخالفوں کے افتراؤں کے بعد صرف چند ورق براہین میں آریوں کے خیالات کے بارہ میں لکھے اور بعد ازاں ہم باوجودیکہ لیکھرام وغیرہ نے اپنی ناپاک طبیعت سے بہت سا گند ظاہر کیا اور بہت سی توہین مذہب کی بالکل خاموش رہے، ہاں سُرمہ چشم آریہ اور شحنۂ حق جن کی تالیف پر نو برس گذر گئے آریوں کی ہی تحریک اور سوالات کے جواب میں لکھے گئے چنانچہ سرمہ چشم آریہ کا اصل موجب منشی مرلیدھر آریہ تھے جنہوں نے بمقام ہوشیار پور کمال اصرار سے مباحثہ کی درخواست کی اور سرمہ چشم آریہ درحقیقت اس سوال جواب کا مجموعہ ہے جو مابین اِس عاجز اور منشی مرلیدھر کے مارچ ۱۸۸۶ء میں

ہوا۔ پھر ان کتابوں کی تالیف کے بعد آج تک ہم خاموش رہے اور چودا۱۴ں برس سے آج تک یا اگر ہوشیار پور کے مباحثہ سے حساب کرو تو نو۹ برس سے آج تک ہم بالکل چپ رہے اور اس عرصہ میں طرح طرح کے گندے رسالے آریوں کی طرف سے نکلے اور گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں اور اخباریں انہوں نے شائع کیں مگر ہم نے بجز اعراض اور خاموشی کے اور کچھ بھی کارروائی نہیں کی پھر جب آریوں کا غلو حد سے زیادہ بڑھ گیا اور ان کی بے ادبیاں انتہا تک پہنچ گئیں تو اب یہ رسالہ آریہ دھرم لکھا گیا۔

ہمارے بعض اندھے مولوی جو ہریک بات میں ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں اور آریوں اور عیسائیوں کو بالکل معذور سمجھ کر ہر یک سخت زبانی ہماری طرف منسوب کرتے ہیں ان کو کیا کہیں اور ان کی نسبت کیا لکھیں وہ تو بخل اور حسد کی زہر سے مر گئے اور ہمارے بغض سے اللہ اور رسولؐ کے بھی دشمن ہو گئے۔ اے سیہ دل لوگو! تمہیں صریح جھوٹ بولنا اور دن کو رات کہنا کس نے سکھایا گو یہ سچ ہے کہ ہم نے براھین میں ویدوں کا کچھ ذکر کیا مگر اس وقت ذکر کیا کہ جب دیانند ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ستیارتھ پرکاش میں صدہا گالیاں دے چکا اور اسلام کی سخت توہین کر چکا اور ہندو بچے ہر یک گلی کوچہ میں اسلام کے منہ پر تھوکنے لگے پس کیا اس وقت واجب نہ تھا کہ ہم بھی کچھ ویدوں کی حقیقت کھولیں اور آیۂ کریمہ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ[1] پر عمل کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کریں اور پھر اس وقت سے آج تک ہم خاموش رہے لیکن آریوں کی طرف سے اس قدر گندی کتابیں اور گندی اخباریں توہین اسلام کے بارے میں اس وقت تک شائع ہوئیں کہ اگر ان کو جمع کریں تو ایک انبار لگتا ہے یہ کیسا خبث باطن ہے کہ مسلمان کہلا کر پھر ظلم کے طور پر ان لوگوں کو ہی حق بجانب سمجھتے ہیں جو سالہا سال سے ناحق شرارت اور افتراء کے طور پر اسلام کی توہین کر رہے ہیں۔

اے مولویت کے نام کو داغ لگانے والو!!! ذرا سوچو کہ قرآن میں کیا حکم ہے کیا یہ روا ہے کہ ہم اسلام کی توہین کو چپکے سنے جائیں۔ کیا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالی جائیں

[1] الشوریٰ:۴۰

اور ہم خاموش رہیں ہم نے برسوں تک خاموش رہ کر یہی دیکھا ہم دکھ دیئے گئے اور صبر کرتے رہے مگر پھر بھی ہمارے بدگمان دشمن باز نہ آئے اگر تمہیں شک ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے ہی عیسائیوں اور آریوں کو توہین مذہب کے لئے برانگیختہ کیا ہے ورنہ یہ بے چارے نہایت سلیم المزاج اور اسلام کی نسبت خاموش تھے بے ادبی اور توہین نہیں کرتے تھے اور نہ گالیاں نکالتے تھے تو آؤ ایک جلسہ کرو پھر اگر یہ ثابت ہو کہ زیادتی ہماری طرف سے ہے اور ابتدا سے ہم ہی محرک ہوئے اور ہم نے ہی ان لوگوں کے بزرگوں کو ابتداءً گالیاں دیں تو ہم ہر ایک سزا کے سزاوار ہیں لیکن اگر اسلام کے دشمنوں کا ہی ظلم ثابت ہو تو ایسے خبیث طبع مولویوں کو کسی قدر سزا دینا ضروری ہے جو ہماری عداوت کیلئے اسلام کو درندوں کے آگے پھینکتے ہیں ہر یک امر کی حقیقت تحقیقات کے بعد کھلتی ہے اگر سچے ہیں تو ایک جلسہ کریں پھر اگر ہم کاذب نکلیں تو بیشک ہندوؤں اور عیسائیوں کی تائید میں ہماری کتابیں جلا دیں اور ہرگز ایسا جلسہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان لعنتی لوگوں کے اب دل مجذوم ہو گئے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ محض افترا کے طور پر بخل کے تقاضا سے ان کے منہ سے یہ باتیں نکل رہی ہیں لیکن باوا نانک صاحب کے بارہ میں جو ہم نے رسالہ ست بچن لکھا ہے اس میں ہم نے باوا صاحب کی نسبت کوئی توہین کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ہمارا یہ رسالہ ان کی تعریف اور توصیف سے بھرا ہوا ہے اور ہم ایسے نیک منش اور قابل تعریف انسان کی مذمت کرنا سراسر خبث اور ناپاکی کا طریق جانتے ہیں اور ہماری رائے ان کی نسبت یہی ہے کہ وہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر خدا تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

الراقم خاکسار غلام احمد

(یہ اشتہار آریہ دھرم وست بچن طبع اوّل کے ٹائیٹل کے آخری دو صفحوں پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸)

(۱۳۹)

قابل توجہ ناظرین

اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اُسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اُس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے بارے میں پیشگوئی کی تھی بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹمار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذّب تھا اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لیے ہمیں تعلیم نہیں دی بلکہ ایسے لوگوں کے حق میں صاف فرما دیا ہے کہ اگر کوئی انسان ہو کر خدائی کا دعویٰ کرے تو ہم اس کو جہنم میں ڈالیں[1] گے۔ اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یُسوع کے ذکر کرنے کے وقت اُس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچّے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیے۔ ایسا آدمی اگر نابینا نہ ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے اور اگر نیک اور ایماندار ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ پڑھنے والوں کو چاہیے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان نہیں۔

(یہ اعلان آریہ دھرم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان طبع اوّل کے ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے)

---

[1] وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء:۳۰)

(۱۴۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ بٹالہ نے ہمارے اس خط کے جواب میں جو ہم نے ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء کو بمراد دستخط کرانے مسلمانوں کے درخواست توسیع دفعہ ۲۹۸ پر معہ درخواست مذکور کے شائع کیا تھا اور مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں بھی اس غرض کے لیے رجسٹری کرا کر بھیجا گیا تھا۔ آپ نے ایک مختصر رسالہ میں جو زرد کاغذ پر چھپا ہے بڑی مضبوطی اور استقلال سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ’’ اس خدمت کا بیڑا اُٹھانے کے لیے ہم حاضر ہیں[1] بشرطیکہ آپ اپنا قدم بیچ سے نکال دیں اور اپنا اور اپنے گروہ کا استعفا بذریعہ اخبارات و اشتہارات مشتہر کر دیں۔ پھر

[1] نوٹ۔ یہ رسالہ مولوی محمد حسین صاحب کا فضل الٰہی چٹھی رساں کی معرفت ہم کو ملا۔ مولوی صاحب نے اپنے اس چَو وَرقہ رسالہ میں جو میری طرف بھیجا اپنے ہی ہاتھ سے ۲۰ غلطیاں نکال کر نہایت بدشکل کر دیا۔ عربی لفظوں کی غلطیوں میں تو خیر معذور تھے۔ مگر ساتھ اس کے اردو کی غلطیاں بھی جائے تعجب ہے۔ اب بہتر ہے کہ اس رسالہ کو وہ دوبارہ چھپوا دیں تا کہ کسی کو بدظنی کا موقعہ نہ ملے۔ مولوی صاحب کو لفظی غلطیاں تو رسالہ کے چھپنے کے بعد یاد آ گئیں۔ مگر اس درایت کی غلطی پر وہ مطلع نہ ہو سکے، کہ فَاَحۡسِنۡ مَعَھُمۡ کے معنے اُلٹے سمجھ لیے۔ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کو نیکی سے ہٹا کر ان کے کام کی آپ خواہش کریں یا یہ کہ وہ بھی کریں اور آپ بھی اُن کے شریک ہو جائیں۔ منہ

دیکھیں بندہ اس کام کو کیونکر بجا لاتا ہے۔ آپ علیحدہ ہو جائیں۔ پھر اس کام کا حُسن انجام ملاحظہ فرمائیں۔'' یہ ان کی عبارت ہے جس کو انہوں نے بڑے پُر زور وعدہ کے ساتھ شائع کیا ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بندہ ایسے کام پہلے کر چکا ہے اور اس کی قومی خدمات گورنمنٹ اور قوم میں مسلّم ہیں۔ اور سپریم گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹوں تک عزّت و اعتبار کے ساتھ رسائی ہے۔ اور اس کی گذارش مؤدبانہ کو گورنمنٹ عزت و اعتبار کی نگاہ سے دیکھتی اور سُنتی ہے۔ اس تمام تحریر پر مَیں نے غور کی اور ایک عمیق فکر کے بعد میرے دل نے یہی فتویٰ دیا کہ چونکہ ہماری جماعت ابھی بہت تھوڑی ہے اور اکثر لوگ ان مولوی صاحبوں کے ایسے مسخر ہیں کہ ہماری سیدھی بات بھی ان کی نظر میں اُلٹی معلوم ہوتی ہے اور ہمارا قدم درمیان آنے سے ایک ایسی کراہت دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر وہ کام کرنا بھی ہو تب بھی ہرگز نہ کریں۔ اس لیے اگر یہ کام ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جس کی تجویزات سے قوم کو کراہت نہ ہو تو ہمارا مدعا جو خدمت دین متین ہے بہر حال حاصل ہے اور تازہ تجربہ نے اس بات کی طرف اَور بھی توجہ دلائی۔ کیونکہ میں نے اس کام کے لیے کسی قدر سخت الفاظ سے طبیعتوں کو جوش بھی دلایا اور کسی قدر درشتی بھی اپنے خط اور کارڈ میں جو اس بارہ میں چھاپا گیا استعمال کی، مگر اکثر لوگوں نے مجھ سے اور میرے کام سے ایسی نفرت ظاہر کی کہ بجز انکار یا گالیوں کے اور کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ ہاں مَیں اس وقت شکر کے ساتھ مولوی تلطّف حسین صاحب دہلوی اور مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی مصنّف تفسیر حقّانی اور شیخ حاجی عبد الرحیم صاحب انبالوی شافعی المذہب اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی اور شیخ حسین عرب صاحب یمانی ثم بھوپالوی کا ذکر کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی سعادت فطرت اور جوش حمیّت اسلام اور محبت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے نقشہ منسلکہ درخواست پر اپنے اپنے دستخط کر کے میرے پاس بھیج دیئے۔ سو مَیں اُن کا تہہ دل سے شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے باوجود بعض مسائل کی مخالفت کے پھر میرے پر ثابت کیا کہ وہ درحقیقت اللہ جَلَّ شَانُہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیرت رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو اس کا اجر بخشے اور ان کے اس عمل کو قبول فرماوے۔ ایسا ہی مولوی امیر حسین صاحب متوطن بھیں ضلع جہلم نے وعدہ کیا اور لکھا کہ

میں بھی اپنے دستخط اور بہت سے لوگوں کے دستخط کرا کر بھیجوں گا مگر ابھی ان کی کارروائی میرے پاس نہیں پہنچی۔ خدا اُن کو بھی اس کا بہت اجر دے۔ آمین

بہرحال اب تک دو ہزار پچھتر ۲۰۷۵ دستخط اکثر معزز لوگوں کے ہو کر میرے پاس پہنچے جن میں بعض علماء اور بعض رئیسان پنجاب ہندوستان اور بعض عہدہ داران تحصیلدار وغیرہ اور بعض انگریزی دفتروں کے کلرک و ہیڈ کلرک اور بعض وکلاء اور مختار کاران اور بعض نامی تاجران پنجاب و ہندوستان ہیں، اس کام میں وہ بڑے صدق سے پیش قدم ہوئے، خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ غرض اس کارروائی کے لیے پشاور اور حیدر آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور اٹاوہ اور مدراس وغیرہ بلاد ہندوستان اور پنجاب میں اس عاجز کے مخلص سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہر روز اُن کی کارروائی کے نقشے پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے سب دوستوں کو اپنی خاص رحمتوں سے متمتع فرماوے۔ اور مَیں اس وقت نواب محسن الملک سیّد مہدی علی خاں صاحب مقیم علی گڑھ کے تلطّف اور مہربانی کا بھی شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے بھی اس موقعہ پر نہایت ہمدردی سے خط لکھا۔ اور ان کے خط سے مترشح ہوا کہ وہ کثرتِ رائے اور اجتماع اہلِ بصیرت کے بعد دستخط کرنے کو تیار ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں بہت ہی اُمید دلائی کہ وہ کسی طرح ہمدردئ دینی سے دریغ نہیں کریں گے۔ غرض ہماری کارروائی اس حد تک پہنچی تھی۔ اور ابھی پشاور اور کلکتہ اور مدراس اور بمبئی اور حیدر آباد کے دوستوں کی کارروائی ہمیں موصول نہیں ہوئی تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب نے ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنا رسالہ ایک چٹھی رساں کے ہاتھ بھیج دیا۔ اس رسالہ میں بہت زور کے ساتھ مولوی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ کام فقط مجھ سے ہی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوگا کسی دوسرے سے نہیں۔ تب مَیں نے خیال کیا کہ شاید یہ دعویٰ صحیح ہو کیونکہ مولوی صاحب موصوف ایک گروہ کثیر کے ہم خیال ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس قانون کے پاس کرانے کے لیے جس میں پاس کے بعد فریق مخالف اسلام پر نہایت مشکلات پڑیں گے اور جہاں تک ممکن ہوگا زور لگائیں گے کہ گورنمنٹ کو اِس قانون کے پاس کرنے سے روک دیا جاوے وجہ یہ کہ اس سے ان کی پُر خیانت کارروائیاں یک لخت بند ہو جائیں گی۔ لہٰذا اس وقت وہ طریق اختیار کرنا مناسب ہے

جس طریق سے ایسی درخواست پر لاکھوں دستخط ہو جائیں۔ اگرچہ مجھے اپنے دوستوں کی کوششوں پر نظر کر کے حق الیقین کی طرح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہماری سعی اور جہد سے کم سے کم پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار کے قریب دستخط ہو جائیں گے اور بڑی آسانی سے ہو جائے گی کیونکہ نہایت زور شور سے یہ کارروائی شروع ہے، لیکن جب مَیں غور کرتا ہوں کہ یہ کس مرتبہ کی درخواست ہے اور اسلام کے لیے کیسے اعلیٰ نتائج اس میں مخفی اور مستور ہیں اور دینی مخالفوں کے لیے قانون پاس ہونے کی حالت میں کیا کیا ناکامیاں اور نامرادیاں دامنگیر ہونے والی ہیں تو میرا دل یہ قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ کم سے کم ایسے دستخط دس لاکھ سے کم نہ ہوں اور کچھ شک نہیں کہ علماء اور مولوی صاحبوں کے دستخط ایسی درخواست پر بہت ہی مؤثر ہوں گے کیونکہ گورنمنٹ جانتی ہے کہ مذہبی امور کے بہت سے مصالح کی لگام انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں ایسی درخواست کو ایک واجب درخواست بنانے کے لیے ایسے قانون دانوں کے دستخط بھی ضرور ہونے چاہئیں جو نامی وکلاء اور بیرسٹر ہوں۔ تا گورنمنٹ کو درخواست پر غور کرنے کے لیے ان لوگوں کے دستخط بطور مؤید کے ہو جائیں، لیکن چونکہ یہ کام بہت عظیم الشان ہے اور مولوی صاحبوں کا کسی طرح سے یہ منشاء نہیں کہ یہ کام ہمارے ہاتھ سے ہو اس لیے امرتسر کے مولوی صاحبوں نے ہماری وجہ سے اس کام کو فضول اور غیر مفید ٹھہرایا۔ اور بہتوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا شر پادریوں اور آریوں سے زیادہ ہے اور جابجا اشتہار شائع کر کے اس کارروائی کو روکنا چاہا اور میرے کینے سے روا رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ وہ ناجائز افتراء ہوتے رہیں جو مومنوں کے دلوں کو پاش پاش کرتے ہیں۔ جیسا ابھی پادری ٹی ولیمس ریواڑی نے وہ افتراء کیا اور وہ گندی گالیاں دیں کہ کسی ادنیٰ حیثیت کے آدمی کو بھی نہیں دی جاتیں۔ پس میں نے سوچا کہ چونکہ مولویوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی کچھ بھی پروا نہ کرنا دراصل میرے ہی کینہ کی وجہ سے ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کی معصیت میں مَیں بھی شریک سمجھا جاؤں۔ اس لیے میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی درخواست پر اس کام سے اپنے تئیں علیٰحدہ کرنا مناسب سمجھا کیونکہ دراصل ان علماء کی لاپروائی اور سخت دلی کا باعث میرا ہی وجود ہے اور میرے کینے سے یہ روا رکھا جاتا ہے کہ جو کچھ

مخالف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں، وہ دیتے رہیں بلکہ ان کو معذور اور نا قابل الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں اگر میرا قدم درمیان نہ ہونے سے مولوی صاحبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ غیرت دکھلاویں اور اس گناہ سے اپنے تئیں بچالیں جو میری وجہ سے جھوٹے بہانوں کے ساتھ اُن کو اختیار کرنا پڑا۔ تو یقین ہے کہ مجھے اس سے ثواب ملے گا۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور دین اسلام کی حمایت کے لیے ایک کام کا انجام دیا جاوے۔ سو مناسب نہیں کہ میری وجہ سے وہ کام حیّز التواء میں رہ جاوے۔ اگر چہ میرا دل دینی خدمت سے استعفاء نہیں دیتا۔ اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ اور رسول اللہ صلعم کی راہ میں فدا ہے اور ہوگا جب تک کہ مَیں اس جہان سے گذر جاؤں۔ وَ وَاللّٰہِ اِنَّ حَیَاتِیْ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ لیکن میری اس میں کون سی کسرِ شان ہے کہ مَیں چند الفاظ سے اپنے اندرونی مخالفوں کو خوش کر کے ان کے ہاتھ سے رسول اللہ صلعم کے لیے ایسی خدمت لوں۔ اس لیے مَیں بڑی خوشی سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس چاکری کو قبول کرتے ہیں اور صدق دل سے کمر باندھنے کو تیار ہیں تو مَیں اس کام اور شغل سے اپنے تئیں فارغ کرتا ہوں۔ اور آپ کے وعدے پر بھروسہ کر کے میری طرف سے یہی تحریر بطور استعفاء ہے۔ سو یاد رہے کہ ہم اپنا اور اپنے گروہ کا استعفاء اس شرط سے پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے وعدہ کو پُورا کریں۔[1] اور ہمیں کسی ناموری کی ہوس نہیں اور نہ کسی شکر کی خواہش۔

---

[1] حاشیہ۔ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے جو کچھ آخر کرنا ہے وہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے مگر بالفعل تو انہوں نے ہمارے چلتے کام کو روک دیا۔ اس بات کے اظہار کی کچھ حاجت نہیں کہ بڑے زور سے یہ کارروائی تمام پنجاب اور ہندوستان میں چل رہی تھی۔ چنانچہ آج کی تاریخ ۲۱؍اکتوبر ۱۸۹۵ء تک دستخط کرنے والوں کا عدد دو ہزار پچہتر تک پہنچ گیا۔ یہ لوگ کچھ عوام النّاس میں سے نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے معزز عہدہ دار اور وکلاء اور مختار کاران اور رئیسان پنجاب و ہندوستان و معزز سوداگر اس میں بکثرت داخل ہیں اور ابھی بہت سے شہر باقی ہیں۔ جن سے دستخط ہو کر واپس نہیں آئے۔ اگر چہ مولوی صاحب موصوف نے اس کام کے وقت بھی اپنی معمولی درندگی کو نہیں چھوڑا بلکہ سبّ و شتم کے الفاظ زور سے ظاہر کئے۔ مگر ہم نہیں چاہتے کہ اس وقت اپنے بدگو کو بدگوئی سے یاد کر کے ایک اور بحث

صرف یہ خواہش ہے کہ آپ سادگی اور نیک نیتی سے ہماری اس تحریر کو قبول کر کے جلد کام میں لگ جائیں کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ اب ایسا ہی ہوگا کہ یہ درخواست ہماری یا ہمارے گروہ کی کسی شخص کی طرف سے گورنمنٹ میں بھیجی نہیں جائے گی اور ہماری جماعت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوگا۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ ایسے کاموں کے لیے میرے اوقات وقف ہیں اور گورنمنٹ سے میرے محکم تعلّقات ہیں۔ سو ہمیں اس روز بہت خوشی ہوگی جب آپ کا یہ قول مقرونِ عمل سمجھا جائے گا اور اس سے زیادہ اس دن جب آپ کی یہ محنت حسب مراد پھل لائے گی۔ اب جہاں تک الفاظ تھے مَیں اپنی بے تعلقی اور اپنی جماعت کی بے تعلقی کے اظہار میں ادا کر چکا۔ باقی رہا آپ کا اپنی اس تحریر میں بھی مجھے دجّال کہنا، شیطان اور کافر کے نام سے موسوم کرنا۔ سو مَیں اس وقت ان باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتا اور نہ سختی کے مقابل پر سختی کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ مَیں نے یہ خط محض جناب مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بقیہ حاشیہ۔ شروع کر دیں۔ یہ لُطف ونرمی اور مدارات کا وقت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ہماری عداوت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں دریغ کرے۔ ہماری سب عزتیں اللہ اور رسولؐ کے راہ میں قربان ہیں۔ اگر کسی نے ہمیں دجّال کہا یا شیطان کہا یا کافر کہا تو اگر ہم فی الحقیقت ایسے ہی ہیں تو ایسے شخص کو ثواب کا مستحق سمجھنا چاہیے لیکن اگر اس عالم الغیب کے نزدیک جس کی دلوں پر نظر ہے، اصلی واقعات اس کے برخلاف ہیں تو وہ ایسے شخص کو جو مومن کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور اپنے معاندانہ اصرار سے باز نہیں آتا، بے سزا نہیں چھوڑے گا۔ بیشک ریا کار شیطانی اغراض والے جو اپنے تئیں نیک اور اہل اللہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنے کاموں میں دجل اور تلبیس رکھتے ہیں عنداللہ کتوں سے بدتر ہیں اور ان کا انجام بُرا ہوتا ہے کیونکہ وہ ضلالت کو شائع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دراصل کوئی ایسا نہ ہو اور صرف سمجھوں کا پھیر ہو تو کیا خدائے کریم اس کو ضائع کر دے گا، ہرگز نہیں بلکہ جو حالات کسی شخص کے اس غیب دان کے نزدیک محقق ہیں وہ انہیں کے لحاظ سے اس کے ساتھ معاملہ کریگا۔ کیونکہ انجام کار ان کے لیے ہے جو اس کے ہیں۔ سو یہ باتیں اس وقت تذکرہ کے لائق نہیں۔ صرف ہم مولوی صاحب کی خدمت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ اپنی کسل اور غفلت سے ہماری اس تمام کارروائی کو مسمار نہ کر دیں بلکہ سارے دل اور ساری جان سے کوشش کریں تا اسی نام کے لائق ٹھہریں جس نام کے حاصل کرنے کا انہوں نے ارادہ کیا ہے اور اس سے ڈریں کہ انجام کار منصف لوگ ان کا کوئی اور نام نہ رکھ دیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ منه

عزت اور سچائی اور بزرگی کی حمایت کی نیّت سے لکھا ہے۔ اور اس وقت اگر میری نظر کے سامنے کسی کی سخت باتیں اور دُشنام دہی ہے تو پادری ٹی ولیمس اور عمادالدین وغیرہ اور پادری فتح مسیح کی وہ گالیاں ہیں جو انہوں نے ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد المطہرین رسول اللہ صلعم کے حق میں نہایت مکروہ الفاظ میں لکھی ہیں پادری فتح مسیح کا خط اس وقت میرے سامنے پڑا ہے جس میں اس ناپاک طبع نے لکھا ہے کہ نعوذ باللہ وہ شخص یعنی آنحضرتؐ ایک زانی آدمی تھا اور اس کے اعتراضات کا ردّ نور القرآن میں لِکھ رہا ہوں۔ ایسا ہی اس وقت پادری ٹی ولیمس ریواڑی کا رسالہ میری نظر کے سامنے موجود ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ نعوذ باللہ ''وہ شخص یعنی آنحضرت سرغنہ ڈکیتی، دغاباز، زینب کا عاشق تھا جس نے زینب کو دیکھ کر بَدخواہش کی، چوری کرنے والا، ڈکیتی کرانے والا، بُت پرست، ناحق کا خون کرنے والا تھا۔ مرتے دم تک ڈکیتی اور لُوٹ مار اس کا طریق رہا۔'' اب جب یہ گالیاں اس پاک کو دی جاتی ہیں جو تمام پاکوں کا سردار ہے پھر اگر اس پُرظلمت زمانہ میں مجھ کو بھی کسی نے دجّال کہا یا شیطان کہا تو مَیں کیا افسوس کروں۔ ان ہزاروں پتھروں میں سے جو اس پاکوں کے سردار پر پھینکے جاتے ہیں، اگر ایک دو پتھر میرے پر بھی پھینکے گئے تو مجھے فخر کرنا چاہیے کہ ظلمت نے مجھ سے بھی دشمنی کی جیسا کہ اس نُور سے دشمنی کی۔ مگر مجھے امرتسر کے مولویوں پر سخت افسوس ہے جنہوں نے واشگاف لِکھ دیا ہے کہ یہ گالیاں تمہاری گالیوں سے کچھ بڑی نہیں۔ افسوس کہ اگر یہ گالیاں ان کے باپ یا ماں کو دی جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں تو کب کے عدالتوں میں استغاثہ کرنے کے لیے دوڑتے۔ ہائے افسوس یہ دِل کیسے پتھر ہو گئے۔

اور آپ نے جو میرے حق میں گورنمنٹ کے باغی ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے یہ شاید اس لیے کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ نالش اور استغاثہ کرنے کی میری عادت نہیں ورنہ آپ ایسے صریح جھوٹ سے ضرور بچتے جس میں قانونی گرفت کے نیچے ایسا مدعی آ سکتا ہے۔ آپ نے ایک واہیات بات بنا رکھی ہے کہ ہشت سالہ پیشگوئی ایسی تھی۔ مگر آپ قانونی مواخذہ سے نہیں ڈرتے۔ کیا آپ کی یہی دیانت ہے کہ اس بارہ میں نہ آپ نے کوئی میری تحریر دیکھی اور نہ تقریر سُنی۔ ناحق ایک غلط اور

بے اصل خیال دل میں جما لیا میں آپ کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ گو آپ کی گورنمنٹ سے کیسی ہی محبت اور اُلفت کے تعلقات ہوں تاہم ضرور افتراؤں سے ڈرا کریں کہ یہ باتیں جو آپ کے مُنہ سے نکلتی ہیں آپ کے لیے سخت خطرناک ہیں۔ مَیں گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا دل سے خیر خواہ ہوں اور وہ خیر خواہی جو مال اور جان اور قلم سے مجھ سے اور میرے بزرگوں سے گورنمنٹ ممدوحہ کی نسبت ظہور میں آئی، اگر آپ کے وجود اور آپ کے بزرگوں کے وجود میں کوئی شخص اس کا نمونہ تلاش کرنا چاہے تو تضیع اوقات ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی ہوگی کہ مَیں سچّے دل سے نہ منافقانہ طور پر اس گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا گناہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو فرض جانتا ہوں کہ اس کی شکر گذاری کی جائے۔ اور اس کی خدمت گذاری میں قصور نہ کریں اور اس کی اطاعت میں دریغ نہ کریں۔ اور میں آپ کی طرح کسی خونی مہدی کا منتظر بھی نہیں تا گورنمنٹ کی نظر میں میرے اصول خطرناک ہوں۔ آپ لوگ جو دلوں میں خیالات رکھتے ہیں اس دانا گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ لوگوں کے عقیدے کچھ چھپے ہوئے نہیں۔ مگر مَیں تو ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہوں کہ کسی وقت بھی اس محسن گورنمنٹ کی نسبت کوئی بغاوت کا ارادہ مخفی طور پر بھی دل میں رکھا جاوے۔ کئی ہزار روپیہ کی کتابیں اس غرض کے لیے شائع کر چکا ہوں کہ تا لوگ اس غلطی سے بچ جائیں کہ ناحق اس گورنمنٹ کو غیر مذہب کی گورنمنٹ تصور کر کے درندگی اور خونخواری کے خیالات ظاہر کریں اور ہر وقت یہی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں سچی محبت اس گورنمنٹ کی پیدا ہو۔ بیشک میں جیسا کہ میرے خدا نے میرے پر ظاہر کیا صرف اسلام کو دنیا میں سچا مذہب سمجھتا ہوں، لیکن اسلام کی سچی پابندی اسی میں دیکھتا ہوں کہ ایسی گورنمنٹ جو درحقیقت محسن اور مسلمانوں کے خون اور آبرو کی محافظ ہے اس کی سچی اطاعت کی جائے میں گورنمنٹ سے ان باتوں کے ذریعہ سے کوئی انعام نہیں چاہتا۔ مَیں اُس سے درخواست

نوٹ۔ میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کیں ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گذاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رو سے اعتقاد تھا وہ ظاہر کر دیا۔ منہ

نہیں کرتا کہ اس خیر خواہی کی پاداش میں میرا کوئی لڑکا کسی معزز عہدہ پر ہو جائے۔ یہ میرا ایک عقیدہ ہے جو سچائی اور شکرگذاری کی پابندی سے رکھتا ہوں نہ کسی اور غرض سے میری رائے قدیم سے گورنمنٹ کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کی۔ سو تم خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ناحق کی تہمتیں مت لگاؤ کہ دنیوی زندگی معہ اپنے تمام لوازم کے بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ اور جلد تر ایک تبدیلی ہو کر دوسرے عالم میں پہنچائے جاؤ گے اور اُس سچے حاکم کی جناب میں پیش کئے جاؤ گے جس کی دلوں اور جانوں پر حکومت ہے سوچو اور خوب سوچو کہ عنقریب اس ذات سے معاملہ ہے جو دلوں کے مخفی در مخفی بھیدوں کو جانتا ہے۔ **وَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔**

خدا تعالیٰ ہدایت دے اور وہ باتیں الہام کرے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آمین

بالآخر مَیں اپنے دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ مَیں نے محض لِلّٰہ مولوی محمد حسین صاحب کے مواعید پر نظر کر کے اپنے مخلصوں کے دستخطوں کی اور درخواست کے بھیجنے کی کارروائی سے اپنے تئیں الگ کر لیا ہے۔ آپ صاحبان اس سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ ہمارے کام خدا تعالیٰ کے لیے ہیں اور چاہیے کہ آپ لوگ ان کی منشاء کے موافق اس کارروائی سے الگ ہو جاویں۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہی شرط ہے کہ ہم بالکل اس کام سے الگ ہو جاویں اور اگر اسی طور سے آنحضرت صلعم کی حفظ عزت کے لیے احسن طور پر قانونی وسائل پیدا ہو جاویں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس کے مخالف کوئی حرکت کریں اور کام کے حارج ہوں۔ آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ بیشک سعی اور نیّت کا اجر دے گا۔ **وَاللّٰهُ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔**

راقـــــــــــــــــم

خاکسار غلام احمد قادیانی

۲۱/ اکتوبر ۱۸۹۵ء

نوٹ۔ شرط یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب ماہ بماہ اپنی کارروائی شائع کرتے رہیں۔ منہ

التماس بخدمت صاحبان اخبار

ہم اسلام کے سچے ہمدرد اور شریف اہل اسلام ایڈیٹران اخبار کی للّٰہی ہمتوں سے اُمید رکھتے ہیں کہ اس خط کو اپنے اپنے اخبار میں چھاپ کر ثواب حاصل کریں۔ **غلام احمد**

اشتہار کتب موجودہ

آریہ دھرم ست بچن ایک جلد میں ۸/ (آٹھ آنے) آئینہ کمالات اسلام ۲ (دو روپے)

ازالہ اوہام ۳ (تین روپے) رسالہ نور القرآن نمبر اوّل ۴/ (چار آنے)

فتح اسلام ۴/ (چار آنے) توضیح مرام ۴/ (چار آنے)

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے آٹھ صفحہ پر ہے) (مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۳۸ تا ۴۷)

(۱۴۱)

اشتہار کتاب ست بچن و آریہ دھرم

واضح ہو کہ پہلے اس سے جس قدر اشتہار کتاب ست بچن اور آریہ دھرم[۱] کی نسبت شائع ہوئے تھے وہ اس وقت لکھے گئے تھے کہ جبکہ ابھی کتاب موصوف تمام وکمال چھپی نہیں تھی اور ہمارا خیال تھا کہ شاید تین یا چار جزو تک اس کتاب کی ضخامت ہو جائے گی۔ سو اسی خیال سے قیمت تھوڑی رکھی گئی تھی لیکن بعد میں کتاب ست بچن بوجہ طرح طرح کی نادر اور عجیب تحقیقاتوں کے بہت بڑھ گئی۔ اور دونوں کتابوں کی ضخامت دو سو صفحہ سے بھی زیادہ ہوگئی۔ اور بابا نانک صاحب کی صحیح صحیح سوانح کے متعلق بڑی محنت ہمیں اُٹھانی پڑی اور اپنے دوستوں کو تحقیقات موقعہ کے لیے دُور و دراز فاصلہ کے شہروں میں بھیجنا پڑا۔ اور بعض سفر ہم نے معہ اپنی جماعت کے خود بھی کئے۔ اس لیے ست بچن کی تالیفات میں اس قدر مالی خرچ بڑھ گیا کہ اگر ہم فی نسخہ پانچ روپیہ بھی قیمت رکھتے تو اُن مصارف اور جدوجہد کے مقابل پر یہ قیمت بہت تھوڑی تھی، لیکن ہم نے عوام کے فائدہ کے لیے ایک ادنیٰ قیمت یعنی ڈیڑھ روپیہ قیمت مقرر کر دی ہے اور پھر زیادہ تر یہ رعایت بھی دی گئی کہ یہ قیمت دونوں رسالوں ست بچن اور آریہ دھرم کی ہے، مگر یاد رہے کہ اگر ایسے سکھ صاحبان جو والیٔ ریاست یا معزز جاگیردار یا امراء اور کُرسی نشینوں میں سے ہیں یا وہ تمام صاحبان جو معزز عہدوں پر یا والیٔ ملک ہیں۔ اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو کسی صورت میں پانچ روپیہ سے کم نہیں لیے جائیں گے کیونکہ یہ قیمت چھپائی اور کاغذ

---

[۱] نوٹ۔ کتاب ست بچن اور آریہ دھرم ایک ہی جلد میں ہے۔ علیحدہ علیحدہ فروخت نہیں ہوگی۔ منہ

وغیرہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایسے مصارف کے لحاظ سے ہے جو ہمیں اس تحقیق اور تفتیش میں پیش آئے۔ اور اس کتاب کے ساتھ جابجا ہریک موقعہ مناسب کے نقشے بھی شامل ہیں۔ اور انگریزی تحقیقاتوں کا خلاصہ انگریزی زبان میں آخر کتاب کے شامل کیا گیا ہے۔ اور بہت سے ایسے حقائق و معارف اس میں درج ہیں کہ طالب حق لوگوں کے لیے بے بہا جواہرات کے حکم میں ہیں۔ اور ایک باب میں بابا نانک صاحب کی وہ کرامات بیان کی گئی ہیں۔ جن سے اُن کی قبولیت کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر شاید سکھ صاحبان اس بات کے سننے سے خوش نہ ہوں گے کہ مَیں نے بابا نانک صاحب کے مذہب کے بارے میں ان سے اتفاق نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ کامل تحقیقات نے جس طرف مجھے کھینچا، اضطراری طور پر اسی طرف مجھے جانا پڑا۔ مگر با این ہمہ مجھے بار بار اپنی کتاب میں اقرار کرنا پڑا ہے کہ درحقیقت بابا نانک صاحب ان منتخب لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی کو عنایتِ الٰہی اپنے لیے خاص کر لیتی ہے۔ اور اس پاک گروہ میں سے تھے جن کے دلوں میں محبتِ الٰہی یوں بھر جاتی ہے جیسے اک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے بابا صاحب کے رُوحانی کمالات کی نسبت ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے مدلّل بیانوں کا جلوہ دکھلایا ہے کہ اگر آدمی نہایت درجہ کا غبی نہ ہو تو ضرور اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ بیانات صحیح ہیں۔ اور آریہ دھرم میں ویدوں کی تعلیم کا نمونہ دکھلایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مَیں نے ہریک امر میں صحتِ نیت اور نتائج تحقیق سے کام لیا ہے۔ اور بلاشبہ میری یہ کتاب اُن لوگوں کے لیے چشمہ آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے جو سچائی کے طالب ہوں۔

المشــــــــــــــــــــــــــتہر

خاکسار غلام احمد

۱۵؍ نومبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) (یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۴۸، ۴۹)

(۱۴۲)

لائق توجہ گورنمنٹ

چونکہ سکھ صاحبوں کے بعض اخبار نے اپنی غلط فہمی سے ہمارے رسالہ ست بچن کو ایسا خیال کیا ہے کہ گویا ہم نے وہ رسالہ کسی بدنیتی اور دل آزاری کی نیت سے تالیف کیا ہے اس لئے ہم گورنمنٹ کے حضور میں اس بات کو ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ رسالہ جو ست بچن کے نام سے موسوم ہے نہایت نیک نیتی اور پوری پوری تحقیق کی پابندی سے لکھا گیا ہے۔ اصل غرض اس رسالہ کی ان بیجا الزاموں کا رفع دفع کرنا ہے جو آریوں کے سرگروہ دیانند پنڈت نے بابا نانک صاحب پر اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لگائے ہیں اور نہایت نالائق لفظوں اور تحقیر آمیز فقروں میں باوا صاحب موصوف کی توہین اور تحقیر کی ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نہایت قوی اور مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ باوا صاحب اپنے کمال معرفت اور گیان کی وجہ سے ہندوؤں کے ویدوں سے بالکل الگ ہو گئے تھے اور انہوں نے دیکھا کہ جس خدا کی خوبیوں میں کوئی نقص اور کسی عیب کی تاریکی نہیں اور ہر یک جلال اور قدرت اور تقدس اور کامل الوہیت کی بے انتہا چمکیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ **وہ وہی پاک ذات خدا ہے جس پر اہل اسلام عقیدہ رکھتے ہیں**۔ اس لئے انہوں نے اپنی کمال خدا ترسی کی وجہ سے اپنا عقیدہ اسلام ٹھہرایا چنانچہ یہ تمام وجوہات ہم اس رسالہ میں لکھ چکے ہیں اور ایسے واضح اور بدیہی طور پر یہ ثبوت دے چکے ہیں کہ بغیر اس کے ماننے کے انسان کو بن نہیں پڑتا اور ماسوائے اس کے یہ رائے کہ باوا صاحب اپنی باطنی صفائی اور اپنی پاک زندگی کی وجہ سے مذہب اسلام کو قبول کر چکے تھے صرف ہماری ہی رائے نہیں بلکہ ہماری اس کتاب سے پہلے بڑے

بڑے محقق انگریزوں نے بھی یہی رائے لکھی ہے اور وہ کتابیں مدت دراز پہلے ہماری اس تالیف سے برٹش انڈیا میں تالیف ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں چنانچہ میں نے بطور نمونہ پادری ہیوز کی ڈکشنری کے چند اوراق انگریزی اس رسالہ کے آخر میں شامل کر دیئے ہیں جن میں پادری صاحب موصوف بڑے دعویٰ سے باوا صاحب کا اسلام ظاہر کرتے ہیں اور یہ ڈکشنری تمام برٹش انڈیا میں خوب شائع ہو چکی ہے سکھ صاحبان بھی اس سے بے خبر نہیں ہیں اس صورت میں یہ خیال کرنا کہ اس رائے میں میں ہی اکیلا ہوں یا مَیں نے ہی پہلے اس رائے کا اظہار کیا ہے یہ بڑی غلطی ہے ہاں میں نے وہ تمام دلائل جو دوسروں کو نہیں مل سکے اس کتاب میں اکٹھے کر کے لکھ دیئے ہیں جن محقق انگریزوں نے مجھ سے پہلے یہ رائے ظاہر کی کہ باوا صاحب درحقیقت مسلمان تھے ان کے پاس کامل دلائل کا ذخیرہ نہ تھا مگر میری تحقیق سے یہ امر بدیہی طور پر کھل گیا اور میں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ پادری ہیوز کی اس رائے پر جو بزبان انگریزی کتاب ہذا کے آخر میں شامل ہے توجہ فرماوے اور میں سکھ صاحبوں سے اس بات میں اتفاق رکھتا ہوں کہ بابا صاحب درحقیقت خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے تھے اور ان میں سے تھے جن پر الٰہی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے صاف کئے جاتے ہیں اور میں ان لوگوں کو شریر اور کمینہ طبع سمجھتا ہوں کہ ایسے بابرکت لوگوں کو توہین اور ناپاکی کے الفاظ کے ساتھ یاد کریں ہاں میں نے تحقیق کے بعد وہ پاک مذہب جس سے سچے خدا کا پتہ لگتا ہے اور جو توحید کے بیان میں قانون قدرت کا ہم زبان ہے اسلام کو ہی پایا ہے سو میں خوش ہوں کہ جس دولت اور صاف روشنی کو مجھے دیا گیا مجھ سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے باوا صاحب کو بھی وہی دولت دی سو یہ ایک سچائی ہے جس کو میں چھپا نہیں سکتا اور میں اپنا اور باوا صاحب کا اس میں فخر سمجھتا ہوں کہ یہ پاک توحید خدا کے فضل نے ہمیں دی۔

خاکسار

غلام احمد قادیانی ۲۰ر نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ست بچن طبع اوّل کے ٹائٹل پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۱)

کتاب ست بچن کا تھوڑا سا مضمون نمونے کے طور پر

ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ کتاب ست بچن کا کسی قدر مضمون نمونے کے طور پر شائع کریں تا سکھ صاحبان اور دیگر صاحبان کو کچھ حقیقت معلوم ہو۔ یہ کتاب معہ آریہ دھرم کے ۲۲۴ صفحہ کے قریب ہے اور دونوں ایک ہی جلد میں ہیں۔ اور ایک دوسری سے علیحدہ فروخت نہیں ہوگی۔ اور باوجود مصارف کثیرہ کے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ رکھی ہے۔ اس میں بہت سے معارف اور حقائق ایسے درج ہیں کہ اگر اس کے فروخت ہونے کے بعد کسی کو اس کی خوبیوں پر اطلاع ہوئی تو اُسے آہ کھینچ کر کہنا پڑے گا کہ کیوں میں نے اس کا ایک نسخہ خرید نہ لیا۔ اور جس قدر بابا نانک صاحب پر آریوں نے جھوٹے الزام لگائے ہیں اور جس قدر دیانند نے توہین کے ارادہ سے بابا صاحب موصوف کی نسبت بدزبانی کی ہے اُن تمام اعتراضات کا اس کتاب میں دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور اس میں عام فائدہ کے لیے سچّے مذہب کی شناخت کی علامتیں بھی لکھی ہیں۔ اور نیز مذاہب کی تنقیح اور تحقیق کے بارہ میں ایک مبسوط بیان ہے۔ غرض یہ ایک جدید طرز کی کتاب ہے جو باوا صاحب کے وفادار سکھوں کو جو پنجاب میں سترہ لاکھ سے کم نہیں ہونگے اس بزرگ خدا رسیدہ کے پیروی کے لیے بُلاتی ہے۔ اس کتاب میں بابا نانک صاحب کی بزرگیاں اور خوبیاں آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ سچّے اخلاص مندوں کو لازم ہے کہ اب خریداری میں دیر نہ کریں کیونکہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ بابرکت کتاب بہت جلد فروخت ہوگی۔ اور جو شخص دیر کے بعد

درخواست بھیجے گا۔ مجھ کو کم امید ہے کہ اس کے لیے یہ کتاب باقی رہے۔ اور اب ہم کتاب کے مضامین میں سے ایک مضمون بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

باوانانک صاحب پر پادریوں کا حملہ

یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے پادری جس قدر دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرنے کے لیے اپنا وقت اور اپنا مال خرچ کر رہے ہیں اس کا کروڑواں حصّہ بھی اپنے مذہب کی آزمائش اور تحقیق میں خرچ نہیں کرتے۔ حالانکہ جو لوگ ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور خدائے ازلی ابدی غیر متغیر قدوس پر یہ مصیبت روا رکھتے ہیں کہ وہ ایک عورت کے پیٹ میں نو مہینہ تک بچہ بن کر رہا اور خون حیض کھاتا رہا اور انسانوں کی طرح ایک گندے راہ سے پیدا ہوا۔ اور پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا، ایسے قابل شرم اعتقاد والوں کو چاہیے تھا کہ کفّارہ کا ایک جھوٹا منصوبہ پیش کرنے سے پہلے اس قابلِ رحم انسان کی خدائی ثابت کرتے اور پھر دوسرے لوگوں کو اُس عجیب خدا کی طرف بلاتے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کو اپنے مذہب کا ذرّہ بھی فکر نہیں۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ ایک پرچہ امریکن مشن پریس لودھیانہ میں سے پنجاب رلیجس بُک سوسائٹی کی کارروائیوں کے واسطے ایم وایلی مینجر کے اہتمام سے نکلا ہے۔ جس کی سُرخی یہ ہے۔ **وہ گرو جو انسان کو خدا کا فرزند بنا دیتا ہے۔** اس پرچہ میں سکھ صاحبوں پر حملہ کرنے کے لیے آدگرنتھ کا یہ شعر ابتدائی تقریر میں لکھا ہے۔

جے سو چاندا اوگویں سورج چڑھے ہزار — ایتے چانن ہُندیاں گُر بن گھور اندھار

یعنی اگر سَو چاند نکلے اور ہزار سُورج طلوع کرے تو اتنی روشنی ہونے پر بھی گورو یعنی مُرشد اور ہادی کے بغیر سخت اندھیرا ہے۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ افسوس ہمارے سکھ بھائی ناحق دس بادشاہیوں کو گورو مان بیٹھے ہیں اور اس ست گورو کو نہیں ڈھونڈتے جو منش کو دیوتا بنا سکتا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ ’’وہ ست گورو یسوع مسیح ہے جس نے اپنی جان قربان کی اور گہنگاروں کے بدلے آپ لعنتی ہوا۔ اس کے ماننے سے لوگ گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔‘‘ اور پھر سکھ صاحبوں کو مخاطب کر

کے لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو آپ اب تک گورو سمجھے بیٹھے ہیں اور اُن سے روشنی پانے کی اُمید رکھتے ہیں، وہ لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ آپ کے تاریک دل کو روشن کریں۔ ہاں اس گورو یسوع مسیح میں یہ خاصیّت ہے کہ کیسا ہی دل تاریک اور ناپاک کیوں نہ ہو وہ اس کو روشن اور پاک کرسکتا ہے غرض یہ کہ تم یسوع کو خدا کر کے مان لو۔ پھر تم خاصے پاک اور پوتر ہو جاؤ گے اور سب گناہ جھڑ جائیں گے اور منش سے دیوتا بن جاؤ گے، مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر انسانوں کو ہی خدا بنانا ہے تو کیا اس قسم کے خدا ہندوؤں میں کچھ کم ہیں۔ باوا صاحب ہندوؤں کے مَت سے کیوں بیزار ہوئے۔ اسی لیے تو ہوئے کہ اُن کا وید بھی فانی چیزوں کو خدا قرار دیتا ہے۔ اور پانی اور آگ اور ہوا اور سُورج اور چاند کو پرستش کے لائق سمجھتا ہے اور اس سچے خدا سے بے خبر ہے جو ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ پھر جبکہ باوا صاحب اس سچے خدا پر ایمان لائے جس کی بے مثل اور کامِل ذات پر **زمین و آسمان گواہی** دے رہا ہے۔ اور نہ صرف ایمان لائے بلکہ اس کے انوار کی برکتیں بھی حاصل کرلیں۔ تو پھر اُن کے پیروؤں کی عقلمندی سے بہت بعید ہے کہ وہ اس تعلیم کے بعد جو اُن کو دی گئی ہے پھر باطل خداؤں کی طرف رجوع کریں۔ ہندو لوگ ہزارہا برس ایسے خداؤں کی آزمائش کر چکے ہیں اور نہ سرسری طور پر بلکہ بہت تحقیق کے بعد ایسے خُدا اُن کو چھوڑنے پڑے۔ اب پھر اس جھوٹی کیمیا کی تمنا ان کی دانشمندی سے بہت دُور ہے باوا نانک صاحب نے اُس خدا کا دامن پکڑا تھا جو مرنے اور جنم لینے سے پاک ہے اور جو لوگوں کے گناہ بخشنے کے لیے آپ لعنتی بننے کا محتاج نہیں اور نہ کسی کی جان بچانے کے لیے اپنی جان دینے کی اُس کو حاجت ہے۔ مگر ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ عیسائیوں کا یہ کیسا خدا ہے جس کو دوسروں کے چھوڑانے کے لیے بجز اپنے تئیں ہلاک کرنے کے اور کوئی تدبیر ہی نہیں سُوجھتی۔ اگر درحقیقت زمین وآسمان کا مدبّر اور مالک اور خالق یہی بیچارہ ہے تو پھر خدائی کا انتظام سخت خطرہ میں ہے۔ بیشک یہ خواہش تو نہایت عمدہ ہے جو انسان گناہ سے پاک ہو۔ مگر کیا گناہ سے پاک ہونے کا یہی طریق ہے کہ ہم کسی غیر آدمی کی خودکشی پر بھروسہ رکھ کر اپنے ذہن میں آپ ہی یہ فرض کرلیں کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے۔ بالخصوص ایسا آدمی جو انجیل میں خود اقرار کرتا ہے، جو میں نیک نہیں۔ وہ کیونکر اپنے اقتدار سے دوسروں

کو نیک بنا سکتا ہے۔ اصل حقیقت نجات کی خدا شناسی اور خدا پرستی پر ہے۔ پس ایسے لوگ جو اس غلط فہمی کے دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں جو مریم کا صاحبزادہ ہی خدا ہے۔ وہ کیسے حقیقی نجات کی امید رکھ سکتے ہیں۔ انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی عذاب کی جڑ ہیں۔ وہی درحقیقت خدا تعالیٰ کے غضب سے آگ کی صورت پر متمثّل ہوں گی۔ اور جس طرح پتھر پر سخت ضرب لگانے سے آگ نکلتی ہے اسی طرح غضب الٰہی کی ضرب انہیں بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی اور وہی آگ بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائے گی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے تب دونوں مِل کر اس کو بھسم کر دیتی ہیں اِسی طرح غضبِ الٰہی کی آگ بداعتقادی اور بداعمالی کی آگ کے ساتھ ترکیب پا کر انسان کو جلا دے گی۔ اسی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ۔ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ [1] یعنی جہنم کیا چیز ہے وہ خدا کے غضب کی آگ ہے جو دلوں پر بھڑکے گی۔ یعنی وہ دل جو بداعمالی اور بداعتقادی کی آگ اپنے اندر رکھتے ہیں وہ غضب الٰہی کی آگ سے اپنے آگ کے شعلوں کو مشتعل کریں گے۔ تب یہ دونو قسم کی آگ باہم مل کر ایسا ہی اُن کو بھسم کرے گی جیسا کہ صاعقہ گرنے سے انسان بھسم ہو جاتا ہے۔ پس نجات وہی پائے گا جو بداعتقادی اور بدعملی کی آگ سے دُور رہے گا۔ سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ نہ تو سچی خدا شناسی کی وجہ سے اُن کے اعتقاد درست ہیں اور نہ وہ بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں۔ بلکہ ایک جھوٹے کفّارہ پر بھروسہ کر کے دلیری سے گناہ کرتے ہیں وہ کیونکر نجات پا سکتے ہیں۔ یہ بیچارے اب تک سمجھے نہیں کہ درحقیقت ہر یک انسان کے اندر ہی دوزخ کا شعلہ اور اندر ہی نجات کا چشمہ ہے۔ دوزخ کا شعلہ فرو ہونے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ہے۔ اُس عالم میں خدا تعالیٰ یہ سب باتیں محسوسات کے رنگ میں مشاہدہ کرا دے گا اگر عیسائیوں کو اس سچے فلسفہ کی خبر ہوتی تو مارے شرمندگی کے کسی کو مُنہ نہ دکھا سکتے۔ ہزاروں فسق و فجور اور مکر اور فریب کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے ہیں عجیب قسم کی چالاکی ہے جس مذہب کا یہ

[1] الھمزۃ: ۷،۸

اُصول ہے کہ مسیح کی خودکشی نے تمام عبادتوں اور نیک کاموں اور نیک عملوں کو نکما اور ہیچ کر دیا ہے اور ان کی ضرورت کچھ بھی باقی نہیں رہی۔ کیا ایسے عقیدے کے لوگوں کی نسبت کچھ اُمید کر سکتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی بندگی میں دل لگاویں اور سچے دل سے تمام بدکاریوں کو چھوڑ دیں۔ پھر جبکہ ایسے قابلِ شرم عقیدہ میں گرفتار ہو کر انواع اقسام کی غفلتوں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں گرفتار ہو رہے ہیں تو تعجب ہے کہ اپنے حال پر کچھ بھی نہیں روتے اور اپنی مصیبت پر ایک ذرّہ ماتم نہیں کرتے۔ بلکہ خود اندھے ہو کر دوسروں پر کمیِ بصارت کی تہمت لگاتے ہیں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ جس قدر باوا نانک صاحب کے اشعار میں توحید الٰہی کے متعلق اور سچی وحدانیت کے بیان کرنے میں عمدہ عمدہ مضامین پائے جاتے ہیں اگر وہ موجودہ انجیلوں میں پائے جاتے تو ہمیں بڑی ہی خوشی ہوتی۔ مگر ایسی جعلی کتابوں میں سچے حقائق اور معارف کیونکر پائے جائیں جو حقیقی خدادانی اور حقیقی خداپرستی اور حقیقی نجات کے بھید سے بہت ہی دُور جا پڑے ہیں۔ نادانوں کے منہ پر ہر وقت کفارہ اور مسیح کی خودکشی اور ایک فانی انسان کا خدا ہونا چڑھا ہوا ہے اور باقی تمام اعمال صالحہ سے فراغت کر رکھی ہے۔ بیشک خدا کے بندوں اور اپنے بنی نوع کے لیے جان دینا اور انسان کی بھلائی کے لیے دُکھ اُٹھانا نہایت قابل تعریف امر ہے۔ مگر یہ بات ہرگز قابلِ تعریف نہیں کہ ایک شخص بے اصل وہم پر بھروسہ کر کے کنوئیں میں کود پڑے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے۔ جان قربان کرنے کا یہ طریق تو بیشک صحیح ہے کہ خدا کے بندوں کی معقول طریقہ سے خدمت کریں اور ان کی بھلائی میں اپنے تمام انفاس خرچ کر دیں اور اُن کے لیے ایسی کوشش کریں کہ گویا اس راہ میں جان دے دیں۔ مگر یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اپنے سر پر پتھر مار لیں یا کنوئیں میں ڈوب مریں یا پھانسی لے لیں۔ اور پھر تصور کریں کہ اس بیجا حرکت سے نوع انسان کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔ عیسائیوں کو سمجھنا چاہیے کہ باوا نانک صاحب حقیقی نجات کی راہوں کو خوب معلوم کر چکے تھے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ وہ پاک ذات بجز اپنی سعی اور کوشش کے نہیں ملتا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ خدا ہر یک جان سے اُسی جان کی قربانی چاہتا ہے نہ کسی غیر کی۔ زید کی خودکشی بکر کے کام نہیں آتی۔ بات یہی سچ ہے کہ خدا کو وہی پاتے ہیں جو آپ خدا کے ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ ہر یک

ناپاکی کے دروازے اپنے پر بند کرتے ہیں انہیں پر اس پاک کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔اور درحقیقت مرد بھی وہی ہیں کہ آپ نیک کام کرکے اس کا پھل پاویں۔ ؎

حقّا کہ باعقوبتِ دوزخ برابراست رفتن بہ پائے مردیئے ہمسایہ دربہشت[۱]

المشتہر خاکسار غلام احمد قادیانی

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) ۲۵؍نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے چار صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد۴ صفحہ ۵۲ تا ۵۷)

---

[۱] ترجمہ۔ بخدا دوزخ کے عذاب کے برابر ہے ہمسایہ کے بل بوتے پر بہشت میں جانا۔

(۱۴۴)

ناظرین کیلئے ضروری اطلاع

ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کے مقابل پر یہ نمبر نور القرآن کا جاری ہوا ہے جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے اور اپنی ذاتی خباثت سے اس اِمَامُ الطَّیِّبِیْنَ وَ سَیِّدُ الْمُطَھَّرِیْن پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا ان کے سننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہٰذا محض ایسے یاوہ لوگوں کے علاج کے لئے جواب ترکی بہ ترکی دینا پڑا۔ ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اوّلین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی اس شخص کی چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا اور ایسے پاکوں کو جو ہزارہا

درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدائے تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس[۴۰] برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیے عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ بے چارے کچھ بھی منہ سے نہیں بولتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے لیکن یاد رہے کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنھوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے جس مولوی کی خواہش ہو وہ آکر دیکھ لیوے اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے اب تو وہ اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں کہ کسی طرح سبّ وشتم سے باز ہی نہیں آتے۔ ہم سنتے سنتے تھک گئے اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اس کے باپ کو بھی گالی دے اور ہم نے تو جو کچھ کہا واقعی کہا۔ وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

خاکسار **غلام احمد**

۲۰؍ دسمبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار نور القرآن حصّہ دوم کے ٹائٹل پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵)

(۱۴۵)

جلسہ تحقیقِ مذاہب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چونکہ خدائے عزّ و جلّ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو جو برٹش انڈیا میں سکونت پذیر ہیں گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ رکھ کر ہر طرح کا امن اور آزادی بخشی ہے جس کا شکر و سپاس ہم سب پر واجب ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل بے غایت نے وہ سارے سامان ہم لوگوں کے لیے میسر کر دیئے ہیں جو مذاہب کی تحقیق اور تدقیق کے لیے ضروری ہیں۔ پھر اس پر زیادہ رحمت الٰہی یہ ہے کہ ہر ایک فریق اپنی مذہبی کتابوں کا پورا پورا سامان اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ سے گو کیسی ہی درمیان بُعد مسافت ہو بڑے آرام سے ملاقات کر سکتا ہے اور جو لوگ دنیا میں نیکی کے پھیلانے کا ارادہ رکھتے ہیں ہر ایک پہلو سے اُن کے لیے آسانی ہو گئی ہے۔ دین کے خادموں کے لیے کئی طور سے خادم پیدا ہو گئے ہیں چنانچہ سفر کے لیے ریل خادم ہے جس کی سواری پہلے زمانہ کے بادشاہوں کو بھی میّسر نہیں آئی اور خبروں کے جلد پہنچانے کے لیے تار برقی خادم ہے۔ اور تالیفات کے چھاپنے کے لیے چھاپے خانے خادم ہیں۔ اور کتابوں کے شائع کرنے کے لیے ڈاکخانے خدمت دے رہے ہیں۔ کتابت کے لیے عمدہ سے عمدہ کاغذ میسر آ سکتے ہیں۔ اور لکھنے کے لیے آہنی قلمیں موجود ہیں۔ جن کے تراشنے اور بنانے کی بھی حاجت نہیں۔ حفظِ اوقات کے لیے

نادرنادر اور نفیس نفیس گھڑیاں مل سکتی ہیں۔ حفظ صحت کے لیے انواع اقسام کی ادویہ میسّر آ سکتی ہیں۔ ہریک انسان اپنے ہم مشربوں پر اگرچہ زمین کے کنارہ پر ہوں اطلاع پا سکتا ہے۔ ہریک شخص اپنے مذہب کے عارفوں سے پورے طور پر مشورہ لے سکتا ہے۔ ایک جگہ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لیے مشرق اور مغرب کے آدمی بڑی آسانی سے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ چند گھنٹے میں صدہا کوس کا سفر طے ہو سکتا ہے۔ ہریک مذہب میں کتابیں اس قدر تالیف ہوگئی ہیں جن کا شمار صرف خدا تعالیٰ کو معلوم ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے ہریک قوم میں قدرتی طور پر مذہب کے بارہ میں ایک جوش بھی پایا جاتا ہے۔ مذہبی تحقیق کے لیے غیبی تحریک سے ایک ہوا چل رہی ہے۔ تمام راہیں کھل گئیں ہیں۔ تمام مشکلات حل کر دی گئی ہیں۔ مختلف زبانوں کا علم لوگوں میں بڑھتا جاتا ہے گویا خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمام قوموں کو ایک قوم بناوے۔ سو یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر ان تمام وسائل کو احقاق حق کے لیے احسن طور پر استعمال میں لایا جاوے اور تمام قوموں کے اکابر دین اور صاحبانِ معرفت نیک نیتی سے حق کے ظاہر ہونے کے لیے ایک جگہ مل کر کوشش کریں اور تعصّبات سے دُور ہو کر بھائیوں کی طرح باہمی اتفاق سے اپنے اپنے دین اور کتاب کی خوبیاں آہستگی اور ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے پر ظاہر کریں تو کچھ تعجب نہیں کہ اس اتفاق کی برکت سے سچے مذہب کے انوار لوگوں پر ظاہر ہو جاویں۔ اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہوگی کہ جب اس قدر وسائل اظہارِ حق کے خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے موجود کر دیئے ہیں تو ہم ان خداداد نعمتوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھاویں اور ایسی تجویزیں نہ سوچیں جو بذریعہ استعمال ان وسائل کے اظہار حق کے لیے مدد دے سکتے ہیں۔ اور ایسے حیلے بجا نہ لاویں جو بنی نوع کی ہمدردی کے لیے نہایت مؤثر ہوں بلکہ اس صورت میں ہم بڑے گنہگار ٹھہریں گے اگر ہم ان خداداد نعمتوں کا قدر نہ کریں اور عملی طور پر خلق اللہ کو ان کا فائدہ نہ پہنچاویں اور یونہی غفلت سے ان تمام نعمتوں کو ضائع کر دیں۔ اور اپنی بنی نوع کی ہمدردی سے لاپرواہی اختیار کریں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس کام کے انجام دینے کے لیے ایک مہذبانہ جلسہ مذاہب متفرقہ کا اسی جگہ یعنی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں انعقاد پاوے اور اس جلسہ کے متعلق جو قواعد ہیں جن کی پابندی ہر

ایک فریق کو ضروری ہوگی بتفصیل ذیل ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جہاں تک ممکن ہو اس جلسہ پر ہر ایک قوم کے اکابر علماء میں سے ایک نامی فاضل تشریف لاویں۔ یعنی (۱) موسوی مذہب کا ایک فاضل اور (۲) عیسائی مذہب کا ایک فاضل اور (۳) آریہ مذہب کا ایک فاضل اور (۴) مجوسی مذہب کا ایک فاضل اور (۵) برہمو مذہب کا ایک فاضل اور (۶) جین مذہب کا ایک فاضل اور (۷) بُدھ مذہب کا ایک فاضل اور (۸) سناتن دھرم کا ایک فاضل اور (۹) دہریوں میں سے ایک فلاسفر اور ہماری طرف سے ہم۔

(۲) دوسرے یہ کہ بزرگان مذاہب کا تعہد مہمانداری اخیر تک ہمارے ذمہ رہے گا اور وہ پاک چیزیں جن پر شرع اور تہذیب کا اعتراض نہ ہو۔ ہر یک فریق کے مذہب کے موافق اُن کے لیے میسر کر دی جائیں گی۔

(۳) تیسرے یہ کہ ان بزرگوں کی آمدورفت کا کرایہ اگر وہ آپ ادا کرنے میں خوشی ظاہر نہ کریں ہمیں دینا ہوگا اور جو کرایہ قادیان تک پہنچنے کے لیے کافی متصور ہوگا، اسی قدر آمدورفت کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم سے جس قدر آدمی چاہیں ساتھ لے آویں مگر ہماری طرف سے صرف ایک شخص کے حساب سے ان کو کرایہ دیا جائے گا اور مہمانداری میں بھی حفظِ انتظام کے لیے یہی قاعدہ ملحوظ رہے گا اور جو بزرگ آمدورفت کا کرایہ ہم سے طلب کرنا چاہیں ان پر لازم ہوگا کہ وہ پہلے سے اطلاع دے دیں تا اِن مصارف کا کُل روپیہ ایک جگہ جمع رہ کر ہر یک خواستگار کو رخصت کے وقت دیا جائے۔

(۴) چوتھے یہ کہ فروکش ہونے کے مکانات کا کرایہ بھی ہمارے ذمہ رہے گا۔ اور اس کا تمام انتظام بھی جو رہنے کے لیے کافی ہو ہمیں ہی کرنا ہوگا۔

(۵) پانچویں یہ کہ یہ جلسہ برابر ایک ماہ تک رہے گا اور مہینہ کے تیس۳۰ دن تمام تقریر کرنے والوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں گے مثلاً اگر تقریر کرنے والے دس۱۰ ہوں گے تو ہر ایک متکلّم کے حصّے میں تین۳ تین۳ آئیں گے۔ اور اگر چھ۶ ہوں گے تو پانچ پانچ دن حصّہ میں آئیں گے۔

(۶) چھٹے ہر ایک صاحب کی تقریر کرنے کی ترتیب یہ ہوگی کہ جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے اوّل ہونے کا دعویٰ ہو۔ یعنی جو صاحب اپنی کتاب کی نسبت تقدم زمانی کے مدعی ہوں جیسے آریہ صاحبان۔ یہی صاحب پہلے دن میں تقریر کریں گے اور دوسرے دن وہ تقریر کریں گے جو دوسرے درجہ پر باعتبار زمانہ کتاب کے ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس سب سے آخر دن میں وہ صاحب تقریر کریں گے جن کی الہامی کتاب اُن کے بیان کے موافق آخری ہو۔ اور جبکہ ہر ایک گروہ ایک ایک دن کے حساب سے اپنی اپنی تقریریں ختم کر لیں گے تو پھر نئے سرے سے اسی ترتیب سے تقریر کرنا شروع کریں گے۔ غرض اسی انتظام کے لحاظ سے تیس۳۰ دن کی میعاد پوری کی جائے گی۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ آخری دنوں میں آخر پر تقریر کرنے والوں کو میعاد مقررہ میں سے دن نہ مل سکیں تو دو یا تین دن اور بڑھا دیئے جائیں گے تا کوئی صاحب اس وقت سے محروم نہ رہے جو دوسروں کو دیا گیا ہے۔

(۷) ساتویں ہر یک تقریر کرنے والا دوسرے مذہب کا ذکر ہرگز نہیں کرے گا بلکہ صرف اپنے مذہب اور اپنے اصول کی خوبیاں بیان کرے گا۔ ہاں اس کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ جو اعتراض اس کے مذہب پر غیر قومیں کرتی ہیں نرمی اور تہذیب سے اس کا جواب دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس صورت میں اپنی تقریر کا نقصان آپ اُٹھائے گا۔

(۸) آٹھویں یہ کہ مذہب کی خوبیوں کے بیان کرنے کے وقت یہ ضروری ہوگا کہ بیان کرنے والا سب سے پہلے اس طریق معرفت کو بیان کرے جو خدا تعالیٰ کے اقرار یا انکار کی نسبت اُس کو معلوم ہے اور اپنے مشرب کے موافق اس بات پر بھی دلائل پیش کرے کہ مذہب کی کیوں ضرورت ہے اور انسان کی نجات اُن وسائل پر کیوں موقوف ہے جن کو وہ پیش کرتا ہے۔ یا اگر دہریہ ہے تو اس بارے میں جو چاہے بیان کرے اور ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ جس طور اور جس طرز سے چاہے اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنی رائے کی تائید میں مفصّل تقریر کرے، مگر کسی مذہب کی تحقیر اور توہین سے قطعاً پرہیز کرنا ہوگا۔ ہاں یہ ضروری ہوگا کہ ہر یک پابند کتاب جو جو خوبی اپنے مذہب کی بیان کرتا ہے وہ سب خوبیاں اپنی الہامی کتاب کی اصل زبان سے معہ پورے پتہ اور نشان کے پیش کرے۔ مثلاً اسلام کے

عالم پر فرض ہوگا کہ اس کی تائید میں قرآن کی آیت سناوے فقط کوئی ترجمہ پیش نہ کرے۔اور عیسائی عالم پر فرض ہوگا کہ اپنے عقیدہ کے موافق اُس اصل کتاب کی عبارت پڑھے جس کے الفاظ کو وہ الہامی مانتا ہے فقط کسی ترجمہ کو نہ سُناوے اور آریہ پنڈت پر واجب ہوگا کہ وید کی اصل سنسکرت عبارت کا وہ مقام معہ ترجمہ سناوے اور یہ تمام عبارتیں تحریری مضمون میں معہ صحیح صحیح حوالہ کے لکھی ہوئی ہونا شرط ہے۔

(۹) نویں یہ کہ ہر ایک قوم میں سے ایسا فاضل منتخب ہو کر آنا چاہیے جو اپنی الہامی کتاب پر نظر رکھتا ہو اور فی الواقعہ اس کو اس کتاب کا علم بھی ہو جس کتاب کی تائید میں وہ کلام کرتا ہے۔مثلاً اگر آریہ صاحب ہوں تو وہ ایسے چاہیے کہ وید کو بآسانی پڑھ سکتے ہوں۔اور اگر عیسائی صاحب ہوں تو ایسے چاہیے کہ بائیبل کو اس کی اصل زبان میں پڑھ سکتے ہوں۔کیونکہ جو شخص آپ ہی بے خبر ہے اس کی تقریر محققوں کی نظر میں قابلِ اعتماد نہیں ٹھہر سکتی اور نہ کچھ وقعت اور عزّت رکھتی ہے۔مگر جو صاحب کسی کتاب کے پابند نہیں جیسے برہمو اور دہریہ وہ ان شرائط سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱۰) یہ یاد رہے کہ یہ تمام تحریریں جو سُنائی جائیں گی اُردو میں ہوں گی۔اور الہامی کتابوں کی اصل عبارتیں اصل زبان میں لکھ کر اُردو میں اُن کا ترجمہ ہوگا۔ہاں ہر ایک صاحب کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ اُردو میں اپنے مضمون کو لکھ نہ سکیں یا وہ کسی دن بیماری وغیرہ سے معذور ہوں تو وہ مضمون کو اپنے کسی ایسے رفیق کے سپرد کر دیں کہ ان کی تحریر کا ترجمہ اُردو میں کر کے یا انہیں کی اُردو تحریر حاضرین جلسہ کو سُنا دیں۔مگر اس تمام تحریر کے وہی ذمہ وار ہوں گے اور انہیں پر لازم ہوگا کہ اس تحریر پر دستخط کر کے ہمارے اس سکرتری کے حوالہ کریں جو اس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔اور وہ تمام تحریر انہیں کی تحریر متصور ہوگی۔

(۱۱) گیارہویں کوئی صاحب تقریر کرنے والوں میں سے مجاز نہ ہوں گے کہ بغیر تحریر کے زبانی تقریر کریں اور نہ اس بات کے لیے مجاز ہوں گے کہ تحریر پڑھنے کے وقت کچھ زبانی کلمات اس میں ملاویں بلکہ وہ ایک ایسی تحریر اپنی طرف سے سُنائیں گے جو خوشخط اُردو میں اور اُردو کے دستخط میں لکھی ہوئی ہوگی اور نیچے اس کے پورے پتہ کے ساتھ ان کے دستخط ہوں گے اور سُنانے کے بعد وہی تحریر

سکرتری کے حوالہ کردیں گے اور ان کو اختیار ہوگا کہ ایک نقل اس کی اپنے پاس بھی رکھیں۔

(۱۲) بارہویں یہ کہ جس صاحب کی کوئی تحریر قواعد منضبطہ بالا کی رُو سے نہ ہو، وہ کسی تقریر کرنے کے مجاز نہ ہوں گے اور نہ ان کا حق ہوگا کہ آمد و رفت کا کرایہ طلب کریں۔ ہاں ان کی مہمانداری اور عزت اسی طرح کی جائے گی جیسا کہ اور مہمانوں کی۔

(۱۳) تیرہویں یہ کہ یہ بات ہمارے ذمہ ہوگی جو اُن تمام تقریروں کو چھاپ کر ایک جلد میں شائع کردیں اور وہ تمام تقریریں ہمارے سکرٹری کے حوالہ کردی جائیں گی۔

(۱۴) چودہویں یہ کہ ہر ایک صاحب جو جلسہ مذہب میں تقریر کرنے کی غرض سے شامل ہونا چاہیں۔ اُن کو چاہیے کہ اپریل ۹۶ء کے اخیر تک ہم کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دے دیں۔ اور اگر کسی ایک قوم کی طرف سے ایسی درخواست کرنے والے کئی صاحب ہوں گے تو ان میں سے صرف ایک ایک ایسا شخص انتخاب کیا جائے گا جو اس قوم کی کثرت رائے سے تجویز کیا گیا ہو۔

(۱۵) پندرہویں یہ کہ جب یہ تصفیہ ہو چکے گا کہ مذہبی تقریروں کے لیے فلاں فلاں صاحب مقرر ہوئے تو پھر ایک دوسرے اشتہار سے اس جلسہ کی تاریخ کو شائع کیا جائے گا۔ مگر وہ تاریخ کم سے کم چھ ماہ بعد تصفیہ مذکورہ سے ہوگی۔ لہٰذا یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہر ایک دین کے بزرگ فاضل اس کی طرف متوجہ ہوں اور بغرض احقاق حق اور ہمدردی بنی نوع قواعد متذکرہ بالا کو مدّنظر رکھ کر اس جلسہ میں شامل ہونے کے لیے ہمیں اطلاع بخشیں اور جہاں تک ممکن ہو ہمیں اپنے عنایت ناموں سے اپنے ارادہ سے جلد مطلع فرماویں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ جلسہ اظہار حق کے لیے بہت مؤثر ہو گا۔ اس میں ہر ایک فریق تہذیب اور نرمی سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے گا۔ دوسرے مذہب سے کچھ سروکار نہیں ہوگا۔ مَیں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ یہ جلسہ نہایت امن اور اطمینان سے ہوگا۔ مگر مَیں دوبارہ اس بات کو یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ غرض اظہار حق ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہ جلسہ ایک ماہ تک رہے دُنیا کے ادنیٰ ادنیٰ مقدمات جب عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں تو حکّام وقت تحقیق اور تفتیش کی غرض سے کئی مہینوں کے بعد ایک پیچیدہ مقدمہ کو فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر دین کے

مسائل تو دنیا کے مقدمات کی نسبت نہایت دقیق در دقیق ہیں۔ اور طالبِ حق پر لازم ہے جو ان کو بار بار سوچے اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگے تا وہ چھپی ہوئی حقیقتیں اس پر ظاہر کرے۔ سو اِن وجوہات کے باعث سے ایک ماہ اس جلسہ کے لیے ضروری طور پر قرار پایا۔ اور جو صاحب دین کی تحقیق کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ایسی تحقیقاتوں میں بنی نوع کی ہمدردی دیکھتے ہیں اُمید کہ وہ اس قلیل عرصہ کی نسبت کچھ عذر معذرت نہیں کریں گے۔ انسان دنیا کے کاموں میں بہت سے برس ضائع کر دیتا ہے۔ اور دین تو وہ نعمت ہے جس کے نتائج جاودانی ہیں۔

اب مَیں اس دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے خدا اے قادر و کریم اس جلسہ میں شریک ہونے کے لیے ہر ایک مذہب کے بزرگ کو دل میں شوق اور محبت ڈال اور خاتمہ اس کارروائی کا اپنی رضامندی کے موافق کر۔ آمین

بالآخر یاد رہے کہ اگر اشتہار کے شائع ہونے کے بعد اخیر اپریل تک کسی فریق کی طرف سے کوئی درخواست نہ پہنچی تو نہایت افسوس کے ساتھ التواءِ جلسہ کا باعث اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی

۲۹؍دسمبر ۹۵ء

مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے ۴ صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۵۷ تا ۶۴)

(۱۴۶)

مسٹر آتھم صاحب اور پادری فتح مسیح

یہ بات ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت تک پانچ اشتہار اس بارے میں نکال چکے ہیں کہ درحقیقت وہ ہماری پیشگوئی جو آتھم صاحب کے متعلق تھی پوری ہوگئی چاہیے تھا کہ عیسائی صاحبان اپنی غلطی سے رجوع کرتے اور پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار شائع کر دیتے۔ ان پر اس بات کا سمجھنا نہایت آسان تھا کہ پیشگوئی کے ساتھ رجوع الی الحق کی شرط لگی ہوئی تھی اور آتھم صاحب سے ایسی حرکات صادر ہوگئیں تھیں کہ جو بآواز بلند پکار رہی تھیں کہ شرط پوری ہوگئی اور انہوں نے پیشگوئی کے بعد اپنے ڈرتے رہنے کا اقرار صاف لفظوں میں کر دیا تھا اور اُن باتوں کا اب تک انہوں نے ثبوت نہیں دیا تھا۔ جو اپنے خوف کی بنیاد انہوں نے قرار دی تھیں یعنی سانپ کا حملہ اور تلواروں اور نیزوں والوں کا حملہ۔ سو بالضرور یہ بات کُھل گئی تھی کہ وہ صرف پیشگوئی سے ہی ڈرتے رہے اور تنزّل کے طور پر آتھم صاحب کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر وہ اپنے بے دلیل دعووں کا کوئی اور ثبوت نہیں دے سکتے تو وہ قسم ہی کھا جائیں مگر انہوں نے قسم کھانے سے بھی انکار کیا۔ اب اس سے زیادہ ان کے جھوٹ کھلنے پر اور کیا دلیل ہوسکتی تھی کہ انہوں نے خود اپنے مُنہ سے خوف کا اقرار کر کے اور اپنے خیال سے وہ خوف دکھلا کر پھر یہ ثبوت نہیں دیا کہ ان کا وہ خوف پیشگوئی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان حملوں کی وجہ سے تھا جو اُن پر کئے گئے اور نہ قسم کھائی۔ الہامی شرط خود بتلا رہی تھی کہ اس پیشگوئی میں رجوع الی الحق ممکنات میں سے ہے۔ تبھی تو الہام میں یہ شرط داخل کی گئی تھی۔ اور یہ نہایت غلطی تھی کہ باوجود شرط کے صرف مرنے

کی ہی انتظار کی جائے۔ بلکہ ہر ایک شخص کو چاہیے تھا کہ شرط کے مضمون پر بھی غور کرتا اور آتھم صاحب کے حال اور قال کو جانچتا کہ کیا وہ پیشگوئی کے بعد اپنے پہلے استقلال اور استقامت اور متعصّبانہ وضع پر قائم رہے یعنی انہوں نے اپنی ثابت قدمی اور عادتِ معہود کا مرکز نہ چھوڑا، لیکن افسوس کہ باوجود اس کے کہ آتھم صاحب سے بہت سی بے قراریاں ظاہر ہوئیں اور بہت سے قوی قرائن ان کی خوف زدہ حالت پر پیدا ہوئے، لیکن ان کی طرف سے ان خوفوں کی نسبت بیہودہ عذرات کا کوئی ثبوت بھی پیش نہ ہوا۔ یہاں تک کہ انہوں نے قسم بھی نہیں کھائی۔ مگر عیسائی صاحبان اب تک پیشگوئی کی نسبت یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ یہ بیچارے ذرّہ نہیں سوچتے کہ کیا اس پیشگوئی کا پورا ہونا صرف ایک پہلو رکھتا تھا یا دو پہلو میں سے کسی ایک پر پوری آسکتی تھی۔ اگر آتھم صاحب کی پہلی حالت میں کچھ بھی تزلزل نہ آتا اور نہ وہ خوف کا اقرار کرتے تو موت کا پہلو پیشگوئی کے واقعہ ہو جانے کی ضروری نشانی ہوتی، لیکن جبکہ اُن کا ڈرنا ثابت ہو گیا اور وہ وجوہ خوف کے ثابت نہ ہو سکے جو آتھم صاحب نے پیش کئے تھے۔ تو رجوع الی الحق کا پہلو بپایۂ ثبوت پہنچ گیا جس کے ساتھ پیشگوئی کا پورا ہونا اس بات میں محصور ہو گیا کہ آتھم صاحب موت سے بچ جاویں۔ ہم نے رسالہ ضیاء الحق میں یہ باتیں تفصیل سے لکھ دی ہیں۔ ہر ایک صاحب اس کو غور سے پڑھ لیں لیکن اب اِس اشتہار کے شائع کرنے کا یہ موجب ہے کہ ہمارے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں بٹالہ کے سٹیشن پر پادری فتح مسیح سے ان کی ملاقات ہوئی اور پادری صاحب نے آتھم صاحب کا ذکر کر کے فرمایا کہ انہوں نے قسم کھانے سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ یہ جماعت ایک حقیر اور ذلیل جماعت ہے جن کی تعداد چار پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہوں گے۔ ان کے مقابل پر کیا قسم کھاویں۔ اور بجز اُن کے تمام مسلمان یہی یقین رکھتے ہیں کہ آتھم صاحب فتح یاب ہو گئے ہیں پس چونکہ یہ تقریر فتح مسیح صاحب کی سراسر واقعہ کے برخلاف ہے اور آتھم صاحب نے ہرگز یہ عذر نہیں کیا۔ اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ ہماری جماعت صرف پندرہ آدمی ہیں

بلکہ وہ کئی ہزار اہلِ علم اور عاقل آدمی ہیں جن میں بہت سے معزز مولوی صاحبان بھی داخل ہیں۔ اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ تمام مسلمان آتھم صاحب کی فتح پر یقین رکھتے ہیں اور پیشگوئی کو جھوٹی جانتے ہیں۔ کیونکہ ہماری نظر میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں کہ وہ سچے دل سے سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی اپنے دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو پر پوری ہوگئی۔ سو چونکہ فتح مسیح صاحب نے اپنی قدیم عادت کی وجہ سے یہ ایک صریح جھوٹ بولا ہے جیسا کہ بٹالہ میں ایک مرتبہ اپنے ملہم ہونے کا ایک جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لیے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ مکروہ جھوٹ ان کا پبلک پر کھول دیا جائے۔ سو ہم اشتہار دیتے ہیں کہ فتح مسیح صاحب اگر سچے ہیں تو بذریعہ کسی چھپی ہوئی تحریر کے ہم کو اطلاع دیں کہ کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط وہ چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں جو حقیقت میں پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور پادری صاحبوں کو شکست آئی۔ اگر ہم پندرہ سے سوگُنا زیادہ پیش کر دیں تو کیا وہ آتھم صاحب سے قسم دلائیں گے یا نہیں۔ بیشک ان کی عیسائی ایمانداری کا اب یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ اپنی بات اور دعویٰ پر قائم رہ کر بلاتوقف ہمیں اطلاع دیں کہ کس عدد کے پیش کرنے پر وہ آتھم صاحب سے قسم دلاویں گے۔ کیا ہزار یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار آدمی کے دستخط پر ان کا پندرہ کا دعویٰ باطل ہو جائے گا یا نہیں۔ ہم ہر طرح اس بات کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں۔ پادری فتح مسیح صاحب کو چاہیے کہ جلد اطلاع دیں کہ پندرہ سے زیادہ ان کی اصطلاح میں کس قدر جماعت کا نام ہے۔ اور ان کے نزدیک جس قدر کا نام کلیسیا ہے۔ وہ جماعت کس عدد تک ہے تا اسی قدر جماعت کے دستخط کرا کر ان کے پاس بھیجے جائیں۔ اور ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسے محضر نامہ کے پہنچنے کے بعد فی الفور آتھم صاحب کو میدان میں لاویں۔ اور اگر وہ اشتہار کے شائع ہونے کی تاریخ سے بیس ۲۰ دن تک ایسی درخواست نہ بھیجیں تو ایک دوسرے اشتہار سے ان کی دروغگوئی شائع کی جائے گی۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ دس ہزار مسلمان کا بھی یہ تحریری بیان پیش کیا جائے کہ آتھم صاحب کے متعلق پیشگوئی سچی نکلی ہے، مگر تب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ اگر پادری صاحبان ملامت کرتے کرتے ان کو ذبح بھی کر

ڈالیں۔ تب بھی وہ میرے مقابل پر قسم کھانے کے لیے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ دل میں جانتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ میری سچائی کے لیے یہ نمایاں دلیل کافی ہے کہ آتھم صاحب میرے مقابل پر میرے مواجہ میں ہرگز قسم نہیں اُٹھائیں گے اگرچہ عیسائی لوگ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں اور اگر وہ قسم کھالیں تو یہ پیشگوئی بلاشبہ دوسرے پہلو پر پوری ہو جائے گی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ بدبخت انسان چاہتا ہے کہ اپنے مُنہ کی پُھونکوں سے سچائی کے نُور کو بجھا دے۔ مگر وہ نور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اسکی الٰہی طاقت محافظ ہوتی ہے وہ کسی کے بجھائے سے بُجھ نہیں سکتا۔ اب ہم منتظر رہیں گے کہ پادری فتح مسیح کی طرف سے کیا جواب آتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی ایسا جواب نہیں آئے گا جو ایمانداری اور طلب حق پر مبنی ہو۔ صرف جھوٹا عذر ہوگا جس کی بدبو دور سے آئے گی۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔**

المشتہــــــــــــــــــــــــــــــر

خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیان ۳۰؍دسمبر ۱۸۹۵ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے چار صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد۴ صفحہ ۶۶ تا ۷۰)

(۱۴۷)

ضیاء الحق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ[۱]

رسالہ ضیاء الحق کی نسبت ہمارا یہ ارادہ تھا کہ منن الرحمٰن کے ساتھ اس کو شائع کریں اور اسی کے حصوں میں سے ایک حصّہ اس کو ٹھہراویں، لیکن بالفعل ہم نے رسالہ مذکورہ کی چند کاپیوں کا شائع کرنا اس لیے مناسب سمجھا کہ بعض ناواقف اور متعصب اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گویا وہ پیشگوئی جو آتھم کی نسبت کی گئی تھی وہ غلط نکلی۔ سو جس قدر ضیاء الحق کی کاپیاں اب ہم اپنے ہاتھ سے روانہ کرتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی درخواست پر ہرگز یہ رسالہ روانہ نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں کہ درخواست کنندہ منن الرّحمٰن کی خریداری کی درخواست کرے۔ کیونکہ یہ رسالہ اسی کتاب کا ایک حصہ کیا گیا ہے۔ اور کتاب منن الرحمٰن انشاء اللہ دسمبر ۱۸۹۵ء تک چھپ جائے گی۔ تب اس کے نکلنے کے وقت یہ رسالہ بھی ایک حصہ اس کا متصور ہو کر شائع کیا جائے گا۔ بالفعل ہم چند نسخے جو پچاس[۵۰] سے زیادہ نہیں محض اس غرض سے شائع کرتے ہیں کہ تا آتھم کے مقدمہ میں ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جلد تر اس غلط فہمی کے گڑھے سے نکالیں کیونکہ ہمارے اندھے مخالف اب تک اس سچائی کو دیکھ نہیں سکے جو پیشگوئی میں چمک رہی ہے چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ہم نے نور افشاں ۱۳ ستمبر ۱۸۹۵ء میں پرچہ بھارت سدھار ۲۴ اگست ۱۸۹۵ء کا ایک مضمون پڑھا ہے جس میں صاحب پرچہ یہ لکھتا ہے

---

[۱] ترجمہ۔ اگر چمگادڑ جیسی آنکھوں والے دن کے وقت نہ دیکھ سکیں، تو روشنی کے سرچشمہ سورج کا کیا قصور؟

کہ ایک سال اور بھی گزر گیا اور عبد اللہ آتھم اب تک زندہ موجود ہیں۔ فقط جو لوگ ایسے خیالات شائع کرتے ہیں اُن کی حالت دوؔ صورتوں سے خالی نہیں۔ ایک تو یہ کہ شاید اب تک انہوں نے ہمارے رسالہ انوار الاسلام کو بھی نہیں دیکھا جس میں اُن تمام وساوس کا جواب مفصل موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ گو انہوں نے رسالہ انوار الاسلام کو دیکھا ہو بلکہ دوسرے تمام اشتہاروں کو بھی دیکھ لیا ہو مگر وہ تعصّب جو آنکھوں کو اندھا کر دیتا اور دل کو تاریک کر دیتا ہے اس نے دیکھا ہوا بھی اَن دیکھا کر دیا۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی عقل پر، انہوں نے تو انسان بن کر انسانیت کو بھی داغ لگایا۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا تھا کہ اگر عبد اللہ آتھم ہماری درخواست پر ہمارے سامنے وہ قسم نہیں کھائے گا جس کے الفاظ بارہا ہم نے اپنے اشتہاروں میں شائع کئے ہیں تب بھی وہ ضرور ایک سال تک مر جائے گا اور جبکہ ہم نے ایسا اشتہار کوئی شائع نہیں کیا بلکہ اس کا سال کے اندر فوت ہو جانا قسم کے ساتھ مشروط رکھا تھا۔ پس اس صورت میں تو اسکے ایک سال تک نہ مرنے کی وجہ سے ہماری ہی سچائی ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس نے اپنی اس گریز سے جو رجوع الی الحق پر ایک واضح دلیل تھی کُھلا کُھلا فائدہ اُٹھالیا۔ یہ الزام تو اس وقت زیبا تھا کہ وہ ہمارے مقابل پر میدان میں آکر اُس قسم کو بالفاظ کھالیتا جو ہم نے پیش کی تھی اور پھر سال کے اندر فوت نہ ہوتا۔ ہم نے تو چار ہزار روپیہ پیش کر کے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا کہ آتھم صاحب شرطی روپیہ پہلے جمع کرالیں اور جلسۂ عام میں تین مرتبہ یہ قسم کھائیں کہ **پیشگوئی کے دنوں میں ہرگز مَیں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز اسلام کی عظمت میرے دل پر مؤثر نہیں ہوئی۔ اور اگر مَیں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا ایک سال تک مجھ کو موت دے کر میرا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر۔** یہ مضمون تھا جو ہم نے نہ ایک مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ شائع کیا۔ اور ہم نے ایک ہزار سے چار ہزار تک انعام کی نوبت پہنچائی اور کئی دفعہ کہہ دیا تھا کہ یہ زبانی دعویٰ نہیں۔ پہلے روپیہ جمع کرالو اور پھر قسم کھاؤ۔ اور اگر ہم روپیہ داخل نہ کریں اور صرف فضول گوئی ثابت ہو تو پھر ہمارے جھوٹے ہونے کے لیے کسی اَور دلیل کی حاجت نہیں، لیکن کوئی ہمیں سمجھا دے کہ آتھم نے ان باتوں کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ میدان میں آیا۔ کیا

اس نے قسم کھالی۔ کیا اس نے ہم سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ کیا اُس نے اپنے اُس بیان کو بپایۂ ثبوت پہنچا دیا کہ مَیں ایام پیشگوئی میں ڈرتا تو ضرور رہا مگر اسلام کی عظمت سے نہیں بلکہ تین حملے بندوقوں اور تلواروں والوں نے میرے پر کئے۔ جن میں سے پہلا حملہ تعلیم یافتہ سانپ کا تھا جس نے امرتسر سے نکالا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس الہام کا صاف یہ مطلب تھا کہ صرف اس صورت میں آتھم صاحب پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرائے جائیں گے کہ جب وہ حق کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔ اور آپ لوگوں کو اس بات کا بھی اقرار کرنا عقلاً وانصافاً ضروری ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ انہوں نے رجوع بحق کیا تھا تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ وہ مرنے سے محفوظ رکھا جاتا۔ کیونکہ اگر تب بھی مر جاتا تو اس میں کیا شک ہے کہ اس صورت میں پیشگوئی کی شرط جھوٹی ٹھہرتی۔ بلکہ پیشگوئی ہی باطل ثابت ہوتی۔ وجہ یہ کہ پیشگوئی کا مفہوم یہی چاہتا تھا کہ شرط کے پُوری کرنے کی حالت میں ضرور آتھم میعاد معینہ میں زندہ رہے۔ اب جبکہ یہ امر طے ہوگیا کہ پیشگوئی صرف موت کی ہی خبر نہیں دیتی تھی بلکہ اپنے دوسرے پہلو سے آتھم کو اس کی حیات کی بھی خوشخبری دیتی تھی اور شرط کے بجالانے کے وقت اس کا زندہ رہنا ایسا ہی پیشگوئی کی سچائی پر دلالت کرتا تھا جیسا کہ اس صورت میں دلالت کرتا کہ وہ بوجہ عدم پابندئ شرط فوت ہوجاتا تو پھر یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ پیشگوئی کی شرط کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور نہ خدا سے ڈرتے ہیں اور نہ اُس ذلّت سے جو انصاف کو چھوڑنے کی حالت میں لعنت کی طرح دامنگیر ہوجاتی ہے۔

صاحبو اگر پہلے نہیں سمجھا تو اب سمجھ لو کہ یہ پیشگوئی درحقیقت دو پہلو رکھتی تھی جس کی تاثیر نہ صرف مرنا تھا بلکہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے زندہ رہنا اور موت سے بچ جانا بھی اس کی ضروری تاثیر تھی۔ پھر اگر ہمارے مخالفوں اور جلد بازوں کے دلوں میں انصاف ہوتا تو صرف عدم موت پر سیاپا نہ کیا جاتا بلکہ شرط کے مفہوم کو تنقیح طلب امر ٹھہراتے۔ یعنی یہ امر کہ آیا آتھم نے حق کی طرف رجوع کیا یا نہیں پھر اگر دیکھتے کہ اس کے اُن حالات سے جو اُس نے پیشگوئی کے اثناء میں ظاہر کئے۔ اور ان حالات سے جو مطالبہ قسم کے وقت اُس نے دکھلائے رجوع ثابت نہیں ہوتا تو جس طرح چاہتے شور

مچاتے، لیکن افسوس کہ ان ظالم بداندیشوں نے اس طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ اے دُنیا کے دانشمند وخدا کے لیے بھی کچھ عقل خرچ کرو۔ اور ذرا سوچو کہ جس حالت میں پیشگوئی میں شرط موجود تھی اور آتھم نے نہ صرف اپنے مضطربانہ افعال سے ثابت کیا کہ پیشگوئی کے اثناء میں عیسائیت کا استقلال اس سے الگ ہوگیا تھا اور اسلامی عظمت نے ایک دیوانہ سا اس کو بنا دیا تھا۔ بلکہ اُس نے اپنی زبان سے بھی اقرار کیا جونور افشاں میں چھپ گیا کہ مَیں اثناء پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا لیکن نہ اسلام سے بلکہ اس لیے کہ میرے پر متواتر تین حملے ہوئے یعنی امرت سر اور لدھیانہ اور فیروز پور میں۔ مگر وہ ان حملوں کو ثابت نہ کرسکا بلکہ مارٹن کلارک وغیرہ نے نالش کے لیے اس کو بہت اُٹھایا اور بہت ہی زور لگایا جس سے اس نے صاف انکار کر دیا اور میّت کی طرح اپنے تئیں بنالیا۔ اگر وہ سچا تھا تو سچائی کا جوش ضرور اس میں ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر اپنے لیے نہیں تو اپنے دین کے لیے ضرور اس بات کا ثبوت دینا اس کے ذمہ تھا کہ جس ڈر کا اس کو اقرار ہے وہ محض تین حملوں کے وجہ سے تھا، نہ اسلامی عظمت کی وجہ سے۔ اور ہر یک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے اپنے اس دعویٰ کا ثبوت نہیں دیا جو بطور روک کے اس کی طرف سے پیش ہوا تھا بلکہ تین حملوں کا ڈر ایک بے ثبوت بناوٹ اور بیہودہ روک تھی جو واقعی ڈر کے مخفی رکھنے کے لیے پیش کی گئی تھی۔ اگر وہ سچا ہوتا تو ضرور نالش کر کے اس کو ثابت کرتا یا کسی اور طور سے اس واقعہ کو بپایۂ ثبوت پہنچاتا۔ پس جبکہ اس نے خوف کا اقرار تو کیا مگر ان وجوہ کو ثابت نہ کرسکا جو خوف کی بنیاد ٹھہرائی تھی تو ضروری طور پر اس خوف کو پیشگوئی کی عظمت اور اسلام کے رُعب کی طرف منسوب کرنا پڑا۔ اس صورت میں ہمیں کچھ ضرور نہیں تھا کہ کوئی انعامی اشتہار دیتے یا قسم کے لیے اس کو مجبور کرتے۔ کیونکہ ان قرائن نے جو اُس نے آپ ہی اپنے اقوال اور افعال اور حرکات سے ظاہر کئے تھے، اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا تھا کہ وہ ضرور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا اور قرآن کریم اور نیز عیسائیوں کی کتابوں کے موافق رجوع کے لیے اسی قدر بات کافی تھی کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت کو مان لیا۔ مگر ہم نے صرف اس قرائنی ثبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ متواتر چار اشتہار مع انعام رقم کثیر کے جاری کئے اور اُن میں لکھا کہ وہ قرائن جو تم نے آپ ہی اپنے افعال اور اقوال اور حرکات سے پیدا

کئے تمہیں اس امر کا ملزم کرتے ہیں کہ تم ضرور عظمت اسلامی سے ڈر کر اُس شرط کو پُورا کرنے والے ٹھہرے جو پیشگوئی میں درج تھی پھر اگر تم سے بہت ہی نرمی کریں اور فرض کے طور پر ثابت امر کو مشتبہ تصور کر لیں تب بھی اس اشتباہ کا دُور کرنا جو تم نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا انصافاً و قانوناً تمہارے ہی ذمہ ہے۔ سو اس کا تصفیہ یوں ہے کہ اگر وہ خوف جس کا تمہیں خود اقرار ہے اسلام کی عظمت سے نہیں تھا بلکہ کسی اور وجہ سے تھا تو قسم کھا جاؤ۔ اور اس قسم پر تمہیں چار ہزار روپیہ نقد ملے گا اور ایک سال گزرنے کے بعد اگر تم سالم رہ گئے تو وہ سب روپیہ تمہارا ہی ہو جائے گا، لیکن اس نے ہرگز قسم نہ کھائی۔ مَیں نے اس کو اس کے خدا کی بھی قسم دی۔ مگر حق کی ہیبت کچھ ایسی دل پر بیٹھ گئی تھی کہ اس طرف منہ کرنا بھی اس کو موت کے برابر تھا۔ مَیں نے اس پر یہ بھی ثابت کر دیا کہ عیسائی مذہب میں کسی نزاع کے فیصلہ کرنے کے لیے قسم کھانا منع نہیں بلکہ ضروری ہے۔ مگر آتھم نے ذرّہ توجہ نہ کی۔ اب ایماناً سوچو کہ یہ امر تنقیح طلب جو سچی رائے ظاہر کرنے کا مدار تھا کس کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور کون بھاگ گیا۔

اے مخالف لوگو! کیا کوئی تم میں سے سوچنے والا نہیں! کیا ایک بھی نہیں؟ کیا کسی کو بھی خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ کیا کوئی بھی تم میں سے ایسا نہیں کہ جو سیدھے دل سے اس واقعہ میں غور کرے۔ اس قدر افتراء کیوں ہے۔ کیوں دلوں پر ایسے پردے ہیں جو سیدھی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس بات کو کہتے ہوئے کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ کیوں تم کو خدا کا خوف نہیں پکڑتا۔ کیوں تمہارا دل کانپ نہیں جاتا۔ کیا تم انسان ہو یا بالکل مسخ ہو گئے۔ وہ آنکھیں کہاں گئیں جو حق کو دیکھتی ہیں۔ وہ دل کدھر چلے گئے جو سچائی کو فی الفور سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے کوئی بے ایمانی بڑھ کر نہیں کہ جو سچی بات کو ناحق جھوٹ بنایا جاوے۔ اور نہ اس سے کوئی بدذاتی زیادہ بدتر ہے جو جھوٹ پر خواہ نخواہ ضد کی جاوے۔ اب کون سے دلائل باقی ہیں جو ہم تمہارے پاس بیان کریں اور ثبوت میں کونسی کسر رہ گئی ہے جو وہ کسر نکالی جاوے۔ خدایا یہ کیسے اندھے ہیں کہ اس بات کو مُنہ پر لانے کے وقت کہ پیشگوئی غلط نکلی، پیشگوئی کی شرط کو بھول جاتے ہیں۔ یا الٰہی یہ کیسی بے ایمانی اور بدذاتی ہے جو ہمیں ناحق بار بار ستایا جاتا ہے اور

کوئی بھلا مانس آتھم کو جا کرنہیں پوچھتا کہ تم اس ضروری قسم سے کیوں گریز کر گئے اور کیوں عیسائی مذہب پر سیاہی مَل دی۔ اور کیوں ایسی قسم نہ کھائی جو عقلاً وانصافاً وقانوناً نہایت ضروری تھی اور تم پر واجب ہو چکی تھی۔

اے لوگو اس قدر غلو سے باز آجاؤ اور ڈرو کیونکہ وہ ہستی حق ہے جس کو تم بھولتے ہو اور وہ پاک ذات سچ ہے جس کی اس تعصب میں تمہیں کچھ بھی پروا نہیں۔ اُس سے ڈرو۔ کیونکہ کوئی بیہودہ بات نہیں جس کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور مجھے اسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آتھم اب بھی قسم کھانا چاہے اور انہیں الفاظ کے ساتھ جو مَیں پیش کرتا ہوں ایک مجمع میں میرے روبُرو تین مرتبہ قسم کھاوے اور ہم آمین کہیں تو مَیں اسی وقت چار ہزار روپیہ اس کو دُوں گا۔ اگر تاریخِ قسم سے ایک سال تک زندہ سالم رہا تو وہ اس کا روپیہ ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد یہ تمام قومیں مجھ کو جو سزا چاہیں دیں۔ اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو مَیں عذر نہیں کروں گا۔ اور اگر دُنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں جو سخت تر سزا ہے تو مَیں انکار نہیں کروں گا اور خود میرے لیے اس سے زیادہ کوئی رُسوائی نہیں ہوگی کہ مَیں ان کی قسم کے بعد جس کی میرے ہی الہام پر بنا ہے جُھوٹا نکلوں۔

پس اے یاوہ گو لوگو! بد ذاتی کے منصوبوں کو چھوڑو اور کسی طرح آتھم صاحب کو اس بات پر راضی کرو تا راستبازوں کے حق میں وہ فیصلہ ہو جائے جو ہمیشہ سنت اللہ کے موافق ہوا کرتا ہے اور اگر صرف گالیاں دینا مطلب ہے تو ہم تمہارا منہ پکڑ نہیں سکتے اور نہ کچھ اس سے غرض ہے کیونکہ قدیم سے یہی سنّت اللہ ہے کہ ہمیشہ نابکار اور بدسرشت سچوں کو گالیاں دیا کرتے ہیں اور ہر یک طرف سے دُکھ

نوٹ نمبر ۱۔ آتھم نے قسم کھا کر اس شُبہ کو دُور نہ کیا جو ڈرتے رہنے کے اقرار سے اس کی نسبت جم گیا تھا۔ بلکہ قسم کھانے سے سخت گریز کر کے ایک اور شبہ اپنے پر قائم کر لیا۔ منہ

نوٹ نمبر ۲۔ شیخ بٹالوی محمد حسین نے مولوی نواب صدیق حسن خان کو مجدّد صدی چہار دہم ٹھہرایا تھا۔ سو وہ صدی کے آتے ہی اس جہان سے گذر گئے اور بعض ملاؤں نے مولوی عبدالحی لکھنوی کو اس صدی کا مجدّد خیال کیا تھا۔ انہوں نے بھی پہلے فوت ہو کر اپنے ایسے دوستوں کو شرمندہ کیا۔ منہ

دیا جاتا ہے اور آخر انجام اُن کے لیے ہوتا ہے۔ میں آج تم میں ظاہر نہیں ہوا بلکہ سولہ برس سے حق کی دعوت کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ بھی سمجھ نہیں کہ مفتری جلد ضائع ہو جاتا ہے اور خدا پر جھوٹ بولنے والا جھاگ کی طرح نابود کیا جاتا ہے۔ جن کو لوگ اس صدی کے لیے سچے مجدّد کہتے تھے وہ مدت ہوئی کہ مَر گئے اور جو اُن کی نظر میں جھوٹا ہے وہ اب تک صدی کے باراں برس گذرنے پر بھی زندہ ہے۔ پس اے مسلمان مخالفو جو اپنے تئیں مسلمان سمجھتے ہو اپنی جانوں پر رحم کرو کیونکہ یہ اسلام نہیں ہے جو تم سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نئی صدی نے تمہیں ایک مجدّد کی حدیث یاد دلائی۔ تم نے اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ کسوف خسوف نے تمہیں مہدی کے آنے کی بشارت دی۔ مگر تم نے اس کو بھی ایک بیہودہ بات کی طرح ٹال دیا۔ تمام بزرگوں کی فراستیں اور مکاشفات مسیح موعود کے لیے ایک اجماعی قول کی طرح چودھویں صدی تک تم نے سُن لیں۔ پر تم نے اس کو بھی ردّ کر دیا۔ قرآن کو چھوڑا۔ اور ان حدیثوں کو بھی ترک کر دیا جو قرآن کے مطابق ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ تم کاذب ہو۔ ضرور تھا کہ تم اس آخری صادق کے مکذّب ہوتے کیونکہ جو کچھ اُس پاک نبی نے تمہارے حق میں فرمایا تھا۔ ضرور تھا کہ وہ سب پُورا ہو۔

بعض لوگ نہایت ناسمجھی سے کہا کرتے ہیں کہ اس طور سے پیشگوئی کے پورے ہونے میں فائدہ کیا نکلا اور حق کے طالبوں کو کیا فیض حاصل ہوا۔ سو انہیں اگر دانشمند ہیں تو اُن تمام پیشگوئیوں کو نظر کے سامنے لے آنا چاہیے جو خدا کے پاک نبیوں کی معرفت پوری ہوئیں تا معلوم ہو کہ پیشگوئیوں میں خدا تعالیٰ کی ایک خاص غرض نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض وقت قدرت کا ظاہر کرنا مدّنظر ہوتا ہے اور بعض وقت اُن علوم اور اسرار کا ظاہر کرنا مقصود الٰہی ہوتا ہے جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں جن کو عوام نہیں جانتے اور بعض وقت ایک باریک پیشگوئی لوگوں کے امتحان کے لیے ہوتی ہے تا خدا تعالیٰ انہیں دکھلا وے کہ اُن کی عقلیں کہاں تک ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ حدیثِ نبوی کی رُو سے اس پیشگوئی میں کج لوگوں کا امتحان بھی منظور تھا اس لیے باریک طور پر پوری ہوئی۔ مگر اس کے اور بھی

لوازم ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں گے جیسا کہ کشفِ ساق کی پیشگوئی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

راقــــــــــــــــم

میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

قادیان۔ گورداسپور

ہماری نئی تالیفات

ست بچن آریہ دھرم

(یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ کے ۸ صفحوں پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۷۱ تا ۷۹)

---

(۱۴۸)

جُمعہ کی تعطیل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ امابعد اے بردران دین وغمخواران شرع متین ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مَیں نے پہلے اس سے محض ہمدردی دین اسلام کی نیّت سے گورنمنٹ میں ایک عرضداشت مسلمانوں کی طرف سے بھیجنے کی تجویز کی تھی اور یہ چاہا تھا کہ جو مخالفوں کی طرف سے تحقیر اور توہین ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو رہی ہے اور نا خدا ترس مخالف انواع اقسام کی بیجا تہمتیں اور بے اصل بہتان اس سیّد المعصومین پر لگا رہے ہیں اور سبّ وشتم اور سخت زبانی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے، اس کے روکنے کے لیے کوئی احسن انتظام ہو جائے چنانچہ اسی غرض کے لیے مَیں نے یہ کوشش کی کہ غیرت مند مسلمان اس عرضداشت پر دستخط کریں اور اس قانون کو پاس کرانا چاہیں کہ آئندہ کُل مذہبی مباحثات و مناظرات کو خواہ تحریری ہوں یا تقریری دو شرطوں میں محدود کر دیا جائے یعنی یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر کوئی ایسا اعتراض نہ کرے جو خود اسی کے مذہب پر وارد ہوتا ہو کیونکہ یہ امر نیک نیتی کے برخلاف ہے۔ دوسری یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر ایسے طور سے اعتراض کرنے کا مجاز نہ ہو کہ اعتراض کی بنا وہ کتابیں ٹھہرائی ہوں جو فریق معترض علیہ کی اُن مسلّمہ مقبولہ کتابوں میں سے نہیں ہیں جن کے ناموں کی فہرست وہ چھاپ کر شائع کر چکا ہو۔ یہ انتظام

ایسا تھا کہ نہ صرف اسلام کو مفید تھا بلکہ ہر ایک گروہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا اور ایسی سرگرمی سے یہ اشتہار شائع کئے گئے کہ چندروز میں پانچ ہزار سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے دستخط ہو کر میرے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ دو ہزار پچھتر دستخط کا ہونا تو مَیں پہلے ہی شائع کر چکا ہوں اور بعد میں جو دستخط پہنچے ان کے ملانے سے پانچ ہزار کی نوبت پہنچی۔ اور مجھے یقین تھا کہ اگر یہ کام دو ماہ تک بھی ہمارے ہاتھ میں رہتا تو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار تک بڑی آسانی سے عرضداشت پر مسلمانوں کے دستخط ہو جاتے اور تین چار ماہ تک تو یقینی اور قطعی امر تھا کہ ایک لاکھ معزز مسلمانوں کے دستخط ہو کر درخواست کو گورنمنٹ کی خدمت میں روانہ کیا جاتا۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہمارے اشتہارات کے شائع ہونے کے ساتھ ہی ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مَیں اس کام کو بہت جلدی انجام دے دوں گا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ گورنمنٹ سے اس کام کو منظور بھی کرا دوں گا کیونکہ میرا گورنمنٹ میں نہایت درجہ رسوخ ہے اور درخواست کی کہ تم اس کام سے بکلّی کنارہ کش ہو کر یہ کام میرے سپرد کر دو پھر دیکھو کہ کیسی کامیابی میرے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ سو مَیں نے مولوی صاحب موصوف کی اس تحریر کو پڑھ کر خیال کیا کہ جس حالت میں انہوں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس قانون کو پاس کرا سکتے ہیں اور بڑے زور سے وعدہ کیا ہے کہ کامیابی کی بڑی امید ہے تو بہتر ہے کہ اُن کی درخواست کے موافق ہم اس کام سے کنارہ کش ہو جائیں اور اُن کی شرط کے موافق اپنا اور اپنی جماعت کا قدم بیچ سے نکال دیں۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا اور ۳۱؍ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنے استعفاء اور کنارہ کشی کا اشتہار[1] شائع کر دیا اور لکھ دیا کہ اب یہ کام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ یقین دلاتے ہیں کہ احسن طور پر اس کام کو انجام دیں گے اور بڑی اُمید دلاتے ہیں کہ حسب مرضی ہمارے قانون توسیع دفعہ ۲۹۸ کو پاس کرا دیں گے۔ مگر افسوس کہ آج تک اس پر دو مہینہ سے کچھ زیادہ گذر گئے مگر اب تک کوئی کارروائی ان کی ظہور میں نہیں آئی اور نہ آئندہ آنے کی اُمید ہے کیونکہ پہلے تو انہوں نے بڑے زور شور سے

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۷۱ پر زیر نمبر ۱۳۵ درج ہے۔ (مرتب)

زرد چو ورقہ اس کام کے پورا کر دینے کے لیے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر میرے ہاتھ میں یہ کام دیا جائے تو مَیں اس کو حسب المراد انجام دے دُوں گا، لیکن جب یہ کام ان کو سُپرد کیا گیا تو چونکہ اُن کی صرف اتنی ہی غرض تھی کہ ہمارا چلتا ہوا کام روک دیا جائے اس لیے وہ چپکے ہو کر بیٹھ گئے اور میری طرف ایک خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ تم اپنی کتابیں کہ جو حال میں مخالفینِ مذہب کے حملوں کے ردّ میں لکھی گئی ہیں شائع ہونے سے روک دو اور اس طرح اُن کو تلف کر کے وہ بُرا اثر لوگوں میں پھیلنے دو جس کے مٹانے کے لیے یہ تالیفات ہیں تب میں یہ کارروائی کروں گا ورنہ نہیں، جب یہ خط ان کا پہنچا تو مجھ کو ان کے حال پر رونا آیا کہ یاالٰہی ان لوگوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ عجیب تحکّم ہے کہ ہمارے مخالف ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح گالیاں دیں۔ طرح طرح کی ناپاک تہمتیں لگاویں یہاں تک کہ نعوذ باللہ زنا وڈکیتی وغیرہ کے بہتان اُس پاک ذات کی نسبت شائع کریں اور نہایت بُری باتیں آنجناب کے حق میں کہیں۔ اور یہ مولوی ہمیں اس قدر قلم اُٹھانے سے بھی منع کریں کہ ہم بطریق مدافعت ان کا جواب لکھیں اور اُن کی زہرناک باتوں سے لوگوں کو بچاویں اور دستخط کرانے کے لیے یہ شرط ٹھہراویں کہ مخالف جو چاہیں کریں مگر ہم اپنے پیارے رسول کی عزت کے لیے کچھ بھی غیرت نہ دکھلاویں۔ ہائے افسوس یہ کیسا زمانہ ہے۔ یہی قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اگر یہ مولوی صاحب پہلے ہمارے مخالفوں کو اسلام پر حملہ کرنے سے روکتے اُن کی کتابیں اور رسالے اور اخباریں شائع ہونے سے بند کرا دیتے اور پھر ہمیں بھی بند کرنے کے لیے کہتے یا بالمقابل ان سے بھی بند کرنے کا وعدہ لے لیتے تو ایک بات بھی تھی مگر یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ہم تو پانچ چھ سال تک جب تک گورنمنٹ قانون پاس نہ کرے مخالفوں کی گالیاں اور جھوٹے الزام سُن کر ان کے زہرناک اثر روکنے کے لیے مجاز نہ ہوں مگر وہ لوگ جو چاہیں سو کریں۔

پھر جس حالت میں ہماری کتابوں میں صرف **واقعات صحیحہ** کا بیان ہے اور تمام مخالفوں کی کتابیں بیجا افتراؤں سے بھری ہوئی ہیں تو کیا ہماری کتابوں کو شائع ہونے سے روکنا اور اُن کی کتابوں

کے شائع ہونے پر رضامندی ظاہر کرنا کسی سچے مسلمان کا کام ہے۔ اگر مولوی صاحب آریوں اور پادریوں کے وکیل بن کر ہماری کتابوں پر کوئی نکتہ چینی کریں اور کوئی افترا ثابت کرنا چاہیں تو ہرگز ان کو میسر نہ ہوگا مگر ہم آریوں اور پادریوں کے صدہا افترا ثابت کرتے ہیں۔

اب حاصل کلام یہ کہ اس طرح پر مولوی صاحب موصوف نے ہماری اس کارروائی کو برباد کیا۔ لوگ اس انتظار میں ہوں گے کہ مولوی صاحب کچھ کام کر رہے ہیں۔ مگر مولوی صاحب کا مطلب صرف دین کو نقصان پہنچانا تھا اور ہمارے کام میں حرج ڈالنا تھا۔ اُن کو ہماری کتابوں کے تلف کرنے کی کیوں فکر پڑ گئی اور مخالفوں کی وہ کروڑہا کتابیں ان کو بھول گئیں جو گالیوں اور بہتانوں سے بھری ہوئی ہیں یہ تو ظاہر تھا کہ قانون پاس ہونے سے ایسے لوگوں کی کتابیں خود ردّی ہو جائیں گی جو خلافِ واقعہ باتوں پر مشتمل ہوں گی اور اُن کی اشاعت ایک جُرم میں داخل ہوگی۔ انہیں اغراض کے لیے تو قانون کی حاجت تھی۔ غرض مولوی محمد حسین صاحب کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اُن سے یہ کام ہونا ممکن نہیں اگر ان میں ایک ذرّہ اسلام کی خیرخواہی باقی ہے تو چاہیے کہ اپنا استعفا اسی طرح شائع کریں جس طرح ہم نے شائع کیا تھا اور خدا تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی چاہیں جو ناحق فضول گوئی سے چلتے کام کو روک دیا اور ہم یہ وعدہ نہیں کرتے کہ ضرور قانون کو پاس کرا دیں گے۔ یہ امر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، لیکن ہم مولوی صاحب کی طرح فارغ نہیں بیٹھیں گے اور جہاں تک بشری طاقت ہے اس کام کے لیے کوشش کریں گے۔

اب اے بھائیو ایک دوسرا کام ہے جو مَیں شروع کرنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ یقیناً سمجھیں کہ سرکار انگریزی اس درخت کی طرح ہے جو پھلوں سے لدا ہوا ہو اور ہر ایک شخص جو میوہ چینی کے قواعد کی رعایت سے اس درخت کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے تو کوئی نہ کوئی پھل اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ ہماری بہت سی مرادیں ہیں جن کا مرجع اور مدار خدائے تعالیٰ نے اس گورنمنٹ کو بنا دیا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ ساری مرادیں اس مہربان گورنمنٹ سے ہمیں حاصل ہوں۔ مگر اس

مقصد کے بعد جو دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کے متعلق ہے ایک اور ہمارا مقصد ہے جس کے حصول سے پنجاب اور ہندوستان کے مسلمانوں کو گورنمنٹ کی عنایات سے وہ عزت ملے گی جس کو وہ مدّت دراز سے کھو چکے ہیں۔ اور اس صورت میں ایک نئی شکر گزاری کے گیت اُن پر واجب ہوں گے اور نہایت خوشی سے گورنمنٹ کی بقاءِ دولت اور حکومت کے لیے نعرے ماریں گے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ جب سے اس ملک ہند میں اسلامی سلطنت نے اپنی بنیاد ڈالی تب سے جمعہ کی تعطیل صدہا برسوں سے اس ملک میں جاری رہی۔ چنانچہ اس کے آثارِ باقیہ میں سے یہ بات ہے کہ اب تک بعض ریاستوں میں باوجود ہندو ہونے کے جمعہ کی تعطیل ریاست کے دفتروں اور عدالتوں میں رہی ہے اور چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے اتوار کی تعطیل کو مقرر کر کے عیسائیوں اور ہندوؤں کو وہ حق دے دیا ہے جو ایک مذہبی دن کے متعلق ان کو ملنا چاہیے تھا تو پھر مسلمان بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ اس مہربان گورنمنٹ سے اپنے حق کا بھی ادب اور انکسار کے ساتھ مطالبہ کریں۔

بھائیو! آپ خوب جانتے ہو کہ جمعہ اسلام میں صرف ایک عید کا ہی دن نہیں بلکہ وہ تجدیدِ احکام دین کا بھی ایک خاص روز ہے جس میں مسلمانوں کے کانوں میں اسلام کی پاک وصایا تازہ طور پر پڑتی ہیں اور بُھولے ہوئے مسائل نئے سرے سے کہ یاد دلائے جاتے ہیں۔ اس دن میں ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ مسجد میں حاضر ہو اور دینی وصایا کو سنے اور اپنے ایمان کو تازہ کرے اور اپنی معلومات کو بڑھاوے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس نحوست سے کہ ملازمت پیشہ لوگوں کو جمعہ کے لیے فرصت نہیں ملتی بہت سی مسجدیں ویران نظر آتی ہیں چونکہ جمعہ مسلمانوں کے لیے دو قسم کے غسل کا دن ہے۔ ایک جسم کا غسل جس کے بعد سفید پوشاک پہنی جاتی ہے اور ایک دل کا غسل یعنی توبہ اور استغفار جس کے بعد لِبَاسُ التَّقْوٰی پہنایا جاتا ہے اس لیے جمعہ میں یہ خاصیّت ہے کہ جو شخص اخلاص اور سچّی ایمانداری سے جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا رہے اور ہدایتوں کو سُنتا رہے اور گھر میں توبہ نصوح کا تحفہ ساتھ لاتا رہے اُس کو دوسرے دنوں میں بھی نماز کی توفیق دی جاتی ہے اور جمعیتِ باطنی اس کو عطا کی جاتی ہے جس کی طرف جمعہ کے لفظ میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ علاوہ اس کے اس سے مومنوں کا تعارف بڑھتا

ہے۔بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے۔ نیک اخلاق میں ایک شخص دوسرے کا وارث بن جاتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں خاص طور پر جمعہ کے لیے تاکید کی ہے بلکہ سورۃ کا نام بھی سورہ جمعہ رکھ دیا ہے۔ اور احادیث[1] میں جمعہ کے ترک کرنے میں سخت وعید بھی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ہر ایک مسلمان گورنمنٹ سے اس حق کے طلب کرنے کے لیے اس درخواست پر دستخط کرے جو اسی غرض سے گورنمنٹ میں بھیجی جائے گی جس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ اور یاد رکھیں کہ یہ نہایت مبارک کام ہے اور اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ جمعہ کی تعطیل سے نماز کی طرف مسلمانوں کو ایک خاص توجہ پیدا ہو جائے گی اور کروڑ ہا نئے آدمی مساجد میں داخل ہو کر تمام ملک کی مساجد کو آباد کر دیں گے۔ اسلامی شوکت بھی ظاہر ہوگی اور بہت سے ایسے نیک نتیجے نکلیں گے جن کی تحریر مبسوط بیان کو چاہتی ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ہر ایک نیک دل انسان ضرور اس درخواست پر دستخط کرے گا بجز ایسے شخص کے کہ درحقیقت ناپاک طبع اور مُرتدوں کے رنگ میں ہو۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں القا کرے اور اپنے الہام سے اس بابرکت کام کی طرف توجہ دلاوے۔

اس جگہ مولوی صاحبوں کی خدمت میں خصوصیّت کے ساتھ عرض ہے کہ وہ بھی دستخط کرنے سے ثوابِ آخرت حاصل کریں۔ یہ فرض کیا کہ ہم اُن کی نظر میں کافر اور بے دین اور اس جہنم کے لائق ہیں جس کی سزا ابدالآباد اور جس کا عذاب دائمی اور غیر منقطع ہے۔ مگر اپنے اس بے دلیل خیال سے اس نیکی

---

[1] **عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعة لقد هممت ان امر رجلًا یصلّی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلّفون عن الجمعة بیوتهم.[2] منه**

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ فرمایا: ”میں نے ارادہ کیا کہ کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر ان لوگوں کے گھروں کو ان پر جلا دوں جو جمعے سے پیچھے رہتے ہیں۔“

[2] **(مسند احمد بن حنبل مطبوعه بیروت جلد ۱ صفحه ۴۰۲)**

سے محروم نہ رہ جائیں۔ یونہی سمجھ لیں کہ کبھی دین کو خدائے تعالیٰ فاسقوں کے ذریعہ سے بھی مدد دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ کسی مجبوری سے اس چودھویں صدی کے سر پر جس کی طرف مدت سے آنکھیں لگی ہوئی تھیں کوئی صالح بحیثیت مجدد مبعوث نہ ہو سکا جو اِعلاءِ کلمہ اسلام کے لیے یہ تمام ضروری کام کرتا تو ناچار اس صالح کی جگہ ایک فاسق کام کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔ رہا ان باتوں کا اصل تصفیہ سو وہ جلد دن آئے گا کہ خدائے تعالیٰ آپ فیصلہ کر دے گا۔ **اِسْمَعُوْا یَا قَوْمِیْ وَ اتْرُکُوْا لَوْمِیْ وَ مَا اَدْعُوْکُمْ اِلَّا اِلَی السَّدَادِ۔**

الراقــــــــــــــم

خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

یکم جنوری ۱۸۹۶ء

نوٹ ۔ یہ بات یاد رہے کہ جو صاحب اس درخواست پر دستخط نہیں کریں گے وہ اس حرکت سے ظاہر کریں گے کہ انہوں نے اس ملک کو دار الحرب قرار دیا ہے۔

مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے چار صفحوں پر شائع ہوا ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۵ صفحہ ۱ تا ۶)

(۱۴۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

درخواست بحضور نواب گورنر جنرل ووائسرائے کشور ہند بالقابہ

بمراد منظوری تعطیل جُمعہ

یہ عرضداشت مسلمانان برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ تا گورنمنٹ عالیہ معروضات ذیل پر توجہ فرما کر تمام برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے لیے جمعہ کی تعطیل منظور فرماوے۔ وجوہات عرضداشت یہ ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے مذہبی عبادات اور دینی فرائض کے ادا کرنے کے لحاظ سے بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ اتوار عیسائیوں اور ہندوؤں کے لیے۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے عیسائیوں اور ہندوؤں کی بجا آوری رسوم عبادت وغیرہ کے لیے اتوار کی تعطیل مقرر کر رکھی ہے تو اس صورت میں یہ گروہ کثیر مسلمانوں کا جو گورنمنٹ کے لُطف اور احسان کا ایسا ہی امیدوار ہے جیسا کہ عیسائی اور ہندو گروہ یہ حق رکھتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ان کے لیے بھی جمعہ کے دن کی تعطیل عطا فرماوے۔

(۲) دوسرے یہ کہ صرف یہی بات نہیں کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے بعض خاص عبادات اور رسُوم کی بجا آوری کے لیے مقرر ہے بلکہ اس کے ترک کرنے کی حالت میں قرآنِ شریف اور احادیث میں سخت وعید ہے لہٰذا مذہبی حیثیت سے جمعہ ترک کرنے میں ہر ایک مسلمان دیندار اپنے تئیں ایک گناہ عظیم کا مرتکب خیال کرتا ہے اور ہر ایک بڑے جوش سے اس بات کا خواہاں ہے کہ سرکار

انگریزی ضرور یہ تعطیل برٹش انڈیا میں منظور فرماوے۔

(۳) تیسرے یہ کہ تمام نیک دل اور پاک طبع مسلمان جو گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ ہیں التزامِ جمعہ کی رسم کو اس محسن گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی اور دلی وفاداری کے لیے ایک علامت ٹھہراتے ہیں۔ مگر بعض دوسرے نالائق نام کے مسلمان جن کی تعداد قلیل ہے اس ملک برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دے کر اپنے خود تراشیدہ خیالات کے رُو سے جمعہ کی فرضیت سے منکر ہیں۔ کیونکہ ان کا گمان ہے جو برٹش انڈیا دارالحرب ہے اور دارالحرب میں جمعہ فرض نہیں رہتا۔ پس کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے بَد باطن کمال صفائی سے شناخت کئے جائیں گے۔ کیونکہ اگر باوجود تعطیل کے پھر بھی وہ جمعہ کی نمازوں میں حاضر نہ ہوئے تو یہ بات کُھل جائے گی کہ درحقیقت وہ نالائق اس گورنمنٹ کے ملک کو دارالحرب ہی قرار دیتے ہیں۔ تبھی تو جمعہ کی پابندی سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ سو اس صورت میں یہ مبارک دن نہ صرف مسلمانوں کی عباداتِ خاصّہ کا ایک دن ہوگا بلکہ گورنمنٹ کے لیے بھی ایک سچے مخبر کا کام دے گا اور ایک معیار کی طرح کھرے اور کھوٹے میں فرق کر کے دکھلاتا رہے گا۔ چنانچہ اس درخواست پر بھی صرف انہیں سچے خیر خواہوں کے دستخط درج ہیں جو اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دیتے۔ اور دلی سچائی سے گورنمنٹ کی حکومت کو قبول کر لیا ہے اور اپنے لیے سراسر برکت اور رحمت سمجھا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے لوگ جو غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں اثر پذیر بھی ہوں گے اور گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ بہت ترقی پذیر ہوں گے اور بد باطن تارک الجمعہ بڑی آسانی سے شناخت کئے جائیں گے یہ بات دوبارہ گورنمنٹ کو یاد دلائی جاتی ہے کہ ایک جمعہ ہی مسلمانوں میں اس بات کی علامت ہے کہ کون شخص اس ملک گورنمنٹ کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور کون اس کی نفی کرتا ہے۔ سو جو شخص گورنمنٹ برطانیہ کی رعیّت ہو کر جمعہ کی فرضیّت کا قائل ہے اور اس کا ترک کرنا معصیت سمجھتا ہے وہ ہرگز اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دے گا اور سچے دل سے گورنمنٹ کا خیر خواہ ہوگا لیکن جو شخص برٹش انڈیا میں جمعہ کی فرضیت کا منکر ہے وہ درپردہ اس ملک کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور سچا خیر خواہ نہیں۔ سو جمعہ ان دونوں فریقوں کے پرکھنے کے لیے ایک معیار ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ اسلامی تعطیلیں ہندوؤں کی تعطیلوں سے نصف سے بھی کم ہیں۔ پس اس صورت میں بھی گورنمنٹ کے مراحمِ خسروانہ کا یہی تقاضا ہونا چاہیے کہ جمعہ کی تعطیل کرنے سے اس نقصان کا جبر کرے۔

(۵) پانچویں یہ کہ چونکہ جمعہ کی تعطیل ہم مسلمانوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس لیے ہم یہ بھی بادب التماس کرتے ہیں کہ اگر ہماری محسن گورنمنٹ اتوار کی تعطیل کو ہمارے لیے موقوف رکھ کر اس کے عوض ہمیں صرف جمعہ کی تعطیل دے دے تو ہم تب بھی بصدقِ دل راضی ہیں۔ مگر بہر حال ہم رعایا کی درخواست یہی ہے کہ جمعہ کی تعطیل ہو۔

(۶) چھٹے یہ کہ ہماری مہربان گورنمنٹ کو اس بات کا خوب علم ہے کہ تمام اسلامی سلطنتیں اور ریاستیں قدیم سے جمعہ کی تعطیل کرتے ہیں۔ سلطنت روم میں جمعہ کی تعطیل ہے اور حیدر آباد کی ریاست وغیرہ میں بھی جمعہ کی تعطیل ہی مقرر ہے تو اس صورت میں گورنمنٹ کے احسانات پر ہمیں یہی توقع ہے کہ ہم اس فیاض گورنمنٹ کی رعایا ہو کر پھر ایسے بدقسمت نہ ٹھہریں کہ دوسرے مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی دیکھ کر کہ وہ دوسری ریاستوں میں اس عظیم الشان مذہبی دن کی تعطیل سے مذہبی فرائض کو بخوبی بجا لاتے ہیں آتشِ رشک میں جلا کریں۔ چونکہ ہم سچے دل سے گورنمنٹ کے اور گورنمنٹ ہماری ہے اور دائمی تعلقات اور بقاءِ دولت۔ گورنمنٹ کے لیے سچے دل سے دُعا کرتے ہیں تو کیا ہم گوارا کر سکتے ہیں کہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں یہ ارمان ہمارے دل میں چلا جائے کہ کیوں ہمارے لیے وہ بات حاصل نہیں جو دوسری ریاستوں کی رعایا کو حاصل ہے۔ یہ بھی عاجزانہ عرض ہے کہ ہم رعایا نے اب تک گورنمنٹ میں اس بات کی کبھی تحریک نہیں کی کیونکہ یہی رعیتانہ ادب کا تقاضا دیکھا کہ صبر اور آہستگی سے اس درخواست کو پیش کریں۔ سو اب بڑی امید کے ساتھ پیش کی گئی۔

(۷) ساتویں یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ میں عرض کر دینے کے لائق ہے کہ یہ روز جمعہ جس کی تعطیل کے لیے ہم مسلمان رعایا یہ عرضداشت بھیجتے ہیں۔ اگرچہ بہت اہم کام اس میں عبادات کا خاص طور پر ادا کرنا اور اسلامی ہدایات کو اپنے علماء سے سُننا ہے، لیکن اور کئی رسوم مذہبی بھی اسی دن میں ادا

ہوتی ہیں۔ اور خدا نے ہمیں قرآن میں اس دن کے التزام کی اس قدر تاکید کی ہے کہ خاص اسی کے التزام کے لیے ایک سُورت قرآن میں ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور حکم ہے کہ سب کام چھوڑ کر جمعہ کے لیے مسجدوں میں حاضر ہو جاؤ۔ سو ہر یک دیندار کو یہی غم ہے کہ ہم ہمیشہ کے لیے خدا کے نافرمان نہ ٹھیریں۔

(۸) آٹھویں یہ کہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں ہمیشہ اس ملک میں جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی۔

(۹) ہم رعایا کی یہ بھی تمنا ہے کہ جس طرح اسلامی ریاستوں میں اُن سلاطین کا شُکر کے ساتھ خطبہ میں ذکر ہوتا ہے جو مذہبی اُمور میں قرآن کے منشا کے موافق مسلمانوں کو آزادی دیتے ہیں۔ ہم بھی جمعہ کی تعطیل کے شکریہ میں اور بلاد کے مسلمانوں کی طرح یہ دائمی شکر جمعہ کے ممبروں پر اپنا وظیفہ کر لیں کہ سرکار انگریزی نے علاوہ اور مراحم اور الطاف کے ہم پر یہ بھی عنایت کی نظر کی جو ہمارے دینی عظیم الشان دن کو جو مدت سے اس ملک برٹش انڈیا میں مردہ کی طرح پڑا تھا پھر نئے سرے سے زندہ کر دیا۔ سو بلاشبہ یہ ایسا احسان ہوگا کہ مسلمانوں کی ذرّیت کبھی اس کو فراموش نہیں کرے گی اور اسلامی تاریخ میں ہمیشہ عزت کے ساتھ یہ شکر ادا کیا جائے گا۔

بالآخر ہم رعایا کی دعا ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو خدا تعالیٰ ہمارے سروں پر رکھے اور ہماری اس عاجزانہ التماس کو قبول کرنے کے لیے آپ اس کے دل میں القا کرے۔ پھر ہمیں اس شکر کی توفیق بخشے جو ایسی خسروانہ مراحم کے پاداش میں ہر ایک انسان کا فرض ہے اور ہم رعایا جو اس درخواست کو بامید منظوری گورنمنٹ عالیہ میں روانہ کرتے ہیں ان کے نام معہ کل پتہ ونشان منسلکہ نقشوں میں درج ہیں۔

الملتمسین

اہلِ اسلام وفادار رعایا گورنمنٹ برٹش انڈیا

جو اس ملک کو دارالحرب نہیں سمجھتے

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان یکم جنوری ۱۸۹۶ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے چار صفحوں پر درج ہے)

(تبلیغ رسالت جلد۵ صفحہ ۷ تا ۱۰)

قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جُمعہ

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لیے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایسے مفسدانہ عقیدہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہوں لیکن چونکہ اس امتحان کے وقت بڑی آسانی سے ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں۔ جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں اس لیے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر اُن لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور مُنکر ہوگا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اس عقیدہ کا آدمی ہے، لیکن ہم گورنمنٹ میں باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک

ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی اُن نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں:۔

نمبر شمار	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

اُن وفادار رعایا کے دستخط اور مواہیر جو حسب تفصیل عرضداشت منسلکہ نقشہ ہذا گورنمنٹ عالیہ انگریزی میں اس بات کے لیے ملتجی ہیں کہ آئندہ کل دفاتر و محکمہ جات اور سرکاری مدارس اور کالجوں کے لیے اتوار کے ساتھ جمعہ کی تعطیل بھی دی جائے۔

نمبر شمار	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

نمبر شمار	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

ہدایت۔ اگر اس نقشہ کی دستخطوں سے خانہ پوری ہو چکے تو چاہیے کہ اسی طرح کے اور اسی نمونہ کے اور قلمی نقشے بنا کر ان پر جہاں تک ممکن ہو دستخط کرائے جائیں مگر یہ یاد رہے کہ ہر ایک صاحب اپنا نام اور پتہ خوشخط لکھیں کہ تا پڑھنے میں دقت نہ ہو اور ہر ایک نقشہ کے آخر پر کل دستخطوں کی میزان لکھ دیں۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۸ کے چار صفحوں پر معہ نقشہ درج ہے)

(یہ اشتہار خلافت لائبریری میں موجود ہے)

(۱۵۱)

پادری صاحبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری یعنی

تفسیر انجیل متی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

یہ بات ظاہر ہے کہ پادری صاحبوں نے لکھوکھا روپیہ اسلام کی نکتہ چینی میں خرچ بھی کیا مگر پھر بھی ناکام ہی رہے اور بجائے اس کے کہ قرآنی تعلیم میں کوئی عیب نکال سکتے خود محرک اس بات کے ہوئے کہ تا اس پاک کلام کے انوار اور برکات دنیا پر ظاہر ہوں۔ اس جگہ یہ بھی سوال ہے کہ کیا انہوں نے اب تک کوئی انجیل کی خوبی دکھلائی۔ کیا کوئی ایسی تفسیر لکھی جس سے انجیل کے اسرار ظاہر ہوتے ہوں۔ اس کے جواب میں بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ جس قدر تفسیروں پر ہمیں نظر پڑی ہے وہ ایسی مہمل اور بیہودہ ہیں جو ہر یک سطر کے پڑھنے سے ہنسی آتی ہے۔ اور پھر ان کی غفلت اور جہالت پر ایک کامل غور کے بعد رونا بھی آتا ہے۔ اب چونکہ پادری صاحبان کسی انجیل کی تفسیر ایک محقّق کی طرز پر لکھ نہیں سکے۔ اور ایسی تفسیر کے لیے درحقیقت زمانہ موجودہ تڑپ رہا ہے۔ اور اب تک ہم عیسائی صاحبوں کا مُنہ دیکھتے رہے کہ شاید ان کی طرف سے کوئی تفسیر محققانہ طرز سے شائع ہو۔ مگر اب ان کی موٹی عقلوں اور سطحی خیالوں کا بار بار تجربہ ہو کر ثابت ہو گیا کہ وہ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ انجیل کی تفسیر لکھ سکیں۔ اور یقین ہو گیا کہ اُن پر ایسی اُمید رکھنا محض لاحاصل ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے حالِ زار پر رحم کر کے یہ کام اپنے ذمّہ لے لیا اور خدائے تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے وہ حقائق اور معانی ہم پر کھلے کہ جب تک کامل تائید الٰہی کسی شخص کے شامل حال نہ ہو ہرگز ایسے حقائق کسی پر کُھل نہیں

سکتے۔ اور مَیں اس وقت اس تفسیرِ مقدس کی زیادہ تعریف لکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ ہر ایک شخص چھپنے اور شائع ہونے کے بعد خود معلوم کر لے گا کہ کس پایہ کی تفسیر ہے بعض پادری صاحبوں نے باوجود نہایت تنگ اور محدود ہونے معلومات کے قرآن شریف کا ترجمہ لکھ کر شائع کیا اور بجز اس کے کچھ نہ دکھلایا کہ چند مشہور ترجموں میں سے اپنی مرضی کے موافق التقاط کر کے کچھ کچھ دجل اور تلبیس کے طور پر بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کام نہ کچھ مشکل اور نہ عجیب تھا۔ ہاں اگر اس میں کچھ عجیب بات تھی تو وہی قدیمی تحریف تھی جو اس قوم کے حصّہ میں آ گئی ہے۔ مگر عنقریب منصفین معلوم کریں گے جو ہماری تفسیر انجیل محققانہ طرز پر ہوگی اور دلوں کو ان سچائیوں سے منور کرے گی جو حق کے طالبوں کی مراد اور مقصود ہیں۔ واضح رہے کہ اس تفسیر کی دنیا کو نہایت ضرورت تھی اور ہزاروں کے دل اس فیصلہ کے لیے جوش میں تھے کہ اس زمانہ میں کس تعلیم کو تمام تعلیموں سے اکمل واتم واعلیٰ وارفع سمجھا جائے۔ چنانچہ عیسائی بجائے خود اصرار کرتے تھے کہ انجیل کی تعلیم اعلیٰ اور اکمل ہے اور اہل اسلام نہ اپنے دعویٰ سے بلکہ خدا کی پاک کلام کی رُو سے اس بات پر زور دیتے تھے کہ وہ تعلیم جو اعلیٰ اور اکمل دُنیا میں آئی وہ صرف قرآن شریف ہے مگر عیسائیوں کو اس سچی بات کے سُننے کی برداشت نہیں تھی بلکہ جیسا کہ ہمیشہ جاہلوں اور سفیہوں اور کمبخت جلد بازوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بجائے فکر اور تدبّر کے ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف جُھک جاتے ہیں یا بے اصل افتراؤں سے کام لیتے ہیں یہی عادت عیسائیوں کی تھی۔ سو ہم نے اس تفسیر کو یکطرفہ طور پر نہیں لکھا بلکہ اس خیال سے کہ اس تقریب پر قرآن اور انجیل کا مقابلہ اور موازنہ بھی ہو جائے جابجا انجیلی تعلیم کے مقابل پر قرآنی تعلیم کو دکھلایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ طرز ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہوگی جو انجیل اور قرآن شریف کی تعلیم کو بالمقابل وزن کرنا چاہتے ہیں۔ اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ نو تعلیم یافتہ لوگ جو زیرک ہیں اس طرز سے سب سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں گے۔ اور مَیں نے اس تفسیر میں یہ بھی مناسب دیکھا ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور یسوع صاحب کے اخلاق کا بھی باہم مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ اس بارے میں بھی اکثر عیسائی صاحبوں کو بہت دھوکا لگا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تمام التزام تفسیر میں کئے گئے ہیں۔ اور یہ

تفسیر محض ان پادری صاحبوں کی امداد کے لیے لکھی گئی ہے کہ جواب تک انجیل کو وہ مرتبہ دیتے ہیں جو قرآن مجید کو دینا چاہیے تھا۔ مگر ہم اس جگہ پادری فتح مسیح صاحب متعین فتح گڑھ ضلع گورداسپورہ کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے۔ جنہوں نے بڑے اصرار سے اس تفسیر کے لکھنے کے لیے ہمیں آمادہ کیا۔ ہاں اس شکر کے کسی قدر پادری عماد الدین صاحب بھی حصہ دار ہیں جنہوں نے ترجمہ قرآن شریف لکھ کر ہمیں اس بات کے لیے توجہ دی کہ تا ہم ان پر ظاہر کریں کہ **تفسیر لکھنا اس کو کہتے ہیں**۔ افسوس کہ پادری عماد الدین صاحب نے اپنی بے اصل تالیفات میں عمر ہی ضائع کی۔ اب چاہیے کہ اس تفسیر کو خرید کر کے بہت محبت اور پیار سے پڑھیں۔ بلکہ ہم پادری ٹھاکرداس صاحب اور پادری صفدر علی صاحب اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب اور پادری طامس ہاول صاحب اور اس تفسیر کے اصل موجب پادری فتح مسیح صاحب کو بھی صلاح دیتے ہیں کہ وہ ضرور اس تفسیر مقدس کو اس کے چھپنے کے بعد منگوائیں اور خدائے تعالیٰ سے دُعا مانگ کر غور سے پڑھیں کہ وہ بلاشبہ ان کو ایک سچے معلّم کی طرح رُوح اور راستی کا سبق دے گی اور بہت سی تاریکیوں سے نکال دے گی[1]۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی**۔

۲۶؍جنوری ۱۸۹۶ء

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے ایک صفحہ پر درج ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۵ صفحہ ۱۳ تا ۱۵)

---

[1] شیخ بطال محمد حسین بطالوی جو اہل قبلہ کو کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔ اب اس تفسیر کے شائع ہونے سے پہلے اسی انجیل کی تفسیر لکھے تا اس کی علمی اور ایمانی قوت معلوم ہو۔ ورنہ ایسی لیاقت قابل شرم ہے جیسا کہ اس نے عیسائیوں کے مباحثہ کی نسبت ہمارے پندرہ دن فی البدیہ تقریر پر ہماری ہی باتیں چورا چورا کر ڈھائی برس میں گھر میں بیٹھ کر نکتہ چینی کا مضمون طیار کیا اور مر مر کر اور دوسروں سے مدد لے کر ہمارے پندرہ دن کی جگہ تیس مہینے خرچ کئے۔ منہ

(۱۵۲)

دو عیسائیوں میں محاکمہ

انجیل متی ۵ باب میں ہے کہ ’’تم سن چکے ہو کہ کہا گیا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔‘‘ اس تعلیم پر ایک صاحب خیر الدین نام عیسائی نے ڈرتے ڈرتے اعتراض کیا ہے کہ ایسے احکام اس طبعی قانون خود حفاظتی کے برخلاف ہیں جو جمیع حیوانات بلکہ پرندوں اور کیڑوں میں بھی نظر آ رہا ہے اور ثابت نہیں ہو سکتا کہ کسی زمانہ میں باستثناء ذات مسیح کے ان احکام پر کسی شخص نے عمل بھی کیا ہے۔ چنانچہ یہ سوال ان کا نور افشاں ۲۰؍ دسمبر ۱۸۹۵ء میں درج ہو چکا ہے۔ درحقیقت یہ سوال خیر الدین صاحب کا نہایت عمدہ اور کامل اور ناقص تعلیم کے لیے ایک معیار تھا۔ مگر افسوس کہ پرچہ نور افشاں ۳؍ جنوری ۱۸۹۶ء میں پادری ٹھاکر داس صاحب نے اس قابل قدر اور بیش قیمت سوال کا ایسا نکما اور بیہودہ جواب دیا ہے جس سے ایک محقق طبع انسان کو ضرور ہنسی آئے گی۔ اس لیے مَیں نے مناسب سمجھا کہ سوال اور جواب کی کچھ حقیقت محاکمہ کے طور پر ظاہر کر کے اُن لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں جو حقیقی سچائیوں کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔

واضح ہو کہ پادری ٹھاکر داس صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انجیل میں جانی یا مالی ضرر کی حالت میں ترک مقابلہ کے یہ معنی ہیں کہ ظالم سے انتقام حکومت ہی لیوے آپ مقابلہ نہ کریں۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی ظالم کسی جان کو ضررِ شدید پہنچا دیوے یا مال کو لے لیوے تو انجیل کا منشاء یہ ہے کہ بتوسط حاکم چارہ جوئی کی جائے۔ اب غور سے سوچنا چاہیے کہ انجیل متی کی اصل عبارت جس کے یہ معنی کئے گئے ہیں یہ ہے کہ ’’تم سن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت پر

مَیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ اس جگہ غور طلب یہ امر ہے کہ ترکِ مقابلہ کے کیا معنی ہیں؟ کیا صرف یہی کہ اگر کوئی ظالم آنکھ پھوڑ دے، یا دانت نکال دے تو بتوسط حکّام اس کو سزا دلانی چاہیے۔ خود بخود اس کی آنکھ نہیں پھوڑنی چاہیے اور نہ دانت نکالنا چاہیے۔ اگر یہی معنی ہیں تو توریت پر زیادت کیا ہوگی۔ کیونکہ توریت بھی تو یہی ہدایت دیتی ہے کہ ظالموں کو قاضیوں کی معرفت سزا ملے۔ خروج ۲۱ باب میں خدا موسیٰ کو کہتا ہے کہ تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت۔ اور توریت بتلا رہی ہے کہ یہ تمام سزائیں قاضیوں کی تجویز کے موافق عمل میں آویں۔ مگر پادری ٹھاکر داس صاحب کہتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم میں توریت پر یہ زیادت ہے کہ ایک مظلوم حکّام کی معرفت انتقام لیوے۔ یعنی یہودیوں کو تو اختیار تھا کہ ظالم کو بغیر توسط حکّام کے خود سزا دے دیں۔ مگر انجیل نے قاضیوں اور حاکموں کے سوا کسی کو سزا دینے کے لیے مجاز قرار نہیں دیا۔ گویا قاضیوں کے عہدے تجویز کرنے والی انجیل ہی ہے۔ توریت میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسا خیال صریح خلاف واقعہ ہے اور پادری صاحب نے بھی کوئی ایسی آیت توریت کی پیش نہیں کی جس سے یہ سمجھا جائے کہ توریت ہر ایک کو سزا دینے کا اختیار دیتی ہے۔ بلکہ یہ بات تو ہر ایک توریت پڑھنے والے کو معلوم ہے کہ توریت کی تمام سزائیں اور حدود قاضیوں کی معرفت عمل میں آتی تھیں۔ اور جرائم کی پاداش کا توریت میں بھی انتظام تھا کہ قاضیوں کے ذریعہ سے ہر ایک مجرم سزا پاوے۔ اور اگر اس تقریر سے پادری صاحب کا یہ مطلب ہے کہ گو توریت میں قاضیوں کے ذریعہ سے سزائیں تو ہوتی تھیں مگر خود حفاظتی کے لیے جس قدر مقابلہ کی ضرورت تھی یہودی لوگ اس مقابلہ کے لیے مجاز تھے۔ اب انجیل میں کمال یہ ہے کہ عیسائی اس مقابلہ کے لیے مجاز نہیں ہیں بلکہ حکم ہے کہ ظالم کا منشاء پورا ہونے دیں۔ مثلاً اگر کوئی ظالم ایک عیسائی کی آنکھ پھوڑنا چاہے تو عیسائی کو چاہیے کہ بخوشی اس کو پھوڑنے دے اور پھر کانا یا اندھا ہونے کے بعد عدالت میں جا کر نالش کر دے۔ تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کس قسم کی اخلاقی تعلیم ہے اور ایسے اخلاق سے نفسانی جذبات پر کس قسم کا اثر پڑے گا۔ بلکہ ایسا انسان نہایت بد بخت انسان ہے کہ اپنی آنکھ ناحق ضائع کرا کر پھر صبر نہ کر سکا اور اپنی قوت انتقام کو حکام کے ذریعہ سے ایسے وقت میں عمل میں لایا جو اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتا تھا۔ ایسے عیسائی سے تو یہودی ہی

اچھا رہا جس نے خود حفاظتی کو کام میں لا کر اپنی آنکھ کو بچا لیا۔ شاید پادری ٹھا کر داس صاحب یہ کہیں کہ ترکِ مقابلہ اس حالت میں ہے جبکہ کوئی شخص تھوڑی تکلیف پہنچانا چاہے، لیکن اگر سچ مچ آنکھ پھوڑ نے یا دانت نکالنے کا ارادہ کرے تو پھر خود حفاظتی کے لیے مقابلہ کرنا چاہیے۔ تو یہ خیال پادری صاحب کا انجیل کی تعلیم کے مخالف ہوگا۔ متی باب ۵ آیت ۳۸ میں صریح یہ عبارت ہے کہ ''تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ ۳۹۔ پر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیری داہنی گال پر طمانچہ مارے دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے۔'' اور ظاہر ہے کہ اگر کسی کے منہ پر ایک زور آور کے ہاتھ سے ظالمانہ ارادہ سے ایک زور کا طمانچہ لگے تو اس ایک ہی طمانچہ سے دانت بھی نکل سکتے ہیں۔ اور آنکھ بھی پُھوٹ سکتی ہے اور یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے تو اس سے ان کا بھی یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ تا دوسری طرف کے بھی دانت نکلیں اور آنکھ بھی پُھوٹے اور اندھا ہو جائے نہ صرف کانا رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دشمن ظالم کا پُر زور طمانچہ مادرِ مہربان کے طمانچہ کی طرح نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ایک ہی طمانچہ سے ایک ہی ضرب سے دانت بھی نکال ڈالے گا اور آنکھ بھی۔ پس اس تعلیم سے تو یہی ثابت ہوا کہ اگر سچے عیسائی ہو تو دانت اور آنکھ نکالنے دو اور مقابلہ نہ کرو۔ اور اپنی آنکھ اور دانت کو مت بچاؤ۔ سو اس وقت وہی اعتراض انجیل پر ہوگا جو خیر الدین صاحب نے پیش کیا ہے۔ اور اس آیت کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر کوئی ظالم تمہاری آنکھ نکال دے یا دانت توڑ دے تو یہ کوشش بھی مت کرو کہ اس کی آنکھ بھی پھوڑی جائے یا اس کا دانت بھی نکال دیا جائے۔ یعنی نہ آپ انتقام لو اور نہ حکّام کے ذریعہ سے انتقام کی خواہش کرو۔ کیونکہ اگر انتقام ہی لینا ہے تو پھر ایسی تعلیم کو توریت پر کیا فوقیت ہے۔ آپ سزا دینا یا حکّام سے سزا دلوانا ایک ہی بات ہے۔ اور اگر کوئی عیسائی کسی ظالم کو حکّام کے ذریعہ سے سزا دلائے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ توریت بھی تو ایسے موقعہ پر یہ اجازت نہیں دیتی کہ ایسے مجرم کی شخص مظلوم آپ ہی آنکھ پھوڑ دے یا دانت نکال دے بلکہ ہدایت کرتی ہے کہ ایسا شخص حکّام کے ذریعہ سے چارہ جوئی کرے۔ پس اس صورت میں مسیح کی تعلیم میں کون سی زیادتی ہوئی۔ یہ تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی۔

اس جگہ ہم صفائی بیان کے لیے پادری صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر مثلاً کسی موقعہ پر

کوئی ایسا اتفاق ہو جائے کہ کوئی ظالم آپ کی آنکھ پھوڑ دے یا آپ کا ایک دانت نکال دے تو انجیل کی رُو سے آپ ایسے ظالم سے کس طرح پیش آئیں گے۔ اگر کہو کہ اس وقت ہم بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ نہیں کریں گے مگر عدالت کے ذریعہ سے انتقام لیں گے تو یہ کارروائی انجیلی تعلیم کا ہرگز منشا نہیں ہے کیونکہ اگر آنکھ کے بدلے ضرور آنکھ کو پھوڑنا ہے اور کسی قاضی یا حاکم کی طرف رجوع کرنا ہے تو یہ توریت کی تعلیم ہے جو آپ کے یسوع صاحب کے وجود سے بھی پہلے بنی اسرائیل میں رائج تھی اور اب بھی کمزور اور ضعیف لوگ کب شریروں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ بھی تو فوجداری اور مالی مقدمات میں عدالتوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ مگر متی کے پانچ باب میں جس طرزِ بیان کو آپ کے یسُوع صاحب نے اختیار کیا ہے یعنی توریت کے احکام پیش کر کے جابجا کہا ہے کہ اگلوں سے یہ کہا گیا ہے مگر مَیں تمہیں یہ کہتا ہوں اس طرز سے صاف طور پر اُن کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ توریت کی تعلیم سے کچھ علاوہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اگر مقام متنازعہ فیہ میں توریت سے زیادہ کوئی بات نہیں بلکہ جیسا کہ ایک یہودی کسی ظالم کے ہاتھ سے ظلم اُٹھا کر عدالت سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے یہی انجیل کی بھی تعلیم ہے تو پھر مسیح کا یہ دعویٰ کہ پہلی کتاب میں تو یہ کہا گیا ہے مگر مَیں یہ کہتا ہوں محض لغو ٹھہرتا ہے سوال تو یہ ہے کہ مسیح نے جو توریت کی تعلیم آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت بیان کر کے پھر اپنی ایک نئی تعلیم بتلائی جو اس سے بہتر ہے وہ کیا ہے۔ اب جبکہ نئی تعلیم کوئی بھی ثابت نہ ہو سکی۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ مسیح نے صرف دھوکہ دیا ہے اور پادری ٹھاکرداس صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے یسوع صاحب کا ظالم کے مقابلہ سے اپنے چیلوں کو منع کرنا صرف چھوٹی چھوٹی باتوں تک محدود ہے اور کہتے ہیں کہ ترکِ مقابلہ سے یہ مطلب ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں جیسے کہ مثلاً گال پر طمانچہ کھانا بدلہ لینے کا محل نہیں ہے بلکہ ایسی حالتوں میں برداشت کرنا فرض ہے۔ مگر وہ اپنے اس بیان سے ثابت کرتے ہیں کہ انجیل کی منشا سے وہ کیسے ناواقف ہیں۔ اے صاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ ظالم کا منہ پر طمانچہ مارنا چھوٹی چھوٹی باتوں میں داخل ہے۔ شاید اب تک آپ نے کسی زبردست کا طمانچہ نہیں کھایا افسوس کہ **موسیٰ کا طمانچہ** بھی آپ کو یاد نہ رہا کہ اس کا کیا نتیجہ تھا۔ اگر اس

جگہ طمانچہ سے صرف ایک پیار اور محبت کا طمانچہ ہے جس میں آنکھ یا دانت کے نکلنے کا خطرہ نہیں تو آپ کے یسُوع صاحب ایک نادان اور ژولیدہ زبان ٹھہریں گے جن کا کلام غیر منظّم اور پریشان ہے کہ تعلیمی مقابلہ دکھلانے کے وقت آنکھ اور دانت کے مقابل پر گال کے طمانچہ کا ذکر کرتے ہیں جو محض ایک بے تعلق امر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر گال کے طمانچہ میں آنکھ اور دانت کا ذکر کچھ بھی ملحوظ نہیں تو یہ عبارت سخت بے جوڑ اور منقطع ہوگی۔ اور سابق اور لاحق کا کچھ بھی باہم ربط نہ ہوگا۔ اگر یسوع صاحب کا وہی منشاء تھا جو پادری صاحب نے سمجھا ہے تو یُوں کہنا چاہیے تھا کہ تم سُن چکے ہو کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ آنکھ اور دانت کے عوض میں تو تم ظالم کا مقابلہ کرو لیکن اگر کوئی ہلکا سا طمانچہ مارے جس سے نہ آنکھ پُھوٹے اور نہ دانت نکلے تو اس کی برداشت کرلو ۔ مگر آپ کے یسوع صاحب نے ایسا نہیں کہا بلکہ انہوں نے تو آنکھ اور دانت کا ذکر کر کے پھر اپنی تعلیم کی فوقیت دکھلانے کے لیے ایسے عضو کا ذکر کیا جس پر ایک زور کا طمانچہ لگنے سے آنکھ اور دانت دونوں نکل سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا کلام بے ربط اور دیوانوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ یسوع صاحب کا مدعا تو یہی تھا کہ موسیٰ کی کتاب میں آنکھ نکالنے کی سزا آنکھ لکھی ہے مگر میری تعلیم اخلاقی صورت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ پس اگر یسوع صاحب کے قول کے اس جگہ وہ معنی کئے جائیں جن سے موسیٰ اور یسُوع کی تعلیم ایک ہی بن جائے تو پھر اُن کا وہ اصل مقصد جو اخلاقی تعلیم کا زیادہ نمونہ دکھلانا ہے بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی توریت میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ تم ہلکے ہلکے طمانچے کھا کر ان کے عوض بھی طمانچے مارا کرو اور ذرّہ ذرّہ سی باتوں میں مقدمے بناؤ۔ بلکہ توریت میں صرف ایسی باتوں کو قانونِ قصاص میں داخل کیا ہے جن کو ایک متوسط العقل آدمی مواخذہ کے لائق سمجھتا ہے جیسے آنکھ پھوڑنا، دانت نکالنا، جان سے مارنا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اگر ایسے ایسے شدید حملوں کو نہ روکا جائے تو بنی آدم کی زندگی ایک دن بھی ممکن نہیں۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی ذرّہ جسم پر انگلی بھی لگا دے تو اس پر بھی مقابلہ کے طور پر اُنگلی لگا دینی چاہیے۔ یہ تو وحشیانہ حرکات ہیں اور نبیوں کی تعلیمیں ایسی رذیلانہ مقابلہ کی ہرگز رغبت نہیں دیتیں کہ جس میں اخلاقی حالت کا بالکل ستیاناس ہو جائے اور

انسان ان نادان بچوں کی طرح بن جائے تو ذرّہ ذرّہ سی بات میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں[۱]

پھر پادری ٹھاکر داس صاحب نے جب دیکھا کہ انجیل کی یکطرفہ تعلیم پر درحقیقت عقل اور قانونِ قدرت کا سخت اعتراض ہے تو ناچار ایک غرق ہونے والے کی طرح قرآن شریف کو ہاتھ مارا ہے تا کوئی سہارا ملے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن جیسی کتاب میں بھی اس کے یعنی اس انجیل کے حکم کی تعریف کی گئی ہے۔ اور پھر ایک آیت کا غلط ترجمہ پیش کرتے ہیں کہ اگر بدلہ دو تو اس قدر بدلہ دو جس قدر تمہیں تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے اور اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ انجیلی تعلیم کے موافق ہے۔ مگر یہ کچھ تو اُن کی غلطی اور کچھ شرارت بھی ہے۔ غلطی اس وجہ سے کہ یہ لوگ علم عربیت سے محض ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ اس لیے ان کو کچھ بھی استعداد نہیں کہ قرآن کے الفاظ سے اس کے صحیح معنی سمجھ سکیں[۲] اور شرارت یہ کہ آیت صریح بتلا رہی ہے کہ اس میں انجیل کی طرح صرف ایک ہی پہلو درگذر اور عفو پر زور نہیں دیا گیا بلکہ انتقام کو تو حکم کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور عفو کی جگہ صبر کا لفظ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے جو سزا دینے میں جلدی نہیں چاہیے اور عفو کرنے کے لیے کوئی حکم نہیں دیا۔ مگر پھر بھی پادری ٹھاکر داس صاحب نے دانستہ اپنی آنکھ کو بند کر کے خواہ نخواہ قرآن شریف کی کامل تعلیم کو انجیل کی ناقص اور نکمّی تعلیم کے ساتھ مشابہت دینا چاہا ہے۔

---

[۱] حاشیہ۔ یہ کلمہ کہ ''قرآن جیسی کتاب میں بھی'' ایک تحقیر کا کلمہ ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کی بزرگ اور مقدس کتاب کی نسبت پادری صاحب نے استعمال کیا ہے۔ ہمیں بڑا تعجب ہے کہ یہ مُردہ پرست قوم اللہ جلّشانہٗ کے پاک کلام سے اس قدر کیوں بغض رکھتی ہے۔ منه

[۲] **نوٹ** یہ بے علمی کی شامت ہے کہ ۱۰ر جنوری ۱۸۹۶ء پرچہ نور افشاں میں کسی نادان عیسائی نے اپنے یسوع کو مصداق قول اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کا ٹھہرایا ہے۔ سو انہیں یاد رہے کہ فقر قابل تحسین وہ ہے جس میں صاحب فقر کی سخاوت اور ایثار کا ثبوت ملے یعنی اس کو دنیا دی جائے مگر وہ دنیا کے مال کو دنیا کے محتاجوں کو دے دے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ لکھوکھہا روپیہ پایا اور محتاجوں کو دے دیا۔ ایک مرتبہ ایک کافر کو اونٹوں اور بکریوں کا پہاڑ بھرا ہوا بخش دیا۔ آپ کے یسوع کا کسی محتاج کو ایک روٹی دینا بھی ثابت نہیں۔ سو یسوع نے دنیا کو نہیں چھوڑا بلکہ دُنیا نے یسُوع کو چھوڑا۔ ان کو کب مال ملا جس کو لے کر انہوں نے محتاجوں کو دے دیا۔ وہ تو خود بار بار روتے ہیں کہ میرے لیے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ ایسے فقر کے رنگ میں تو دُنیا میں ہزار ہا لنگوٹی پوش موجود ہیں جن کو داؤد نبی نے موردِ غضبِ الٰہی قرار دیا ہے۔ اور ایسے فقر کے لیے یہ حدیث ہے۔ اَلفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ۔ منه

ناظرین یاد رکھیں کہ قرآن شریف کی آیت جس کا غلط ترجمہ ٹھا کر داس صاحب نے پیش کیا ہے، یہ ہے۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ[1] یعنی اگر تم ایذا کے بدلے ایذا دو تو اسی قدر دو جس قدر تم کو ایذا دیا گیا اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنا ان کے لیے بہتر ہے جو سزا دینے میں دلیر ہیں اور اندازہ اور حد سے گذر جاتے ہیں اور بدرفتار ہیں یعنی محل اور موقعہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ لِلصَّابِرِيْنَ میں جو صبر کا لفظ ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ بے تحقیق اور بے محل سزا دینا اسی وجہ سے آیت میں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا لَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ فرمایا لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس جگہ لفظ صبر کے وہ معنی نہیں جو پہلے لفظ میں ہیں۔ اور اگر وہی معنی ہوتے، تو بجائے لَكُمْ کے لِلصَّابِرِيْنَ رکھنا بے معنی اور بلاغت کے برخلاف ہوتا۔ لغتِ عرب میں جیسا کہ صبر روکنے کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی بیجا دلیری اور بدرفتاری اور بے تحقیق کسی کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اب ناظرین سوچ لیں کہ اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہر ایک مومن پر یہ بات فرض کی گئی ہے کہ وہ اسی قدر انتقام لے جس قدر اس کو دُکھ دیا گیا ہے، لیکن اگر وہ صبر کرے یعنی سزا دینے میں جلدی نہ کرے تو ان لوگوں کے لیے صبر بہتر ہے جن کی عادت چالاکی اور بدرفتاری اور بداستعمالی ہے یعنی جو لوگ اپنے محل پر سزا نہیں دیتے بلکہ ایسے لوگوں سے بھی انتقام لیتے ہیں کہ اگر اُن سے احسان کیا جائے تو وہ اصلاح پذیر ہو جائیں یا سزا دینے میں ایسی جلدی کرتے ہیں کہ بغیر اس کے جو پوری تحقیق اور تفتیش کریں ایک بے گناہ کو بَلا میں گرفتار کر دیتے ہیں۔ اُن کو چاہیے کہ صبر کریں یعنی سزا دینے کی طرف جلدی نہ دوڑیں۔ اوّل خوب تحقیق اور تفتیش کریں اور خوب سوچ لیں کہ سزا دینے کا محل اور موقعہ بھی ہے یا نہیں۔ پھر اگر موقعہ ہو تو دیں ورنہ رُک جائیں۔ اور یہ مضمون صرف اسی آیت میں نہیں بیان کیا گیا بلکہ قرآن شریف کی اور کئی آیتوں میں بھی بیان ہے۔ چنانچہ ایک جگہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ فرماتا ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[2] یعنی بدی کی سزا اسی

---

[1] النحل: ۱۲۷ [2] الشوریٰ: ۴۱

قدر بدی ہے لیکن جو شخص عفو کرے اور ایسی عفو ہو کہ اس سے کوئی اصلاح مقصود ہو تو وہ خدا سے اپنا اجر پائے گا یعنی بے محل اور بے موقع عفو نہ ہو جس سے کوئی بد نتیجہ نکلے اور کوئی فساد پیدا ہو بلکہ ایسے موقعہ پر عفو ہو جس سے کسی صلاحیت کی اُمید ہو اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بنی آدم کی طبیعتیں یکساں واقع نہیں ہوئیں اور گناہ کرنے والوں کی عادتیں اور استعدادیں ایک طور کی نہیں ہوا کرتیں بلکہ بعض تو سزا کے لائق ہوتے ہیں اور بغیر سزا کے ان کی اصلاح ممکن نہیں اور بعض عفو اور درگذر سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور سزا دینے سے چڑ کر اور بھی بدی پر مستحکم ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ تعلیم وقت اور موقعہ بینی کی قرآن شریف میں جابجا پائی جاتی ہے اگر ہم تفصیل سے لکھیں تو ایک بڑا رسالہ بن جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ توریت میں آیا ہے کہ ’’خدا سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع کیا اور فاران[1] کے پہاڑ سے ان پر چمکا۔‘‘ اسی طرح حقیقی چمک ہر ایک تعلیم کی اسلام سے پیدا ہوئی ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی کلام کا کامل معانقہ قرآن نے ہی کرایا ہے۔ توریت نے سزاؤں پر زور دیا تھا اور چونکہ انجیل ایسے وقت میں نازل ہوئی جبکہ یہود میں انتقام کشی کی عادتیں اور کینہ اور بغض حد سے بڑھ گیا تھا اس لیے انجیل میں عفو اور درگذر کی تعلیم ہوئی۔ مگر یہ تعلیم نفس الامر میں عمدہ نہ تھی بلکہ نظام الٰہی کی دشمن تھی۔ لہٰذا حقیقی تعلیم کا تلاش کرنے والا انجیل کی تعلیم پر بہت ہی شک کرے گا اور ممکن ہے کہ ایسے معلّم کو ایک نادان اور سادہ لوح قرار دے۔ چنانچہ یورپ کے محققوں نے ایسا ہی کہا، مگر یاد رہے کہ اگرچہ انجیل کی تعلیم بالکل نکمی اور سراسر ہیچ ہے لیکن حضرت مسیح اس وجہ سے معذور ہیں کہ انجیل کی تعلیم ایک قانون دائمی اور مستمر کی طرح نہیں تھی بلکہ ایک محدود ایکٹ کی طرح تھی جو محض مختص المقام اور مختص الزمان اور مختص القوم ہوتا ہے۔ یورپ کے وہ روشن دماغ محقق جنہوں نے یسوع کو نہایت درجہ کا نادان اور سادہ لوح اور علم و حکمت سے بے بہرہ قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس عذر پر اطلاع

---

[1] حاشیہ۔ فاران عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں دو بھاگنے والے اور مصدر اس کا فرار ہے۔ چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ مطہرہ صدیقہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا سارہ کی بدخوئی اور ظلم کے ہاتھ سے تنگ آ کر الہام الٰہی سے مکّہ معظّمہ کی زمین میں بھاگ آئے اس لیے اس زمین کا نام فاران ہوا یعنی دو[2] بھاگنے والے۔ منہ

پاتے تو یقین تھا کہ وہ اپنی تحریروں میں کچھ نرمی کرتے لیکن مخلوق پرست لوگوں نے اور بھی اہلِ تحقیق کو بیزار کیا۔ عزیزو یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ اس زمانہ کے محقق اور آزاد طبیعت ایک مردہ خوار کو ایسا بُرا اور قابل لعن وطعن اور حقیر نہیں سمجھتے جیسا کہ ایک مُردہ پرست مشرک کو۔

غرض انجیل کی ناقص اور نکمّی اور بیہودہ تعلیم اگر چہ اہلِ تحقیق کے نزدیک نہایت ہی بدبُو دار اور قابلِ نفرت ہے، لیکن چونکہ اُس وقت کے یہود بھی ایک بگری ہوئی حالت میں تھے اور خدائے تعالیٰ جانتا تھا کہ اس تعلیم کو جلد تر نیست و نابود کیا جائے گا۔ لہٰذا ایک مختصر زمانہ کے لیے جو چھ سو برس سے زیادہ نہ تھا یہ تعلیم یہودیوں کو دی گئی۔ مگر چونکہ فی الواقع حق اور حکمت پر مبنی نہیں تھی اس لیے خدائے تعالیٰ کی کامل کتاب نے جلد نزول فرما کر دُنیا کو اس بیہودہ تعلیم سے نجات بخشی۔ یہ بات نہایت بدیہی اور صاف ہے کہ انسان اس دُنیا میں بہت سے قویٰ لے کر آیا ہے اور تمام حیوانات کے متفرق قویٰ کا مجموعہ انسان میں پایا جاتا ہے اس لیے وہ دوسروں کا سردار بنایا گیا۔ پس انسان کی تکمیل کے لیے وہی تعلیم حقیقی تعلیم ہے جو اس کی تمام قوتوں کی تربیت کرے نہ کہ اور تمام شاخوں کو کاٹ کر صاف ایک ہی شاخ پر زور ڈال دے۔ تعلیم سے مطلب تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام قوتوں کو حد اعتدال پر چلا کر حقیقی طور پر انسان بن جائے اور اس کی تمام قوتیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر کامل عبودیت کے ساتھ سر رکھ دیں اور اپنے اپنے محل اور موقعہ پر چلیں۔ اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ انسان میں کوئی قوت بُری نہیں۔ صرف اُن کی بداستعمالی بُری ہے۔ مثلاً حسد کی قوت کو بہت ہی بُرا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک حاسد دوسرے کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور وہ نعمت اپنے لیے پسند کرتا ہے، لیکن درحقیقت غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حسد کا اصل مفہوم بُرا نہیں۔ کیونکہ اصل مفہوم اس قوت کا جو بداستعمالی سے بُری شکل پیدا کر لیتا ہے صرف اس قدر ہے کہ سب سے بڑھ کر آگے قدم رکھے اور اچھی باتوں میں سب سے سبقت لے جائے اور پیش قدمی کا ایسا جوش ہو جو کسی کو اپنے برابر دیکھ نہ سکے۔ پس چونکہ حاسد میں سبقت کرنے کا مادہ جوش مارتا ہے لہٰذا ایک شخص کو ایک نعمت میں دیکھ کر یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت میرے لیے ہو اور اس سے دُور ہو جائے تا اس طرح پر اس کو سبقت حاصل ہو۔ سو یہ اس پاک

قوت کی بد استعمالی ہے۔ ورنہ مجرد سبقت کا جوش اپنے اندر بُرا نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ[1] یعنی خیر اور بھلائی کی ہر ایک قسم میں سبقت کرو اور زور مار کر سب سے آگے چلو۔ سو جو شخص نیک وسائل سے خیر میں سبقت کرنا چاہتا ہے وہ درحقیقت حسد کے مفہوم کو پاک صورت میں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی طرح تمام اخلاق رذیلہ اخلاق فاضلہ کی مسخ شدہ صورتیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان میں تمام نیک قوتیں پیدا کیں۔ پھر بد استعمالی سے وہ بدنما ہو گئیں۔ اسی طرح انتقام کی قوت بھی درحقیقت بُری نہیں ہے فقط اس کی بد استعمالی بُری ہے۔ اور انجیل نے جو انتقامی قوت کو بُرا قرار دیا اگر وہ عذر ہمیں یاد نہ ہوتا جو ابھی ہم بھی لکھ چکے ہیں تو ہم ایسی تعلیم کو شیطانی تعلیم قرار دیتے۔ مگر اب کیونکر قرار دیں کیونکہ خود حضرت مسیح اپنی تعلیم کے نکمّی اور ناقص ہونے کا اقرار کر کے اپنے حواریوں کو کہتے ہیں کہ

''بہت سی باتیں ہیں کہ ابھی تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ تمام باتیں تمہیں سمجھا دے گا۔''

یہ اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ میری تعلیم نکمّی اور ناقص ہے اور آنے والا نبی کامل تعلیم لائے گا۔ عیسائیوں کا یہ عذر بالکل جاہلانہ عذر ہے کہ یہ پیشگوئی اُس روز پوری ہوئی جب حواریوں نے طرح طرح کی زبانیں بولی تھیں۔ کیونکہ طرح طرح کی زبانیں بولنا کوئی نئی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ وہ زبانیں تو عیسائیوں نے محفوظ بھی نہیں رکھیں بولنے کے ساتھ ہی معدوم ہو گئیں۔ ہاں اگر عیسائیوں کے ہاتھ میں کوئی ایسی نئی تعلیم ہے جو حضرت مسیح کے اقوال میں نہیں پائی جاتی تو اسے پیش کرنا چاہیے تا دیکھا جائے کہ وہ اس عفو اور درگزر کی تعلیم کو کیونکر بدلاتی ہے۔

اگر عیسائیوں میں انصاف ہوتا تو حضرت مسیح کا اپنی تعلیم کو ناقص قرار دینا اور ایک آنے والے نبی کی اُمید دلانا ہمارے مولیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کے لیے بڑا قرینہ تھا خصوصاً اس حالت میں کہ خود انجیل کی ناقص تعلیم ایک کامل کتاب کو چاہتی تھی۔ پھر ایک یہ بھی بڑا قرینہ تھا کہ

---

[1] البقرۃ:۱۴۹

حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ تم میں ان باتوں کی برداشت نہیں۔ اس میں صریح اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تمہاری استعدادیں اور تمہاری فطرتیں اس تعلیم کے مخالف پڑی ہیں۔ پھر جبکہ فطرت میں تبدیلی ممکن نہیں اور نہ حضرت مسیح کے وقت میں وہ فطرتیں مبدّل ہوسکیں تو پھر کسی دوسرے وقت میں ان کی تبدیلی کیونکر ممکن ہے۔ پس یہ صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ تعلیم تمہیں نہیں دی جائے گی بلکہ تمہاری ذرّیت اس تعلیم کا زمانہ پائے گی اور ان کو وہ استعدادیں دی جائیں گی جو تمہیں نہیں دی گئیں۔ یہ تو ہم نے پادری ٹھاکر داس صاحب کی نسبت وہ باتیں لکھی ہیں جن کا انصاف کی رُو سے لکھنا مناسب تھا لیکن خیر الدین صاحب کی یہ غلطی ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ یسوع انجیلی تعلیم کا پابند تھا۔ انہیں سمجھنا چاہیے کہ اگر یسُوع اس کی تعلیم کا پابند ہوتا تو فقیہوں فریسیوں کو بدزبانی سے پیش نہ آتا۔ یسوع کے ہاتھ میں صرف زبان تھی سو خوب چلائی۔ کسی کو حرامکار کسی کو سانپ کا بچہ، کسی کو سست اعتقاد قرار دیا۔ اگر کچھ اختیار ہوتا تو خدا جانے کیا کرتا۔ ہم اُس کے حلم اور عفو کے بغیر امتحان کے کیونکر قائل ہو جائیں اور کیوں یہ بات سچ نہیں کہ ”ستر بی بی از بیچادری“ کہاں یسوع کو یہ موقعہ ملا کہ وہ یہود کے سزا دینے پر قادر ہوتا اور پھر درگذر کرتا۔ ہاں یہ اخلاقِ فاضلہ ہمارے سیّد و مولیٰ افضل الانبیاء و خیر الاصفیاء محمد مصطفیٰ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں کہ آپ نے جب مکہ والوں پر فتح پائی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا تھا اور صدہا ناحق کے خون کئے تھے، اور یقین رکھتے تھے کہ ہم اپنی خونریزیوں کے عوض ٹکڑے ٹکڑے کئے جاویں گے اُن سب کو بخش دیا اور کہا کہ جاؤ مَیں نے سب کو آزاد کر دیا۔ عیسائیوں کی اگر نیک قسمت ہے تو اب بھی اس آفتاب صداقت کو شناخت کریں اور مُردہ پرستی سے باز آئیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

غلام احمد قادیانی

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے ۸ صفحوں پر درج ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۵ صفحہ ۶۶ تا ۷۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادری صاحبوں کے لئے

ایک احسن طریق فیصلہ

عیسائی صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جولوگ تثلیث کا عقیدہ اور یسوع کا کفارہ نہیں مانتے وہ ہمیشہ کے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور وہ اعتقاد جو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے مسلمانوں کو سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ بجز توحید کے نجات نہیں۔ یہی توحید ہے جس کی رو سے تمام دنیا سے مواخذہ ہوگا خواہ قرآن ان کو نہ پہنچا ہو۔ کیونکہ یہ انسان کے دل میں فطرتی نقش ہے کہ اس کا خالق اور مالک اکیلا خدا ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس توحید میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو زبردستی منوانی پڑے کیونکہ انسانی دل کی بناوٹ کے ساتھ ہی اس کے نقوش انسان کے دل میں منقش کئے جاتے ہیں۔

مگر جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے غیر محدود خدا کو تین اقنوم میں یا چار اقنوم میں محدود کرنا اور پھر ہر ایک اقنوم کو کامل بھی سمجھنا اور ترکیب کا محتاج بھی اور پھر خدا پر یہ روا رکھنا کہ وہ ابتدا میں کلمہ تھا پھر وہی کلمہ جو خدا تھا مریم کے پیٹ میں پڑا اور اس کے خون سے مجسم ہوا اور معمولی راہ سے پیدا ہوا اور سارے دکھ خسرہ، چیچک، دانتوں کی تکلیف جو انسان کو ہوتی ہیں سب اٹھائے آخر کو جوان ہو کر پکڑا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ نہایت گندہ شرک ہے جس میں انسان کو خدا ٹھہرایا گیا ہے خدا اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کے پیٹ میں پڑے اور مجسم ہو اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو۔ انسانی فطرت اس کو قبول نہیں کرسکتی کہ خدا پر ایسے دکھ کی مار اور یہ مصیبتیں پڑیں اور وہ جو تمام عظمتوں کا مالک اور تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے اپنے لئے یہ تمام ذلتیں روا رکھے عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا کی اس رسوائی کا یہ پہلا ہی موقعہ ہے اور اس سے پہلے اس قسم کی ذلتیں خدا نے کبھی نہیں اٹھائیں۔ کبھی یہ امر

وقوع میں نہیں آیا کہ خدا بھی انسان کی طرح کسی عورت کے رحم میں نطفہ میں مخلوط ہوکر قرار پکڑ گیا ہو۔ جیسے کہ لوگوں نے خدا کا نام سنا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ بھی انسان کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جن کا عیسائیوں کو خود اقرار ہے اور اس بات کا بھی اقرار ہے کہ گو پہلے یہ تین اقنوم تین جسم علیحدہ علیحدہ نہیں رکھتے تھے مگر اب اس خاص زمانہ سے جس کو اب ۱۸۹۶ برس جاتا ہے تینوں اقنوم کے لئے تین علیحدہ علیحدہ جسم مقرر ہوگئے باپ کی وہ شکل ہے جو آدم کی کیونکہ اُس نے آدم کو اپنی شکل پر بنایا۔ دیکھو توریت پیدائش باب ۱ آیت ۲۷ اور بیٹا یسوع کی شکل پر مجسم ہوا دیکھو یوحنا باب ۱ آیت ۱ اور روح القدس کبوتر کی شکل پر متشکل ہوا۔ دیکھو متی باب ۳ آیت ۱۶۔ اب جس نے عیسائیوں کے ان تینوں مجسم خداؤں کا درشن کرنا ہو اور ان کی جسمانی تثلیث کا نقشہ دیکھنا منظور ہو تو کچھ ضرور نہیں کہ ان کی طرف التجا لے جائے بلکہ جیسا کہ ہم نے کتاب ست بچن میں سکھ صاحبوں کے مخفی چولہ کی تمام گرو کے چیلوں کو زیارت کرادی ہے اسی طرح ہم یسوع کے شاگردوں کو بھی ان کے تین مجسم خداؤں کے درشن کرا دیتے ہیں اور ان کے سہ گوشہ تثلیثی خدا کو دکھا دیتے ہیں چاہیے کہ اس کے آگے جھکیں اور سیس نوازیں اور وہ یہ ہے جس کو ہم نے عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے۔

عیسائیوں کا مثلث خدا اور اس کے تین ممبران کمیٹی جو اقنوم کہلاتے ہیں۔
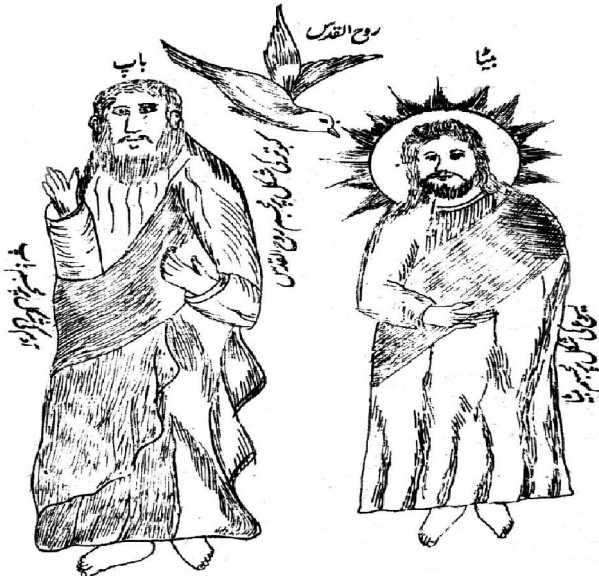
یہ تینوں مجسم خدا عیسائیوں کے زعم میں ہمیشہ کے لئے مجسم اور ہمیشہ کے لئے علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں اور پھر بھی یہ تینوں مل کر ایک خدا ہے لیکن اگر کوئی بتلا سکتا ہے تو ہمیں بتلاوے کہ باوجود اس دائمی تجسم اور تغیر کے یہ تینوں ایک کیونکر ہیں۔ بھلا ہمیں کوئی ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عمادالدین اور پادری ٹھاکرداس کو باوجود ان کے علیحدہ علیحدہ جسم کے ایک کر کے تو دکھلاوے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر تینوں کو کوٹ کر بھی بعض کا گوشت بعض کے ساتھ ملا دیا جاوے پھر بھی جن کو خدا نے تین بنایا تھا ہرگز ایک نہیں ہوسکیں گے۔ پھر جبکہ اس فانی جسم کے حیوان باوجود امکان تحلیل اور تفرق جسم کے ایک نہیں ہوسکتے پھر ایسے تین مجسّم جن میں بموجب عقیدہ عیسائیاں تحلیل اور تفریق جائز نہیں کیونکر ایک ہوسکتے ہیں۔

یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ عیسائیوں کے یہ تین خدا بطور تین ممبر کمیٹی کے ہیں اور بزعم ان کے تینوں کی اتفاق رائے سے ہر ایک حکم نافذ ہوتا ہے یا کثرت رائے پر فیصلہ ہوجاتا ہے گویا خدا کا کارخانہ بھی جمہوری سلطنت ہے اور گویا ان کے گاڈ صاحب کو بھی شخصی سلطنت کی لیاقت نہیں۔ تمام مدار کونسل پر ہے۔

غرض عیسائیوں کا یہ مرکب خدا ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے۔ پادری صاحبان ایسے خدا والے مذہب پر تو ناز کرتے ہیں لیکن اسلام جیسے مذہب کی جو ایسی خلاف عقل باتوں سے پاک ہے توہین اور تحقیر کر رہے ہیں اور دن رات یہی شغل ہے کہ اپنے دجّالی فریبوں سے خدا کے پاک اور صادق نبی کو کاذب ٹھہراویں اور بُری بُری تصویروں میں اس نورانی شکل کو دکھلاویں۔ بعض پلید فطرت پادریوں نے اپنی تالیفات میں اس طرح ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کھینچ کر دکھلائی ہے کہ گویا وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی خونی صورت ہے اور غصہ سے بھرا ہوا کھڑا ہے اور ایک ننگی تلوار ہاتھ میں ہے اور بعض غریب عیسائیوں وغیرہ کو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کو کچھ انصاف اور ایمان میں سے حصہ ہوتا تو اس تصویر سے پہلے موسیٰ کی تصویر کھینچ کر دکھلاتے اور اس طرح کھینچتے کہ گویا ایک نہایت سخت دل اور بے رحم انسان ہاتھ میں تلوار لے کر شیر خوار بچوں کو ان کی

ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کررہا ہے اور ایسا ہی یشوع بن نون کی تصویر پیش کرتے اور اس تصویر میں یہ دکھلاتے کہ گویا اس نے لاکھوں بے گناہ بچوں کو ان کی ماؤں کے سمیت ٹکڑے ٹکڑے کر کے میدان میں پھینک دیا ہے۔ اور چونکہ ان کے عقیدہ کے موافق یسوع خدا ہے اور یہ ساری بے رحمی کی کارروائیاں اس کے حکم سے ہوئی ہیں اور وہ مجسم خدا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ سب سے پہلے اس کی تصویر کھینچ کر اس کے ہاتھ میں کم سے کم تین تلواریں دی جاتیں۔ پہلی وہ تلوار جو اس نے موسیٰ کو دی اور بے گناہ شیر خوار بچوں کو قتل کروایا۔ دوسری وہ تلوار جو یشوع بن نون کو دی۔ تیسری وہ تلوار جو داؤد کو دی۔ افسوس ! کہ اس حق پوش قوم نے بڑے بڑے ظلموں پر کمر باندھ رکھی ہے۔

اگر تلوار کے ذریعہ سے خدا کا عذاب نازل ہونا خدا کی صفات کے مخالف ہے تو کیوں نہ یہ اعتراض اول موسیٰ سے ہی شروع کیا جائے جس نے قوموں کو قتل کر کے خون کی نہریں بہادیں اور کسی کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا۔ قرآنی جنگوں نے تو توبہ کا دروازہ بھی کھلا رکھا جو عین قانون قدرت اور خدا کے رحم کے موافق ہے کیونکہ اب بھی جب خدا تعالیٰ طاعون اور ہیضہ وغیرہ سے اپنا عذاب دنیا پر نازل کرتا ہے تو ساتھ ہی طبیبوں کو ایسی ایسی بوٹیاں اور تدبیروں کا بھی علم دے دیتا ہے جس سے اس آتش وبا کا انسداد ہو سکے سو یہ موسیٰ کے طریق جنگ پر اعتراض ہے کہ اس میں قانون قدرت کے موافق کوئی طریق بچاؤ قائم نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض بعض جگہ قائم بھی کیا گیا ہے مگر کلّی طور پر نہیں الغرض جبکہ یہ سنت اللہ یعنی تلوار سے ظالم منکروں کو ہلاک کرنا قدیم سے چلی آتی ہے تو قرآن شریف پر کیوں خصوصیت کے ساتھ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا موسیٰ کے زمانہ میں خدا کوئی اور تھا اور اسلام میں کوئی اور ہو گیا یا خدا کو اس وقت لڑائیاں پیاری لگتی تھیں اور اب بُری دکھائی دیتی ہیں۔

اور یہ بھی فرق یاد رہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اول آپ تلوار اٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اول آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ

کرو۔ قرآن کے رو سے یہ بدمعاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا۔ لیکن توریت نے یہ فرق کسی جگہ کھول کر بیان نہیں فرمایا اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنے جلالی اور جمالی احکام میں اس خط مستقیم عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے جس کی نظیر دنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں مگر اندھے دشمن پھر بھی اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ان کی فطرت روشنی سے عداوت اور ظلمت سے محبت رکھتی ہے۔

اب اس اشتہار کی تحریر سے یہ غرض ہے کہ ہم نے بڑے لمبے تجربہ سے آزمالیا ہے کہ یہ لوگ بار بار ملزم اور لاجواب ہو کر پھر بھی نیش زنی سے باز نہیں آتے اور اس شخص کو تمام عیبوں سے مبرّا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ ''میں نیک نہیں'' اور جس نے شراب خواری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگاوے اپنی تمام اُمت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حرام نہیں۔ سو ایسے شخص کو تو انہوں نے خدا بنا لیا مگر خدا کے مقدس نبیوں کو جن کی زندگی محض خدا کے لئے تھی اور جو تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھا گئے بُرا کہنا اور گالیاں دینا شروع کر دیا چنانچہ اب تک یہ لوگ باز نہیں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں نہایت ناپاک اور رنج دہ تھیئٹر نکالتے ہیں اور نہایت بُری تصویروں میں اس پاک وجود کو دکھلاتے ہیں۔

اب ایسے کذّابوں سے زبانی مباحثات سے کیونکر فیصلہ ہو۔ ہم جھوٹے کو دندان شکن جواب سے ملزم تو کر سکتے ہیں مگر اس کا منہ کیونکر بند کریں اس کی پلید زبان پر کونسی تھیلی چڑھاویں؟ اس کے گالیاں دینے والے منہ پر کونسا قفل لگاویں؟ کیا کریں؟ کیا کوئی اس سے بے خبر ہے کہ نالائق عمادالدین نے اس پاک ذات نبی کی نسبت کیا کیا گندے الفاظ استعمال کئے جس سے تمام مسلمانوں کے کلیجے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ نور افشاں پرچہ لودیانہ میں کیسے کیسے ہفتہ وار محض افترا کی بنیاد پر توہین اسلام کے کلمات لکھے جا رہے ہیں۔ ریواڑی والے پادری نے کس قدر مسلمانوں کا دل جلایا اور ہمارے سید و مولیٰ کو ڈاکو اور رہزن قرار دیا۔ غرض کہاں تک لکھیں ان ظالم پادریوں نے لاکھوں گالیاں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر ہمارے دلوں کو زخمی کر دیا۔

لیکن ہم ظالم ہوں گے اگر ساتھ ہی یہ بھی گواہی نہ دیں کہ ان کارروائیوں میں گورنمنٹ پر کوئی الزام نہیں بلاشبہ گورنمنٹ ہر یک قوم کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ مذہبی مناظرات کی آزادی جیسا کہ پادریوں کو حاصل ہے ویسا ہی ہمیں بھی ہے اگر ہم گورنمنٹ کے انصاف پر یقین نہ رکھتے تو ممکن نہ تھا کہ ان اپنی شکایتوں کا اظہار بھی کر سکتے لیکن ہم گورنمنٹ کو یہ تکلیف دینا ہی نہیں چاہتے کہ وہ مذہبی مباحثات کی آزادی کو بالکل بند کردے۔ ہاں ہمارا مدعا یہ ہے کہ ان شرائط کی پابندی سے کسی قدر اس آزادی کو محدود کر دیا جائے جس کی نسبت ہم ایک علیحدہ اشتہار شائع کر چکے ہیں لیکن گورنمنٹ اپنی مہمات ملکیہ میں مصروف ہے اس کو اس فیصلہ کے لئے تو فرصت نہیں کہ توحید اور تین مجسم خداؤں کے عقیدہ کے بارے میں کچھ اپنی رائے لکھے اور وہ کارروائی کرے جیسا کہ تیسری صدی کے بعد کانسٹنٹائن فرسٹ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اڑھائی سو بشپ کو جمع کر کے اپنے اجلاس میں موحد عیسائیوں اور تین اقنوم کے قائل عیسائیوں کا باہم مباحثہ کرایا تھا اور آخر کار فرقہ موحدین کو ڈگری دی تھی اور خود ان کا مذہب بھی قبول کر لیا تھا ایسا ہی یہ گورنمنٹ عالیہ بھی کرے[1] لیکن یہ گورنمنٹ ایسے

[1] حاشیہ۔ عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ تیسری صدی کے بعد ایجاد ہوا ہے۔ جیسا کہ ڈریپر بھی اپنی کتاب میں بڑے بڑے علماء کے حوالہ سے لکھتا ہے موجد اس مسئلہ کا بشپ اتھاناسی اس الگزنڈر رائن تھا جو صدی سوم کے بعد ہوا ہے۔ جب اس نے یہ مسئلہ شائع کرنا چاہا تو اسی وقت بشپ اریی اس اسکا منکر کھڑا ہو گیا اور یہاں تک اس مباحثہ میں عوام اور خواص کا مجمع ہوا کہ روم کے بادشاہ تک خبر پہنچ گئی۔ اتفاقاً اس کو مباحثات سے دلچسپی تھی اس نے چاہا کہ اس اختلاف کو اپنے حضور میں ہی فریقین کے علماء سے رفع کرا دے چنانچہ اس کے اجلاس میں بڑی سرگرمی سے یہ مباحثات ہوئے اور نہایت لطف کے ساتھ کونسل کی کرسیاں بچھیں اور مناظرہ کرنے والے دو سو پچاس نامی پادری تھے۔ آخر موحدین کا فرقہ جو یسوع کو محض انسان اور رسول جانتا تھا غالب آیا۔ اسی دن بادشاہ نے یونی ٹیرین کا مذہب اختیار کیا اور چھ بادشاہ اس کے بعد موحد رہے۔ چنانچہ جس قیصر کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا جس کا ذکر صحیح بخاری میں پہلے صفحہ میں ہی موجود ہے وہ بھی موحد ہی تھا اس نے قرآن کے اس مضمون پر اطلاع پا کر کہ مسیح صرف انسان ہے تصدیق کی جیسا کہ نجاشی نے بھی جو عیسائی بادشاہ تھا قسم کھا کر کہا کہ یسوع کا رتبہ اس سے ذرہ زیادہ نہیں جو قرآن نے اس کی نسبت لکھا ہے مگر نجاشی اس کے بعد کھلا کھلا مسلمان ہو گیا۔ منہ

تنازعات میں پڑنا نہیں چاہتی۔ پس یہ روز افزوں جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں۔ مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی بلکہ جیسے جیسے مباحثات بڑھتے جاتے ہیں ویسے ہی کینے بھی ساتھ ساتھ ترقی پکڑتے جاتے ہیں سو اس نومیدی کے وقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریق فیصلہ ہے اگر پادری صاحبان قبول کر لیں اور وہ یہ ہے کہ اس بحث کا جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے۔

اوّل مجھے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایسا خدائی فیصلہ کرانے کے لئے سب سے زیادہ مجھے جوش ہے اور میری دلی مراد ہے کہ اس طریق سے یہ روز کا جھگڑا انفصال پا جائے۔ اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو میں اپنی کل املاک منقولہ و غیر منقولہ جو دس[۱۰] ہزار روپیہ کی قیمت سے کم نہیں ہوں گی عیسائیوں کو دے دوں گا اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہوگی۔ علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا کہ عیسائی فتح یاب ہوئے اور میں مغلوب ہوا اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس اشتہار میں کوئی بھی شرط نہ ہوگی لفظاً نہ معناً۔

اور ربّانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہوگا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب جو پادری صاحبان مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں[۱]۔ میدان مقابلہ کے لئے جو تراضی طرفین سے مقرر کیا جائے طیّار ہوں۔ پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدان مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدائے تعالیٰ سے دعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے خدا تعالیٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کے رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرعون پر کیا نمرود پر کیا اور نوح کی قوم پر کیا اور یہود پر کیا۔ حضرات پادری صاحبان یہ بات یاد رکھیں کہ اس باہمی

[۱] نوٹ۔ ان صاحبوں میں سے کوئی منتخب ہونا چاہیے۔ اول ڈاکٹر مارٹن کلارک۔ دوسرے پادری عماد الدین پھر پادری ٹھاکر داس یا حسام الدین بمبئی یا صفدر علی بھنڈارہ یا طامس ہاول یا فتح مسیح بشرط منظوری دیگران۔

دعا میں کسی خاص فریق پر نہ لعنت ہے نہ بددعا ہے بلکہ اس جھوٹے کو سزا دلانے کی غرض سے ہے جو اپنے جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک جہان کے زندہ ہونے کے لئے ایک کا مرنا بہتر ہے۔ پادری صاحبان خوب جانتے ہیں کہ جھوٹوں پر یسوع نے بھی بددعائیں کی ہیں۔ چنانچہ یسوع متی باب ۲۳ میں یہود کے علماء کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ ''اے سانپو اور سانپ کے بچو تم جہنم کے عذاب سے کیونکر بھاگو گے۔ ۳۶۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا یعنی عذاب اور باب ۲۳ آیت ۱۳ میں یسوع بار بار جھوٹوں مکاروں کی تباہی چاہتا ہے اور ویل کا لفظ استعمال کرتا ہے جو ہمیشہ بددعا کے لئے آتا ہے۔ غرض ایسا جھوٹا جو جھوٹ کو کسی طرح چھوڑنا نہ چاہے اس کا وجود تمام فتنوں سے زیادہ فتنہ ہے اور فتنہ کو ہر یک طرح سے فرو کرنا راستبازوں کا فرض ہے۔ پس جس حالت میں عیسائی نہایت غلوّ سے کہتے ہیں کہ دین اسلام انسان کا افترا ہے۔ اور اہل اسلام دلی یقین رکھتے ہیں کہ عیسائی درحقیقت انسان پرست ہیں تو کیا لازم نہیں ہے کہ جس طرح ہو سکے یہ بات فیصلہ پا جائے۔

ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی بت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں۔ اور مریم کا بیٹا کشلّیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا مگر کیا کبھی آپ لوگوں نے توجہ کی۔ یوں تو آپ لوگ تمام دنیا کے مذہبوں پر حملہ کر رہے ہیں مگر کبھی اپنے اس مثلث خدا کی نسبت بھی کبھی غور کی۔ کبھی یہ خیال آیا کہ وہ جو تمام عظمتوں کا مالک ہے اس پر انسان کی طرح کیونکر دکھ کی مار پڑ گئی۔ کبھی یہ بھی سوچا کہ خالق نے اپنی ہی مخلوق سے کیونکر مار کھالی۔ کیا یہ سمجھ آ سکتا ہے کہ بندے ناچیز اپنے خدا کو کوڑے ماریں، اس کے منہ پر تھوکیں، اس کو پکڑیں، اس کو سولی دیں اور وہ مقابلہ سے عاجز رہ جائے بلکہ خدا کہلا کر پھر اس پر موت بھی آ جائے۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ تین مجسم خدا ہوں ایک وہ مجسم جس کی شکل پر آدم ہوا۔ دوسرا یسوع۔ تیسرا کبوتر[1] اور تینوں میں سے ایک بچہ والا اور دوولا ولد۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ خدا شیطان کے پیچھے پیچھے چلے اور شیطان اس سے سجدہ چاہے اور اس کو دنیا کی طمع دے۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ

[1] نوٹ۔ عیسائی صاحبان کبوتروں کو شوق سے کھاتے ہیں۔ حالانکہ کبوتر ان کا دیوتا ہے۔ ان سے ہندو اچھے رہے کہ اپنے دیوتا بیل کو نہیں کھاتے۔ منہ

وہ شخص جس کی ہڈیوں میں خدا گھسا ہوا تھا ساری رات رو رو کر دعا کرتا رہا اور پھر بھی استجابت دعا سے محروم اور بے نصیب ہی رہا۔ کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ خدائی کے ثبوت کے لئے یہود کی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ یہود اس عقیدہ پر ہزار لعنت بھیجتے ہیں اور سخت انکاری ہیں اور کوئی ان میں ایسا فرقہ نہیں جو تثلیث کا قائل ہوا گر یہود کو موسیٰ سے آخری نبیوں تک یہی تعلیم دی جاتی تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ لاکھوں آدمی جو بہت سے فرقوں میں منقسم تھے اس تعلیم کو سب کے سب بھول جاتے۔ کیا یہ بات سوچنے کے لائق نہیں کہ عیسائیوں میں قدیم سے ایک فرقہ موحد بھی ہے جو قرآن شریف کے وقت میں بھی موجود تھا۔ اور وہ فرقہ بڑے زور سے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ تثلیث کا گندہ مسئلہ صرف تیسری صدی کے بعد نکلا ہے اور اب بھی اس فرقہ کے لاکھوں انسان یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں اور ہزارہا کتابیں ان کی شائع ہو رہی ہیں۔ پس جبکہ اس قدر ملزم ہو کر پھر بھی پادری صاحبان اپنی بدزبانیوں سے باز نہیں آتے تو کیا اس وقت خدا کے فیصلہ کی حاجت نہیں؟ ضرور حاجت ہے۔ تا جو جھوٹا ہے ہلاک ہو جائے جو گروہ جھوٹا ہوگا اب بلاشبہ بھاگ جائے گا اور جھوٹے بہانوں سے کام لے گا۔

سوائے پادری صاحبان دیکھو کہ میں اس کام کیلئے کھڑا ہوں اگر چاہتے ہو کہ خدا کے حکم سے اور خدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے تو آؤ۔ تا ہم ایک میدان میں دعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تا جھوٹے کی پردہ دری ہو۔ یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور بے شک وہ قادر موجود ہے اور وہ ہمیشہ صادقوں کی حمایت کرتا ہے۔ سو ہم دونوں میں سے جو صادق ہوگا خدا ضرور اس کی حمایت کرے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل ہے وہ اس جنگ کے بعد ذلت دیکھے گا اور جو اس کی نظر میں عزیز ہے وہ عزت پائے گا۔

آتھم کے مقدمہ میں دیکھ چکے ہو کہ باوجود اس کے بہت سے منصوبوں کے پھر آخر حق ظاہر ہو گیا۔ کیا تمہارے دل قبول نہیں کر گئے کہ آتھم کا قسم سے انکار کرنا اور نالش سے انکار کرنا اور حملوں کا ثبوت دینے سے انکار کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ اس نے ضرور الہامی شرط کے موافق حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ باوجود اس کے کہ ملامتی اشتہاروں کی بہت ہی اس کو مار پڑی مگر وہ

اس الزام سے اپنے تئیں بری نہ کر سکا جو اس کے اقرار خوف اور بے ثبوت ہونے عذر حملوں سے اس پر وارد ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ اس موت نے اس کو آ پکڑا جس سے وہ ڈرتا رہا اور ضرور تھا کہ وہ انکار کے بعد جلد مرتا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی پاک پیش گوئیوں کے رو سے یہی سزا اس کے لئے ٹھہر چکی تھی۔ سو اس خدا سے خوف کرو جس نے آتھم کو بڑی سرگردانیوں کے گرداب میں ڈال کر آخر اپنے وعید کے موافق ہلاک کر دیا۔ خدا کی کھلی کھلی پیشگوئیوں سے منہ پھیرنا یہ بدطینتوں کا کام ہے نہ نیک لوگوں کا۔ اور جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا۔ یہ کتوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔ میاں حسام الدین عیسائی لکھتے ہیں کہ آتھم چار دن تک بے ہوش رہا۔ مگر وہ اس کا سرّ نہیں بیان کر سکے کہ کیوں چار دن تک بے ہوش رہا۔ سو جاننا چاہیے کہ یہ چار دن کی سخت جان کندن کے ان چار افتراؤں کی اسی دنیا میں اس کو سزا دی گئی جو اس نے زہر خورانی کے اقدام کا افترا کیا۔ سانپ چھوڑنے کا افترا کیا۔ لودیانہ اور فیروز پور کے حملہ کا افترا کیا اور عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے اصل وجہ خوف کو چھپایا۔ سو عیسائیوں کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی شرم کی جگہ نہیں کہ آتھم ان کے مذہب کے جھوٹا ہونے پر گواہی دے گیا۔ اب اگر آتھم کی گواہی پر اعتبار نہیں تو اس نئے طریق سے دوبارہ حجت اللہ کو پورا کرا لینا چاہیے۔ اور اس نئے طریق میں کوئی شرط بھی نہیں۔ سیدھی بات ہے کہ اگر باہم دعا کرنے کے بعد جس کے ساتھ فریقین کی طرف سے آمین بھی ہوگی۔ میرے مقابل کا شخص ایک سال تک خدا تعالیٰ کے فوق العادت عذاب سے بچ گیا تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں تاوان مذکورہ بالا ادا کروں گا۔

اور مَیں حضرات پادری صاحبان کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اس طرح کا طریق دعا ان کے مذہب اور اعتقاد سے ہرگز منافی نہیں اور حضرت یسوع صاحب نے باب ۲۳ آیت ۱۳ متی میں خود اس طریق کو استعمال کیا ہے اور ویل کے لفظ سے فقیہوں اور فریسیوں پر بددعا کی ہے اب اگر عیسائی صاحبان کوئی اور لفظ استعمال کرنے سے تامل کریں تو ویل کے لفظ کو ہی استعمال کرنا تو خود ان پر واجب ہے کیونکہ ان کے مرشد اور ہادی نے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ ویل کے معنی سختی اور لعنت اور ہلاکت کے ہیں۔ سو ہم دونوں اس طرح پر دعا کریں گے کہ اے خدائے قادر اس وقت ہم بالمقابل دو فریق

کھڑے ہیں ایک فریق یسوع بن مریم کو خدا کہتا اور نبی اسلام کو سچا نبی نہیں جانتا اور دوسرا فریق عیسیٰ ابن مریم کو رسول مانتا اور محض بندہ اس کو یقین رکھتا اور پیغمبر اسلام کو درحقیقت سچا اور یہود اور نصاریٰ میں فیصلہ کرنے والا جانتا ہے سو ان دونوں فریق میں سے جو فریق تیری نظر میں جھوٹا ہے اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر اور اپنا وَیل اس پر نازل کر۔ اور چاہیے کہ ایک فریق جب دعا کرے تو دوسرا آمین کہے اور جب وہ فریق دعا کرے تو یہ فریق آمین کہے۔

اور میری دلی مراد ہے کہ اس مقابلہ کے لئے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو منتخب کیا جائے کیونکہ وہ موٹا اور جوان عمر اور اول درجہ کا تندرست اور پھر ڈاکٹر ہے اپنی عمر درازی کا تمام بندوبست کر لے گا۔ یقیناً ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب ضرور ہماری اس درخواست کو قبول کرلیں گے کیونکہ انہیں یسوع ابن مریم کے خدا بنانے کا بہت شوق ہے۔ اور سخت نامردی ہوگی کہ اب وہ اس وقت بھاگ جائیں اور اگر وہ بھاگ جائیں تو پادری عماد الدین صاحب اس مقابلہ کے لائق ہیں جنہوں نے ابن مریم کو خدا بنانے کے لئے ہر ایک انسانی چالاکی کو استعمال کیا اور آفتاب پر تھوکا ہے۔ اور اگر وہ بھی اس خوف سے بھاگ گئے کہ خدا کا ویل ضرور انہیں کھا جائے گا تو حسام الدین یا صفدر علی یا ٹھاکر داس یا طامس ہاول اور بالآخر فتح مسیح اس میدان میں آوے۔ یا کوئی اور پادری صاحب نکلیں اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دو ماہ تک کوئی بھی نہ نکلا اور صرف شیطانی عذر بہانہ سے کام لیا تو پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادریوں کے جھوٹے ہونے پر مہر لگ جائے گی اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹ کی بیخ کنی کرے گا یاد رکھو کہ ضرور کرے گا کیونکہ وقت آ گیا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

میرزا غلام احمد از قادیان

۱۴؍ستمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ انجام آتھم کے ۳۴ تا ۴۴ صفحہ پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۴ تا ۴۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

(رسالہ دعوت قوم)

اشتہار مباہلہ

بغرض دعوت ان مسلمان مولویوں کے جو اس عاجز کو کافر اور کذّاب اور مفتری اور دجّال اور جہنمی قرار دیتے ہیں

رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ [1]

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے زیادہ گزر گیا ہے اور نہ فقط علماء بلکہ فقرا اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغوا سے ہزار ہا ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس تمام فتنہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلمانوں میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا۔ بلکہ نذیر حسین کے دجّالانہ فتویٰ کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے طیّار کیا تھا بغیر

[1] الاعراف: ۹۰

تحقیق اور تنقیح کے اس پر ایمان لے آئے۔ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادت مند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افترا ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہمیں معجزاتِ انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے یا ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے یا ملائک سے انکاری یا حشر ونشر وغیرہ اصول عقائد اسلام سے منکر ہیں۔ یا صوم وصلوٰۃ وغیرہ ارکان اسلام کو نظر استخفاف سے دیکھتے یا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقائد اور ان اعمال کے منکر کو ملعون اور خَسِرَ الدُّنۡیَاوَ الۡاٰخِرَۃِ یقین رکھتے ہیں۔

اگر ہمیں ہمارے دعویٰ کے موافق قبول کرنے کے لئے یہی مابہ النزاع ہے تو ہم بلند آواز سے بار بار سناتے ہیں کہ ہمارے یہی عقائد ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے جس کے لئے یہ اشتہار مباہلہ لکھا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرما کر اس صدی چہاردہم کا مجدّد قرار دیا ہے اور ہر یک مجدّد کا بلحاظ حالت موجودہ زمانہ کے ایک خاص کام ہوتا ہے جس کے لئے وہ مامور کیا جاتا ہے۔ سو اس سنت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت کے توڑنے کے لئے مامور ہے یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفّارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے واحد لاشریک کی کسر شان کی ہے۔ یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں کے ذریعہ سے فرو کیا جائے۔ اس بات کی کس کو خبر نہیں کہ دنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے جو کمال کو پہنچ گیا ہے اور الٰہی تعلیم کا سخت مخالف ہے یعنی کفّارہ اور تثلیث کی تعلیم جس کو صلیبی فتنہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیے۔ کیونکہ کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموّج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے اور اس نے ابتدا سے اپنے نبی مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خبر دی تھی کہ جس شخص کی ہمت اور دعا اور قوت بیان اور تاثیر کلام اور انفاس کا فرکُش سے یہ فتنہ فرو ہوگا اسی کا نام اس وقت عیسیٰ اور مسیح موعود ہوگا۔

اگر چہ وہ پیشگوئیاں بہت سے نازک اور لطیف استعارات سے بھری پڑی ہیں مگر ان میں جو نہایت واضح اور کھلا کھلا اور موٹا نشان مسیح موعود کے بارے میں لکھا گیا ہے وہ کسر صلیب ہے یعنی صلیب کو توڑنا۔ یہ لفظ ہر یک عقلمند کے لئے بڑی غور کے لائق ہے اور یہ صاف بتلا رہا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیت کے موجزن فتنہ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا نہ کسی اور زمانہ میں۔ کیونکہ صلیب پر سارا مدار نجات کا رکھنا کسی اور دجّال کا کام نہیں ہے۔ یہی گروہ ہے جو صلیبی کفّارہ پر زور دے رہا ہے اور اس کو فروغ دینے کے لئے ہر ایک دجل کو کام میں لا رہا ہے۔

دجّال بہت گزرے ہیں اور شاید آگے بھی ہوں۔ مگر وہ دجّال اکبر جن کا دجل خدا کے نزدیک ایسا مکروہ ہے کہ قریب ہے جو اس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہی گروہ مشت خاک کو خدا بنانے والا ہے۔ خدا نے یہودیوں اور مشرکوں اور دوسری قوموں کے طرح طرح کے دجل قرآن شریف میں بیان فرمائے مگر یہ عظمت کسی کے دجل کو نہیں دی کہ اس دجل سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ پس جس گروہ کو خدا نے اپنے پاک کلام میں دجّالِ اکبر ٹھہرایا ہے ہمیں نہیں چاہیے کہ اس کے سوا کسی اور کا نام دجّالِ اکبر رکھیں۔ نہایت ظلم ہوگا کہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور دجّالِ اکبر تلاش کیا جائے۔

یہ بات کسی پہلو سے درست نہیں ٹھہر سکتی کہ حال کے پادریوں کے سوا کوئی اور بھی دجّال ہے جو ان سے بڑا ہے کیونکہ جبکہ خدا نے اپنی پاک کلام میں سب سے بڑا یہی دجّال بیان فرمایا ہے تو نہایت بے ایمانی ہوگی کہ خدا کے کلام کی مخالفت کر کے کسی اور کو بڑا دجّال ٹھہرایا جائے۔ اگر کسی ایسے دجّال کا کسی وقت وجود ہو سکتا تو خدا تعالیٰ جس کا علم ماضی اور حال اور مستقبل پر محیط ہے اسی کا نام دجّالِ اکبر رکھتا نہ ان کا نام۔ پھر یہ نشان دجّال اکبر کا جو حدیث بخاری کے صریح اس اشارہ سے نکلتا ہے کہ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ صاف بتلا رہا ہے کہ اس دجّالِ اکبر کی شان میں سے یہ ہوگا کہ وہ مسیح کو خدا ٹھہرائے

گا اور مدارِ نجات صلیب پر رکھے گا۔

یہ بات عارفوں کے لئے نہایت خوشی کا موجب ہے کہ اس جگہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا تظاہر ہو گیا ہے جس سے تمام حقیقت اس متنازعہ فیہ مسئلہ کی کھل گئی۔ کیونکہ قرآن نے تو اپنے صریح لفظوں میں دجّالِ اکبر پادریوں کو ٹھہرایا اور ان کے دجل کو ایسا عظیم الشان دجل قرار دیا کہ قریب ہے جو اس سے زمین و آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور حدیث نے مسیح موعود کی حقیقی علامت یہ بتلائی کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہوگا۔ اور وہ دجّال اکبر کو قتل کرے گا۔ ہمارے نادان مولوی نہیں سوچتے کہ جبکہ مسیح موعود کا خاص کام کسر صلیب اور قتل دجّال اکبر ہے اور قرآن نے خبر دی ہے کہ وہ بڑا دجل اور بڑا فتنہ جس سے قریب ہے کہ نظام اس عالم کا درہم برہم ہو جائے اور خاتمہ اس دنیا کا ہو جائے وہ پادریوں کا فتنہ ہے تو اس سے صاف طور پر کھل گیا کہ پادریوں کے سوا اور کوئی دجّالِ اکبر نہیں ہے اور جو شخص اب اس فتنہ کے ظہور کے بعد اور کی انتظار کرے وہ قرآن کا مکذب ہے۔

اور نیز جبکہ لغت کی رو سے بھی دجّال ایک گروہ کا نام ہے جو اپنے دجل سے زمین کو پلید کرتا ہے۔ اور حدیث کی رو سے نشان دجّالِ اکبر کا حمایت صلیب ٹھہرا تو باوجود اس کھلی کھلی تحقیق کے وہ شخص نہایت درجہ کور باطن ہے کہ جو اب بھی حال کے پادریوں کو دجّال اکبر نہیں سمجھتا۔ ایک اور بات ہے جس سے ہمارے نادان مولوی اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اس بات کے خود قائل ہیں کہ دجّالِ معہود کا بجز حرمین کے تمام زمین پر تسلط ہو جائے گا۔ سو اگر دجّال سے مراد کوئی اور رکھا جائے تو یہ حدیث قرآن کی صریح پیشگوئی سے مخالف ہو جائے گی۔ کیونکہ قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ قیامت تک زمین پر غلبہ اور تسلط دو قوموں میں سے ایک قوم کا ہوتا رہے گا۔ یا اہلِ اسلام کا یا نصاریٰ کا۔ پس قرآن کے رو سے ایسے دجّال کو جو اپنی خدائی کا دعویٰ لے کر آئے گا۔ زمین پر قدم رکھنے کی جگہ نہیں اور قرآن اس کے وجود کو روکتا ہے۔ ہاں استعارہ کے طور پر نصاریٰ کا دعویٰ خدائی ثابت ہے کیونکہ چاہتے ہیں کہ کلوں کے زور سے تمام زمین و آسمان کو اپنے قابو میں کر لیں یہاں تک کہ مینہ

برسانے کی قدرت بھی حاصل ہو جائے۔ پس اس طرح پر وہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

غرض یہ وہ امور ہیں جن کو حال کے مولوی نہیں سمجھتے اور اہل اسلام میں انہوں نے بڑا بھاری فتنہ اور تفرقہ ڈال رکھا ہے اور نہایت بیہودہ اور رکیک تاویلات سے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے منہ پھیر رہے ہیں۔ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اہل حدیث ہیں مگر اب تو انہوں نے قرآن کو بھی چھوڑا اور حدیث کو بھی۔ سو جبکہ میں نے دیکھا کہ قرآن شریف اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے دلوں میں عظمت نہیں اور جلیل الشان اکابر ائمہ کی شہادت بھی جیسا کہ امام بخاری اور ابن حزم اور امام مالک کی شہادت جو حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کی نسبت بار بار لکھی گئی ہے ان کے نزدیک کچھ چیز نہیں سو مجھ کو اس پہلو سے بکلی نومیدی ہوئی کہ وہ منقولی بحث ومباحثہ کے ذریعہ سے ہدایت پا سکیں[۱] پس خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں دوسرا پہلو اختیار کروں جو اصل بنیاد میرے دعویٰ کی ہے یعنی اپنے سچے ملہم ہونے کا ثبوت کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر وہ لوگ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے سچا ملہم سمجھتے اور میرے الہامات کو میرا ہی افترا یا شیطانی وساوس خیال نہ کرتے تو اس قدر سبّ اور شتم اور ہنسی اور ٹھٹھا اور تکفیر اور بدتہذیب کے ساتھ پیش نہ آتے بلکہ اپنے بہت سے ظنون فاسدہ کا حسن ظن کے غلبہ سے آپ فیصلہ کر لیتے کیونکہ کسی کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے یقین کے بعد وہ مشکلات ہرگز پیش نہیں آتیں کہ جو اس حالت میں پیش آتی ہیں کہ انسان کے دل پر اس کے کاذب ہونے کا خیال غالب ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری سچائی کے سمجھنے کے لئے بہت سے قرائن واضح ان کو عطا کئے تھے۔ (۱) میرا دعویٰ صدی کے سر پر تھا۔ (۲) میرے دعوے کے وقت میں

---

[۱] حاشیہ۔ منقولی بحث مباحثہ کی کتابیں جو میری طرف سے چھپی ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے جو درحقیقت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور دوبارہ آنا ان کا بطور بروز مراد ہے نہ بطور حقیقت وہ یہ ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ وہام۔ اتمام الحجۃ۔ تحفہ بغداد۔ حمامۃ البشریٰ۔ نور الحق دو حصّہ۔ کرامات الصادقین۔ سر الخلافہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔

خسوف کسوف ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ (۳) میرے دعویٰ الہام پر پورے بیس[۲۰] برس گزر گئے اور مفتری کو اس قدر مہلت نہیں دی جاتی۔ (۴) میری پیشگوئی کے مطابق خدا نے آتھم کو کچھ مہلت بھی دی اور پھر مار بھی دیا۔ (۵) مجھ کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے اور اس قدر میرے کلام کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت نہیں دی جاتی لیکن مخالف مولویوں نے ان باتوں میں سے کسی بات پر غور نہیں کی۔

سو اب چونکہ تکذیب اور تکفیر ان کی انتہا تک پہنچ گئی اس لئے وقت آ گیا کہ خدائے قادر اور علیم اور خبیر کے ہاتھ سے جھوٹے اور سچے میں فرق کیا جائے۔ ہمارے مخالف مولوی اس بات کو جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایسے شخص سے کس قدر بیزاری ظاہر کی ہے جو خدا تعالیٰ پر افترا باندھے یہاں تک کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اگر وہ بعض قول میرے پر افترا کرتا تو میں فی الفور پکڑ لیتا اور رگ جان کاٹ دیتا۔ غرض خدا تعالیٰ پر افترا کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں الہام مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے حالانکہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایک ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کی سزا میں صرف جہنم کی ہی وعید نہیں بلکہ قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری اسی دنیا میں دست بدست سزا پا لیتا ہے اور خدائے قادر و غیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔ اگر ان مولویوں کا دل تقویٰ کے رنگ سے کچھ بھی رنگین ہوتا اور خدا تعالیٰ کی عادتوں اور سنتوں سے ایک ذرہ بھی واقف ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ایک مفتری کا اس قدر دراز عرصہ تک افترا میں مشغول رہنا بلکہ روز بروز اس میں ترقی کرنا اور خدا تعالیٰ کا اس کے افترا پر اس کو نہ پکڑنا بلکہ لوگوں میں اس کو عزت دینا دلوں میں اس کی قبولیت ڈالنا اور اس کی زبان کو چشمہ حقائق و معارف بنانا یہ ایک ایسا امر ہے کہ جب سے خدائے تعالیٰ نے دنیا کی بنیاد ڈالی ہے اس کی نظیر ہرگز نہیں پائی جاتی۔ افسوس کہ کیوں یہ منافق مولوی خدا تعالیٰ کے احکام اور مواعید کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ کیا ان کے پاس حدیث یا قرآن شریف سے کوئی نظیر موجود ہے کہ ایک ایسے

خبیث طبع مفتری کو خدا تعالیٰ نہ پکڑے جو اس پر افترا پر افترا باندھے اور جھوٹے الہام بنا کر اپنے تئیں خدا کا نہایت ہی پیارا ظاہر کرے اور محض اپنے دل سے شیطانی باتیں تراش کر اس کو عمداً خدا کی وحی قرار دیوے اور کہے کہ خدا کا حکم ہے کہ لوگ میری پیروی کریں اور کہے کہ خدا مجھے اپنے الہام میں فرماتا ہے کہ تو اس زمانہ میں تمام مومنوں کا سردار ہے حالانکہ اس کو کبھی الہام نہ ہوا ہو اور نہ کبھی خدا نے اس کو مومنوں کا سردار ٹھہرایا ہو اور کہے کہ مجھے خدا مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو ہی مسیح موعود ہے جس کو میں کسر صلیب کے لئے بھیجتا ہوں۔ حالانکہ خدا نے کوئی ایسا حکم اس کو نہیں دیا اور نہ اس کا نام عیسیٰ رکھا اور کہے کہ خدائے تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ مجھ سے تو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید۔ تیرا مقام قرب مجھ سے وہ ہے جس سے لوگ بے خبر ہیں۔ حالانکہ خدا اس کو مفتری جانتا ہے۔ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور مردودوں اور مخذولوں کے ساتھ اس کا حصہ قرار دیتا ہے۔ پھر کیا یہی خدائے تعالیٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذّاب اور بیباک مفتری کو جلد نہ پکڑے۔ یہاں تک کہ اس افترا پر بیس[۲۰] برس سے زیادہ عرصہ گزر جائے۔

کون اس کو قبول کر سکتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے اس لمبے عرصہ تک اس جھوٹے کو چھوڑ دے جس کی نظیر دنیا کے صفحہ میں مل ہی نہیں سکتی۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا[۱] یعنی اس سے زیادہ تر ظالم اور کون ہے جو خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ بیشک مفتری خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والا جلد مارا جاتا ہے۔

سو ایک تقویٰ شعار آدمی کیلئے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا بلکہ میرے ظاہر اور باطن اور میرے جسم اور میری روح پر وہ احسان کئے جن کو میں شمار نہیں کر سکتا۔ میں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب میں بوڑھا ہو گیا اور ابتداءِ دعویٰ پر بیس[۲۰] برس

[۱] الانعام : ۲۲

سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا۔ بہت سے میرے دوست اور عزیز جو مجھ سے چھوٹے تھے فوت ہو گئے اور مجھے اس نے عمر دراز بخشی اور ہر یک مشکل میں میرا متکفّل اور متولّی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں۔ اب بھی اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اور فیصلہ ہے اور وہ یہ کہ میں ان الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو میں شائع کر چکا ہوں مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں۔ اس طرح پر کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کروں کہ میں درحقیقت اس کے شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور درحقیقت اس نے مجھے چہار دہم صدی کے سر پر بھیجا ہے کہ تا میں اس فتنہ کو فرو کروں کہ جو اسلام کے مخالف سب سے زیادہ فتنہ ہے اور اسی نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے۔ اور کسر صلیب کے لئے مجھے مامور کیا ہے لیکن نہ کسی جسمانی حربہ سے بلکہ آسمانی حربہ سے اور یہ سب اس کا کلام ہے اور وہ خاص الہامات اس کے جو اس وقت میں مخالف مولویوں کو سناؤں گا ان میں سے بطور نمونہ چند الہامات اس جگہ لکھتا ہوں ان میں سے بعض الہامات بیس ۲۰ برس کے عرصہ سے ہیں۔ جو مختلف ترتیبوں اور کمی بیشی کے ساتھ بار بار القاء ہوئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

يَا عِيْسَى الَّذِىْ لَا يُضَاعُ وَقْتُهٗ. اَنْتَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةٍ لَّا يَعْلَمُهَا الْخَلْقُ. اَنْتَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيْدِىْ وَ تَفْرِيْدِىْ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ. هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ. لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ. قُلْ اِنِّىْ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ. اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ	اے وہ عیسیٰ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تو میری جناب میں وہ مرتبہ رکھتا ہے جس کا لوگوں کو علم نہیں تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ سو وقت آ گیا کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جائے اور مدد دیا جائے۔ وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا اس دین کو سب دینوں پر غالب کرے۔ خدا کی پیشگوئیوں کو کوئی بدل نہیں سکتا کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔ وہ

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ آبَاءُ هُم وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلَ الْمُجْرِمِيْنَ . اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ . قُلْ عِنْدِىْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّؤْمِنُونَ قُلْ عِنْدِىْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ . اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ . قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ . هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ. يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ . اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهٰى اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَيْنَا اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ. اِنِّىْ مَعَكَ. كُنْ مَعِىَ اَيْنَمَا كُنْتَ. كُنْ مَعَ اللّٰهِ حَيْثُ مَا كُنْتَ. كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا يَرْفَعُ اللّٰهُ ذِكْرَكَ. وَيَتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

رحمٰن ہے جس نے قرآن سکھلایا تا کہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ ہم تیرے لئے ٹھٹھا کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاتے ہو۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم قبول کرتے ہو۔ میرے ساتھ میرا خدا ہے وہ عنقریب مجھے کامیابی کی راہ دکھائے گا۔ ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔ کیا میں بتلاؤں کہ کن پر شیطان اترا کرتے ہیں۔ ہر ایک جھوٹے مفتری پر اترتے ہیں۔ ارادہ کرتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھوکوں سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو کامل کرے گا اگرچہ کافر کراہت ہی کریں۔ عنقریب ہم ان کے دلوں پر رعب ڈال دیں گے۔ جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور زمانہ کا امر ہماری طرف رجوع کرے گا کہا جائے گا کہ کیا یہ سچ نہ تھا۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ میرے ساتھ ہو جہاں تو ہووے۔ خدا کے ساتھ ہو جہاں تو ہووے۔ تم بہتر امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے نکالے گئے۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ خدا تیرے ذکر کو بلند کرے گا اور

یَـا اَحْـمَدُ یَتِمُّ اِسْمُکَ وَلَایَتِمُّ اِسْمِیْ. اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ. اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِنِّیْ شَـأْنُکَ عَـجِیْـبٌ وَاَجْـرُکَ قَـرِیْـبٌ. اَلْاَرْضُ وَالسَّـمَـاءُ مَـعَکَ کَمَا هُوَ مَعِیْ[1] اَنْـتَ وَجِیْـهٌ فِـیْ حَـضْـرَتِـیْ. اِخْتَرْتُکَ لِـنَـفْسِیْ. اَنْتَ وَجِیْهٌ فِی الدُّنْیَا وَحَضْرَتِیْ سُبْـحَـانَ الـلّٰـهِ تَبَـارَکَ وَتَعَـالٰی. زَادَ مَجْدَکَ. یَنْقَطِعُ آبَآءُ کَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ. نُـصِرْتَ بِالرُّعْبِ وَاُحْیِیْتَ بِالصِّدْقِ. اَیُّهَا الـصِّدِّیْـقُ نُـصِـرْتَ. وَقَـالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَـنَـاصٍ. آثَـرَکَ الـلّٰـهُ عَلَیْنَـا وَلَوْ کُنَّـا کَـارِهِیْنَ. رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ. لَا تَثْـرِیْـبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ. وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَتْرُکَکَ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ.

دنیا اور آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا۔ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ میں نے اپنی محبت کو تجھ پر ڈال دیا۔ تیری شان عجیب ہے۔ تیرا اجر قریب ہے۔ زمین و آسمان تیرے ساتھ ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہے تو میری جناب میں وجیہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا۔ تو دنیا اور میری جناب میں وجیہ ہے پاک ہے وہ خدا جو بہت برکتوں والا اور بہت بلند ہے۔ تیری بزرگی کو اس نے زیادہ کیا۔ اب سے تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور خدا تجھ سے شروع کرے گا۔ تو رعب کے ساتھ مدد دیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا اے صدیق تو مدد دیا گیا۔ اور مخالف کہیں گے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔ خدا نے تجھے ہم پر اختیار کر لیا اگرچہ ہم کراہت کرتے تھے۔ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر اے رجوع کرنے والو کچھ سرزنش نہیں خدا تمہیں بخش دے گا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ اور خدا ایسا نہیں کہ تجھے یونہی چھوڑ دے جب تک پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔

[1] حاشیہ۔ هُـــوَ کی ضمیر واحد باعتبار واحد فی الذہن یعنی مخلوق ہے اور ایسا محاورہ قرآن شریف میں بہت ہے۔ منه

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ. اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِىْ. يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ وَيُحْيِى الدِّيْنَ. وَلَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ. سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا. خَلَقَ اٰدَمَ فَاَكْرَمَهٗ. جَرِىُّ اللّٰهِ فِىْ حُلَلِ الْاَنْبِيَآءِ. اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَدَّعَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ. شَكَرَ اللّٰهُ سَعْيَهٗ. كِتَابُ الْوَلِيِّ ذُوالْفِقَارُ عَلِيٍّ. يَكَادُ زَيْتُهٗ يُضِىْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ خُذُوْاالتَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ يَا اَبْنَآءَ الْفَارِسَ. اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانَ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا. اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِر سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُر. يَاعَبْدِىْ لَا تَخَفْ اِنِّىْ اَسْمَعُ وَاَرٰى. اَلَمْ تَرَاَنَّانَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا.

اور خدا اپنے امر پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے جب خدا کی مدد اور فتح آئی اور اس کا کلمہ پورا ہوا کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس میں تم جلدی کرتے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم کو پیدا کیا میں نے اس کو برابر کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی۔ شریعت کو قائم کرے گا اور دین کو زندہ کرے گا اور اگر ایمان ثریا سے معلّق ہوتا تب بھی اسے پالیتا۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا آدم کو پیدا کیا اور اس کو عزت دی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلّہ میں۔ وہ لوگ جو کافر ہوگئے اور خدا کی راہ سے روکنے لگے ایک فارسی النسل آدمی نے ان کے خیالات کو ردّ کیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گزار ہے۔ اس ولی کی کتاب ایسی ہے جیسے علی کی ذوالفقار۔ اس کا تیل یونہی چمکنے کو ہے اگرچہ آگ چھو بھی نہ جائے۔ توحید کو پکڑو توحید پکڑو! اے فارس کے بیٹو۔ ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور حق کے ساتھ اتارا ہے اور ضرورتِ حقہ کے ساتھ اترا ہے اور جو خدا نے ٹھہرا رکھا تھا وہ ہونا ہی تھا۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت انتقام لینے والی ہیں۔ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائیں گے۔ اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو کم کرتے چلے آتے ہیں اس کی طرفوں سے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ. اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ. وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْ قَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ. وَقَالُوْا اَنّٰی لَکَ ھٰذَا اِنَّ ھٰذَا لَمَکْرٌ مَکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَۃِ. وَأَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ. یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ. اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَمَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ قَالُوْا اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ. قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُہٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامٌ شَدِیْدٌ. اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَامَکِیْنٌ اَمِیْنٌ. وَاِنَّ عَلَیْکَ رَحْمَتِیْ فِی الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ. وَاِنَّکَ مِنَ الْمَنْصُوْرِیْنَ. یَحْمَدُکَ اللّٰہُ مِنْ عَرْشِہٖ. یَحْمَدُکَ اللّٰہُ وَیَمْشِیْ اِلَیْکَ. اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ. کَمِثْلِکَ دُرٌّ لَا یُضَاعُ. بُشْرٰی لَکَ یَااَحْمَدِیْ. اَنْتَ مُرَادِیْ وَمَعِیْ. اِنِّیْ نَاصِرُکَ. اِنِّیْ حَافِظُکَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا. اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا.

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ محمدؐ پر اور اس کی آل پر درود بھیج وہ بنی آدم کا سردار اور خاتم الانبیاء ہے۔ تو صراط مستقیم پر ہے۔ پس جو کچھ حکم ہوتا ہے کھول کر بیان کر اور جاہلوں سے کنارہ کر۔ اور کہتے ہیں کہ دو شہروں میں سے ایک بڑے آدمی کو خدا نے کیوں مامور نہ کیا۔ اور کہتے ہیں کہ تجھے کہاں یہ رتبہ یہ تو مکر ہے کہ مل جل کر بنایا گیا ہے۔ اور کئی لوگوں نے اس مکر میں اس شخص کی مدد کی ہے۔ تجھے دیکھتے ہیں اور تو انہیں نظر نہیں آتا۔ اے لوگو جان لو کہ زمین مر گئی تھی اور خدا پھر اسے نئے سرے زندہ کر رہا ہے۔ اور جو خدا کا ہو خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ خدا ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام افتراء ہے کہہ اگر میں نے افترا کیا ہے تو یہ سخت گناہ میری گردن پر ہے۔ آج تو ہمارے نزدیک بارتبہ اور امین ہے۔ اور تیرے پر دین اور دنیا میں میری رحمت ہے۔ اور تو مدد دیا گیا ہے۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے۔ اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ خبردار خدا کی مدد قریب ہے۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جاتا۔ تجھے خوشخبری ہو اے میرے احمد۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں تیرا مددگار ہوں۔ میں تیرا حافظ ہوں میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ کیا لوگوں کو تعجب ہوا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ عَجِيْبٌ يَجْتَبِيْ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ. لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ. وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ. وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ. اِذَا نَصَرَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَهُ الْحَاسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ. قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ. لَا تُحَاطُ اَسْرَارُ الْاَوْلِيَآءِ تَلَطَّفْ بِالنَّاسِ وَتَرَحَّمْ عَلَيْهِمْ. اَنْتَ فِيْهِمْ بِمَنْزِلَةِ مُوْسٰى. وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النِّعْمَةِ. اَنْتَ مِنْ مَّآءِ نَاوَهُمْ مِّنْ فَشَلٍ.[۱]

کہہ وہ خدا عجیب ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے۔ وہ اپنے کاموں میں پوچھا نہیں جاتا اور دوسرے پوچھے جاتے ہیں۔ اور یہ دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ضرور افترا ہے۔ خدا جب مومن کو مدد دیتا ہے تو زمین پر اس کے کئی حاسد بنا دیتا ہے۔ کہہ خدا ہے جس نے یہ الہام کیا پھر ان کو چھوڑ دے تا اپنی کج فکریوں میں بازی کریں۔ اولیاء کے اسرار پر کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ لوگوں سے لطف کے ساتھ پیش آ اور ان پر رحم کر۔ تو ان میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے اور ان کی باتوں پر صبر کر اور منعم مکذبوں کی سزا مجھ پر چھوڑ دے۔ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔

[۱] حاشیہ۔ یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی، استقامت کا پانی، تقویٰ کا پانی، وفا کا پانی، صدق کا پانی، حبّ اللّٰہ کا پانی ہے۔ جو خدا سے ملتا ہے اور فشل بزدلی کو کہتے ہیں جو شیطان سے آتی ہے۔ اور ہر یک بے ایمانی اور بدکاری کی جڑ بزدلی اور نامردی ہے۔ جب قوتِ استقامت باقی نہیں رہتی تو انسان گناہ کی طرف جھک جاتا ہے۔ غرض فشل شیطان کی طرف سے ہے اور عقائد صالحہ اور اعمال طیبہ کا پانی خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے تو اس وقت اگر بچہ سعید ہے اور نیک ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے اور بد ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے اور شیطان اس میں شراکت رکھتا ہے اور بطور استعارہ وہ شیطان کی ذُرّیت کہلاتی ہے اور جو خدا کے ہیں وہ خدا کے کہلاتے ہیں جن کو پہلی کتابوں میں بطور استعارہ ابناء اللّٰہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ آدم اور یعقوب وغیرہ بہت سے نبیوں پر استعمال ہوا ہے اور انجیل میں مسیح ابن مریم پر بھی استعمال پایا ہے اور کسی کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں صرف بلحاظ مذکورہ بالا استعمال پاتا رہا ہے چنانچہ مسیح ابن مریم کی نسبت احادیث سے جو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے مَس سے وہ اور اس کی ماں پاک ہے تو یہ لفظ اسی اظہار کی غرض سے ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی ناجائز پیدائش نہیں جیسا کہ یہودیوں کا خیال ہے تا نطفہ پر شیطان کا سایہ مانا جائے۔ بلکہ بلاشبہ برخلاف زعم یہودیوں کے وہ حلال زادہ تھا اور مریم بدکار عورت نہیں تھی۔ اس مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ شیطان کا سایہ جس کو مَس اور اشتراک بھی کہتے ہیں جس کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ذرّیتِ شیطان ہے یا بائبل کے محاورہ کے رو سے نحّاش کا بچہ ہے یعنی سانپ کا جو شیطان ہے صرف اس صورت میں کسی نطفہ پر پڑتا ہے جبکہ نطفہ ڈالنے والا یا وہ جس کے رحم میں نطفہ ٹھہرا نہایت بُری

وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ. قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ. قِيۡلَ ارۡجِعُوۡا اِلَى اللّٰهِ فَلَا تَرۡجِعُوۡنَ. وَقِيۡلَ اسۡتَحۡوِذُوۡا فَلَا تَسۡتَحۡوِذُوۡنَ. اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ جَعَلَكَ الۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ. اَلۡفِتۡنَةُ هٰهُنَا فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُوۡلُوا الۡعَزۡمِ. تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ. مَا كَانَ لَهٗۤ اَنۡ يَّدۡخُلَ فِيۡهَاۤ اِلَّا خَآئِفًا. وَ مَاۤ اَصَابَكَ فَمِنَ اللّٰهِ. اَ لَاۤ اِنَّهَا فِتۡنَةٌ مِّنَ اللّٰهِ لِيُحِبَّ حُبًّا جَمًّا. حُبًّا مِّنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡاَكۡرَمِ. عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ. وَقۡتُ الۡاِبۡتِلَآءِ وَ وَقۡتُ الۡاِصۡطِفَآءِ. وَلَا يُرَدُّ وَقۡتُ الۡعَذَابِ عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ.

اور جب ان کو کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اچھے آدمی ایمان لائے۔ تو جواب میں کہتے ہیں کہ کیا اس طرح ایمان لائیں جیسا کہ سفیہ اور بیوقوف ایمان لائے۔ خوب یاد رکھو کہ درحقیقت بیوقوف اور سفیہ یہی لوگ ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ ہم کیسی غلطی پر ہیں۔ ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ کہا گیا کہ تم رجوع کرو سو تم نے رجوع نہ کیا۔ اور کہا گیا کہ تم اپنے وساوس پر غالب آ جاؤ سو تم غالب نہ آئے۔ سب تعریف خدا کو ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ اس جگہ فتنہ ہے۔ سو اولوالعزم لوگوں کی طرح صبر کر۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ اس فتنہ میں دخل دیتا یعنی اس کا بانی ہوتا مگر ڈرتے ہوئے۔ اور تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی مگر اسی قدر جو خدا نے مقرر کی۔ یہ فتنہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے تا وہ تجھ سے بہت ہی پیار کرے۔ یہ خدا کا پیار کرنا ہے جو غالب اور بزرگ ہے اور یہ پیار وہ عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ ابتلاء کا وقت ہے اور اصطفاء کا وقت ہے اور عذاب کا وقت مجرموں کے سر پر سے کبھی نہیں

بقیہ حاشیہ۔ حالت میں ہوں اور گناہ اور سخت دلی کی تاریکی ان پر ایسی محیط ہو کہ کوئی گوشہ خالی نہ ہو اور فطرتی نور بالکل محجوب ہو اور ایسی صورت میں بچے نہایت خبیث پیدا ہوتے ہیں کیونکہ شیطان کے سایہ کے نیچے ان کا خاکہ بنتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے بچے چور اور ڈاکو ہی نکلتے ہیں اور راستبازوں کے راستباز۔ فَتَأَمَّل۔ منه

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ. اِنَّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا. وَاِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا. اَهٰذَا الَّذِىْ بَعَثَ اللّٰهُ. قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَىَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِى الْقُرْآنِ. وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمَرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا افْتِرَآءٌ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى. اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ. اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ. فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا. وَاللّٰهُ مُوْهِنُ كَيْدَ الْكَافِرِيْنَ. وَلِنَجْعَلَهٗ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا.

ٹل سکتا۔ اور اے اس مامور کی جماعت سست مت ہو جانا اور غم میں نہ پڑ جانا اور بالآخر غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر ثابت رہو گے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم چاہو اور وہ دراصل تمہارے لئے اچھی نہ ہو اور ایک چیز سے نفرت کرو اور وہ دراصل تمہارے لئے اچھی ہو اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں۔ زمین و آسمان بندھے ہوئے تھے سو ہم نے دونوں کو کھول دیا۔ اور تجھے انہوں نے ایک ہنسی کی جگہ بنا رکھا ہے۔ کیا یہی ہے جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا۔ کہہ میں ایک آدمی ہوں تم جیسا مجھے خدا سے الہام ہوتا ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تمام بھلائی قرآن میں ہے۔ اور میں اس سے پہلے ایک مدت سے تم میں ہی رہتا تھا کیا تمہیں میرے حالات معلوم نہیں۔ اور انہوں نے کہا یہ باتیں افترا ہیں کہہ حقیقی ہدایت جس میں غلطی نہ ہو خدا کی ہدایت ہے اور خبردار ہو کہ خدا کا گروہ ہی آخرکار غالب ہوتا ہے ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے تا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کئے جائیں۔ کیا خدا اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے۔ سو خدا نے ان کے الزاموں سے اس کو بَری کیا اور وہ خدا کے نزدیک وجیہ ہے۔ اور خدا کافروں کے مکر کو سست کر دے گا۔ اور ہم اس کو لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور رحمت کا نمونہ ہوگا اور یہی مقدر تھا۔

قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ تَمْتَرُوْنَ. یَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَۃُ عَلٰی شَفَتَیْکَ. اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ. اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ۔[1] یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَمْرُکَ یَتَاَتّٰی یَوْمٌ یَجِیْءُ الْحَقُّ وَیُکْشَفُ الصِّدْقُ. وَیَخْسِرُ الْخَاسِرُوْنَ. اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ. اَنْتَ مَعِیْ و اَنَا مَعَکَ. سِرُّکَ سِرِّیْ. وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ. وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ. یُخَوِّفُوْنَکَ مِنْ دُوْنِہٖ. اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ. لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی.

یہ وہ سچا قول ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اے احمد رحمت تیرے لبوں پر جاری ہو رہی ہے ہم نے تجھے بہت سے حقائق اور معارف اور برکات بخشے ہیں اور ذرّیت نیک عطا کی ہے سو خدا کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ تیرا بدگو بے خیر ہے یعنی خدا اسے بے نشان کردے گا اور وہ نامراد مرے گا۔ نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ اس دن حق آئے گا اور سچ کھولا جائے گا اور جو خسران میں ہیں ان کا خسران ظاہر ہو جائے گا۔ میری یاد میں نماز کو قائم کر۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ ہم نے تیرا وہ بوجھ اتار دیا جس نے تیری کمر توڑ دی۔ اور تیرے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔ تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں۔ مت ڈر غلبہ تجھی کو ہے۔

[1] حاشیہ۔ یہ الہام کہ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ۔ اس وقت اس عاجز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ جب ایک شخص نو مسلم سعد اللہ نام نے ایک نظم گالیوں سے بھری ہوئی اس عاجز کی طرف بھیجی تھی اور اس میں اس عاجز کی نسبت اس ہندو زادہ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ جب تک ایک شخص درحقیقت شقی خبیث طینت فاسد القلب نہ ہو ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایسے لفظوں اور ایسی گالیوں میں جو دجّال، شیطان، کذّاب، کافر، اکفر، مکار کے نام سے ہیں اور دوسرے مولوی بھی اس کے ساتھ شریک ہیں بلکہ باطل پرست بٹالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے شریک غالب اور اَعْدَی الْاَعْدَاء ہے لیکن اس ہندو زادہ کی خباثت فطرتی اس لئے سب سے بڑھ کر ہے کہ باوجود محض جاہل ہونے کے یہ شعر بھی اردو میں کہتا ہے اور شعروں میں گالیاں نکالتا ہے اور نہایت بدگوئی سے افتراء بھی کرتا ہے اور بہتان کے طور پر ایسی دشنام دہی کرتا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے شاعر بے ایمان گالیاں نکالا کرتے تھے۔ سو یہ الہام اس کے اشتہار اور رسالہ کے پڑھنے کے وقت ہوا کہ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ۔ سو اگر اس ہندو زادہ بد فطرت کی نسبت ایسا وقوع میں نہ آیا اور وہ نامراد اور ذلیل اور رسوا نہ مرا تو سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں۔ منہ

غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَقُدْ رَتِیْ. لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکَافِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا. یَنْصُرُکَ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ. کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ. لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِہٖ. اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ. قُلْ ھٰذَا فَضْلُ رَبِّیْ وَ اِنِّیْٓ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ. یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ. نَظَرَ اللّٰہُ اِلَیْکَ مُعَطَّرًا. وَقَالُوْا أَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. وَقَالُوْا کِتَابٌ مُّمْتَلِیءٌ مِّنَ الْکُفْرِ وَ الْکِذْبِ. قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ. سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ صَافَیْنَاہُ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ. تَفَرَّدْنَا بِذَالِکَ یَادَاوٗدُ عَامِلْ بِالنَّاسِ رِفْقًا وَاِحْسَانًا. تَمُوْتُ وَاَنَا رَاضٍ مِّنْکَ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ. کَذَّبُوْا بِاٰیَاتِیْ وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُ وْنَ. فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَیَرُدُّھَا اِلَیْکَ[1] اَمْرٌ مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ.

میں نے اپنی رحمت اور قدرت کے درخت تیرے لئے اپنے ہاتھ سے لگائے۔ خدا ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ کافروں کا مومنوں پر کچھ الزام ہو۔ خدا تجھے کئی میدانوں میں فتح دے گا۔ خدا کا یہ قدیم نوشتہ ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔ اس کے کلموں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ خدا جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ کہہ یہ خدا کا فضل ہے اور میں تو کسی خطاب کو نہیں چاہتا۔ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے تابعداروں کو مخالفوں پر قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ خدا نے تیرے پر خوشبودار نظر کی۔ اور لوگوں نے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو ایسے مفسد کو اپنا خلیفہ بنائے گا۔ خدا نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تمہیں معلوم نہیں۔ اور لوگوں نے کہا کہ یہ کتاب کفر اور کذب سے بھری ہوئی ہے۔ ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں اور عزیزوں سمیت ایک جگہ اکٹھے ہوں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔ ابراہیم یعنی اس عاجز پر سلام ہم نے اس سے دلی دوستی کی اور غم سے نجات دی۔ یہ ہمارا ہی کام تھا جو ہم نے کیا۔ اے داؤد لوگوں سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر۔ تو اس حالت میں مرے گا کہ میں تجھ سے راضی ہوں گا۔ اور خدا تجھ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔ انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا۔ ==اور اس عورت کو تیری طرف واپس==

[1] حاشیہ۔ شیخ محمد حسین بطالوی کا یہ اعتراض ہے کہ الہام کا یہ فقرہ کہ یَرُدُّھَا اِلَیْکَ خلافِ محاورہ ہے۔ کیونکہ ردّ کا لفظ اس صورت میں آتا ہے کہ ایک چیز اپنے پاس ہو پھر چلی جائے اور پھر واپس آوے لیکن افسوس کہ اس کو بباعث

زَوَّجْنَاکَھَا. اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ. لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ. اِنَّا رَآدُّوْھَا اِلَیْکَ. یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ. اِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَجَلٍ قَرِیْبٍ. یَأْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَآءِ وَاَمْرُکَ یَتَأَتّٰی. ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ. تَوَجَّھْتُ لِفَصْلِ الْخِطَابِ. اِنَّا رَادُّوْھَا اِلَیْکَ. اِنِ اسْتَجَارَتْکَ فَاَجِرْھَا. وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی. اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا. یَا نُوْحُ اَسِرْ رُؤْیَاکَ.

لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو شک کرنے والوں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔ اس دن زمین دوسری زمین سے بدلائی جائے گی۔ جب صور میں پھونکا گیا تو کوئی رشتہ ان میں باقی نہیں رہے گا. خدا ان کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دے رہا ہے جو نزدیک وقت ہے۔ نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام حاصل ہو جائے گا۔ یہ سخت دن ہے۔ آج میں فیصلہ کرنے کے لئے متوجہ ہوا ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے اگر تیری طرف پناہ ڈھونڈے تو پناہ دے دے۔ اور مت خوف کر ہم اس کی پہلی خصلت پھر اس میں ڈال دیں گے۔ ہم نے تجھ کو کھلی کھلی فتح دی۔ اے نوح اپنے خواب

بقیہ حاشیہ۔ کمی واقفیت علم زبان کے معلوم نہیں کہ یہ لفظ ادنیٰ تعلق کے ساتھ بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اس کی کلام عرب میں ہزاروں مثالیں ہیں جن کے لکھنے کا اس مقام میں موقعہ نہیں چونکہ اس جگہ قرابت قریبہ تھی اور نزدیک کے رشتہ کے تعلقات نے اپنے پاس کے حکم میں اس کو کیا ہوا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسا لفظ استعمال کیا جو ان چیزوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے جو اپنے پاس سے چلی جائیں اور پھر واپس آ ویں۔ ہاں اس جگہ یہ نہایت لطیف اشارہ تھا کہ خدا نے یَرُدُّھَا کا لفظ استعمال کیا تا معلوم ہو کہ اوّل اس کا اپنے پاس سے بے تعلق لوگوں میں چلے جانا ضروری ہے پھر واپس آنا تقدیر میں ہے فقط۔ منہ

وَ قَالُوْا مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ. قُلْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ. اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَکَ. وَلَا یَعْلَمُوْنَ اِلَّا الْمُسْتَرْشِدُوْنَ. لَا تَیْئَسْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ. اُنْظُرْ اِلٰی یُوْسُفَ وَ اِقْبَالِہٖ. اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ. وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا. وَلَا تَعْجَبُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ. وَبِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی. وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَاءَ کُلَّ مُمَزَّقٍ. وَ مَکْرُ اُولٰئِکَ ھُوَ یَبُوْرُ. اِنَّا نَکْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِہٖ. یَوْمَئِذٍ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ. ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ. وَھٰذَا تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا. اِنَّ النَّصَارٰی حَوَّلُوا الْاَمْرَ. سَنَرُدُّھَا عَلَی النَّصَارٰی. لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ. اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ. اِسْمُہٗ عَمَانُوْاِیْل. یُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ. وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ. اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ. قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

کو پوشیدہ رکھ۔ اور کہا لوگوں نے کہ یہ وعدہ کب ہوگا۔ کہہ خدا کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں۔ خدا کے فضل سے نومید مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو۔ خدا اس کے یعنی آتھم کے غم پر مطلع ہوا۔ اس لئے اس نے عذاب میں تاخیر کی۔ یہ خدا کی سنت ہے۔ اور تو خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور تم ہی غالب ہو اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہے اور مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ غلبہ تجھی کو ہے۔ اور ہم دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور ان کا مکر ہلاک ہو جائے گا اور ہم حقیقت کو اس کی پنڈلی سے کھول دیں گے۔ اس دن مومن خوش ہوں گے اور گروہ پہلوں میں سے اور ایک پچھلوں میں سے۔ اور یہ تذکرہ ہے پس جو چاہے خدا کی راہ کو اختیار کرے۔ نصاریٰ نے حقیقت کو بدلا دیا ہے سو ہم ذلت اور شکست کو نصاریٰ پر واپس پھینک دیں گے۔ اور آتھم نابود کرنے والی آگ میں ڈال دیا جاوے گا۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اترا۔ نام اس کا عمانوایل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تجھے لڑکا دیا جائے گا اور خدا کا فضل تجھ سے نزدیک ہوگا۔ میرا نور قریب ہے کہہ میں شریر مخلوقات سے خدا کی پناہ

عِجْلٌ جَسَدٌلَّہٗ خُوَارٌ. فَلَہٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ.	مانگتا ہوں۔ یہ بیجان گوسالہ ہے اور بیہودہ گو یعنی لیکھرام پشاوری سو اس کو دکھ کی مار اور عذاب ہوگا۔ یعنی اسی دنیا میں۔

(فارسی و اُردو الہام)

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلندتر محکم افتاد۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا اور تیری برکتیں پھیلاؤں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

آمین

یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے اور نیز ان تمام الہامات میں اس عاجز کی اس قدر تعریف اور توصیف ہے کہ اگر یہ تعریفیں درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ہر یک مسلمان کو چاہیے کہ تمام تکبر اور نخوت اور شیخی سے الگ ہو کر ایسے شخص کی فرمانبرداری کا جُوا اپنی گردن پر لے لے جس کی دشمنی میں خدا کی لعنت اور محبت میں خدا کی محبت ہے لیکن اگر یہ تعریفیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور یہ تمام کلمات جو الہام کے دعویٰ پر

پیش کئے گئے ہیں خدائے قادر وقدوس کا الہام نہیں ہیں بلکہ ایک دجّال کذّاب نے چالاکی کی راہ سے ان کو آپ بنالیا ہے اور بندگان خدا کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے الہام ہیں تو درحقیقت وہ جو نہایت بے باکی سے خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے خدا تعالیٰ کی گرجنے والی صاعقہ کے نیچے کھڑا ہے اور اس کے مشتعل غضب کا نشانہ ہے اور کوئی اس کو اس قہار اور غیور کے ہاتھ سے چھوڑا نہیں سکتا۔

کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ ایسا کذّاب اور دجّال اور مفتری جو برابر بیس برس کے عرصہ سے خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہا ہے اب تک کسی ذلّت کی مار سے ہلاک نہ ہوا۔ اور کیا یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی کہ جس سلسلہ کا تمام مدار ایک مفتری کے افترا پر تھا وہ اتنی مدت تک کسی طرح چل نہیں سکتا تھا[۱] **توریت اور قرآن شریف دونوں گواہی دے رہے ہیں کہ خدا پر افترا کرنے والا جلد تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی نام لینے والا اس کا باقی نہیں رہتا۔** اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ اگر یہ انسان کا کاروبار ہے تو جلد باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر خدا کا ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم مقابلہ کر کے مجرم ٹھہرو۔ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۔[۲]

---

[۱] **نوٹ۔** اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ دنیا میں صدہا جھوٹے مذہب ہیں جو ہزاروں برسوں سے چلے آتے ہیں۔ حالانکہ ابتدا ان کی کسی کے افترا سے ہی ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ افترا سے مراد ہمارے کلام میں وہ افترا ہے کہ کوئی شخص عمداً اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر پھر یہ دعویٰ کرے کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس نے مجھے الہام کیا ہے اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ سو ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افترا کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا۔ اور خدا کی پاک کتاب صاف گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والے جلد ہلاک کئے گئے ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ توریت بھی یہی گواہی دیتی ہے اور انجیل بھی اور فرقان مجید بھی ہاں جس قدر دنیا میں جھوٹے مذہب نظر آتے ہیں جیسے ہندوؤں اور پارسیوں کا مذہب۔ ان کی نسبت یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ کسی جھوٹے پیغمبر کا سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اصل حقیقت ان میں یہ ہے کہ خود لوگ غلطیوں میں پڑتے پڑتے ایسے عقائد کے پابند ہو گئے ہیں۔ دنیا میں تم کوئی ایسی کتاب دکھا نہیں سکتے جس میں صاف اور بے تناقض لفظوں میں کھلا کھلا یہ دعویٰ ہو کہ یہ خدا

---

[۲] المومن :۲۹

یعنی اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا اور اگر یہ سچا ہے تو تم اس کی ان بعض پیشگوئیوں سے بچ نہیں سکتے جو تمہاری نسبت وہ وعدہ کرے خدا ایسے شخص کو فتح اور کامیابی کی راہ نہیں دکھلاتا جو فضول گو اور کذّاب ہو۔

اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو!! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فِئَہ قَلِیْلَہ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچاوے۔ اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں۔ تا جو راستی کا دشمن ہے وہ تباہ ہو جائے اور جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے۔ پہلے میں نے کبھی ایسے مباہلہ کی نیت نہیں کی اور نہ چاہا کہ کسی پر بددعا کروں۔ عبدالحق غزنوی ثمّ امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا۔ آخر اس کے نہایت اصرار پر مباہلہ ہوا مگر میں نے اس کے حق میں کوئی بددعا نہیں کی لیکن اب میں بہت ستایا گیا اور دکھ دیا گیا مجھے کافر ٹھہرایا گیا مجھے دجّال کہا گیا۔ میرا نام شیطان رکھا گیا۔ مجھے کذّاب اور مفتری سمجھا گیا۔ میں ان کے اشتہاروں میں لعنت کے ساتھ یاد کیا گیا۔ میں ان کی مجلسوں میں نفرین کے ساتھ پکارا گیا۔ میری تکفیر پر آپ لوگوں

بقیہ حاشیہ۔ کی کتاب ہے حالانکہ اصل میں وہ خدا کی کتاب نہ ہو۔ بلکہ کسی مفتری کا افترا ہو اور ایک قوم اس کو عزت کے ساتھ مانتی چلی آئی ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ خدا کی کتاب کے الٹے معنی کئے گئے ہوں جس حالت میں انسانی گورنمنٹ ایسے شخص کو نہایت غیرت مندی کے ساتھ پکڑتی ہے کہ جو جھوٹے طور پر ملازم سرکاری ہونے کا دعویٰ کرے تو خدا جو اپنے جلال اور ملکوت کے لئے غیرت رکھتا ہے کیوں جھوٹے مدعی کو نہ پکڑے۔ منہ

نے ایسی کمر باندھی کہ گویا آپ کو کچھ بھی شک میرے کفر میں نہیں۔ ہر یک نے مجھے گالی دینا اجر عظیم کا موجب سمجھا اور میرے پر لعنت بھیجنا اسلام کا طریق قرار دیا۔ پر ان سب تلخیوں اور دکھوں کے وقت خدا میرے ساتھ تھا۔ ہاں وہی تھا جو ہر یک وقت مجھ کو تسلی اور اطمینان دیتا رہا۔ کیا ایک کیڑا ایک جہان کے مقابل کھڑا ہوسکتا ہے۔ کیا ایک ذرہ تمام دنیا کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ایک دروغ گو کی ناپاک روح یہ استقامت رکھتی ہے۔ کیا ایک ناچیز مفتری کو یہ طاقتیں حاصل ہوسکتی ہیں۔

سو یقیناً سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کرسکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے۔ بہتر تھا کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے روتے اور ایک ترساں اور ہراساں دل کے ساتھ اس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے اور پھر یقین کی پیروی کرتے نہ شک اور وہم کی۔

سو اب اٹھو اور مباہلہ کیلئے طیار ہو جاؤ۔ تم سن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو[۲] باتوں پر مبنی تھا۔ **اوّل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہامات الٰہیہ پر۔** سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میرے بناء دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔ سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کرسکتا کہ اب اس دوسری بناء کی تصفیہ کے لیے مجھ سے مباہلہ کرلو۔

اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افترا ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے۔ یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آجائے۔ تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ میں نہیں چاہتا

کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں۔ اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدائے علیم وخبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں۔ اور تیرے منہ کی باتیں ہیں۔ تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا۔ اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔

ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر یک شخص جو مباہلہ کے لیے حاضر ہو جناب الٰہی میں یہ دعا کرے کہ اے خدائے علیم وخبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔ پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افترا ہے۔ تو اس امت مرحومہ پر یہ احسان کر کہ اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے تا لوگ اس کے فتنہ سے امن میں آ جائیں۔ اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ تمام الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں تو ہم پر جو اس کو کافر اور کذاب سمجھتے ہیں دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔

اور جب یہ دعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ اور یاد رہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کذاب اور مفتری تو جانتا ہے مگر کافر کہنے سے پرہیز رکھتا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے دعائی مباہلہ میں صرف کذاب اور مفتری کا لفظ استعمال کرے جس پر اس کو یقین دلی ہے۔

اور اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جان بَری کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے اور میں ہمیشہ کی لعنت

کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا اور میں ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہیے اور پھر اس کے بعد میں دجّال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں اور اس لائق ہوں گا کہ ہمیشہ کے لیے لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں اور اپنے مولیٰ کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھوں گا اور میری پیروی کرنے والا یا مجھے اچھا اور صادق سمجھنے والا خدا کے قہر کے نیچے ہوگا۔ پس اس صورت میں میرا انجام نہایت ہی بد ہوگا جیسا کہ بدذات کاذبوں کا انجام ہوتا ہے۔

لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفات بدنی سے بچا لیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہوگئے اور ہر یک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہوگیا۔ اور میری بددعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہوگئی تو دنیا پر حق ظاہر ہو جائے گا۔ اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اٹھ جائے گا۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میں نے پہلے اس سے کبھی کلمہ گو کے حق میں بددعا نہیں کی اور صبر کرتا رہا۔ مگر اس روز خدا سے فیصلہ چاہوں گا۔ اور اس کی عصمت اور عزت کا دامن پکڑوں گا کہ تا ہم میں سے فریق ظالم اور دروغگو کو تباہ کر کے اس دین متین کو شریروں کے فتنہ سے بچاوے۔

مَیں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ اور اگر میں مرگیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔ میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے کہ اشخاص مندرجہ ذیل میں سے کم سے کم دس ۱۰ آدمی حاضر ہوں اس سے کم نہ ہوں اور جس قدر زیادہ ہوں میری خوشی اور مراد ہے کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط ہو جانا ایک ایسا کھلا کھلا نشان ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں رہ سکتا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور

اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔

مجھے افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آج تک ان ظالم مولویوں نے اس صاف اور سیدھے فیصلہ کی طرف رخ ہی نہیں کیا۔ تا اگر میں ان کے خیال میں کاذب تھا تو احکم الحاکمین کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچ جاتا۔ ہاں بعض ان کے اپنی بدگوہری کی وجہ سے گورنمنٹ انگریزی میں جھوٹی شکائتیں میری نسبت لکھتے رہے اور اپنی عداوت باطنی کو چھپا کر مخبروں کے لباس میں نیش زنی کرتے رہے اور کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ بطالوی عَلَیْہِ مَا یَسْتَحِقُّہٗ اگر ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی جناب سے ردشدہ نہ ہوتے تو مجھے دکھ دینے کے لئے مخلوق کی طرف التجا نہ لے جاتے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کوئی بات زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک کہ آسمان پر نہ ہو جائے اور گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ گویا میں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بدخواہ ہوں یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے۔ یہ گورنمنٹ خدا کی گناہ گار ہوگی اگر میرے جیسے خیرخواہ اور سچے وفادار کو بدخواہ اور باغی تصور کرے۔ میں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیرخواہی میں ابتدا سے آج تک وہ کام کیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی اور میں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کر کے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی چاہیے اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے اور میں نے ایسی کتابوں کو نہ صرف برٹش انڈیا میں پھیلایا ہے بلکہ عرب اور شام اور مصر اور روم اور افغانستان اور دیگر اسلامی بلاد میں محض للّٰہی نیت سے شائع کیا ہے نہ اس خیال سے کہ یہ گورنمنٹ میری تعظیم کرے یا مجھے انعام دے کیونکہ یہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ ہے جس کا شائع کرنا میرے پر حق واجب تھا۔

تعجب ہے کہ یہ گورنمنٹ میری کتابوں کو کیوں نہیں دیکھتی اور کیوں ایسی ظالمانہ تحریروں سے ایسے مفسدوں کو منع نہیں کرتی۔ ان ظالم مولویوں کو میں کس سے مثال دوں۔ یہ ان یہودیوں سے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناحق دکھ دینا شروع کیا اور جب کچھ پیش نہ گئی تو گورنمنٹ

روم میں مخبری کی کہ یہ شخص باغی ہے۔ سو میں بار بار اس گورنمنٹ عادلہ کو یاد دلاتا ہوں کہ میری مثال مسیح کی مثال ہے میں اس دنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ صلح کاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے۔ اور میں تمام ان باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔ گورنمنٹ کو چاہیے کہ بیدار طبعی سے میری حالت کو جانچے اور گورنمنٹ روم کی شتاب کاری سے عبرت پکڑے اور خودغرض مولویوں یا دوسرے لوگوں کی باتوں کو سند نہ سمجھ لیوے کہ میرے اندر کھوٹ نہیں اور میرے لبوں پر نفاق نہیں۔

اب میں پھر اپنے کلام کو اصل مقصد کی طرف رجوع دے کر ان مولوی صاحبوں کا نام ذیل میں درج کرتا ہوں جن کو میں نے مباہلہ کے لیے بلایا ہے اور میں پھر ان سب کو اللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کے لئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدانِ مباہلہ میں آویں اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر اور تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری اور کذّاب اور دجّال نام رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تمام مکفّرین اور مکذّبین مباہلہ کیلئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفّر یا مکذّب ہیں اور درحقیقت ہر یک شخص جو باخدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذّبین میں داخل ہے۔ کیونکہ اگر مکذّب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ اس کی مدد کرو اور اس کو میرا اسلام پہنچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاف باطن فقراء کیلئے یہ موقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اور ہر یک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرع اور ابتہال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے اس راز سربستہ کا اسی کے

کشف اور الہام سے انکشاف چاہیں۔ اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ ان کی اتّقاء کی شان کے لائق ہے محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں اور سچائی کی گواہی کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے حجابوں میں ہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی سماوی روشنی نہیں۔ لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس سے انانیّت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں۔ اگرچہ بہت تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں مگر یہ امت مرحومہ ان سے خالی نہیں۔

وہ لوگ جو مباہلہ کیلئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں

مولوی نذیر حسین دہلوی	شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ	مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری	
مولوی رشید احمد گنگوہی	مولوی عبد الحق دہلوی مؤلف تفسیر حقّانی		
مولوی عبدالعزیز لدھیانوی	مولوی محمد لدھیانوی	مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ	
سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ	مولوی احمد اللہ امرتسری	مولوی ثناء اللہ امرتسری	
مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری	مولوی عبدالجبار غزنوی	مولوی عبدالواحد غزنوی	
مولوی عبدالحق غزنوی	محمد علی بھوپڑی واعظ	مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور	
مولوی عبداللہ ٹونکی	مولوی اصغر علی لاہور	حافظ عبدالمنان وزیر آباد	مولوی محمد بشیر بھوپالی
شیخ حسین عرب یمانی	مولوی محمد ابراہیم آرہ	مولوی محمد حسن مؤلف تفسیر امروہہ	
مولوی احتشام الدین مراد آباد	مولوی محمد اسحٰق اجراوری	مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنؤ فرنگی محل	
مولوی محمد فاروق کانپور	مولوی عبدالوہاب کانپور	مولوی سعید الدین کانپور رامپوری	
مولوی حافظ محمد رمضان پشوری	مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ	مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبر آباد	

مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خاں چشتی | مولوی ابوالمؤیّد امروہی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر

مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی | مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ

مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھہ ضلع سہارنپور | مولوی احمد علی صاحب سہارنپور

مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور | قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی

مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلّہ محل | مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور

مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقع لال مسجد بنگلور | مولوی محمد امین صاحب بنگلور

مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگلور

مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور | مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری حال مقیم بنگلور

مولوی عبدالقادر صاحب پیارم پیٹی ساکن پیارم پیت علاقہ بنگلور

مولوی محمد عباس صاحب ساکن دانمباری علاقہ بنگلور | مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ

مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر | مولوی احمد حسن صاحب کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد

مولوی محمد عمر صاحب دہلی فراش خانہ | مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور

مولوی حفیظ الدین صاحب دوجانہ ضلع رہتک | مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا

مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں

غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی

میاں اللہ بخش صاحب سجادہ نشین سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑی | سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب مہارانوالہ

میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور | التفات احمد شاہ صاحب سجادہ نشین ردولے

مستان شاہ صاحب کابلی | محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدرآباد دکن

محمد حسین صاحب گدی نشین شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی | گدی نشین اوچ شاہ جلال الدین صاحب بخاری

ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ ضلع گورداسپور | صادق علی شاہ صاحب گدی نشین رتر چھتر ضلع گورداسپور

سید صوفی جان صاحب مراد آبادی صابری چشتی | مہر شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی

مولوی قاضی سلطان محمود صاحب آی اعوان والہ پنجاب | حیدر شاہ صاحب جلال پور کنکیاں والہ

توکل شاہ صاحب انبالہ | مولوی عبداللہ صاحب تلونڈی والہ | محمد امین صاحب چکوتری علاقہ گجرات پنجاب

مولوی عبدالغنی صاحب جانشین قاضی اسمٰعیل صاحب مرحوم بنگلور

مولوی ولی النبی شاہ صاحب نقشبند رامپور دارالریاست | حاجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوا ضلع لکھنؤ

میر امداد علی شاہ صاحب سجادہ نشین شاہ ابو العلا نقشبند | سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی

عبداللطیف شاہ صاحب خلف حاجی نجم الدین شاہ صاحب چشتی جودھپور | قطب علی شاہ صاحب دیوگڑھ علاقہ اودے پور میواڑ

میرزا بادل شاہ صاحب بدایونی | مولوی عبدالوہاب صاحب جانشین عبدالرزاق صاحب لکھنؤ فرنگی محل | علی حسین صاحب کچھوچھا ضلع فقیرآباد

شیخ غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور | حافظ صابر علی صاحب رامپور ضلع سہارنپور

امیر حسن صاحب خلف پیر عبداللہ صاحب دہلی | منور شاہ صاحب فاضل پور ضلع گوڑگانوہ قریب دہلی

محمد معصوم شاہ صاحب نبیرہ شاہ ابوسعید صاحب رام پور دارالریاست | بدرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ

شاہ اشرف صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ | مظہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا ضلع پٹنہ

لطافت حسین شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا | نثار علی شاہ صاحب الور دارالریاست

وزیر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین مخدوم صاحب الور | مولوی سلام الدین شاہ صاحب مہم ضلع رہتک

غلام حسین خاں شاہ صاحب ٹھانوی ضلع حصار | سید اصغر علی شاہ صاحب نیازی اکبر آباد

واجد علی شاہ صاحب فیروز آباد ضلع اکبر آباد | سید احمد شاہ صاحب ہردوئی ضلع لکھنؤ

مقصود علی شاہ صاحب شاہجہان پور | مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجر

مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڑھ ضلع خاص | محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار ضلع خاص

ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہنچا ہو تو وہ اطلاع دیں تا کہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے۔

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

یہ اشتہار دعوت قوم کے نام سے انجام آتھم کے صفحہ ۴۵ تا ۷۲ پر درج ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۴۵ تا ۷۲)

سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسہ اعظم مذاہب[۱] جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶۔۲۷۔۲۸ ؍دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور ربّ العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنے گا مَیں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نُور اس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آ جائے گی یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف کے داغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لیے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن و جمال

[۱] **حاشیہ**۔ سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنے اشتہار میں مسلمانوں اور عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبوں کو قسم دی تھی کہ ان کے نامی علماء اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ضرور بیان فرماویں۔ سو ہم سوامی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم اس بزرگ قسم کی عزت کے لیے آپ کے منشاء کو پورا کرنے کے لیے طیار ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ ہمارا مضمون آپ کے جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اسلام وہ مذہب ہے جو خدا کا نام درمیان آنے سے سچے مسلمان کو کامل اطاعت کی ہدایت فرماتا ہے، لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بھائی آریوں اور پادری صاحبوں کو اپنے پرمیشر یا یسوع کی عزت کا کس قدر پاس ہے اور وہ ایسے عظیم الشان قدوس کے نام پر حاضر ہونے کے لیے مستعد ہیں یا نہیں۔ منہ

کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو **سب پر غالب آئے گا** اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نُور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور کیونکہ خدا تعالیٰ نے **ارادہ فرمایا ہے** کہ اُس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے **عالمِ کشف** میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نُور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے۔ اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں۔ جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا **اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ** یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لیے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کر کے ان معارف کے سننے کے لیے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔**

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۱؍ دسمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۵ صفحہ ۷۷ تا ۷۹)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ　　　　نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ[1]

اشتہار صداقت آثار

میں مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان ضلع گورداسپور اس وقت بذریعہ اس اشتہار کے خاص وعام کو مطلع کرتا ہوں کہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا گئے جیسا کہ اللّٰہ جلَّ شانُہٗ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِیۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ[2] حدیث نبوی اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس لفظ اور نیز لفظ اِنِّیۡ مُتَوَفِّيۡكَ[3] کے معنیٰ وفات دینا ہے نہ اور کچھ کیونکہ اس مقام میں اس لفظ کی شرح میں کوئی روایت مخالف مروی نہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کسی صحابی سے۔ پس یہ امر متعین ہو گیا کہ نزول مسیح سے مراد نزول بطور بروز ہے یعنی اسی امت میں سے کسی کا مسیح کے رنگ میں ظاہر ہونا ہے جیسا کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے نزول کی شرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی جو یہود اور نصاریٰ کے اتفاق سے وہ یہی شرح ہے کہ انہوں نے حضرت یحییٰ کو ایلیا یعنی الیاس آسمان سے اترنے والا قرار دیا تھا۔ سو خدا تعالیٰ کے الہام سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مسیح جو بروز کے طور پر غلبہ صلیب کے وقت میں کسر صلیب کے لئے اترنے والا تھا وہ میں ہی ہوں۔ اسی بناء پر میں مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری سے مباہلہ کرتا ہوں۔ اگر مباہلہ کی میعاد کے اندر جو روز مباہلہ سے ایک برس ہو گی۔ میں کسی سخت اور ناقابلِ علاج بیماری میں جیسے جذام یا نابینائی

---

[1] النحل:۱۲۹　　[2] المائدة:۱۱۸　　[3] اٰل عمران:۵۶

یا فالج یا مرگی یا کوئی اسی قسم کی اور بھاری بیماری یا مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور یا یہ کہ اس میعاد میں مولوی غلام دستگیر صاحب نہ فوت ہوئے نہ مجذوم ہوئے اور نہ نابینا اور نہ اور کوئی سخت مصیبت انہیں آئی۔ تو میں تمام لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ بغیر عذر و حیلہ ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور سمجھوں گا کہ میں جھوٹا تھا۔ تبھی خدا نے مجھے ذلیل کیا اور اگر میں مباہلہ کے اثر سے ایک برس کے اندر مر گیا تو میں اپنی تمام جماعت کو وصیت کرتا ہوں کہ اس صورت میں نہ صرف مجھے جھوٹا سمجھیں بلکہ اگر میں مروں یا ان عذابوں میں سے کسی عذاب میں مبتلا ہو جاؤں تو وہ دنیا کے سب جھوٹوں اور کذابوں میں سے زیادہ کذاب مجھے یقین کریں اور ان ناپاک اور گندے مفتریوں میں سے مجھے شمار کریں جنہوں نے جھوٹ بول کر اپنی عاقبت کو خراب کیا اور اگر میں دس تاریخ شعبان تک بمقام لاہور مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تب بھی مجھے کاذب قرار دیں لیکن ضرور ہے کہ اوّل مولوی غلام دستگیر صاحب عزم بالجزم کر کے اس نمونہ کا اپنی طرف سے بقید تاریخ اشتہار دے دیں اور اگر وہ اشتہار نہ دیں تو پھر میں لاہور نہیں جا سکتا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

المشتھر:۔ خاکسار مرزا غلام احمدؒ

مکرراً[۱] یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر اور صاحب بھی علمائے پنجاب یا ہندوستان سے مباہلہ کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ بھی اسی تاریخ پر بمقام لاہور مباہلہ کے لئے حاضر ہو کر مولوی غلام دستگیر کے ساتھ شریک ہو جائیں اور اگر اب حاضر نہیں ہوں گے تو پھر آئندہ ان کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۲)

---

[۱] حضور علیہ السلام کے اسم مبارک کے بعد کی سطور اصل مسودہ میں حضور علیہ السلام نے پنسل سے لکھی ہوئی ہیں۔ (ایڈیٹر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کا جواب

کل ۲۴؍جنوری کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب میرے پاس پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کے لئے مجھے بلاتے ہیں اور ۲۵؍شعبان ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ اسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہو۔ اگر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا تو پھر وہ منظور نہیں۔ مگر میں ناظرین کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ مولوی صاحب کی سراسر زبردستی ہے۔ تمام احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی میعاد اثر مباہلہ کی ایک برس رکھا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے وحی پا کر اپنے مباہلہ کا اثر بہت جلد مباہلین پر وارد ہونے والا بیان فرمایا ہے۔ سو اس سے برس کی میعاد منسوخ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حدیث میں جو ایک برس کی قید ہے اس سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ برس کا پورا گذر جانا ضروری ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ برس کے اندر عذاب نازل ہو۔ گو دو[۲] منٹ کے بعد نازل ہو جائے۔ سو میں بھی اس بات پر ضد نہیں کرتا کہ ضرور برس پورا ہو جائے۔ شاید خدا تعالیٰ بہت جلد اس تکفیر اور تکذیب کی پاداش میں آسمانی عذاب نازل کرے۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ برس کے کس حصہ میں یہ عذاب نازل ہوگا۔ آیا ابتداء میں یا درمیان میں یا اخیر میں۔ اور میں مامور ہوں کہ مباہلہ کے لئے برس کی میعاد پیش کروں۔ اور مولوی صاحب موصوف اور ہر یک شخص خوب جانتا ہے کہ برس کی میعاد مسنون ہے۔ کیونکہ لَمَّا حَالَ الۡحَوۡلُ کا وہ لفظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا ہے

اگر مباہلہ کے لیے فوراً عذاب نازل ہونا شرط ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حَوْل کا لفظ مونہہ سے نہ نکالتے کیونکہ اس صورت میں کلام میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے۔

ہاں یہ بات صحیح اور درست ہے کہ اگر مولوی غلام دستگیر صاحب مباہلہ میں کاذب اور کافر اور مفتری پر بمقابلہ مومن اور راستباز کے فوری عذاب نازل ہونا ضروری سمجھتے ہیں تو بہت خوب ہے۔ وہ اپنا فوری عذاب ہم پر نازل کر کے دکھلا ویں۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ''میں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں'' ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوتِ محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ اور اگر قرآنی الہامات سے کوئی کافر ہو جاتا ہے تو پہلے یہ فتوی کفر سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ پر لگانا چاہیے کہ انہوں نے بھی قرآنی الہامات کا دعویٰ کیا ہے۔

غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔ اور مولوی غلام دستگیر صاحب مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھیراتے ہیں اور اپنے تئیں مومن قرار دیتے ہیں جو قرآن شریف کے بیان کے موافق ولی اللہ ہوتا ہے اور شیخ محمد حسین بطالوی کے فتویٰ میں ان تمام علماء نے مجھے اکفر قرار دیا ہے یعنی یہ شخص کفر میں یہود اور نصاریٰ سے بڑھ کر ہے۔ پھر جس حالت میں نجران کے نصاریٰ کو فوری عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا تو مولوی صاحب جو عالم اسلام ہو کر بزعم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ ایسے شخص کے لئے جو ان کی نظر میں اکفر ہے نجران کے نصاریٰ سے بھی جلد تر عذاب نازل ہونے کا وعدہ کریں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مباہلہ میں فریقین کی ہر یک فریق مقابل کے عذاب کے لئے درخواست ہوتی ہے کیونکہ مباہلہ دوسرے لفظوں میں ملاعنہ ہے۔ یعنی کاذب کے لئے خواہ فریقین میں سے کوئی کاذب ہو عذاب کی درخواست۔ پس یہ مولوی صاحب موصوف کی کس قدر زبردستی ہے کہ اپنے عذاب کے اثر کی تو کوئی میعاد نہیں ٹھیراتے اور مجھ سے فوری عذاب مانگتے ہیں۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے الہام کے موافق ایک سال کا وعدہ کرتا ہوں۔ اگر مولوی صاحب کے نزدیک یہ وعدہ خلافِ سنت ہے تو کوئی ایسی صحیح حدیث پیش کریں جس سے سمجھا جائے کہ فوری عذاب مباہلہ کے لئے شرط ضروری ہے یعنی یہ کہ فوراً کاذب یا مکذب کے صدق کا اثر فریق ثانی پر ظاہر ہو۔ حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو کافر بنانے کا بہت ہی شوق ہے۔ لہٰذا ہم ان کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اب عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کے بعد آٹھ ہزار تک ہماری جماعت پہنچ گئی ہے گویا امت محمدیہ میں سے آٹھ ہزار آدمی کافر ہو کر اس دین سے خارج ہو گیا۔ یقین ہے کہ آئندہ سال تک اٹھاراں ہزار تک عدد پہنچ جاوے گا۔

بالآخر یاد رہے کہ مولوی صاحب موصوف نے اوّل ایک سال کا وعدہ اپنے خطوط میں قبول کر لیا تھا مگر یہ شرط کی تھی کہ تمام جہان کے مسلمان جو آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتے مر جائیں۔ اب اس اشتہار میں مولوی صاحب نے تمام جہان کی جان بخشی کی اور بجائے اس کے نفس کے لئے فوری عذاب پیش کر دیا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک ضرورت کے وقت کذب کا استعمال بھی جائز ہے۔ بھلا ہم حضرت موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کب اور کس وقت میرے دوست مولوی حکیم فضل دین صاحب آپ سے ڈر کر قادیان میں بھاگ آئے تھے۔ کیا آپ نے حکیم صاحب موصوف کو خود نہیں لکھا تھا کہ ''میں تم سے خطاب نہیں کرنا چاہتا۔ براہ راست خود خط لکھوں گا۔'' خیر ہمیں اس کذب پر کچھ افسوس بھی نہیں۔ جب آپ نے ہمیں اکفر بنایا۔ بے دین بنایا۔ دجال بنایا۔ تکفیر کے لئے حرمین تک وہ تکلیف اٹھائی کہ بچارے شیخ بطالوی کو بھی نہ سوجھی تو یہ کذب تو ایک ادنیٰ بات ہے۔ جَزَاکَ اللّٰہ!!!

الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے دو صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱ تا ۴)

(۱۵۸)

اتمامِ حجت علی العلماء [۱]

ماسوا اس کے میں دوبارہ حق کے طالبوں کے لئے عام اعلان دیتا ہوں کہ اگر وہ اب بھی نہیں سمجھے تو نئے سرے اپنی تسلی کر لیں اور یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ سے چھ طور کے نشان میرے ساتھ ہیں۔

اوّل۔ اگر کوئی مولوی عربی کی بلاغت فصاحت میں میری کتاب کا مقابلہ کرنا چاہے گا تو وہ ذلیل ہوگا۔ میں ہر ایک متکبر کو اختیار دیتا ہوں کہ اسی عربی مکتوب کے مقابل پر طبع آزمائی کرے۔ اگر وہ اس عربی کے مکتوب کے مقابل پر کوئی رسالہ بالالتزام مقدار نظم و نثر بنا سکے اور ایک مادری زبان والا جو عربی ہو قسم کھا کر اس کی تصدیق کر سکے تو میں کاذب ہوں۔

دوم۔ اگر یہ نشان منظور نہ ہو تو میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جاوے۔ اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں ان کی تفسیر مَیں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے۔ پھر اگر میں حقائق معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں۔

سوم۔ اور اگر یہ نشان بھی منظور نہ ہو تو ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے۔ اگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں گا۔

چہارم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو ایک تجویز یہ ہے کہ بعض نامی مخالف اشتہار دے دیں کہ

---

[۱] سرخی مرتب کی طرف سے ہے۔ (مرتب)

اس تاریخ کے بعد ایک سال تک اگر کوئی نشان ظاہر ہو تو ہم توبہ کریں گے اور مصدق ہو جائیں گے۔
پس اس اشتہار کے بعد اگر ایک سال تک مجھ سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو خواہ پیشگوئی ہو یا اَور تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔

پنجم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو شیخ محمد حسین بطالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مباہلہ کر لیں۔ پس اگر مباہلہ کے بعد میری بددعا کے اثر سے ایک بھی خالی رہا تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔

یہ طریق فیصلہ ہیں جو میں نے پیش کئے ہیں۔ اور میں ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اب سچے دل سے ان طریقوں میں سے کسی طریق کو قبول کریں۔ یعنی یا تو میعاد دو ماہ میں جو مارچ ۱۸۹۷ء کی دس۱۰ تاریخ تک مقرر کرتا ہوں۔ اس عربی رسالہ کا ایسا ہی فصیح بلیغ جواب چھاپ کر شایع کریں۔ یا بالمقابل ایک جگہ بیٹھ کر زبان عربی میں میرے مقابل میں سات آیت قرآنی کی تفسیر لکھیں اور یا ایک سال تک میرے پاس نشان دیکھنے کے لئے رہیں اور یا اشتہار شایع کر کے اپنے ہی گھر میں میرے نشان کی ایک برس تک انتظار کریں اور یا مباہلہ کر لیں۔

ششم۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نہ کریں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے مونہہ بند کر رکھیں اور ہر ایک کو محبت اور اخلاق سے ملیں اور قہر الٰہی سے ڈر کر ملاقاتوں میں مسلمانوں کی عادت کے طور پر پیش آویں۔ ہر ایک قسم کی شرارت اور خباثت کو چھوڑ دیں۔ پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مرجانا ضروری ہے، یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کر لوں گا اور خدا جانتا ہے کہ میں ہرگز کاذب نہیں۔ یہ سات برس کچھ زیادہ سال نہیں ہیں اور اس قدر انقلاب اس تھوڑی مدت میں ہو جانا

انسان کے اختیار میں ہرگز نہیں۔ پس جبکہ میں سچے دل سے اور خدا تعالیٰ کی قسم کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہوں اور تم سب کو اللہ کے نام پر صلح کی طرف بلاتا ہوں تو اب تم خدا سے ڈرو۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔

یہ یاد رہے کہ معمولی بحثیں آپ لوگوں سے بہت ہو چکی ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن اور حدیث سے بپایہ ثبوت پہنچ گئی۔ اس طرف سے کتابیں تالیف ہو کر لاکھوں انسانوں میں پھیل گئیں۔ طرف ثانی نے بھی ہر یک تلبیس اور تزویر سے کام لیا۔ پاک کتابوں کے نیک روحوں پر بڑے بڑے اثر پڑے اور ہزارہا سعید لوگ اس جماعت میں داخل ہو گئے اور تقریری اور تحریری بحثوں کے نتیجے اچھی طرح کھل گئے۔ اب پھر اسی بحث کو چھیڑنا، یا فیصلہ شدہ باتوں سے انکار کرنا محض شرارت اور بے ایمانی ہے کتابیں موجود ہیں۔ ہاں عین مباہلہ کے وقت پھر ایک گھنٹہ تک تبلیغ کر سکتا ہوں۔ پس فیصلہ کی یہی راہیں ہیں جو میں نے پیش کی ہیں۔ اب اس کے بعد جو شخص طے شدہ بحثوں کی ناحق درخواست کرے گا میں سمجھوں گا کہ اس کو حق کی طلب نہیں بلکہ سچائی کو ٹالنا چاہتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اصل مسنون طریق مباہلہ میں یہی ہے کہ جو لوگ ایسے مدعی کے ساتھ مباہلہ کریں جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کو کاذب یا کافر ٹھیراویں وہ ایک جماعت مُباہلین کی ہو۔ صرف ایک یا دو آدمی نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ فَقُلْ تَعَالَوْا[1] میں تَعَالَوْا کے لفظ کو بصیغہ جمع بیان فرمایا ہے۔ سو اس نے اس جمع کے صیغہ سے اپنے نبی کے مقابل پر ایک جماعت مکذبین کو مباہلہ کے لئے بلایا ہے نہ شخص واحد کو۔ بلکہ مَنْ حَآجَّکَ[2] کے لفظ سے جھگڑنے والے کو ایک شخص واحد قرار دے کر پھر مطالبہ جماعت کا کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی جھگڑنے سے باز نہ آوے اور دلائل پیش کردہ سے تسلی نہ پکڑے تو اس کو کہہ دو کہ ایک جماعت بن کر مباہلہ کے لئے آویں۔ سو اسی بنا پر ہم نے جماعت کی قید لگا دی ہے جس میں یہ صریح فائدہ ہے کہ جو امر خارق عادت بطور عذاب مکذبین پر نازل ہو وہ مشتبہ نہیں رہے گا مگر صرف ایک شخص میں مشتبہ رہنے کا احتمال ہے۔

---

[1]، [2] آل عمران :۶۲

اس جگہ اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ تمام مخالفین کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر اس کتاب کی اشاعت کے بعد کوئی مخالف مباہلہ کے لئے طیار ہو جائے اور اس کے اشتہارات بھی چھپ جاویں تو ہر یک مباہلہ کے خواہشمند پر واجب ہوگا کہ اسی کے ساتھ شامل ہو کر مباہلہ کر لے۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اور پھر کسی دوسرے وقت میں مباہلہ کی درخواست منظور نہیں کی جاوے گی اور ایسا شخص کسی طور سے قابل التفات نہیں سمجھا جاوے گا۔ چاہیے کہ ہر ایک شخص ہمارے اس اشتہار کو یاد رکھے اور اس کے موافق کاربند ہو۔

(یہ اشتہار ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰ سے ۳۶ تک متن میں ہے۔ مرتب)

(روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۲۰)

---

(۱۵۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

اَلۡاِشۡتِہَار مُسۡتَیۡقِنًا بِوَحۡیِ اللّٰہِ الۡقَھَّار

دوستو اِک نظر خدا کے لئے
سیّد الخلق مصطفٰی کے لئے

میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے اس سے بڑھ کر اور کون سا درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مشت خاک کو ربّ العالمین سمجھا گیا ہے میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰؑ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کروں۔ سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونو کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے۔ سو اب دونو مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام

خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں مگر مسیح ایک اور بھی ہے جو اس وقت بول رہا ہے۔ خدا کی غیرت دکھلا رہی ہے کہ اس کا کوئی ثانی نہیں مگر انسان کا ثانی موجود ہے۔ اس نے مجھے بھیجا تا میں اندھوں کو آنکھیں دوں جو نہ چند سال سے بلکہ انیس[۱۹] سو برس سے برابر اندھے چلے آتے ہیں۔ دنیا میں ایک رسولؐ آیا تا کہ ان بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے اور کون بہرا۔ وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا اور نہ اس رسول کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکزِ اعتدال پر قائم کیا اور پھر با اخلاق انسان سے **باخدا** ہونے کے **الٰہی رنگ** سے **رنگین** کیا۔ وہی رسولؐ ہاں وہی آفتابِ صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا۔ نہ یسوع کی طرح صرف لاف وگزاف۔ جس نے مکہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دنیا کو تاریکی میں پا کر

فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔اس کی پہلی دنیا کیا تھی۔اور پھر اس کے آنے کے بعد کیا ہوئی۔ یہ ایک سوال نہیں ہے جس کے جواب میں کچھ دقت ہو۔اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لئے ہمارا دامن پکڑے گا کہ اس جنابِ عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک ملک کے لوگ بھول گئے تھے اور اس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی اور ذلیل مخلوق کو اس ذوالجلال وقدوس کی جگہ پر بٹھایا تھا۔اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے جن میں سے ایک یسوع بھی تھا تو پھر اس رسول کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑ پر کیا تھا۔وہ کیا دعویٰ تھا۔وہ یہی تھا کہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے دنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیج دیا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اس رسول مقبولؐ نے اس دعویٰ کو پورا کر کے دکھلا دیا۔اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو اٹھو،اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔ یسوع نے زبان سے تو بہت کچھ کہا مگر عملی طور پر کسی خرابی کے زہریلے درخت کو دنیا سے نہیں کاٹا۔اگر ہم مان بھی لیں کہ اس نے کم عقل عورتوں اور بچوں کی طرح خودکشی کی تو اس سے اور بھی زیادہ اس کی حالت پر افسوس آئے گا کہ اگر ہمدردی کی اس کو کچھ سوجھی بھی تو احمقانہ راہ سوجھی۔اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسولؐ کو شناخت نہیں کیا۔جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسول شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات کو لکھ رکھو کہ اب کے بعد مردہ پرستی روز بروز کم ہوگی یہاں تک کہ نابود ہو جائے گی کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا۔کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو ردّ کر دے گا۔کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے۔اے سننے والو سنو اور اے سوچنے والو سوچو اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا۔ یہ سخت ظلم کیا گیا ہے جو

ابن مریم کو خدا بنایا گیا ہے۔ وہ صرف ایک انسان ہے اور **موسوی شریعت** کے خادموں میں سے ایک نبی۔ تم نے اس کو نہیں دیکھا مگر میں نے بارہا اس کو دیکھا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی اس کو نہیں جانتا مگر میں جانتا ہوں۔ وہ ایک سعادت مند انسان ہے جو موسیٰؑ کی عظمت کا قائل اور ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگیوں پر بدل و جان ایمان لایا ہے اور ہماری طرح اس راہ میں فدا ہے اگر وہ اس وقت دنیا میں آتا اور دیکھتا کہ مجھے خدا بنایا گیا اور میرا کفارہ گھڑا گیا تو وہ اپنی ناچیز ہستی اور اس بیجا تعریف کو خیال میں لاکر مارے شرم کے مرنے کو قبول کرتا اور خدا سے اپنی مغفرت چاہتا۔ پھر بتلاؤ اس کی خدائی پر کونسی دلیل تمہارے پاس ہے کیا اُسی کی باتوں یا حواریوں کی باتوں سے اس کی خدائی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اس کی یا اس کے دوستوں کی باتوں سے خدائی کا دعویٰ پایا جاتا ہے تو یہ نرا دعویٰ ہوگا جو بغیر ثبوت ایک کوڑی کی قیمت نہیں رکھتا حالانکہ انجیل کی رو سے یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ انجیل یہ کہیں بیان نہیں کرتی کہ مریمؑ کے صاحبزادہ نے کبھی مرد میدان بن کر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ بلکہ جب یہودیوں نے ایک دفعہ اسے ڈانٹا تو یسوع نے اپنی خدائی سے انکار کیا اور کہا کہ میں کوئی کلمہ ایسا منہ پر نہیں لایا جو تمہارے بزرگوں کے کلمات سے بڑھ کر ہو۔ پھر اگر یہ خیال ہو کہ پہلی کتابوں کی پیشگوئیوں میں اس کی خدائی لکھی ہوئی ہے تو اس خیال سے زیادہ کوئی خیال بے ہودہ نہیں ہوگا کیونکہ اگر پہلی کتابوں کی پیشگوئیوں یا ان کی تعلیم کی رو سے یہ فیصلہ ہو جاتا کہ مریم کا بیٹا خدا ہے تو یہود اب تک کیوں کر منکر رہ سکتے تھے۔ کوئی عقل قبول نہیں کرسکتی کہ یہودیوں کی کتابوں میں ایک خدا کے پیدا ہونے کی پیشگوئیاں موجود تو ہوں اور اس خدا کے ماننے کے لئے پیغمبروں کی کھلی کھلی وصیتیں کتابوں میں لکھی گئی ہوں اور کئی ہزار برس سے تثلیث کی تعلیم ان میں مسلسل چلی آتی ہو۔ پھر وہ ایسے خدا اور ایسی تعلیم سے انکار کرکے اس ایمان کو ضائع کریں جو ان کو متواتر سکھلایا گیا تھا۔ نہیں بلکہ یہ عیسائیوں کی شرارت اور حماقت ہے جو ایسا سمجھتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ وہ تمام پیشگوئیاں جن کے غلط معنے کرکے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔ پیغمبروں کی تعلیم سے اب تک یہودیوں کے ذہن میں محفوظ ہیں جو مسیح سے پہلے اپنے وقتوں میں پوری بھی ہوچکیں۔ اگر **یہودیوں کو کسی خدا کا وعدہ**

دیا گیا تھا تو یہ تو ممکن تھا کہ وہ یسوع کو نہ مانتے مگر ایسا کب ہوسکتا تھا کہ سرے سے تمام فرقے یہودیوں کے ایسی بزرگ پیشگوئی سے منکر ہو جاتے اور کبھی آگے یا پیچھے کوئی فرقہ ان میں ایسے خدا کا منتظر نہ پایا جاتا۔

یہ بات نہایت صفائی سے فیصلہ کرتی ہے کہ ان نالائق عیسائیوں نے ناحق بے وجہ ایک انسان کے بچہ کو خدا بنا دیا ہے۔ اسی وجہ سے پہلی ہی صدی سے آج تک ان میں **ایک فرقہ موحد** بھی چلا آتا ہے جو **یسوع کو صرف انسان** سمجھتا ہے۔ پس جبکہ گھر میں ہی اس عقیدہ پر اتفاق نہیں تو پھر اس نااتفاقی کے ساتھ جب یہودیوں کی سخت مخالفت کو بھی دیکھا جائے جو اس عقیدہ میں عیسائیوں کے ساتھ رکھتے ہیں تو اس کامل ثبوت سے عیسائی اس چور کی طرح پکڑے جاتے ہیں جو عین نقب زنی کے وقت گرفتار کیا جائے۔ اگر کسی مجسم خدا کے آنے کے بارے میں یہودیوں کی کتابوں میں کوئی ایک پیشگوئی بھی ٹوٹی پھوٹی ہوتی تو یہودی گو کیسا ہی تعصب کرتے تو زیادہ سے زیادہ تعصب ان کا یہی ہوتا کہ اس خدا کے ظہور کو کسی آئندہ زمانہ پر ڈال دیتے نہ یہ کہ ایسے عقیدہ پر ہزاروں لعنتیں بھیجتے۔ توریت کی تعلیم سے یہودیوں کو کہاں اور کدھر گریز تھی۔ یہودی تو توریت کے موافق خدا کو پیدائش اور موت سے پاک سمجھتے ہیں لیکن افسوس کہ مردہ کو خدا ٹھیرانے سے عیسائیوں کا کانشنس مر گیا۔ ان کے پاس اس مردہ کے خدا بنانے کے بارے میں کوئی بھی دلیل نہیں۔ بعض عیسائی انصاف پر آکر اس بات کو قبول کر لیتے ہیں کہ بے شک پہلی کتابوں کی پیشگوئیاں یسوع کی خدائی پر دلیل نہیں ہوسکتیں اور بے شک ان کو دلیل سمجھنا ایمان اور دیانت سے لڑائی ہے۔ لیکن یسوع کے معجزات اس کی خدائی پر بے شک ایک دلیل ہے مگر ان کو سمجھنا چاہیے کہ اول تو یسوع معجزات سے انکار کرتا ہے[۱]۔ پس جبکہ بعض جگہ کچھ اقرار بعض جگہ صریح انکار ہے تو اس متناقض امر سے ایک محقق کی نظر میں یہی ثابت ہوگا کہ شاید یسوع نے بعض اوقات فریب کے طور پر نادانوں کو بازیگروں کی طرح کوئی کھیل دکھلایا ہو۔ اور پھر جب داناؤں نے

---

[۱] نوٹ۔ یسوع نے تمام عمر میں معجزہ کے بارے میں صرف یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں ہیکل کو مسمار کر کے تین دن میں بنا سکتا ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اوباشانہ دعویٰ ہے۔ بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ یہودی اپنے مقدس مکان کو جس پر لکھوکھا روپیہ خرچ ہو چکا تھا اس کے ہاتھ سے مسمار کرا دیتے۔ پھر اگر وہ اپنی قدیم عادت کے موافق بھاگ جاتا تو کس کو پکڑتے۔ منہ

اس سے معجزہ مانگا تو کانوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ میں معجزہ نہیں دکھلاؤں گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی کیمیا گر اور جن دکھلانے والے اور غیب سے روپیہ منگانے والے ایسے ہی ہتھکنڈے کرتے پھرتے ہیں۔ اور یسوع کی طرح بے وقوفوں اور احمقوں کو سب کچھ دکھلا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی کسی دانا کے پنجہ میں پھنس جائیں تو فی الفور سمجھ جاتے ہیں کہ اب شاید فریب ظاہر ہو کر چند سال کے جیل خانہ میں جائیں گے۔ اس وقت صاف منکر ہو جاتے ہیں کہ نہ ہمیں کیمیا معلوم ہے اور نہ ہمارے جن تابع ہیں اور نہ ہمیں کوئی دستِ غیب یاد ہے۔ افسوس صد افسوس کہ یسوع کی تمام زندگی انہیں باتوں میں گذری۔ جو کبھی کراماتی بنے اور کبھی آزمانے والوں کی زیرکی دیکھ کر کرامات سے منکر ہوئے۔ **خدا بن کر یہ بزدلی** یہ دورنگی اور یہ مکر و فریب، یہ کیسا خدا تھا۔

علاوہ اس کے اگر معجزہ کے ساتھ کوئی شخص خدا بن سکتا ہے تو **موسیٰ**ؑ کے معجزات میں یسوع سے صدہا مرتبہ زیادہ شوکت و عظمت پائی جاتی ہے۔ اور یسوع خود مانتا ہے کہ جھوٹے نبی اقتداری معجزات دکھلائیں گے۔ اگر اقتداری معجزات دکھلانے والا جھوٹا اور بدمعاش ہوتا ہے تو یسوع کے حق میں کیا کہیں اور کیا لکھیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یسوع بچارہ پر خدائی کی تہمت ہے۔ عیسائیوں کی مشرکانہ تعلیم کا تمام مدار اُس **شریر انسان** کی باتوں پر ہے جس کا نام **پولس** تھا۔ اس کے عیسائی ہونے کا یہ سبب تھا کہ یہ شخص سردار کاہن کی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا مگر سردار کاہن نے اس کو لڑکی نہ دی۔ تب اس نے عہد کیا کہ میں یہودیوں کو بہت خراب کروں گا۔ اور وہیں اس نے ایک جھوٹا خواب بنایا کہ گویا اس کو یسوع نظر آ گیا اور اس طرح عیسائیوں میں اپنی **جمعداری** قائم کر لی۔

بہرحال خوب سوچو اور سمجھو کہ **سچے مذہب کا خدا** ایسا مطابق عقل اور نور فطرت چاہیے کہ جس کا وجود ان لوگوں پر بھی حجت ہو سکے جو عقل تو رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی۔ غرض وہ خدا ایسا چاہیے جس میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی بو نہ پائی جائے سو یاد رہے کہ یہ کمال اس خدا میں ہے جو **قرآن** نے پیش کیا ہے اور دنیا کے تمام مذہب والوں نے یا تو اصل خدا کو بالکل چھوڑ دیا ہے جیسا کہ عیسائی اور یا نا واجب صفات اور اخلاق ذمیمہ اس کی طرف منسوب کرا دیئے ہیں جیسا کہ یہودی

اور یا واجب صفات سے اس کو علیحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ۔ مگر **اسلام کا خدا** وہی سچا خدا ہے جو **آئینۂ قانونِ قدرت** اور **صحیفۂ فطرت** سے نظر آ رہا ہے۔ اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نور قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے۔ اور دوسری علامت سچے مذہب کی یہ ہے کہ مردہ مذہب نہ ہو بلکہ جن برکتوں اور عظمتوں کی ابتداء میں اس میں تخم ریزی کی گئی تھی، وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوع انسان کی بھلائی کے لئے اس میں اخیر دنیا تک موجود رہیں تا موجودہ نشان گذشتہ نشانوں کے لئے مصدّق ہو کر اس سچائی کے نور کو قصہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں۔ سو میں ایک مدت دراز سے لکھ رہا ہوں کہ جس نبوت کا ہمارے **سید و مولیٰ محمد مصطفٰے** صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا تھا اور جو دلائل آسمانی نشانوں کے آنجناب نے پیش کئے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور پیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں تا وہ معرفت کے مقام تک پہنچ جائیں اور زندہ خدا کو براہ راست دیکھ لیں۔ مگر جن نشانوں کو یسوع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان کا دنیا میں نام و نشان نہیں۔ صرف قصے ہیں۔ لہٰذا یہ مردہ پرستی کا مذہب اپنے مردہ معبود کی طرح مردہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک سچائی کا بیان صرف قصوں تک کفایت نہیں کر سکتا۔ کونسی قوم دنیا میں ہے جن کے پاس کراماتوں اور معجزوں کے قصے نہیں۔ پس یہ **اسلام** ہی کا خاصہ ہے کہ وہ صرف قصوں کی ناقص اور ناتمام تسلی کو پیش نہیں کرتا بلکہ وہ ڈھونڈنے والوں کو زندہ نشانوں سے اطمینان بخشتا ہے۔ اور اس شخص کو جو حق کا طالب ہو اس کو چاہیے کہ صرف بیہودہ مردہ پرستی پر کفایت نہ کرے بلکہ نہایت ضروری ہے کہ محض ذلیل قصوں پر سرنگوں نہ ہو۔ ہم دنیا کے بازار میں اچھی چیزوں کے خریدنے کے لئے آئے ہیں۔ ہمیں نہیں چاہیے کہ کوئی مغشوش چیز خرید کر نقد ایمان ضائع کریں۔ زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ **مُلْہَمْ** کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ **مُلْہِمْ** کو دیکھ سکیں۔ سو **میں** تمام دنیا کو **خوشخبری** دیتا ہوں کہ یہ **زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔ وہ مردے ہیں** نہ خدا جن سے اب کوئی ہمکلام نہیں ہو سکتا اس کے نشان نہیں دیکھ سکتا سو جس کا خدا مردہ ہے وہ اس کو ہر میدان میں شرمندہ کرتا ہے۔ اور ہر میدان میں اُسے ذلیل کرتا ہے اور کہیں اُس کی مدد نہیں کر سکتا ہے۔ اس **اشتہار** کے دینے سے اصل غرض یہی ہے کہ جس مذہب میں سچائی ہے وہ

کبھی اپنا رنگ نہیں بدل سکتی۔ جیسے اوّل ہے ویسے ہی آخر ہے۔ سچا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا سو اسلام سچا ہے۔ میں ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ اور کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کے لئے **بلاتا ہوں**۔ کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک کوئی **عیسائی طالب حق** ہے تو ہمارے **زندہ خدا** اور اپنے **مردہ خدا** کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ **میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس باہم امتحان کے لئے چالیس دن کافی ہیں۔**

افسوس کہ اکثر عیسائی شکم پرست ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی فیصلہ ہو ورنہ چالیس دن کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ **آتھم** کی طرح اس میں تو کوئی **شرط نہیں**۔ اگر میں جھوٹا نکلوں تو ہر ایک سزا کا مستوجب ہوں لیکن دعاء کے ذریعہ سے مقابلہ ہوگا جس کا سچا خدا ہے بلاشبہ وہ سچا رہے گا۔ اس **باہمی مقابلہ میں** بے شک **خدا مجھے غالب کرے گا** اور اگر میں مغلوب ہوا تو عیسائیوں کے لئے فتح ہوگی جس میں میرا کوئی جواب نہیں۔ اور جو تاوان مقرر ہو اور میری مقدرت کے اندر ہو دوں گا۔ لیکن اگر میں غالب ہوا تو عیسائی مقابل کو مردہ خدا سے دست بردار ہونا ہوگا اور بلاتوقف مسلمان ہونا پڑے گا۔ اور پہلے ایک اشتہار انہیں شرائط کے ساتھ بہ ثبت شہادت دہ کس معزز آدمیوں کے دینا ہوگا۔ اس سے روز کا جھگڑا طے ہو جائے گا۔ اور اگر اب **عیسائیوں نے منہ پھیرا** تو اس کا یہی سبب ہوگا کہ ان کو **مردہ خدا کی مدد** پر بھروسہ نہیں۔ افسوس کہ عیسائی بار بار آتھم کا ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ آتھم الہام کی میعاد میں قبر میں جا پہنچا اور وہ مردہ خدا اُس کو بچا نہ سکا کیونکہ مُردہ مُردہ کو مدد نہیں دے سکتا۔ جو معقول شرط چاہیں مجھ سے کر لیں۔ **میں میدان میں کھڑا ہوں**۔ اور صاف صاف کہتا ہوں کہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مُردہ ہے جس کو امتحان کرنا ہو میرے مقابلہ میں آوے۔

لعنتی ہے وہ دل جو بغیر مقابلہ کے انکار کرے اور پلید ہے وہ طبیعت جو بغیر آزمائش کے منکر رہے۔ اے حق کے طالبو مردہ پرستی کے مذہب کو جلد چھوڑو کہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مردہ ہے۔ کیا اس مردہ میں طاقت ہے کہ میرے مقابلہ میں اپنے کسی پرستار کو طاقت بخشے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

تمام مردے خدا میرے پیروں کے نیچے ہیں یعنی قبروں میں اور زندہ خدا میرے سر پر ہے۔ کوئی ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ کوئی ہے کہ اس آزمائش میں میرے مقابل پر آوے۔ مردہ پرست کبھی نہیں آئیں گے۔ مُردار کھائیں گے مگر سچائی کا پھل کبھی نہیں کھائیں گے۔ دیکھو زندہ مذہب میں یہ طاقت ہے کہ اس کے پابند آسمانی روح اپنے اندر رکھتے ہیں۔

مردوں کو جانے دو زندوں کے ساتھ ہو جاؤ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتہر خاکسار **میرزا غلام احمد قادیانی** ۱۴ / جنوری ۱۸۹۷ء

رسائل اربعہ

(۱) انجام آتھم (۲) خدا کا فیصلہ (۳) دعوت قوم (۴) مکتوب عربی بنام علماء معہ ترجمہ فارسی چھپ کر طیار ہے جو صاحب چاہیں قیمت روانہ کرکے یا بذریعہ ویلیو پی ایبل منگا سکتے ہیں۔ قیمت ۸عہ/ (چار روپے آٹھ آنے) ہے۔ واقعی یہ رسائل خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور شعائر اللہ ہیں اور درحقیقت ایک ربانی فیصلہ ہے۔ دیکھو اور ضرور دیکھو۔ ۱۲

(دوسرا اشتہار ایک ہزار روپیہ کے انعام کے ساتھ)

میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یسوع کی پیشگوئیوں کی نسبت میری پیشگوئیاں اور میرے نشان زیادہ ثابت ہیں۔ اگر کوئی پادری میری پیشگوئیوں اور میرے نشانوں کی نسبت یسوع کی پیشگوئیاں اور نشان ثبوت کے رو سے قوی تر دکھلا سکے تو میں اس کو ایک ہزار روپیہ نقد دوں گا۔

(میرزا غلام احمد)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ۸ صفحوں پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۸ تا ۱۷)

اتمامِ حجت[1]

بالآخر میں پھر ہریک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں۔ میں ہریک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ

قرآن شریف

اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیّہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے[2] اور اُسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب

[1] یہ سرخی مرتب نے قائم کی ہے (مرتب)

[2] جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اسلام میں کوئی اہل کرامت موجود نہیں وہ اندھا اور دل سیاہ ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے کہ کسی زمانہ میں اہل کرامت سے خالی نہیں رہا۔ اور اب تو اتمام حجت کے لئے کرامات کی نہایت ضرورت ہے اور وہ ضرورت خدا تعالیٰ کے فضل سے حسب المراد پوری ہوگئی ہے۔ کوئی شخص نہیں کہ کرامت نمائی میں اسلام کے مقابل پر ٹھہر سکے۔ منہ

مُردے اُن کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانوں! **تمہیں مردہ پرستی** میں کیا مزہ ہے؟ اور مردار کھانے میں کیا لذت؟ !!!

آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس **قوم** کے ساتھ ہے۔ **وہ اسلام کے ساتھ** ہے۔ اسلام اس وقت **موسیٰ کا طُور** ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ **وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ** کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا ''**آج وہ ایک مسلمان**'' کے دل میں **کلام کر رہا ہے**۔ کیا تم میں سے **کسی کو شوق نہیں**؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ **کیا ایک مُردہ کفن میں لپیٹا ہوا**۔ پھر کیا ہے؟ کیا **ایک مشت خاک**۔ کیا یہ مُردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرہ آؤ! **ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ**۔ اور اُس سڑے گلے مُردہ کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ **چالیس دن** نہیں گذریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا۔ ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادہ سے نہیں آزماتے اور پھر انکار کرتے ہیں۔ اور پلید ہیں وہ طبیعتیں جو شرارت کی طرف جاتی ہیں نہ طلب حق کی طرف۔

او میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو۔ اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔ **میں اتمام حجت کر چکا**۔ اب جب تک تم اس حجت کو نہ توڑ لو تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ **خدا کے نشان بارش کی طرح** برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لے کر میرے پاس آوے کیا **ایک بھی نہیں**۔

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی　　　۲۲؍جنوری ۱۸۹۷ء

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶۱ تا ۶۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۷)

ہزار روپیہ کے انعام کا

اشتہار

میں اس وقت ایک مستحکم وعدہ کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب عیسائیوں میں سے یسوع کے نشانوں کو جو اُس کی خدائی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں میرے نشانوں اور فوق العادت خوارق سے قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو میں ایک[۱] ہزار روپیہ بطور انعام دوں گا۔ مَیں سچ سچ اور حلفاً کہتا ہوں کہ اس میں تخلّف نہیں ہوگا۔ میں ایسے ثالث کے پاس یہ روپیہ جمع کرا سکتا ہوں جس پر فریقین کو اطمینان ہو۔ اس فیصلہ کے لئے غیر مذہب والے منصف ٹھہرائے جائیں گے۔ درخواستیں جلد آنی چاہییں۔

الراقم عیسائی صاحبوں کا دلی خیر خواہ میرزا غلام احمد قادیانی

(۲۸؍جنوری ۱۸۹۷ء)

(مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا) (تعداد اشاعت ۵،۶۰۰)

(یہ اشتہار $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$ کے نصف صفحہ پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۲ ملحقہ صفحہ ۱۰۲)

---

[۱] نوٹ۔ اگر درخواست کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو یہ روپیہ آپس میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ منہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار واجب الاظہار

دریں وقت دو قطعہ خط[1] از طرف بعض شیعہ صاحبان بمارسیدہ۔ ودرآنہا ظاہر ساختہ اند کہ یکے از بزرگان شان الموسوم بحاجی شیخ محمد رضا طہرانی نجفی دریں روزہا وارد لاہور است۔ وآرزوئ بحث ومناظرہ بایں جانب می دارد۔ اما ہیچ معلوم نشد کہ آں بزرگ را کدام مانع پیش آمد کہ بلاوسطہ بما خط وکتابت نتوانست کرد وحجاب وساطت را از میان نبرداشت خیر اگر ایں کار را اونکرد ما مے کنیم ومناسب می دانیم کہ ہر چہ از خدا تعالیٰ بمارسیدہ است **بطور تبلیغ بدیشان رسانیم** ۔ بعدازاں اگر اوشاں را حجابے وشکے باقی ماند اختیار مے دارند کہ بصدق دل دریں جا بیایند وہمچو طالبان حق وساوس خود را دُور کنانند۔[2]

پس واضح باد کہ چنانکہ از اشارات ربانی قرآن شریف ومنطوق صحیح بخاری ومسلم وغیرہ کہ کتب

---

[1] درنامہ مرسلہ ایں لفظ طنزاً واستکباراً نیز یافتیم کہ ایں چنیں مردم کہ از معقول بے بہرہ اند قابل مخاطبت شیخ الاسلام نیستند ودر مخاطبت شان کسر شانِ حضرت شیخ است۔ مگر الحمد للہ کہ معقول پسندی شیخ صاحب درہمیں خط معلوم شد۔ شخصے کہ خسوف وکسوف قمر وشمس را در ساعت واحد جمع می کند وبر معقولات قرآنی ہم نظیرے ندارد یعنی بریں آیت لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ ☆ خدا نکند کہ او را از معقولات حظے وقسمتے باشد۔ منہ

[2] یاد ماند کہ ما بر منکران اتمام حجت کردیم وبعدازاں ہیچ حاجت مناظرہ نماندہ۔ ہاں ہر طالب حق را اختیار است شیخ باشد یا شاب کہ نزد ما از صدق دل بیاید وشکوک خود رفع کناند۔ ما ازیں جا کہ مرجع ہزارہا طالبان حق است نتوانیم حرکت کرد۔ ہر کہ طلبے دارد بیاید بفضلہٖ تعالیٰ تسلی ہا یابد۔ منہ

☆ یٰسٓ : ۴۱

مسلمہ ومقبولہ اہل اسلام ہستند معلوم ومفہوم می گردد حقیقت امر ایں است کہ در قضا وقدر خداوند حکیم وعلیم کہ اظہار آں در پیرایہ پیشگوئی ہا شدہ چنیں رفتہ بود کہ در وقتے کہ بر روئے زمین عیسائیت وعیسیٰ پرستی غلبہ کند وصلیب را آں عزتے وشانے پیدا گردد کہ آنچہ از خدائے غفور ورحیم باید جست از صلیب بجویند وبخواہند کہ توحید از رُوئے زمین معدوم گردد وحملہ ہائے سخت بر مسلمانان کنند۔ درآں زماں خدائے قادر شخصے را برائے شکستن شوکت صلیب و اعانت قوم اسلام خواہد فرستاد۔ واو ہمچو **مسیح ابن مریم مصدّق کتاب قوم خود ومؤیّد** شاں خواہد شُد۔ وقوم ہمچو یہود مکفّر ومکذّب او خواہند گردید۔ پس بوجہ مُناسبت قصہ تکفیر او بقصہ تکفیر مسیح **نام او عیسیٰ** خواہد بود ونام آنانکہ اورا کافر خواہند گفت **یہود** خواہد بود۔ وایں ہر دو نام بطور مجاز واستعارہ بودند نہ بوجہ حقیقت۔ وبنیاد غلطی از ہمیں جا افتاد کہ اگرچہ نام یہود بطور استعارہ دانستند امّا نام عیسیٰ بطور حقیقت خیال کردند۔ الغرض دریں ہنگام کہ فتنہ واعظان اناجیل محرّفہ تا بحدّے رسید کہ مردم سادہ لوح وشکم پرست فوج در فوج مُرتد شدند وبدان گونہ بر اسلام حملہ ہا کردند کہ قریب بود کہ آفتے عظیم بر دین متین فرود آید وبدین آفت آفتے دیگر ایں منضم شد کہ در قوم تقویٰ وطہارت کم گردید ودر اسلام فرقہ ہائے باطلہ با کمال غلو پدید آمدند وحقیقت شناساں کم شدند۔

پس برائے استیصال ایں ہر دو فتنہ بر صدی چہار دہم **مرا فرستادند**۔ واز لحاظ اصلاح فتنہ ہائے **اندرونی** نام من **مہدی موعود** نہادند واز لحاظ اصلاح فتنہ ہائے **بیرونی** وتکفیر قوم یہود سیرت بنام **عیسیٰ بن مریم** مرا موسوم کردند۔ وبشارت دادند کہ ایں کسر **صلیب** بر دست تو خواہد بود وہمچنیں فتح وغلبہ بر فرقہ ہائے باطلہ اندرونی اسلام کہ مخالف مذہب حق **اہل سنّت** اند بنام من نوشتند۔

ومرا خدائے کہ با من است بانشانہائی غیب فرستادہ است وانوار وبرکات عطا نمودہ ونورے کہ جمیع **ائمّہ اہل بیت** را دادہ بودند وگم **شدہ بود** وہماں **نور** بوجہ اکمل واتم در **من ظہور** نمودہ است ومرا از الہامات متواترہ وآیات متکاثرہ یقین بخشیدہ اند کہ من ہماں **مسیح موعود مہدی معہود وامام آخر زمانم** کہ ذکر او در احادیث نبویہ وآثار سلف صالح آمدہ است وایں دعویٰ مسیحیت ومہدویت امرے نیست کہ بے دلیل باشد ونہ ترہات باطلہ کہ اصلے وحقیقتے ندارند بلکہ بر صدق دعویٰ خود ہماں قسم دلائل

می داریم کہ برائے مرسلین ومبعوثین عادتِ الٰہی باظہار آن رفتہ ۔ اکنوں اگر منکرے بزعم خود ایں دعویٰ را خلاف قال اللہ وقال الرسول می انگارد وگمان می کند کہ خود عیسیٰ بن مریم از آسمان نازل خواہد شد او از علم قرآن وحدیث بے بہرہ است[1] واگر از اصرار خود باز نماند پس ایں بار ثبوت بر گردن اوست کہ از قرآن شریف وحدیث نبویہ حیات عیسیٰ علیہ السلام را ثابت کند۔ لیکن ہر عاقلے میداند کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام را ثابت کردن امریست محال وخیالیست باطل ۔ چرا کہ قرآن شریف بکمال وضاحت ایں فیصلہ کردہ است کہ عیسیٰ وفات یافت ۔ ومومنے را کہ عظمت کلام ربّ جلیل در دل خود می دارد ایں آیت کافی است کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ می فرماید فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[2] ۔ اکنوں اے شنوندہِ ایں آیت بغور بنگر آیا می توانی کہ بجز وفات معنی دیگر ازیں آیت برآری ہرگز ممکن نیست ۔ بلکہ ہر مُنصفے ومحققے کہ بریں آیت کریمہ غور خواہد کرد و در منطوق ومفہوم آں تاملے خواہد نمود او از بیجا بداہت نظر وفات عیسیٰ علیہ السلام خواہد فہمید وبقطع ویقین بر موت شاں ایمان خواہد آورد وبعد زیں بصیرت انکار موت را نہ صرف ضلالت بلکہ الحاد وزندقہ خواہد شمرد ۔ ہاں ممکن است کہ کسے را بوجہ نادانی خود در معنی لفظ توفی تر ددے پیدا شود ۔ لیکن چون سوئے حدیث وآثار صحابہ رجوع خواہد کرد آں ہمہ تردّد کالعدم خواہد شد ۔ چرا کہ او آنجا در تفسیر ایں آیت بجز اماتت یعنی میرانیدن معنی دیگر نخواہد یافت ۔ آیا نمی بینی کہ در صحیح بخاری از عبداللہ بن عباس است مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ یعنی معنی مُتَوَفِّيْكَ ایں است کہ من ترا میرانندہ ام ۔ وما ہر چند سیر کتب حدیث کردیم وتمام آثار واقوال صحابہ را دیدیم وخواندیم وشنیدیم اما ہیچ جا نیافتیم کہ در شرح ایں آیت بجز معنے اماتت چیزے دیگر در حدیثے یا اثرے یا قولے آمدہ باشد ۔ وما بدعویٰ میگوئیم کہ ہر چہ از صحابہ ورسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم در معنی توفی در آیت موصوفہ ثابت شدہ است آں ہمیں معنی میرانیدن است نہ غیر آں ۔ نتواں گفت کہ میرانیدن مسلّم است ۔ لیکن آں موت ہنوز واقع نشدہ بلکہ

---

[1] یاد باید داشت کہ مذہب اکابر وائمہ ایں امت ہمیں است کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات یافتہ است چنانچہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وامام مالک رضی اللہ عنہ بداں جلالت شان قائل وفات عیسیٰ علیہ السلام ہستند ونہ ایں ہر دو بلکہ امام بخاری ودیگر اکثر اکابر سوئے عقیدہ وفات رفتہ اند ۔ منہ

[2] المائدۃ : ۱۱۸

آئندہ واقع خواہد شد۔ زیرآنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام در آیہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ میفرماید کہ فتنہ ضلالت نصاریٰ بعد از موت من بوقوع آمدہ است نہ قبل از موت من۔ پس اگر فرض کنیم کہ وعدہ موت ہنوز بظہور نیامدہ است وحضرت عیسیٰ علیہ السّلام تا ایں وقت زندہ است۔ پس بر ما واجب مے شود کہ ایں ہم قبول کنیم کہ نصاریٰ ہم تا ہنوز برصراط مستقیم ہستند و گمراہ نشدہ اند۔ زیرانکہ در آیت موصوفہ گمراہی عیسائیاں را بموت مسیح وابستہ کردہ اند۔ پس تا وقتیکہ عیسیٰ نمردہ باشد عیسائیاں را چگونہ گمراہ تواں گفت عجب است از عقل علماء قوم ما کہ بسُوئے ایں آیت توجہ نمی کنند ونصوص صریحہ را مے گذارند واوہام را مذہب خود می گیرند۔

غرض مُردن عیسیٰ علیہ السّلام از نصوص قرآنیہ وحدیثہ ثابت است و ہیچ کس را مجال انکار نیست بجز آں صورت کہ از قرآن وحدیث روبگرداند یا معنی آیت بطور تفسیر بالرائے کند۔ و ہر چند در بارہ لفظ توفّی اتفاق اہل لغت برہمیں قاعدہ مستمرہ است کہ چوں در عبارتے فاعل ایں لفظ خدا باشد و مفعول بہ انسانے از انسان ہا درآں صورت معنی توفّی در میرانیدن محصور خواہد بود و بجز میرانیدن وقبض روح معنی دیگر درآنجا ہرگز نخواہد بود۔ لیکن ما درینجا ضرورتے وحاجتے نمی داریم کہ سوئے کتب لغت عرب رجوع کنیم۔ مارا دریں مقام حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقول ابن عباسؓ کہ آن ہر دو در صحیح بخاری موجود اند کافی است و ما خوب مے دانیم کہ ہر کہ از گفتہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعراض کند او منافقے باشد نہ مومنے۔ پس چونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ تَوَفَّيْتَنِیْ را کہ در آیت موصوفہ است برخود اطلاق کردہ معنی وفات را تصریح کردہ است۔ وابن عبّاس بصراحت معنی آں میرانیدن نمودہ وشارح عینی سلسلہ قول ابن عباس را بتمام وکمال بیان فرمودہ۔ پس مارا بعد زیں وضاحت ہا حاجت ثبوتے دیگر نیست گو ثبوت ہائے دیگر ہم داریم۔ لغت عرب با ماست۔ عقل انسانی با ماست۔ اقرار دیگر قوم ہا با ماست۔ اقرار اکثر ائمہ اسلام با ماست وتا ہنوز قبر عیسیٰ علیہ السّلام در بلاد شام موجود است ؎

آں کس کہ بقرآن وخبر زو نرہی ایں است جوابش کہ جوابش ندہی

امّا آنچہ حضرت شیخ نجفی می گویند کہ ما قبول کردیم کہ عیسیٰ بمُرد لیکن ممکن است کہ خدا دیگر بار اورا زندہ کردہ در دنیا بیارد۔ ایں قول ایشاں تا آں وقت قابل التفات نیست کہ ایشاں از قرآن شریف یا حدیث صحیح ثابت کنند کہ فلاں قبر در آخر زمان خواہد بشگافت واز اں عیسیٰ بیرون خواہد آمد زیرآنکہ

مجرد خیال کسے کہ با خود ثبوتے ندارد لایق قبول نتواند شد۔ بلکہ از طرف خود ہمچو خیالات تراشیدن و سند از قرآن وحدیث نیاوردن از طریق دیانت داری و پرہیز گاری بسیار بعید است۔ اگر ہمیں مذہب پسند خاطر است۔ پس سند باید آورد و حدیثے پیش باید کرد کہ از آں معلوم شود کہ از فلاں گورے مسیح بیرون خواہد آمد و البتہ بعد ثابت شدن چنیں حدیثے سخت بے ایمانی خواہد بود کہ کسے آں حدیث را قبول نکند۔ مگر ایں بدقسمتی مخالفان ماست کہ بتائید ایں یاوہ گوئی ہا ہیچ حدیثے یا آیتے در دست شاں نیست۔ نہ شہادت قرآن برحیات مسیح توانند آورد و نہ از حدیثے ثابت توانند کرد کہ فلاں قبر شگافتہ خواہد شد و از اں عیسیٰ بیرون خواہد آمد۔ و اعتقاد حیات مسیح و صعود او بجسم عنصری چیز یست کہ ثبوت آں از قرآن وحدیث امرے محال است۔ آرے در بعض احادیث لفظ نزول موجود است۔ لیکن ایں نادا ناں نمی دانند کہ اگر از لفظ عیسیٰ ہمان عیسیٰ مراد بودے کہ پیغمبر بنی اسرائیل بود پس بجائے لفظ نزول لفظ رجوع می بایست نہ لفظ نزول زیرا نکہ ہر کہ واپس می آید او را نازل نمی گویند بلکہ راجع می گویند۔ عجب قومی است کہ از جوش تعصب محاورات لغت عرب را ہم فراموش کردہ اند۔

اکنوں حاصل کلام ایں است کہ بر سرکار شیخ نجفی لازم است کہ ازیں دو طریق مذکورہ بالا طریقے را اختیار کنند تا روئے راستی بہ بینند و بر خود خبط عشواء روا ندارند۔ یعنی یا صعود عیسیٰ بجسم عنصری از قرآن وحدیث ثابت کنند یا بر گورے انگشت نہند کہ ازیں گور عیسیٰ بیرون خواہد آمد۔

واما آنچہ بیان فرمودہ اند کہ خسوف کسوف در رمضان در ساعت واحد خواہد بود و ہمان نشان مہدی موعود است نہ اینکہ دریں روز ہا بوقوع آمدہ است۔ ایں تقریر یست عجیب بہتر بودے کہ ایں را در عجائب خانہ فرستادندے تا ذریعہ خندیدن غمگیناں شدے و دریں ہمیں قدر عجیب نیست کہ ہیچ حدیثے و اثرے صحیح ہمراہ ندارد بلکہ عجب دیگر ایں است کہ دعویٰ ہیئت دانی و ایں ژاژ خائی و نادانی۔

نوٹ۔ حضرت شیخ الاسلام در خط خود وعدہ می فرماید کہ در چہل دقیقہ نشانے توانم نمود۔ بسیار خوب است۔ یکے از اخبار غیب بذریعہ اشتہارے شائع فرمایند بجائے چہل دقیقہ مہلت چہل ساعت او شاں را می دہیم۔ پس اگر در چہل روز نشانے از ما ظاہر نشد و از ایشاں در چہل ساعت ظاہر شد یا فرض کنید کہ از ایشاں نیز در چہل روز ظاہر شد بر بزرگی او شاں ایمان خواہیم آورد و ترک دعویٰ خود خواہیم کرد۔ و اگر نشانے از ما دریں مدت بظہور آمد و از ایشاں چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شاں خواہد بود۔ منہ

ودوستان ما را ملزم کردہ اند و گفتہ اند کہ شما را در علم ہیئت دخلے نیست۔ پس ایں بیان شاں کہ در یک ساعت خسوف کسوف جمع خواہند شد بریں **امر شاہد ناطق** است کہ در حقیقت اوشاں را علاوہ کمالات شیخ الاسلام بودن در فنِ ہیئت نیز دستگاہے عظیم است۔ ای بندۂ خدا **رَحِمَکَ اللّٰہ** ایں ہیئت جدید از کجا آوردی کہ نہ سقراط ازاں خبرے داشت و نہ فیثا غورث۔ بچہ بچہ می داند کہ ایام خسوف آفتاب بست وہفتم وبست وہشتم وبست ونہم از ماہ قمری می باشد۔ وایّام خسوف قمر سیزدہم و چہاردہم و پانزدہم در قانون قدرت مقرر است۔ پس از روئے ہیئت اجتماع شاں در ساعت واحد چگونہ ممکن است۔ غرض ایں قاعدہ ہیئت شما آں امرے عجیب است کہ نہ صرف ما را بلکہ ہیچ ہیئت دانے را بر واطلاعے نیست۔ خوب است دعویٰ علم ہیئت کردن باز برخلاف آں گفتن۔ زہے علم وزہے ہیئت۔

باید دانست کہ ایں حدیث دار قطنی است ودراں ایں خرافات مندرج نیست کہ بیان کردہ اند۔ بلکہ ہمیں قدر است کہ ماہتاب در اوّل شب از شب ہائے مقررہ خود منخسف خواہد شد و آفتاب در روز میانہ از روز ہائے کسوف خود منکسف خواہد گردید۔ ودراں دو شرط لازم خواہد بود۔ اوّل اینکہ ہر دو خسوف کسوف در ماہ رمضان خواہد بود۔ دوم اینکہ ایں ہر دو بر صدقِ مدّعی مہدویّت نشان خواہند بود یعنی درآں وقت ایں ہر دو نشان بظہور خواہند آمد کہ تکذیب مہدی خواہد شد۔ وایں ہیئت کذائی کہ خسوف کسوف در رمضان جمع شود و یک مدّعی مہدویّت نیز درآں وقت موجود باشد ایں اتفاق پیش از من کسے را میّسر نشدہ از آدم تا وقت من۔ مضمون حدیث ہمیں قدر است۔ بحمد اللہ کہ مصداق آں ہستم و بریں چیزے افزودن خیانت[۱] ودجل است۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی (یکم فروری ۱۸۹۷ء)

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۴}$ کے چار صفحوں پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۸)

---

[۱] **حاشیہ۔** یکے از خیانت ہائے صاحب راقم ایں است کہ ذکر آتم عیسائی خلاف واقعہ می کند۔ اگر روایتے غلط رسیدہ بود کار مومنان نیست کہ ہر خرافات بے اصل را متمسک بہا گردانند تا وقتیکہ تحقیق نہ کنند۔ غرض ما در آں نامہ

بقیہ حاشیہ۔ پُر گزاف ذکر خلاف واقعہ آتھم عیسائی رابافسوس خواندیم۔ واضح باد کہ در بارہ آتھم مذکور حقیقت امر ایں است کہ مادر بارہ موت او از الہام خدائے عزّوجلّ پیشگوئی کردہ بودیم کہ اگر او بر شوخی و بے باکی خود ثابت بماند و رجوع بحق نکرد در پانزدہ[۱۵] ماہ خواہد مُرد۔ پس آتھم مذکور در ہماں جلسہ الفاظ رجوع بر زبان راند و چوں او را گفتہ شد کہ تو حضرت سیدالرسل صلی اللہ علیہ وسلم را در کتاب خود دجال نام نہادی ایں سزائے آں بد کرداریٔ تُست۔ او ہراساں و ترساں ہر دو دست خود بر گوش نہاد۔ و بسیار از بسیار عجز و نیاز ظاہر کرد و رنگ او زرد شد و خوفے بر دل او مستولی گشت۔ و ہماں وقت علامات رجوع او از بے باکی خود بر چہرہ او ہویدہ و آشکار گشت۔ چنانکہ قریب بہ ہفتاد کس از مردم معزز مسلماناں و نصاریٰ ایں حالت او را بچشمِ خود مشاہدہ کردند و گفتگوئی عجز و نیاز او را شنیدند۔ بعد ازاں تا انجام پیشگوئی چیزے از گستاخی ہائے سابقہ بر زبان نراند و ہیچ کس ثابت نتواند کردہ کہ در میعاد پیشگوئی ہیچ کلمہ تحقیر بر زبان او جاری شدہ باشد۔ بلکہ او اقرار خوف خود بارہا کرد و ترساں و لرزاں میعاد را گذرانید۔ ہمیں رجوع او از بے باکی بود کہ در موت او تاخیر انداخت۔[۱] باز چوں پس از گذاشتن میعاد با شیاطین خود آمیخت و دید کہ ایام گذشتند حالت خود را تغیر داد۔ پس بعد از تغیّر حسب الہام ما خدا او را بگرفت و ذائقہ موت و ہاویہ او را چشانید۔ و پیشگوئی خود را باکمل وجوہ باتمام رسانید و روئے پادریاں وہم سخناں ایشان از مولویاں سیاہ کرد۔ و عجیب تر ایں کہ ایں پیشگوئی در کتاب من یعنی در براہین احمدیہ دوزادہ سال قبل از واقعہ آتھم در سلسلہ الہامات الٰہیہ مندرج شدہ است۔ پس ایں کاریست کہ از طاقت انسان برتر است و از واقعات حقّہ و اخفائے حق کار موموناں نیست۔ منہ

[۱] **حاشیہ در حاشیہ۔** و ما بعد از گزشتن میعاد پیشگوئی او را برائے قسم خوردن مجبور کردیم کہ اگر رجوع الی الحق نہ کردہ است قسم بخورد و چار ہزار روپیہ انعام بگیرد۔ لیکن او باوجود سخت اصرار ما قسم نخورد و بر ہماں حالت بمرد۔ حالانکہ جواز قسم بلکہ وجوب آں عندالضرورت از انجیل بروثابت کردہ بودیم۔ منہ

نوٹ نمبر ا۔ در اشتہار شیخ الاسلام صاحب در سطر ششم سخت انکار از صدق الہام ہائے ایں راقم کردہ است و گفتہ است کہ ہیچ الہامے راست ثابت نشدہ۔ پس ما دہان دروغگو یاں را نتوانیم بست۔ ہاں طریق فیصلہ ایں است کہ اگر بمقابلہ پیشگوئی ہائے ما در ظہور حقانیت و کثرت تعداد پیشگوئی ہائے احدے از ائمہ مذہب خود را اقوی و اکثر ثابت تواند کرد ما بر دست شاں توبہ خواہیم نمود ورنہ سزائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہ از ما بلکہ از خدائے آسماں ہا و زمین ہا بر دروغگو یاں است۔ منہ

نوٹ نمبر۲۔ شیخ الاسلام صاحب در اشتہار خود سوئے من اشارت کردہ مے نویسند کہ ما و شما دست در یکدیگری دادہ از منارہ مسجد شاہی لاہور خود را افرو افگنیم۔ ہر کہ صادق باشد محفوظ خواہد ماند۔ عجیب سوال است کہ در دنیا صرف دو مرتبہ واقعہ شدہ۔ از عیسیٰ بن مریم شیخ نجدی ایں سوال کردہ بود و از من شیخ نجفی زہے مناسبت۔ پس جواب ماہماں است کہ عیسیٰ علیہ السلام شیخ نجدی را دادہ بود۔ انجیل را بہ بینند تسلی خود فرمایند۔ منہ

ترجمہ از مرتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار واجب الاظہار

اس وقت دو عدد خط[۱] بعض شیعہ صاحبان کی طرف سے مجھے پہنچے ہیں۔ اور اس میں انہوں نے ظاہر کیا ہے کہ ان کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ موسوم حاجی شیخ محمد رضا طہرانی نجفی ان دنوں لاہور وارد ہوئے ہیں اور اس طرف یعنی میرے ساتھ بحث و مناظرہ کی آرزو رکھتے ہیں۔ لیکن یہ کچھ معلوم نہیں ہوا کہ اس بزرگ کو کونسا مانع پیش آیا کہ اس نے بلاواسطہ ہم سے خط و کتابت نہیں کی اور توسط کے حجاب کو درمیان سے نہیں اٹھایا۔ ٹھیک ہے اگر اس نے یہ کام نہیں کیا ہم کرتے ہیں اور مناسب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمیں پہنچایا ہے ہم بطور تبلیغ ان کو پہنچاتے ہیں۔ اگر اس کے بعد انہیں کوئی حجاب یا شک باقی رہے وہ اختیار رکھتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس جگہ آئیں اور طالبان حق کی طرح اپنے وساوس کو دور کروائیں۔[۲]

---

[۱] مرسلہ خط میں یہ لفظ طنزیہ اور متکبرانہ انداز میں ہم پاتے ہیں کہ اس طرح کے لوگ جو معقول باتوں سے بھی بے بہرہ ہیں اور شیخ الاسلام سے مخاطب ہونے کے لائق نہیں ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگوں کی شان میں ''حضرت شیخ'' کے الفاظ کسرِ شان کے برابر ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ معقول پسندی کیا ہے شیخ صاحب کے نزدیک یہ بات ہمیں اس خط سے معلوم ہوئی ہے۔ وہ شخص کہ جو کسوف وخسوفِ شمس وقمر کو ساعت واحد میں جمع کرتا ہے اور قرآنی علوم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا یعنی اس آیت کے بارے میں یہ کہ سورج کے لئے مناسب نہیں کہ وہ چاند کو پا سکے۔ خدا نہ کرے کہ وہ معقولات کا حصہ اور نصیبہ رکھتا ہو۔

[۲] یاد رہنا چاہیے کہ ہم نے انکار کرنے والوں کے لئے اتمام حجت کر دیا ہے۔ اس کے بعد اب کسی مناظرہ کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں ہر حق کے طالب کو اختیار ہے شیخ ہو یا شاب (یعنی کوئی بڑا عالم ہو یا چھوٹا) کہ وہ ہمارے پاس صدق دل سے آئے اور اپنے شکوک دور کرے ہم اس جگہ ہزاروں طالبانِ حق کا مرجع ہیں۔ ہم حرکت نہیں کر سکتے۔ ہر شخص جو طلب حق رکھتا ہے وہ آئے بفضل خدا وہ تسلی وتشفی پائے گا۔

پس واضح رہے کہ چونکہ ربّانی اشاروں سے ظاہر ہے قرآن شریف اور منطوق صحیح بخاری و مسلم وغیرہ اہل اسلام کے نزدیک کتب مسلّمہ اور مقبولہ ہیں اور یہ بات ہر ایک کو معلوم و مفہوم ہے اور اس امر کی حقیقت یہ ہے کہ خداوند کریم و حکیم کی قضاوقدر جس کا اظہار پیش گوئی کے طور پر ہوگا اس طور پر گذری تھی کہ جس وقت روئے زمین پر عیسائیت اور عیسیٰ پرستی غلبہ کرے گی اور صلیب کے لئے وہ عزت اور شان پیدا ہو جائے جو خدائے رحیم و غفور سے تلاش کرنی چاہیے وہ اسے صلیب سے تلاش کریں گے اور وہ چاہیں گے کہ توحید روئے زمین سے معدوم ہو جائے اور وہ مسلمانوں پر سخت حملے کریں اس زمانے میں خدائے قادر کسی شخص کو صلیب کو توڑنے اور مسلمانوں کی اعانت کے لئے بھیجے گا اور وہ مسیح ابن مریم کی طرح اپنی قوم کی کتاب کا مصدق ہوگا اور ان کا تائید کرنے والا بھی۔ اور قوم، یہود کی طرح اس کی مکفر و مکذب ہو جائے گی۔ پس اس قصۂ تکفیر کا مسیح کے قصۂ تکفیر سے مناسبت کی وجہ سے اس کا نام عیسیٰ ہوگا اور جو اسے کافر کہیں گے ان کا نام یہود ہوگا۔ اور یہ دونوں نام استعارہ کے طور پر ہوں گے نہ کہ حقیقت کے رنگ میں۔ اور بنیادی غلطی یہیں ہوئی ہے (یعنی) اگر چہ (یہاں) وہ یہود کے نام کو بطور استعارہ سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ عیسیٰ کے نام کو بطور حقیقت خیال کرتے ہیں۔ الغرض اس وقت ہنگامہ میں محرفہ اناجیل کے واعظوں کا فتنہ اس حد تک پہنچا کہ سادہ لوح اور شکم پرست لوگ گروہ در گروہ مرتد ہونے شروع ہو گئے اور اسلام پر اس قسم کے حملے کرنے لگے کہ قریب تھا کہ دین متین پر کوئی بہت بڑی آفت نازل ہوتی اس آفت میں کوئی دوسری آفت بھی مل جاتی کہ قوم میں سے تقویٰ گم ہو جاتا اور اسلام میں باطل فرقے بڑی کثرت سے پیدا ہو جاتے اور حقیقت شناس کم ہو جاتے۔

پس ان دونوں فتنوں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے انہوں نے مجھے چودھویں صدی کے سر پر بھیجا اور اندرونی فتنوں کی اصلاح کے لیے انہوں نے میرا نام مہدی موعود رکھا اور بیرونی فتنوں کی اصلاح کے لئے اور یہود سیرت قوم کی اصلاح کے لئے انہوں نے مجھے عیسیٰ بن مریم کے نام سے موسوم کیا اور یہ خوشخبری دی کہ اس وقت کسرِ صلیب تیرے ہاتھ سے ہوگی اور اسی طرح مسلمان کہلانے والوں کے باطل فرقے جو مذہبِ حق اہلِ سنت کے مخالف ہیں پر فتح و غلبہ کو میرے نام سے موسوم کیا۔

میرا خدا جو میرے ساتھ ہے اُس نے مجھے غیب کے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے اور اس نے انوار و برکات ظاہر فرمائے ہیں۔ وہ نور جو اس نے تمام ائمۂ اہل بیت کو عطا فرمایا ہے اور اب وہ گم ہو چکا تھا وہی نور اکمل و اتم طور پر میرے لئے ظاہر فرمایا ہے اور مجھے متواتر ہونے والے الہامات اور بکثرت ظاہر ہونے والے نشانات سے یقین بخشتا ہے کہ میں وہی مسیح موعود، مہدی معہود اور امام آخر زماں ہوں جس کا ذکر احادیث نبویہ اور اسلاف صالحین کی روایات میں آتا ہے اور دعویٰ مسیحیت اور مہدویت ایسا امر نہیں ہے جو بے دلیل ہو اور نہ بیہودہ اور باطل باتیں ہیں جو کوئی اصلیت اور حقیقت نہ رکھتی ہوں۔ بلکہ اپنے دعویٰ کی سچائی پر ہم وہ سب قسم کے دلائل رکھتے ہیں کہ مرسلین اور مبعوثین کے ساتھ اللہ کا جو دستور ظاہر ہو چکا ہے اب اگر کوئی منکر اپنے خیال میں یہ دعویٰ قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف سمجھتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ خود عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے وہ علم قرآن وحدیث سے بے بہرہ ہے۔[1]

اگر کوئی اپنے اصرار سے باز نہیں آتا تو یہ بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے کہ قرآن شریف اور احادیث نبویہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ثابت کرے۔ لیکن ہر عقلمند جانتا ہے کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنا ایک محال اور باطل خیال ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف نے بڑی وضاحت سے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ عیسیٰ وفات پا چکے ہیں اور ایسا مومن جو اپنے دل میں ربِّ جلیل کے کلام کی عظمت رکھتا ہے اس کے لئے یہ آیت کافی ہے۔ اللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[2] اب اے اس آیت کے سننے والے غور سے دیکھ کہ کیا تو طاقت رکھتا ہے کہ اس آیت سے وفات کے علاوہ کوئی دیگر معنی نکال سکے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ ہر منصف اور محقق کہ جو

---

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ اکابر کا مذہب اور اس امت کے ائمہ کا مذہب یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ اپنی جلالتِ شان کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ نہ صرف یہ دو امام بلکہ امام بخاری اور دیگر اکثر اکابر وفات کے عقیدے کی طرف گئے ہیں۔

[2] المائدۃ : ۱۱۸

آیت کریمہ پر غور کرے گا وہ (قرآن کے) منطوق و مفہوم میں غور کرے گا وہ بداہت نظر کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی سمجھے گا اور قطعی و یقینی طور پر ان کی وفات پر ہی ایمان لائے گا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر بصیرت حاصل ہو جانے کے بعد موتِ عیسیٰؑ سے انکار کو نہ صرف ضلالت بلکہ الحاد اور زندیقیت شمار کرے گا۔ ممکن ہے کسی کو اپنی نادانی کے سبب لفظ توفی کے معنی میں تردد پیدا ہو جائے۔ لیکن جب حدیث کی طرف اور صحابہ کی روایات کی طرف رجوع کرے گا تو اس کا یہ سب تردد کالعدم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ وہاں اس آیت کی تفسیر میں بجز اماتت یعنی مارنے کے دوسرے معنے نہیں پائے گا۔ کیا تو نہیں دیکھتا صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔ ''مُتَوَفِّیْکَ : مُمِیْتُکَ۔'' یعنی مُتَوَفِّیْکَ کے یہ معنے ہیں: میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اور ہم نے ہر چند کہ کتب حدیث کا سیر حاصل مطالعہ کیا ہے اور تمام روایات واقوال صحابہؓ کو دیکھا اور خود ہم نے پڑھا ہے اور (لوگوں سے) سنا بھی ہے لیکن کسی جگہ نہیں پایا کہ اس کی شرح میں سوائے اِمَاتَتْ کے معنی کے کوئی دوسری چیز کسی حدیث یا کسی روایت یا کسی قول میں آئی ہو اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ جو کچھ صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توفّی کے معنی میں آیت مذکورہ میں ثابت ہے وہی مارنے کے معنے ہیں کوئی اور نہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ مارنا مسلّم ہے لیکن وہ موت ابھی واقع نہیں ہوئی بلکہ آئندہ واقع ہوگی۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ والی آیت میں فرماتے ہیں کہ ضلالتِ نصاریٰ کا فتنہ میری موت کے بعد وقوع میں آیا ہے نہ کہ میری موت سے پہلے۔ پس اگرچہ یہ فرض کریں کہ وعدۂ موت ابھی ظہور میں نہیں آیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں پس ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم یہ بھی قبول کر لیں کہ نصاریٰ ابھی تک صراط مستقیم پر ہیں اور ابھی تک گمراہ نہیں ہوئے ہیں۔ کیونکہ مذکورہ آیت میں عیسائیوں کی گمراہی موت عیسیٰ سے وابستہ ہے۔ پس جب تک عیسیٰ علیہ السلام مردہ نہیں ہوں گے عیسائیوں کو کس طرح گمراہ کہا جا سکتا ہے علماء اور قوم کی عقل پر تعجب ہے کہ ہماری قوم اس آیت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نصوص صریحہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور اوہام کو اپنے مذہب کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔

الغرض عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نصوص قرآنیہ اور حدیثوں سے ثابت ہے اور کسی شخص کو انکار کی جرأت نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ قرآن و حدیث سے روگردانی کرے اور اس آیت کے معنے تفسیر بالرائے کے ساتھ کرلے اور اگرچہ لفظ توفّی کے معنوں پر اہل لغت کا اتفاق ہے اور اس قاعدہ مستمرہ کے مطابق ہیں کہ جب کسی عبارت میں اس لفظ کا فاعل خدا ہو اور مفعول بہٖ کوئی انسانوں میں سے ہو تو اس صورت میں توفّی کے معنے مارنے میں محصور ہوں گے۔ اور سوائے مارنے اور قبض روح کے کوئی دیگر معنی اس جگہ نہیں ہوں گے۔ لیکن اس جگہ ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم عرب کی لغت کی کتب کی طرف رجوع کریں۔ ہم اس جگہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن عباس کے قول کو صحیح بخاری میں پاتے ہیں۔ اور یہ دونوں کافی ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں جو کوئی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرتا ہے وہ منافق ہوگا نہ کہ مومن۔ پس چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ تَوَفَّيْتَنِيْ کو جو مذکورہ آیت میں ہے اس کا اپنے اوپر اطلاق فرمایا ہے اور معنے وفات کے صریح طور بیان فرمائے ہیں اور ابن عباسؓ نے ان معنوں کی وضاحت کو مارنے کے معنوں میں ظاہر کیا ہے اور شارح عینی نے ابن عباسؓ کے قول کو بہ تمام و کمال بیان فرمایا ہے۔ پس اتنی وضاحت کے بعد ہمیں کسی ثبوت دیگر کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ ہم دوسرے ثبوت بھی رکھتے ہیں۔ لغتِ عرب ہمارے ساتھ ہے۔ انسانی عقل ہمارے ساتھ ہے، دیگر قوموں کا اقرار ہمارے ساتھ ہے، اسلام کے اکثر ائمہ کا تصور و اقرار ہمارے ساتھ ہے اور بلاد شام میں ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔ ؎

آں کس کہ بقرآن و خبر زو نرہی   ایں است جوابش کہ جوابش ندہی[1]

لیکن جو کچھ شیخ نجفی کہتے ہیں کہ ہم قبول کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں لیکن یہ ممکن ہے کہ خدا انہیں (عیسیٰ کو) دوسری دفع زندہ کر کے دنیا میں لے آئے۔ ان کا یہ قول اس وقت تک التفات کے لائق نہیں جب تک کہ وہ اسے قرآن شریف یا حدیث سے ثابت نہیں کرتے کہ فلاں قبر آخری زمانے میں پھاڑی جائے گی اور اس میں سے عیسیٰ باہر آئیں گے۔ اس لئے کہ کسی کا خیال جس

[1] ترجمہ۔ جس شخص سے تو قرآن و حدیث (بیان کرنے) سے رہائی نہ پا سکے اس کا (صحیح) جواب یہ ہے کہ اس کو جواب نہ دے۔

کے ساتھ ثبوت نہ ہو لائق قبول نہیں ہو سکتا بلکہ اپنے پاس سے ایسے خیالات تراشنا اور قرآن وحدیث سے اس کی سند پیش نہ کرنا دیانتداری اور پرہیز گاری سے بہت دور ہے۔ اگر یہی مذہب ان کے دل کو پسند ہے۔ پس سند لانی چاہیے اور کوئی حدیث پیش کرنی چاہیے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ فلاں قبر سے مسیح باہر آئیں گے البتہ اس قسم کی حدیث کے ثابت ہونے کے بعد یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ کوئی اس حدیث کو قبول نہ کرے۔ مگر یہ بدقسمتی ہمارے مخالفین کی ہے کہ ان یاوہ گوئیوں کی تائید میں ان کے پاس کوئی حدیث اور آیت نہیں ہے۔ نہ تو قرآن کی شہادت مسیح کی حیات پر لا سکتے ہیں اور نہ وہ حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں فلاں قبر پھاڑی جائے گی اور اس سے عیسیٰ باہر آئیں گے۔ اور عقیدہ حیات مسیح اور جسم عنصری کے ساتھ ان کا آسمان پر چڑھنا ایسی چیز ہے کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت لانا ایک محال امر ہے۔ ہاں! بعض حدیثوں میں لفظ ''نُـزُول'' موجود ہے۔ لیکن یہ نادان نہیں جانتے ہیں کہ اس لفظِ عیسیٰ سے وہی عیسیٰ مراد ہے جو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ پس ''نُـزُول'' کے بجائے ''رُجُوع'' کا لفظ ہونا چاہیے نہ کہ ''نُـزُول''۔ اس لئے کہ جو کوئی واپس آتا ہے اسے ''نَـازِل'' نہیں کہتے۔ بلکہ اسے ''رَاجِع'' کہتے ہیں۔ عجیب قوم ہے کہ اس نے تعصب کے جوش سے لغت عرب کے محاورات کو بھلا دیا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ سرکار شیخ نجفی پر لازم ہے کہ مذکورہ بالا دو طریق میں سے کسی طریق کو اختیار کریں تا کہ وہ راستی کا چہرہ دیکھیں اور اپنے اوپر عشو و تکبر کا خَبط روا نہ رکھیں۔ یعنی یا عیسیٰ کا بجسمِ عنصری قرآن وحدیث سے آسمان پر چڑھنا ثابت کریں یا کسی قبر پر انگلی رکھیں کہ اس قبر سے

نوٹ۔ حضرت شیخ الاسلام نے اپنے خط میں وعدہ فرمایا ہے کہ میں چالیس منٹ میں نشان دکھا سکتا ہوں۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اخبارِ غیبیہ میں سے صرف ایک بذریعہ اشتہار شائع کر دیں اور ہم انہیں (نشان دکھانے کے لئے) چالیس منٹ کی بجائے چالیس گھنٹے کی مہلت دیتے ہیں۔ پس اگر چالیس روز میں ہماری طرف سے نشان ظاہر نہ ہوا اور ان (شیخ صاحب) کی طرف سے چالیس منٹ میں نشان ظاہر ہو گیا یا بفرضِ محال بالمقابل ہمارے ان کی طرف سے بھی چالیس دن میں نشان ظاہر ہو گیا تب بھی ہم ان کی بزرگی پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے دعویٰ کو ترک کر دیں گے۔ لیکن اگر اس مدت میں ہماری طرف سے کسی نشان کا ظہور ہوا اور ان (شیخ صاحب) کی طرف سے کچھ بھی ظاہر نہ ہوا تو یہی ہمارے لئے دلیلِ صداقت اور ان کے کذب پر گواہ ہوگی۔ منہ

عیسیٰ باہر آئیں گے۔

لیکن جو انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ خسوف وکسوف رمضان میں ایک ہی وقت میں ہوگا اور مہدیٔ موعود کا یہی نشان ہے۔ یہ جو اِن دنوں واقع ہوا ہے یہ ایسی عجیب تقریر ہے کہ بہتر تھا کہ وہ اسے عجائب خانہ میں بھجوا دیتے تا کہ غمناک لوگوں کے لئے ہنسی کا ذریعہ ہوتا۔ اور اس میں عجیب بات نہیں ہے کہ کوئی حدیث یا صحیح روایت اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اور دوسرا تعجب یہ ہے کہ ہیئت دانی کے دعوے کے باوجود یہ مذاق کی باتیں اور نادانی ہے اور دوستوں نے ہمیں ملزم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ آپ کو علم ہیئت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس ان کے اس بیان پر کہ ایک ہی وقت خسوف اور کسوف جمع ہوں گے اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ انہیں شیخ الاسلام کے کمالات اور فن ہیئت میں بھی دستگاہِ عظیم حاصل ہے۔ اے بندۂ خدا! رحمک اللہ یہ ہیئت جدید آپ کہاں سے لائے ہیں نہ تو سقراط کو اس کی خبر تھی اور نہ فیثا غورث کو۔ بچہ بچہ جانتا ہے کہ کسوف آفتاب کے ایام ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ قمری مہینے کے ہیں۔ اور خسوف قمر کی راتیں ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ قمری مہینے کی ہیں اور یہ وقت قانون قدرت میں مقرر ہے۔ پس علم ہیئت کے لحاظ سے ایک ہی وقت میں ان کا اجتماع کیسے ممکن ہے۔ غرض آپ کے علم ہیئت کا یہ قاعدہ ایسا عجیب ہے کہ جس پر نہ ہمیں بلکہ کسی دوسرے ہیئت دان کو بھی اطلاع نہیں ہے۔ علم ہیئت کا دعویٰ کرنا خوب اور پھر اس کے خلاف کہنا بھی خوب ہے۔ دعویٰ علم اور ہیئت دانی کیا خوب ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ حدیث دارقطنی کی ہے اور اس میں یہ خرافات درج نہیں ہیں جنہیں یہ بیان کرتے ہیں۔ بلکہ اسی قدر ہے کہ چاند اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات کو گہنایا جائے گا اور آفتاب گرہن کے مقررہ دنوں میں درمیانے دن گہنایا جائے گا اور اس میں دو شرطیں ہوں گی پہلی یہ کہ چاند اور سورج دونوں کا گرہن رمضان میں ہوگا اور دوسری یہ کہ یہ دونوں کسی مدعی مہدویت کے صدق کے نشان کے طور پر ہوں۔ یعنی اس وقت یہ دونوں نشان ظہور میں آئیں گے۔ اس لئے کہ مہدی کی تکذیب ہوگی اور یہ ہیئت کذائی کہ رمضان میں خسوف وکسوف جمع ہو جائے اور ایک مدعی مہدویت اس وقت موجود ہو۔ یہ ایک ایسا اتفاق ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر میرے زمانہ تک مجھ سے پہلے کسی

کو میسر نہیں ہوا۔ مضمون حدیث اسی قدر ہے۔ بحمد اللہ کہ اس کا مصداق میں ہوں۔ اس کے علاوہ اس پر کسی چیز کا بڑھانا خیانت اور دھوکا ہے۔[۱]

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتھر میرزا غلام احمد قادیانی

(یکم فروری ۱۸۹۷ء)

---

[۱] حاشیہ۔ راقم صاحب کی خیانتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آتھم عیسائی کا ذکر خلاف واقعہ کرتا ہے۔ اگر روایت غلط پہنچی تھی تو مومنوں کا کام نہیں کہ ہر قسم کی بے اصل خرافات کو مضبوطی سے پکڑ لیں تاوقتیکہ تحقیق نہ کر لیں۔ الغرض ہم نے لغو باتوں سے پُر اس نامے میں آتھم عیسائی کے واقعے کو افسوس کے ساتھ پڑھا۔ واضح رہے کہ آتھم عیسائی کے مذکورہ واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کی موت کے بارے میں خدائے عزّو جلّ کے الہام سے یہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر وہ اپنی شوخی اور گستاخی پر قائم رہا اور اس نے رجوع اِلی الحق نہ کیا تو پندرہ ماہ میں مر جائے گا۔ پس آتھم مذکور نے اسی جلسہ میں الفاظ رجوع زبان پر چلائے اور جب اسے کہا گیا کہ تو نے تو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنی کتاب میں دجال رکھا تھا' یہ موت کی پیشگوئی تیری اس بدکرداری کی سزا ہے۔ چنانچہ اس نے ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے اور بہت زیادہ عجز و نیاز ظاہر کیا اور اس کا رنگ فق ہو گیا۔ اور اس کے دل پر خوف غالب آ گیا اور اس وقت اپنی بے باکی سے رجوع کی علامات اس کے چہرے پر ظاہر اور آشکارا ہوئیں۔ چنانچہ قریباً ستر افراد معززین از مسلماناں و نصاریٰ نے اس حالت میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور اس کی عجز و نیازی کی گفتگو سنی۔ اس کے بعد پیشگوئی کے انجام تک سابقہ گستاخیاں زبان پر نہ لایا اور کسی شخص نے ثابت نہ کیا کہ کوئی گستاخی کا کلمہ پیشگوئی کی میعاد تک اس کی زبان سے جاری ہوا ہو۔ بلکہ اس نے اپنے خوف کا اقرار بار ہا کیا اور لرزاں و ترساں پیشگوئی کی میعاد کو گزارا۔ یہ اس کا بے باکی سے رجوع تھا کہ اس کی موت میں تاخیر ہو گئی۔☆

☆ حاشیہ در حاشیہ۔ پیشگوئی کی میعاد گزرنے کے بعد ہم نے اسے قسم کھانے پر مجبور کیا تھا کہ اگر اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا ہے تو قسم کھائے اور چار ہزار روپے نقد انعام لے لیکن ہمارے شدید اصرار کے باوجود اس نے قسم نہیں کھائی۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔ حالانکہ ہم نے ضرورت کے وقت قسم کا جواز اور وجوب اس پر انجیل سے ثابت کر دیا تھا۔

بقیہ حاشیہ۔ پس جب وہ میعاد گزرنے کے بعد اپنے شیطانوں سے ملا اور دیکھا کہ ایام پیشگوئی تو گزر گئے تو اس نے اپنی حالت کو بدل لیا۔ پس اس تغیر کے بعد ہمارے الہام کے مطابق خدا نے اسے پکڑا اور اسے موت اور ہاویہ کا ذائقہ چکھایا اور اپنی پیشگوئی کو مکمل وجوہ کے ساتھ پورا کیا اور پادریوں اور اس کے ہم سخن مولویوں کے چہرے کو سیاہ کر دیا اور عجیب تر بات یہ ہے کہ یہ پیشگوئی میری کتاب یعنی براہین احمدیہ میں آتھم کے اس واقعہ سے ۱۲ سال قبل سے سلسلہ الہامات الٰہیہ کے اندر درج ہے۔ پس یہ کام ہے جو انسان کی طاقت سے برتر ہے اور یہ واقعاتِ حقہ میں سے ہے اور اخفائے حق مومنوں کا کام نہیں ہے۔ **منہ**

نوٹ نمبر ۱۔ شیخ الاسلام کے اشتہار کی سطر نمبر ۶ میں اس راقم کے الہامات کی صداقت سے سخت انکار کیا گیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ کوئی الہام سچا ثابت نہیں ہوا۔ پس ہم جھوٹوں کے منہ بند نہیں کر سکتے۔ ہاں طریق فیصلہ یہ ہے کہ اگر ہماری پیشگوئیوں کے سچا ظاہر ہونے اور کثرت تعداد کے مقابلے پر ائمہ مذاہب میں سے کوئی ایک بھی (اپنی پیشگوئیوں کو) قوی تر اور تعداد میں زیادہ ثابت کر سکے تو ہم اس کے ہاتھ پر توبہ کر لیں گے ورنہ **لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ** کا تازیانہ نہ صرف ہماری طرف سے بلکہ آسمان و زمین کے خدا کی طرف سے بھی جھوٹوں پر ہے۔ منہ

نوٹ نمبر ۲۔ شیخ الاسلام صاحب اپنے اشتہار میں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر شاہی مسجد لاہور کے منارے سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیں۔ دونوں میں سے جو صادق ہوگا وہ محفوظ رہے گا۔ یہ عجیب مطالبہ ہے جو کہ دنیا میں صرف دو مرتبہ ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ سے شیخ نجدی نے یہ سوال کیا تھا اور اب مجھ سے شیخ نجفی نے۔ کیسی کامل مناسبت ہے۔ پس ہمارا جواب بھی وہی ہے جو حضرت عیسیٰؑ نے شیخ نجدی کو دیا تھا۔ انجیل کو دیکھیں اور اپنی تسلی خود ہی کر لیں۔ منہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جماعت مخلصین کی اطلاع کے لئے

چونکہ ہماری اس جماعت کے مشورہ اور صلاح سے جو قادیان میں ان دنوں میں آئی یہ ایک امر ضروری معلوم ہوا ہے کہ مہمانوں کے لئے ایک اور مکان بنایا جائے اور ایک کنواں بھی مہمان خانہ کے پاس طیار کیا جائے اور نیز انہیں کی صوابدید سے اس کام کے انجام دینے کے لئے چندہ کا فراہم کرنا قرین مصلحت قرار پایا ہے لہٰذا اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ تمام وہ احباب جن کو یہ اشتہار پہنچ جائے بدل و جان اس کام میں شریک ہوں۔

میں اس سے بے خبر نہیں کہ ہمیشہ ہمارے دوست ان اعانتوں میں مشغول ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ان کے دلوں کو روز بروز زیادہ قوت دے گا اور دن بدن اُن کی ایمانی طاقت کو بڑھائے گا یہاں تک کہ وہ اپنی پہلی حالتوں سے بہت آگے نکل جائیں گے۔ ایک عرصہ ہوا کہ مجھے الہام ہوا تھا وَسِّعۡ مَکَانَکَ یَأۡتُوۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ۔ یعنی اپنے مکان کو وسیع کر کہ لوگ دور دور کی زمین سے تیرے پاس آئیں گے سو پشاور سے مدراس تک تو میں نے اس پیشگوئی کو پُوری ہوتے دیکھ لیا۔ مگر اس کے بعد دوبارہ پھر یہی الہام ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ پیشگوئی پھر زیادہ قوّت اور کثرت کے ساتھ پُوری ہوگی۔ وَاللّٰہُ یَفۡعَلُ مَایَشَآءُ لَا مَانِعَ لِمَا اَرَادَ۔

اور لازم ہے کہ ہر ایک صاحب اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس چندہ میں شریک ہوں۔ اوران کی نگاہ میں کسی رقم کا کم اور حقیر ہونا ان کو ثواب سے نہ روکے کہ اللہ تعالیٰ کی دلوں اور حالتوں پر نظر ہے نہ محض چندہ کی کثرت اور قلّت پر۔ اور چونکہ عمارت شروع ہونے کو ہے اور ہماری تجربہ کار جماعت نے کل اسٹیمیٹ اس کا دو ہزار روپیہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو یہ چندہ جلد آنا چاہیے اور آخر پر یہ سب رقوم چھاپ کر شائع کر دی جائیں گی۔ بجز ایسے کسی صاحب کے جو اخفا چاہتے ہوں اور اب تک چندہ جو ہمیں وصول ہوئے ہیں بہ تفصیل ذیل ہیں۔

	نام	تعداد رقم
(۱)	منشی عبدالرحمٰن صاحب اہلمد محکمہ جرنیلی ریاست کپورتھلہ	للعہ (چار روپے)
(۲)	مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی	للعہ (چار روپے)
(۳)	عرب حاجی مہدی صاحب بغدادی نزیل مدراس	صـــہ/ (پچاس روپے)
(۴)	سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس	صـــہ/ (پچاس روپے)
(۵)	ابراہیم سلیمان کمپنی مدراس	ٮـہ/ (بارہ روپے)
(۶)	سیٹھ دالجی لالجی صاحب مدراس	صـــہ/ (پچاس روپے)
(۷)	سیٹھ صالح محمد صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس	ٮـہ/ اٹھائیس روپے)
(۸)	مولوی سلطان محمود صاحب مدراس	عـــہ/ (بیس روپے)
(۹)	سیٹھ اسحٰق اسمٰعیل صاحب بنگلور	ٮـہ/ (پچیس روپے)
(۱۰)	میرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب صاحب مالیر کوٹلہ	عـــہ/ (بیس روپے)
(۱۱)	اہلیہ میرزا صاحب موصوف	صہ/ (پانچ روپے)
(۱۲)	اہلیہ ہائے حکیم فضل دین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور	صـــہ/ (پچاس روپے)
(۱۳)	شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور	مار (ایک سو روپیہ)

(۱۴) منشی کرم الٰہی صاحب شملہ عہ۲ (دو روپے)

(۱۵) شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد صہ۵ (پانچ روپے)

ایک صاحب کے صہ۵ روپیہ وصول ہو چکے ہیں مگر ان کا نام یاد نہیں رہا۔ وہ جب فہرست دیکھ لیں تو اپنے نام سے اطلاع دیں۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۱۷؍فروری ۱۸۹۷ء

(بقلم منظور محمد در مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان طبع شد)

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے دو صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۲۶ تا ۲۸)

ضمیمہ اخبار مخبر دکن مدراس مورخہ ۱۱؍ مارچ ۱۸۹۷ عیسویہ

یسوع مسیح کے نشانوں کا اس راقم کے نشانوں سے مقابلہ
اور ایک پادری صاحب کا جواب

کچھ دن ہوئے ہیں کہ اس راقم نے حضرات پادری صاحبوں کو مخاطب کر کے یہ اشتہار[1] شائع کیا تھا کہ اگر حضرات موصوفین یسوع کے نشانوں کو میرے نشانوں سے قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو میں ان کو ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

اس اشتہار کے جواب میں جو کچھ بعض پادری صاحبوں نے لکھا ہے وہ اخبار عام ۲۳؍ فروری ۱۸۹۷ء میں بحوالہ کرسچین ایڈووکیٹ چھپ گیا ہے۔ چنانچہ مجیب صاحب نے اوّل انجیل کی عبارت لکھ کر اس بات پر زور دیا ہے کہ جھوٹے رسول اور جھوٹے مسیح بھی ایسے بڑے نشان دکھلا سکتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کریں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عبارت انجیل جو صاحب راقم نے پیش کی ہے ان کے مدعا کو کچھ فائدہ بخش نہیں بلکہ اس سے وہ خود زیر الزام آتے ہیں کیونکہ جس حالت میں اسی قسم کے نشانوں پر بھروسہ کر کے یسوع کو خدا بنا دیا گیا ہے تو یہ بڑا ظلم ہوگا کہ دوسرا شخص ایسے ہی نشان بلکہ بقول یسوع بڑے بڑے نشان بھی دکھلا کر ایک سچا ملہم بھی نہ ٹھہر سکے یہ منطق تو ہمیں سمجھ نہیں آتی

[1] دیکھیے جلد ھذا اشتہار نمبر ۱۶۱ (مرتب)

کہ یسوع کی ذات کے لیے وہ نشان ایسے سمجھے جائیں جس سے اس کی الوہیت بپایہ ثبوت پہنچ جائے اوراس کے خدا ہونے میں کچھ بھی کسر نہ رہے۔ پھر جب وہی نشان بلکہ بقول یسوع اُن سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر کسی دوسرے مدعی الہام سے صادر ہوں تو اُس بے چارے کا ملہم ہونا بھی اُن سے ثابت نہ ہوسکے۔ یہ کس قسم کا اصول اور قاعدہ ہے؟ کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟

پھر مسیحیوں کو اس پر بھی اصرار ہے کہ یسوع کے نشان اقتداری نشان ہیں۔ تبھی تو وہ خدا ہے! بہت خوب! لیکن ذرا ٹھہر کر سوچو کہ اگر جھوٹے نبی سے نشان ظاہر ہوں تو وہ اقتداری ہی کہلائیں گے نہ اور کچھ۔ کیونکہ جھوٹا خدا سے دعا نہیں کرتا اور نہ خدا سے کچھ میل رکھتا ہے۔ سو اگر وہ کوئی نشان دکھلاوے تو اس میں کیا شک ہے کہ اپنے اقتدار سے ہی دکھلائے گا نہ خدا سے۔ پس ایسے اقتداری نشانوں سے اگر خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو ایک کاذب کی خدائی یسوع کی خدائی سے باعتبار ثبوت کے اوّل درجہ پر ہے۔ یسُوع کے اقتداری نشانوں میں شُبہ بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ راستباز تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے نشانوں کے دکھلانے میں خدا سے مدد پائی ہو لیکن کاذب کے اقتداری نشانوں میں اس شُبہ کا ذرہ دخل نہیں کیونکہ وہ راستباز نہیں اور نہ خدا سے کچھ مدد پا سکتا ہے۔ اور نہ خدا اُس سے کچھ جوڑ اور تعلق رکھتا ہے پس اس مسیحی اصول کے موافق اگر کاذب بڑے بڑے نشان دکھلاوے تو نبوت کیا اُس کی تو خدائی بھی نہایت صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے۔ سچے نشانوں کے امکان صدور کے لئے مسیح کا سرٹیفکیٹ کافی ہے۔ پھر ایک کذاب کے خدا بن جانے میں کیا مشکلات ہیں۔ میں حیران ہوں کہ عیسائی صاحبوں نے ان عبارتوں کو کیوں پیش کر دیا۔ ان کو تو مخفی رکھنا چاہیے تھا۔ اب تو وہی بات ہوئی کہ تبرِ خویش بر پائے خویش۔

دوسرا جواب مجیب صاحب نے یہ دیا ہے کہ یسُوع مسیح مُردوں کو زندہ کرتا اور جذامیوں وغیرہ کو صاف کرتا تھا۔ لیکن افسوس کہ صاحب راقم نے اس جواب کے وقت میرے اشتہار کے اس فقرہ کو نہیں پڑھا کہ قوت ثبوت میں موازنہ کیا جائے گا۔ افسوس انہوں نے یہ کیسی جلدی کی کہ قصّوں اور کہانیوں کو پیش کر دیا۔ صاحبو! مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ امور یہ سب ایسے قصے ہیں کہ جن کو خود یورپ کے محقق بنظر استہزاء دیکھتے ہیں۔ ان کا نام ثبوت رکھنا اگر سادہ لوحی نہ ہو تو اور کیا ہے۔ اور اگر ثبوت اسی کو

کہتے ہیں تو پھر دوسری قوموں کا کیا قصور ہے کہ اُن کے خداؤں کو قبول نہیں کیا جاتا۔ کیا اُن کے دفتروں اور کتابوں میں اس قسم کے قصے بکثرت بھرے ہوئے نہیں ہیں؟

دنیا میں اکثر یہی فساد بہت پھیل رہا ہے کہ لوگ دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں کرتے۔ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ یہود جن کے لئے یسوع بھیجا گیا تھا وہ سب اس کے معجزات سے صاف منکر ہیں۔ اب تک اُن کی پرانی کتابوں سے لے کر آخری تالیفات تک میں یہی واویلا ہے کہ اس سے کوئی بھی معجزہ نہیں ہوا۔ چنانچہ بعض تاریخی کتابیں ان کی میرے پاس بھی موجود ہیں۔ پس کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس قوم کو مُردے زندہ کر کے دکھلائے گئے اور اُن کے جذامی اچھے کئے گئے اور اُن کے مادرزاد اندھوں کی آنکھیں کھولی گئیں۔ وہ قدیم سے قطعاً ان باتوں سے منکر چلے آویں اور کوئی فرقہ اُن میں سے قائل نہ ہو۔ بھلا اگر اور نہیں تو اتنا تو چاہیے تھا کہ جن کے باپ دادوں پر یہ احسان ہوا وہی شکر کے طور پر مانتے چلے آتے۔ سو اب اگر عیسائیوں کی انجیل یہ بیان کرتی ہے کہ مُردے زندہ ہوئے تو اس کے برخلاف یہودیوں کی بہت سی کتابیں بیان کرتی ہیں کہ ایک ٹڈی بھی زندہ نہیں ہوئی اور نہ اور کوئی نشان ظاہر ہوا تو اب کون فیصلہ کرے کہ ان دونوں میں سے حق پر کون ہے بلکہ تین دلیل سے یہود حق پر معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ عادت اللہ نہیں ہے کہ بار بار قبریں پھٹیں اور مردے دنیا میں آویں۔

(۲) دوم یہ کہ یسوع نے انجیل میں آپ بھی معجزات دکھلانے سے انکار کیا ہے بلکہ غصہ میں آکر معجزات مانگنے والوں کو حرام کار کہہ دیا ہے۔

(۳) تیسرے یہود کی طرف سے یہ حجت ہے کہ اگر یسوع میں مردہ زندہ کرنے کی طاقت ہوتی تو وہ اپنی نبوت کے ثابت کرنے کے لئے ضرور اس طاقت کو استعمال کرتا۔ لیکن جب اس سے پوچھا گیا تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے۔ اگر تو مسیح موعود ہے تو دکھلا کہ ایلیا کہاں ہے، تو اس نے اس وقت تاویل سے کام لیا اور کہا کہ یوحنا بن زکریا کو ایلیا سمجھ لو اور اسی وجہ سے یہود کے علماء اس کو قبول نہ کر سکے۔ پس اگر اس کو زندہ کرنے کی قدرت تھی تو اس پر فرض تھا کہ وہ فی الفور ایلیا کو دکھلا دیتا اور تاویلوں میں نہ پڑتا۔ غرض ایسے بیہودہ قصے ثبوت میں داخل نہیں ہیں بلکہ خود

ثبوت کے محتاج ہیں۔ پھر کیا مناسب تھا کہ ثبوت رؤیت کے مقابلہ پر ایسے قصوں کو پیش کیا جاتا۔

اگر کہو کہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر آیا ہے۔ سو واضح رہے کہ قرآن شریف کوئی تاریخی کتاب نہیں اور نہ اس نے کسی تاریخی کتاب سے ان قصوں کو نقل کیا ہے بلکہ اس کی تمام باتیں اس کی الہامی سچائی کی بنیاد پر مانی جاتی ہیں۔ سو وہ جس الہام کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کے معجزات کا ذکر کرتا ہے اسی الہام کے ذریعہ سے یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عیسیٰ صرف انسان تھا خدا نہیں تھا اور آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدّق تھا مکذّب نہیں تھا۔ پس اگر قرآن کی وحی پر اعتماد اور ایمان ہے تو پھر کوئی جھگڑا نہیں۔ ہم قرآن کی الہامی گواہی سے مانتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ایک صالح آدمی اور پیغمبر تھا۔ اس نے کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور آنے والے رسول پر اس کو ایمان تھا اور وہ صاحب معجزات تھا۔ مگر یاد رہے کہ یہ گواہی الہامی ہے نہ تاریخی۔ جو شخص قرآن کے الہام کو نہیں مانتا اس کے نزدیک یہ سب گواہی کالعدم ہے۔ اور جو مانتا ہے وہ قرآن کے سارے بیان کو مانتا ہے اگر ایمان نہیں تو یہ حوالہ بے کار ہے پس جو شخص قرآن کی وحی سے انکار کرتا ہے وہ قرآن کی شہادت سے کچھ نفع نہیں اٹھا سکتا۔ ہم نے جیسا کہ قرآن کی اس وحی کو قبول کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے معجزات ظاہر ہوئے ایسا ہی اس وحی کو بھی قبول کیا ہے کہ وہ محض بندے اور خدا کے رسول اور ہمارے نبیؐ کے مصدق تھے اور قرآن کی شہادت کی قدر و قیمت اس وقت تک ہے کہ جب اس کو خدا کی وحی سمجھی جاوے۔ پس جو شخص اس وحی کو مانتا ہے وہ اس کی ساری باتیں مانتا ہے۔ وحی کے ایک حصہ کو ماننا اور دوسرے کو رد کرنا دیانت داروں کا کام نہیں۔ ہمارا جھگڑا اس یسوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے نہ اس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی نے معہ تمام لوازم کے کیا ہے۔

راقم خاکسار غلام احمد قادیانی

۲۸؍ فروری ۱۸۹۷ء

(یہ اشتہار ضمیمہ اخبار مخبر دکن مدراس کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۲۸ تا ۳۲)

خدا کی لعنت اور کسر صلیب

چونکہ عیسائیوں کا یہ ایک متفق علیہ عقیدہ ہے کہ یسوع مصلوب ہو کر تین دن کے لئے لعنتی ہو گیا تھا اور تمام مدار نجات کا ان کے نزدیک اسی لعنت پر ہے تو اس لعنت کے مفہوم کی رو سے ایک ایسا سخت اعتراض وارد ہوتا ہے جس سے تمام عقیدہ تثلیث اور کفارہ اور نیز گناہوں کی معافی کا مسئلہ کالعدم ہو کر اس کا باطل ہونا بدیہی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو اس مذہب کی حمایت منظور ہے تو جلد جواب دے۔ ورنہ دیکھو یہ ساری عمارت گر گئی اور اُس کا گرنا ایسا سخت ہوا کہ سب عیسائی عقیدے اس کے نیچے کچلے گئے۔ نہ تثلیث رہی نہ کفارہ نہ گناہوں کی معافی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ کیسا کسر صلیب ہوا!!!

اب ہم صفائی اعتراض کے لئے پہلے لغت کی رو سے لعنت کے لفظ کے معنی کرتے ہیں اور پھر اعتراض کو بیان کر دیں گے۔ سو جاننا چاہیے کہ لسان العرب میں کہ جو لغت کی ایک پرانی کتاب اسلامی تالیفات میں سے ہے۔ اور ایسا ہی **قطر المحیط** اور **محیط** اور **اقرب الموارد** میں جو دو عیسائیوں کی تالیفات ہیں جو حال میں بمقام بیروت چھپ کر شائع ہوئی ہیں اور ایسا ہی کتب لغت کی تمام کتابوں میں جو دنیا میں پائی جاتی ہیں، لعنت کے معنے یہ لکھے ہیں۔

اَللَّعْنُ: اَلْاِبْعَادُ وَالطَّرْدُمِنَ الْخَیْرِ وَمِنَ اللّٰہِ وَمِنَ الْخَلْقِ وَمَنْ اَبْعَدَہُ اللّٰہُ لَمْ تَلْحَقْہُ رَحْمَتُہٗ وَخَلَّدَ فِی الْعَذَابِ. وَاللَّعِیْنُ اَلشَّیْطَانُ وَالْمَمْسُوْخُ وَقَالَ الشَّمَّاخُ مَقَامُ الذِّئْبِ کَالرَّجُلِ اللَّعِیْنِ۔[۱]

---

[۱] لَعْن کا لفظ عربی اور عبرانی میں مشترک ہے۔ منہ

یعنی لعنت کا مفہوم یہ ہے کہ لعنتی اس کو کہتے ہیں جو ہر یک خیر و خوبی اور ہر قسم کی ذاتی صلاحیت اور خدا کی رحمت اور خدا کی معرفت سے بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہو جائے اور ہمیشہ کے عذاب میں پڑے یعنی اس کا دل بکلی سیاہ ہو جائے اور بڑی نیکی سے لے کر چھوٹی نیکی تک کوئی خیر کی بات اس کے نفس میں باقی نہ رہے اور شیطان بن جائے اور اس کا اندر مسخ ہو جائے یعنی کتوں اور سؤروں اور بندروں کی خاصیت اس کے نفس میں پیدا ہو جائے اور شماخ نے ایک شعر میں لعنتی انسان کا نام بھیڑیا رکھا ہے۔ اس مشابہت سے کہ لعنتی کا باطن مسخ ہو جاتا ہے۔ تَمَّ کَلَامُھُمْ ۔ ایسا ہی عرف عام میں بھی جب یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص پر خدا کی لعنت ہے تو ہر یک ادنیٰ اعلیٰ یہی سمجھتا ہے کہ وہ شخص خدا کی نظر میں واقعی طور پر پلید باطن اور بے ایمان اور شیطان ہے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے روگردان ہے۔

اب اعتراض یہ ہے کہ جس حالت میں لعنت کی حقیقت یہ ہوئی کہ ملعون ہونے کی حالت میں انسان کے تمام تعلقات خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور اُس کا نفس پلید اور اُس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا سے بھی روگردانی اختیار کرتا ہے اور اُس میں اور شیطان میں ذرہ فرق نہیں رہتا تو اس وقت ہم حضرات پادری صاحبوں سے بکمال ادب یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ درحقیقت یہ لعنت اپنے تمام لوازم کے ساتھ جیسا کہ ذکر کیا گیا یسوع پر خدا تعالیٰ کی طرف سے پڑ گئی تھی اور وہ خدا کی لعنت اور غضب کے نیچے آ کر سیاہ دل اور خدا سے روگردان ہو گیا تھا۔ میرے نزدیک تو ایسا شخص خود لعنتی ہے کہ ایسے برگزیدہ کا نام لعنتی رکھتا ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں سیاہ دل اور خدا سے برگشتہ اور شیطان سیرت کہنا چاہیے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا پیارا درحقیقت اس لعنت کے نیچے آ گیا تھا جو پوری پوری خدا کی دشمنی کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لعنت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ خدا لعنتی انسان کا واقعی طور پر دشمن ہو جائے اور ایسا ہی لعنتی انسان خدا کا دشمن ہو جائے اور اس دشمنی کی وجہ سے بندروں اور سؤروں اور کتوں سے بدتر ہو جائے کیونکہ بندر وغیرہ خدا تعالیٰ کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن لعنتی انسان خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی لفظ اپنے لوازم سے الگ نہیں ہو سکتا جب ہم ایک کو سیاہ دل اور شیطان یا

بندر اور کتا کہیں گے تو تبھی کہیں گے جب شیطان اور بندروں اور کتوں کے صفات اس میں موجود ہو جائیں۔ پس جبکہ تمام دنیا کے اتفاق سے لعنت کا یہی مفہوم ہے تو یہ دو باتیں ایک وقت میں کب جمع ہو سکتی ہیں کہ ایک شخص بمقتضائے مفہوم لعنتِ خدا سے برگشتہ بھی ہو اور با خدا بھی۔ اور خدا کا دشمن بھی ہو اور دوست بھی اور منکر بھی ہو اور اقراری بھی۔ محبت کا تعلق لعنت کے مفہوم کو منافی ہے۔ جبھی کہ ایک پر لعنت پڑ گئی اسی وقت خدا سے جتنے قرب اور محبت اور رحم کے تعلقات تھے۔ تمام ٹوٹ گئے اور ایسا شخص شیطان ہو گیا۔ اور سیاہ دل اور خدا کا منکر بن گیا۔ اب اگر خدانخواستہ کچھ دنوں تک یسُوع پر لعنت پڑ گئی تھی تو اس وقت اس کا خدا تعالیٰ سے ابنیت کا علاقہ اور پیارا بیٹا ہونے کا لقب کیونکر باقی رہ سکتا تھا کیونکہ بیٹا ہونا تو یکطرف خود پیارا ہونا لعنت کے مفہوم کے برخلاف ہے۔ خدا کے کسی پیارے کو ایک دم کے لئے بھی شیطان کہنا کسی شیطان کا کام ہے نہ انسان کا۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شریف آدمی ایک سیکنڈ کے لئے بھی یسُوع کے لئے یہ تمام نام جائز رکھے جو لعنت کی حقیقت اور روح ہیں۔

پس اگر جائز نہیں تو دیکھو کہ کفّارہ کی تمام عمارت گر گئی اور تثلیثی مذہب ہلاک ہو گیا اور صلیب ٹوٹ گیا۔ کیا کوئی دنیا میں ہے جو اس کا جواب دے؟

راقم غلام احمد قادیانی

(۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء)

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے دو صفحوں پر مشتمل ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۳ تا ۳۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است[۱]

بیا بنگر زِ غلمانِ مُحمّدؐ

عرصہ دس برس کا ہوا ہے کہ جب میں نے اشتہار ۲۰ فروری[۲] ۱۸۸۶ء میں پنڈت لیکھرام کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اشتہار شائع کیا تھا کہ اُن کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے سبب سے اُن کے لئے خدا نے عذاب کا ارادہ فرمایا ہے اور ان کے عذاب کی تشریح معہ تشریح میعاد کے اُن کی مرضی پر موقوف رکھی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے بطیبِ خاطر مجھے اجازت دے دی کہ وہ پیشگوئی مفصل طور پر شائع کر دی جائے۔ سو آخر کار وہ پیشگوئی اشتہار ۲۰ رفروری[۳] ۱۸۹۳ء میں مفصل طور پر شائع کر دی گئی اور نہ صرف اس میں بلکہ برکات الدعا اور دوسری متفرق کتابوں اور اشتہاروں میں یہ پیشگوئی شائع ہوتی رہی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ عذاب کی موت معمولی تپ وغیرہ سے ظہور میں نہیں آئے گی اور پنڈت مذکور معمولی بیماریوں سے نہیں بلکہ خدا کے قہری نشان میں ماخوذ ہو کر انتقال

---

[۱] ترجمہ۔ اگر چہ کرامت اب مفقود ہے۔ مگر تو آ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ لے۔

[۲] دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۲۱۔ اشتہار نمبر ۳۳ (مرتب)

[۳] دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۳۹۰۔ اشتہار نمبر ۹۸ (مرتب)

کرے گا اور اس پیشگوئی کے لئے ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء سے ۶ برس کی میعاد مقرر ہوئی تھی۔ سو آج آریہ صاحبوں کے ایک اشتہار سے یہ خبر ملی ہے جو پنڈت مذکور ۶؍مارچ ۱۸۹۷ء کو دھرم پر بلیدان ہو گیا۔

اگرچہ انسانی ہمدردی کی رُو سے ہمیں افسوس ہے کہ اس کی موت ایک سخت مصیبت اور آفت اور ناگہانی حادثہ کے طور پر عین جوانی کے عالم میں ہوئی لیکن دوسرے پہلو کی رُو سے ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جو اُس کے مُونہہ کی باتیں آج پُوری ہو گئیں۔ ہمیں قسم ہے اُس خدا کی جو ہمارے دل کو جانتا ہے کہ اگر وہ یا کوئی اور کسی خطرہ موت میں مبتلا ہوتا اور ہماری ہمدردی سے وہ بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے۔ کیونکہ خدا کی باتیں بجائے خود اپنے لئے ایک وقت رکھتی ہیں۔ مگر انسان کو چاہیے کہ انسانی اخلاق اور انسانی ہمدردی سے کسی حالت میں درگذر نہ کرے کہ یہی اعلیٰ درجہ خلق کا ہے۔ مگر نہ ہم اور نہ کوئی اور خدا کی قرار دادہ باتوں کو روک سکتا ہے۔ اس وقت مناسب ہے کہ ہمارے سب مخالف اپنے دلوں کو پاک کر کے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء اور اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء جو آئینہ کمالاتِ اسلام کے ساتھ شامل ہے اور اشتہار[۱] ٹائٹل پیج برکاتِ الدعاء وغیرہ کو دلی توجہ سے پڑھیں اور پاک دل ہو کر سوچیں کہ کیونکر اس موت کا خدا تعالیٰ نے پہلے نقشہ کھینچ کر دکھا دیا ہے۔ دیکھو دنیا میں کیسی وبائے طاعون شروع ہو گئی ہے۔ یہ غفلت اور سخت دلی کی شامت ہے۔ اب ہر یک قوم کو چاہیے کہ عمل صالح میں کوشش کریں اور واہیات باتیں چھوڑ دیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ چونکہ آتھم کی موت بالکل پیشگوئی کے مطابق ہوئی تھی اور خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ شرط کے لحاظ سے بروئے اشتہارات متواتر الہامات کے موافق وہ فوت ہو گیا تھا اور اہل نظر کے لئے قابل اطمینان صفائی کے ساتھ وہ پیشگوئی پوری ہو گئی تھی مگر اب تک بعض نے محض ہٹ دھرمی سے اپنی ضد کو نہیں چھوڑا تھا اور میری عداوت سے اسلام کی تحقیر کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی موٹی عقلوں کے موافق ان پر اتمام حجت کرے۔ سو یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے

[۱] دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۴۰۵۔ اشتہار نمبر ۱۰۱ (مرتب)

ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ اس نے چاہا کہ اس کے بندہ کی تحقیر کرنے والے متنبہ ہو جائیں اور اپنی جانوں پر رحم کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اسی حجاب میں گزر جائیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو کب کا نابود کیا جاتا۔ اب تو اس کاروبار کا زمانہ اُس سچے اور برگزیدہ نبی کے زمانہ سے برابر ہو گیا ہے جو تیئیس[۲۳] برس اس مسافر خانہ میں رہ کر اور ایک دنیا کو زندہ کر کے رفیق اعلیٰ کو جا ملا تھا کیونکہ الہامی سلسلہ کو اب پچیسواں[۲۵] سال چڑھا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

راقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۹؍ مارچ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے دو صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۶ تا ۳۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بنگر کہ آن مؤیدمن شیخ نجف را[1]

چنداں اماں نداد کہ تکمیل چِل کُند

شیخ نجفی کا خط عربی وارد و مطبوعہ ۶/مارچ ۱۸۹۷ء مجھ کو ملا جس کا جواب انشاء اللہ بعد میں لکھوں گا اب اس وقت اس آسمانی نشان کو ظاہر کرنا منظور ہے کہ شیخ نجفی نے اپنے خط میں چالیس دقیقہ میں نشان دکھلانے کا وعدہ کیا تھا۔اور ہم نے یکم فروری ۱۸۹۷ء سے چالیس روز میں۔ دیکھو حاشیہ اشتہار یکم فروری ۱۸۹۷ء صفحہ ۳۔عبارت اشتہار یہ ہے۔

''اگر نشانے از ما دریں مدت یعنی چہل روز بظہور آمد و از یشاں یعنی از شیخ نجفی چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شاں خواہد شد۔''

سو خدا کا احسان ہے کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء سے پینتیس دن تک یعنی چالیس دن کے اندر نشان ہلاکت لیکھرام پشاوری وقوع میں آ گیا۔اب خبردار شیخ ضال نجفی لاہور سے بھاگ نہ جائے۔اس کو خدا نے کھلے کھلے طور پر روسیاہ کیا اور مجھ پر احسان کیا۔اب ہماری طرف سے نشان تو ہو چکا اور نجفی کا کذب کھل گیا۔تاہم تنزل کے طور پر ہم راضی ہیں کہ وہ مسجد شاہی کے منارہ سے اب نیچے گر کے

---

[1] ترجمہ۔ دیکھ لے کہ اُس میرے مددگار نے شیخ نجفی کو اتنی مہلت نہ دی کہ چالیس دن پورے کر لیتا۔

دکھلاوے تا کہ اگر شیخ نجدی منظرین میں داخل ہے تو بارے شیخ نجفی کا قصہ تو تمام ہوا۔ اور اگر اب بھی اپنا نشان نہ دکھلایا تو لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ ۱۰/ مارچ ۱۸۹۷ء

الراقم **عدوّ النجدی و النجفی القادی الی الهادی** مرزا غلام احمد عافاہ اللہ وایّد

(در مطبع ضیاء الاسلام قادیان طبع شد)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۸،۳۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

سید احمد خان صاحب کے، سی، ایس، آئی

سید صاحب اپنے رسالہ الدعاء والاستجابت میں اس بات سے انکاری ہیں کہ دعا میں جو کچھ مانگا جائے وہ دیا جائے۔ اگر سید صاحب کی تحریر کا یہ مطلب ہوتا کہ ہر یک دعاء کا قبول ہونا واجب نہیں بلکہ جس دعاء کو خدا تعالیٰ قبول فرمانا اپنے مصالح کی رو سے پسند فرماتا ہے وہ دعاء قبول ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ تو یہ قول بالکل سچ ہوتا۔ مگر سرے سے قبولیت دعا سے انکار کرنا تو خلاف تجارب صحیحہ و عقل و نقل ہے۔ ہاں دعاؤں کی قبولیت کے لئے اس روحانی حالت کی ضرورت ہے۔ جس میں انسان نفسانی جذبات اور میل غیر اللہ کا چولہ اتار کر اور بالکل روح ہو کر خدا تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ ایسا شخص مظہر العجائب ہوتا ہے اور اس کی محبت کی موجیں خدا کی محبت کی موجوں سے یوں ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ دو شفاف پانی دو متقارب چشموں سے جوش مار کر آپس میں مل کر بہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا آدمی گویا خدا کی شکل دیکھنے کے لئے ایک آئینہ ہوتا ہے اور غیب الغیب خدا کا اس کے عجائب کاموں سے پتہ ملتا ہے۔ اس کی دعائیں اس کثرت سے منظور ہوتی ہیں کہ گویا دنیا کو پوشیدہ خدا دکھا دیتا ہے۔ سو سید صاحب کی یہ غلطی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ کاش اگر وہ چالیس دن تک بھی میرے پاس رہ جاتے تو نئے اور پاک معلومات پا لیتے۔ مگر اب شاید ہماری اور ان کی عالم آخرت میں ہی ملاقات ہو گی۔ افسوس کہ ایک نظر دیکھنا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ سید صاحب اس اشتہار کو غور سے پڑھیں کہ اب

ملاقات کے عوض جو کچھ ہے یہی اشتہار رہے۔

اب اصل مطلب یہ ہے کہ کرامات الصادقین کے ٹائٹل پیج کے اخیر صفحہ پر اور برکات الدعاء کے ٹائٹل پیج کے صفحہ اوّل کے سر پر میں نے یہ عبارت لکھی ہے کہ نمونہ دعائے مستجاب اور پھر اس میں پنڈت لیکھرام کی موت کی نسبت ایک پیشگوئی کی ہے اور کرامات الصادقین وغیرہ میں لکھ دیا ہے کہ اس پیشگوئی کا الہام دعا کے بعد ہوا ہے کیونکہ امر واقعی یہی تھا کہ اس شخص کی نسبت جو توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حد سے بڑھ گیا تھا دعا کی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے صریح کشف اور الہام سے فرما دیا تھا کہ چھ۶ برس کے عرصہ تک ایسے طور سے اس کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے گا جیسا کہ وقوع میں آیا۔ اب اس پیشگوئی میں حقیقت کے طالبوں کے لئے دو نئے ثبوت ملتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا اپنے کسی بندہ کو ایسے عمیق غیب کی خبر دے سکتا ہے جو دنیا کی تمام نظر میں غیر ممکن ہو۔ دوسرے یہ کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر آپ آئینہ کمالات[1] کا وہ اشتہار جس کے اوپر چند شعر ہیں۔ اور کرامات الصادقین کا وہ الہام جو صفحہ آخری ٹائٹل پیج پر ہے اور برکات الدعا[2] کے دو ورق ٹائٹل پیج کے اور نیز حاشیہ[3] آخری صفحہ کا ایک مرتبہ پڑھ جائیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ جیسا ایک منصف مزاج فی الفور اپنی پہلی رائے کو چھوڑ کر اس سچائی کو تعظیم کے ساتھ قبول کر لے۔ اگرچہ یہ پیشگوئی بہت ہی صاف ہے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ دن بدن زیادہ صفائی کے ساتھ لوگوں کو سمجھ آتی جائے گی۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد تاریک دلوں پر بھی اس کی ایک عظیم الشان روشنی پڑے گی۔ اکثر حصّہ اس ملک کا ایسے تاریک دلوں کے ساتھ پُر ہے جن کو خبر نہیں کہ خدا بھی ہے اور اس سے ایسے تعلقات بھی ہوجایا کرتے ہیں!! پس جیسے جیسے مچھلی پتھر کو چاٹ کر واپس ہوگی ویسے ویسے اس پیشگوئی پر یقین بڑھتا جائے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ **پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔** ابھی وہ بچے

[1] دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اوّل اشتہار نمبر ۹۸ (مرتب)

[2]،[3] دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اوّل اشتہار نمبر ۱۰۱ (مرتب)

ہیں۔انہیں معلوم نہیں کہ ایک ہستی قادر مطلق موجود ہے! مگر وہ وقت آتا ہے کہ ان کی آنکھیں کھلیں گی اور زندہ خدا کو اس کے عجائب کاموں کے ساتھ بجز اسلام کے اور کسی جگہ نہ پائیں گے۔

آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں۔ایک پیشگوئی میں نے اشتہار[۱] ۲۰رفروری ۱۸۸۶ء میں آپ کی نسبت بھی کی تھی کہ آپ کو اپنی عمر کے ایک حصہ میں ایک سخت غم و ہم پیش آئے گا اور اس پیشگوئی کے شائع ہونے سے آپ کے بعض احباب ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے اخباروں میں رد چھپوایا تھا، مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ساتھ پوری ہوئی اور یکدفعہ ناگہانی طور سے ایک شریر انسان کی خیانت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے نقصان کا آپ کو صدمہ پہنچا۔اس صدمہ کا اندازہ آپ کے دل کو معلوم ہوگا کہ اس قدر مسلمانوں کا مال ضائع گیا۔میرے ایک دوست میرزا خدا بخش صاحب مسٹر سید محمود صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ’’اگر میں اس نقصان کے وقت علی گڑھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اس غم سے مر جاتے۔‘‘ یہ بھی میرزا صاحب نے سنا کہ آپ نے اس غم سے تین دن روٹی نہیں کھائی۔اور اس قدر قومی مال کے غم سے دل بھر گیا کہ ایک مرتبہ غشی بھی ہوگئی۔سوائے سید صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے۔ چاہو تو قبول کرو! والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۱۲؍مارچ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۴}$ کے دو صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۹ تا ۴۲)

---

۱ ؎ دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اوّل اشتہار نمبر ۳۳ (مرتب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لیکھرام کی موت کے متعلق آریوں کے خیالات

اخبار عام مطبوعہ چہار شنبہ ۱۰؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں میری نسبت اشارہ کر کے یہ لکھا ہے کہ ’’ایک عیسائی ڈپٹی صاحب کی نسبت پیشگوئی فوت ہونے کی درعرصہ ایک سال مشتہر کی گئی تھی اور اخباروں میں اس کی چرچا تھی۔ اور خدانخواستہ ان ایام میں اگر ڈپٹی صاحب کے ساتھ ایسا واقعہ ہو جاتا۔ (یعنی قتل کا واقعہ) جس کا خمیازہ لیکھرام صاحب کو بھگتنا پڑا ہے، تب اور صورت تھی۔‘‘ اب ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب کی اس تقریر کا کیا مطلب ہے۔ بس یہی مطلب ہے کہ اگر ڈپٹی آتھم صاحب قتل ہو جاتے تو ایڈیٹر صاحب کے خیال میں گورنمنٹ کو پیشگوئی کرنے والے کی نسبت فی الفور توجہ پیدا ہوتی اور وہ تفتیش ہوتی جو اب نہیں ہے۔ غالباً اس تقریر سے ایڈیٹر صاحب کی کوئی نیت نیک ہوگی مگر چونکہ وہ ایک سطحی خیال اور خلاف واقعہ سمجھ کا ایک داغ ساتھ رکھتی ہے اس لئے افسوس کی جگہ ہے۔ ایڈیٹر صاحب کی تقریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لیکن ہم مختصر طور پر یاد دلاتے ہیں کہ وہ پیشگوئی بڑی صفائی سے پُوری ہوئی۔ آتھم صاحب میرے ایک پرانے ملاقاتی تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ زبانی اور ایک خاص رقعہ کے ذریعہ سے بھی الحاح کیا تھا کہ اگر میری نسبت کوئی پیشگوئی ہو۔ اور وہ سچی نکلی تو میں کسی قدر اپنی اصلاح کروں گا سو خدا نے اُن کی نسبت یہ پیشگوئی ظاہر کی کہ وہ پندرہ مہینہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گریں گے مگر اس شرط سے کہ اس عرصہ میں حق

کی طرف انہوں نے رجوع نہ کیا ہو۔ پس چونکہ خدا کی پیشگوئی میں ایک شرط تھی اور آتھم صاحب خوفناک ہوکر اس شرط کے پابند ہوگئے تھے پس ضرور تھا کہ وہ اس شرط سے فائدہ اٹھاتے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا کی شرط پر کوئی عمل کرکے پھر اس سے نفع نہ اٹھاوے۔ لہٰذا شرط کی تاثیر سے اُن کی موت میں کسی قدر تاخیر ہوگئی۔ اگر کہو کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ دل میں انہوں نے اسلام کی طرف رجوع کر لیا تھا یا اُن پر اسلامی پیشگوئی کا خوف غالب آ گیا تھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب خدا نے مجھے اطلاع دی کہ آتھم نے شرط سے فائدہ اُٹھایا ہے اور اس کی موت میں ہم نے کچھ تاخیر ڈال دی تو میں نے آتھم صاحب کو چار ہزار روپیہ کے انعام پر قسم کھانے کے لئے بلایا کہ اگر در پردہ اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا یا اسلامی ہیبت ان کے دل پر طاری نہیں ہوئی تو چاہیے کہ میدان میں آ کر قسم کھاویں یا اگر قسم نہیں تو نالش کرکے اپنے اس خوف کے وجوہ کو جس کا ان کو اقرار ہے بپایہ اثبات پہنچاویں۔ مگر انہوں نے نہ قسم کھائی نہ نالش کی۔ باوجودیکہ اُن کو صاف اقرار تھا کہ میں میعاد پیشگوئی کے اندر ڈرتا رہا مگر اسلامی ہیبت سے نہیں بلکہ تعلیم یافتہ سانپ اور حملوں وغیرہ سے اور چونکہ وہ خوف کو چھپا نہ سکے اس لئے یہ بہانے بنائے اور ثبوت کچھ نہ دیا اور اسی وجہ ان کو قسم کی طرف بلایا گیا تھا تا اگر وہ سچے ہیں تو قسم کھالیں۔ مگر باوجود چار ہزار روپیہ نقد دینے کے قسم نہ کھائی۔ نہ نالش سے اپنے اُن بہتانوں کو ثابت کیا یہاں تک کہ قبر میں داخل ہوگئے۔

میرے الہام میں یہ بھی تھا کہ اگر آتھم سچی گواہی نہیں دے گا اور نہ قسم کھائے گا تب بھی اصرار کے بعد جلد مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آتھم صاحب میرے آخری اشتہار سے سات مہینے کے اندر مر گئے اور عجیب تر یہ کہ اُن کے اس تمام قصّہ کے بارہ برس قبل از وقوع براہین احمدیہ کے الہامات میں خبر موجود ہے دیکھو صفحہ ۲۴۱ براہین احمدیہ۔ پھر ایسی صاف اور روشن پیشگوئی کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ پوری نہیں ہوئی کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔ کیا آتھم صاحب کی اس پیشگوئی میں کوئی شرط نہیں تھی؟ اور اگر تھی تو کیا آتھم صاحب نے اپنے اقوال اور افعال سے اس شرط کا پورا ہونا ثابت نہیں کیا؟ کیا آتھم صاحب میرے اس الزام کو قبر میں ساتھ نہیں لے گئے کہ انہوں نے خوف کا اقرار کرکے پھر یہ ثابت کرکے نہ دکھلایا کہ وہ خوف کسی تعلیم یافتہ سانپ وغیرہ حملوں کی وجہ سے تھا نہ اسلامی پیشگوئی

کے رعب کی وجہ سے ۔ وہ ہمیشہ مباحثات کرتے تھے مگر پیشگوئی کے بعد ایسے چپ ہوئے ، چپ ہونے کی حالت میں ہی گزر گئے ۔ پس پیشگوئی تین طور سے پوری ہوئی ۔

(۱) اوّل اپنی شرط کی رو سے کہ شرط پر عمل کرنے سے اس کا فائدہ آتھم کو دیا گیا ۔

(۲) دوم اخفاءِ وشہادت کے بعد جو وعدہ موت تھا اس وعدہ کی رُو سے ۔

(۳) براہین احمدیہ کے اس الہام کی رو سے جو اس واقعہ سے بارہ برس پہلے ہو چکا تھا ۔ اب سوچو کہ اس سے بڑھ کر اگر کسی پیشگوئی میں صفائی ہوگی تو اور کیا ہوگی ۔ اگر کوئی سچائی کو چھوڑ کر باتیں بناوے تو ہم اُس کا مونہہ بند نہیں کر سکتے ۔ لیکن آتھم کی نسبت جو الہام کے الفاظ ہیں وہ ایسے صاف ہیں کہ ایک حق کے طالب کو بجز اُن کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا ۔ اور براہین احمدیہ کا الہام جو آتھم صاحب کی نسبت ہے جو بارہ برس پہلے اس پیشگوئی سے تقریباً تمام اسلامی دنیا میں شائع ہو چکا ہے اس پر غور کرنے والے تو سجدہ میں گریں گے کہ کیسا عالم الغیب خدا ہے جس نے پہلے سے ان تمام آئندہ واقعات اور جھگڑوں کی خبر دے دی ۔ چونکہ اکثر اہل دنیا کو آجکل اس برتر ہستی پر ایمان نہیں ہے اس لئے اُن کے خیالات بہ نسبت اس کے کہ نیک ظنّی کی طرف جائیں بدظنّی کی طرف زیادہ جاتے ہیں ۔ یہ بالکل غلطی ہے کہ گورنمنٹ نے لیکھرام کے مقدمہ میں سُستی کی ہے ۔ اور آتھم کے مقدمہ میں اگر وہ قتل ہو جاتا تو سستی نہ کرتی ۔ ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کو دونوں آنکھوں کی طرح برابر دیکھے ۔ کسی کی رعایت نہ کرے ۔ جیسا کہ فی الواقعہ یہ عادل گورنمنٹ ایسا ہی کر رہی ہے ۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی گورنمنٹ خدا سے بھی لڑ سکتی ہے ۔ بیشک گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کسی نابکار خونی کو پکڑے اس کو پھانسی دے اور بدتر سے بدتر سزا کے ساتھ اس کو تنبیہ کرے تا دوسرے عبرت پکڑیں اور ملک میں امن قائم رہے ۔ اگر آتھم قتل ہو جاتا تو بیشک وہ شخص پھانسی ملتا جو آتھم کا قاتل ہوتا ۔ اسی طرح جب ثابت ہوگا کہ لیکھرام کا فلاں شخص قاتل ہے اور وہ گرفتار ہوگا تو ایسا ہی وہ بھی پھانسی ملے گا ۔ گورنمنٹ کا اس میں کیا قصور ہے اور کون سی سستی؟ کس قاتل کو آریہ صاحب کس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرانا چاہتے ہیں جس کے پکڑنے میں گورنمنٹ متامل ہے ۔ لیکن گورنمنٹ خدا کی پیشگوئیوں میں دخل نہیں دے سکتی ۔ جس قدر گورنمنٹ اس کی طرف توجہ کرے گی

اسی قدر ان پیشگوئیوں کو آسمانی اور بے لوث اور پاک پائے گی۔ آخر یہ گورنمنٹ اہل کتاب ہے اور اس خدا سے منکر نہیں ہے جو پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور آنے والے زمانہ کی ایسے طور سے خبر دے سکتا ہے کہ گویا وہ موجود ہے۔ کیا چھ سال کی میعاد بیان کرنا اور عید کے دوسرے دن کا پتہ دینا اور صورتِ موت بیان کر دینا یہ خدا سے ہونا محال ہے؟ اگر خدا سے محال ہے تو ان قیدوں کے ساتھ انسان کی اپنی پیشگوئی کیونکر ممکن ہے۔ کیا دور دراز عرصہ سے ایسی صحیح خبریں دینا انسان کا کام ہے؟ اگر ہے تو اس کی دنیا میں کوئی نظیر پیش کرو۔ گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیے کہ اس ملک میں اور اس کے زمانہ بادشاہت میں خدا اپنے بعض بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے کہ جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اس ملک پر رحمت ہے کہ آسمان زمین سے نزدیک ہو گیا ہے ورنہ دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر نہیں۔

یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ مختلف مقامات پنجاب سے کئی خط میرے پاس پہنچے ہیں جن میں بعض آریہ صاحبوں کے جوشوں اور نامناسب منصوبوں کا تذکرہ ہے میرے پاس وہ خط بحفاظت موجود ہیں اور اس جگہ کے بعض آریہ کو میں نے وہ خط دکھلا دیئے ہیں۔ چنانچہ ایک خط گوجرانوالہ سے ایک معزز اور رئیس کا مجھ کو پہنچا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ ''اس جگہ دو دن تک جلسہ ماتم لیکھرام ہوتا رہا اور قاتل کے گرفتار کنندہ کے لیے ہزار روپیہ انعام قرار پایا ہے اور دوسو اُس کیلئے جو نشاندہی کرے۔ اور خارجاً سُنا گیا ہے کہ ایک خفیہ انجمن آپ کے قتل کے لئے منعقد ہوئی ہے اور[1] اس انجمن کے ممبر قریب قریب شہروں کے لوگ (جیسے لاہور، امرتسر، بٹالہ، اور خاص گوجرانوالہ کے ہیں۔) منتخب ہوئے ہیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ بیس ہزار روپیہ چندہ ہو کر کسی شریر طامع کو اس کام کے لئے مامور کریں تا وہ موقعہ پا کر قتل کر دے۔[2] چنانچہ دو ہزار روپیہ تک چندہ کا بندوبست ہو بھی گیا ہے۔ باقی دوسرے شہروں اور

[1] یہی خبر اجمالاً پیسہ اخبار میں بھی لکھی ہے۔ منہ

[2] براہین احمدیہ کا وہ الہام یعنی یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنے کھلے یعنی یہ الہام حضرت عیسیٰ کو اس وقت بطور تسلی بھی ہوا تھا جب یہود اُن کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور اس جگہ بجائے یہود، ہنود کوشش کر رہے ہیں۔ اور الہام کے یہ معنے ہیں کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔ دیکھو اس واقعہ نے عیسیٰ کا نام اس عاجز پر کیسے چسپاں کر دیا ہے۔ منہ

دیہات سے وصول کیا جائے گا۔ پھر بعد اس کے صاحب راقم لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ حافظ حقیقی کی حمایت میں ہیں تاہم رعایت اسباب ضروری ہے اور میرے نزدیک ایسے وقت میں شریر مسلمانوں سے بھی پرہیز لازم ہے کیونکہ وہ طامع اور بد باطن ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ بظاہر بیعت میں داخل ہو کر آریوں کی طمع دہی سے اس کام کے لئے جرأت کریں۔ پھر صاحب راقم لکھتے ہیں کہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس مشورہ قتل کے سرگروہ اس شہر کے بعض وکیل اور چند عہدہ دار سرکاری اور بعض آریہ رئیس وسرکردگان لاہور کے ہیں۔ جس قدر مجھے خبر پہنچی ہے میں نے عرض کر دیا۔ وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ۔'' اور اسی کا مصدق ایک خط پنڈ دادنخان سے اور کئی اور جگہ سے پہنچے ہیں اور مضمون قریب قریب ہے۔ یہ سب خط محفوظ ہیں۔ اور جس جوش کو بعض آریہ صاحبوں کے اخبار نے ظاہر کیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ ایسے جوش کے وقت یہ خیالات بعید نہیں ہیں۔ چنانچہ ضمیمہ اخبار پنجاب سماچار لاہور میں میری نسبت یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ ''ایک حضرت نے شاید اپنی مصنفہ کتاب موعود مسیحی میں یہ پیشگوئی بھی کی کہ پنڈت لیکھرام چھ سال کے عرصہ میں عید کے دن نہایت دردناک حالت میں مرے گا۔ یہ پیشگوئی اب قریب تھی۔ کیونکہ غالباً ۱۸۹۷ء چھٹا سال تھا اور ۵/مارچ ۱۸۹۷ء آخری عید چھٹے سال کی تھی۔ علانیہ بذریعہ تحریر وتقریر کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالیں گے اور مزید برآں یہ کہ پنڈت اس عرصہ میں اور فلاں دن میں ایک دردناک حالت میں مرے گا۔ کیا آریہ دھرم کے اس مخالف اور چند ایک کتب کے ایک خاص مصنف کو (یعنی اس عاجز کو) اس سازش سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

اس اخبار والے نے اور ایسا ہی دوسروں نے اس پیشگوئی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ ایک منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے طور پر مشہور کیا گیا جیسا کہ وہ اسی اخبار کے دوسرے صفحہ میں لکھتا ہے کہ ''یہ قتل کئی ایک اشخاص کی مدت کی سوچی اور سمجھی ہوئی اور پختہ سازش کا نتیجہ ہے۔'' ہم اس بات کو خود مانتے اور قبول کرتے ہیں کہ پیشگوئی کی تشریح میں بار بار تفہیم الٰہی سے یہی لکھا گیا تھا کہ وہ ہیبت ناک طور پر ظہور میں آئے گی اور نیز یہ کہ لیکھرام کی موت کسی بیماری سے نہیں ہوگی بلکہ خدا کسی ایسے کو اس پر مسلط کرے گا جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا۔ مگر جو پنجاب سماچار دہم مارچ ۱۸۹۷ء میں الہام کے حوالہ سے

عید کا دن لکھا ہے یہ اس کی غلطی ہے۔ الہام کی عبارت یہ ہے سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ ۔ یعنی تو اس نشان کے دن کو جو عید کے مانند ہے پہچان لے گا اور عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہوگی۔ یہ خدا نے خبر دی ہے کہ عید کا دن قتل کے دن کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ عید جمعہ کو ہوئی اور شنبہ کو جو شوال ۱۳۱۴ھ کی دوسری تاریخ تھی لیکھرام قتل ہوگیا۔ سو اس تمام پیشگوئی کا ماحصل یہ ہے کہ یہ ایک ہیبت ناک واقعہ ہوگا جو چھ سال کے اندر وقوع میں آئے گا اور وہ دن عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا یعنی دوسری شوال کی ہوگی۔ اب سوچو کیا یہ انسان کا کام ہے کہ تاریخ بتلائی گئی دن بتلایا گیا۔ سبب موت بتلایا گیا اور اس حادثہ کا وقوعہ ہیبت ناک طرز سے ظہور میں آنا بتلایا گیا۔ اس کا تمام نقشہ برکات الدعاء کے مضمون میں کھینچ کر دکھلایا گیا۔ کیا یہ کسی منصوبہ باز کا کام ہوسکتا ہے کہ چھ برس پہلے ایسے صریح نشانوں کے ساتھ خبر دے دے اور وہ خبر پوری ہو جائے۔ توریت گواہی دیتی ہے کہ جھوٹے نبی کی پیشگوئی کبھی پوری نہیں ہوسکتی خدا اس کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے تا دنیا تباہ نہ ہو۔ جیسا کہ لیکھرام نے بھی ایک دنیوی چالاکی سے انہیں دنوں میں میری نسبت یہ اشتہار دیا تھا کہ تم تین برس کے عرصہ تک مرجاؤ گے۔ پس کیوں وہ کسی قاتل سے شازش نہ کرسکا تا اُس کی بات پوری ہوتی۔

ایک اور بات سوچنے کے لائق ہے کہ یہ بدگمانی کہ ان کے کسی مرید نے مار دیا ہوگا یہ شیطانی خیال ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ مریدوں کا مرشد کے ساتھ ایک نازک تعلق ہوتا ہے۔ اور اعتقاد کی بناء تقویٰ اور طہارت اور نیکوکاری پر ہوتی ہے۔ لوگ جو کسی کے مرید ہوتے ہیں وہ اسی نیت سے مرید ہوتے ہیں کہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شخص باخدا ہے۔ اس کے دل میں کوئی فریب اور فساد کی بات نہیں۔ پس اگر وہ ایک ایسا بدکار اور لعنتی شخص ہے کہ کسی کی موت کی جھوٹی پیش گوئی اپنی طرف سے بناتا ہے اور پھر جب اس کی میعاد ختم ہونے پر ہوتی ہے تو کسی مرید کے آگے ہاتھ جوڑتا ہے کہ اب میری عزت رکھ لے اور اپنے گلے میں رسہ ڈال اور مجھے سچا کر کے دکھلا۔ اب میں منصفوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا ایسے پلید لعنتی انسان کا یہ چال چلن دیکھ کر اور یہ شیطانی منصوبہ سن کر کوئی مرید اس کا معتقد ہوسکتا ہے۔ کیا وہ مرشد کو ایک بدکار ملعون اور فاسق فاجر خیال نہیں کرے گا اور کیا وہ اس کو یہ نہیں کہے گا کہ اصلیت یہی تھی۔ کیا تیرا یہ منشاء ہے کہ جھوٹ تو بولے اور رسہ دوسرے کے گلے میں پڑے اور اس

طرح تیری پیشگوئی پوری ہو۔ جس قدر دنیا میں نبی اور مرسل گذرے ہیں یا آگے ماموراور محدث ہوں کوئی شخص ان کے مریدوں میں اس حالت میں داخل نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہوگا جبکہ ان کو مکار اور منصوبہ باز سمجھتا ہو۔ یہ رشتہ پیری مریدی نہایت ہی نازک رشتہ ہے۔ ادنیٰ بدظنی سے اس میں فرق آجاتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ اپنے مریدوں کی جماعت میں دیکھا کہ بعض ان میں سے صرف اس وجہ سے میری نسبت شبہ میں پڑ گئے کہ میں نے ایک عذر بیماری سے جس کی انہیں اطلاع نہیں تھی نماز کے قعدہ التحیات میں دہنے پیر کو کھڑا نہیں رکھا تھا۔ اتنی بات میں دو آدمی باتیں بنانے لگے اور شبہات میں پڑ گئے کہ یہ خلاف سنت ہے۔ ایک مرتبہ چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے میں نے پکڑی کیونکہ میرے دہنے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی اور کمزور ہے۔ اس پر بعض نے نکتہ چینی کی کہ خلاف سنت ہے اور ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بعض نو مرید ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر اپنی نافہمی سے ابتلاء میں پڑ جاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ خانگی امور تک نکتہ چینیاں شروع کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کو بھی اسی طرح تکلیف دیتے تھے کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کے پیرو ہر یک انسان کے قول و فعل کو راستبازی اور تقویٰ کے پیمانہ سے ناپتے ہیں اور اگر اس کے مخالف پاتے ہیں تو پھر فی الفور اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔

سو سوچنا چاہیے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایسے لوگ اس بدمعاش شخص کے ساتھ وفا کر سکیں جس کا تمام کاروبار مکروں اور منصوبوں سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کو ناحق کے خون کرنے کے لئے مامور کرنا چاہتا ہے تا اس کا ناک نہ کٹے اور پیشگوئی پوری ہو۔ کوئی انسان عمداً اپنے ایمان کو برباد کرنا نہیں چاہتا۔ پھر اگر ایسی سازش میں بفرض محال کوئی مرید شریک ہو تو تمام مریدوں میں یہ بات کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے معزز داخل ہیں۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے اور تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور بڑے بڑے تاجر اور ایک جماعت علماء و فضلاء۔ تو کیا یہ تمام لچوں اور بدمعاشوں کا گروہ ہے۔ ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نہایت نیک چلن اور مہذب اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ کہاں ہے کوئی ایسا پلید اور لعنتی ہمارا مرید جس کا یہ دعویٰ ہو کہ ہم نے اس کو لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا تھا۔ ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور

نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر سے اپنے فریب سے ان کے پوری ہونے کے لئے کوشش کرے اور کراوے۔

پس افسوس کہ اخبار پنجاب سماچار مطبوعہ ۱۰/ مارچ میں سازش کا الزام جو ہم پر لگایا ہے یہ کس قدر سچائی کا خون ہے۔ میں صاحب اخبار سے پوچھتا ہوں کہ آپ لوگوں میں بھی بڑے بڑے اوتار گذرے ہیں جیسے راجہ رام چندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب کیا آپ لوگ ان کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہیں کہ انہوں نے پیشگوئی کر کے پھر اپنی عزت رکھنے کے لئے ایسا حیلہ کیا ہو کہ کسی اپنے چیلہ کی منت خوشامد کی ہو کہ اس کو اپنی کوشش سے پوری کر کے میری عزت رکھ لے اور پھر ان کے چیلے ان کو اچھا آدمی سمجھتے ہوں۔ ہاں یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک بدمعاش ڈاکو کے ساتھ اور چند بدمعاش جمع ہوں اور ایسے کام خفیہ طور پر کریں۔ لیکن اس میرے مریدوں کے سلسلہ میں جس کے ساتھ مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی بڑے زور سے ہے یہ حرام زدگی کے کام میلان نہیں کھا سکتے۔ ہر یک مرید اس بلند دعویٰ کو دیکھ کر نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ پرہیزگاری کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ دعویٰ تو یہ ہو کہ میں وقت کا عیسیٰ ہوں اور جھوٹی پیشگوئیوں کو اس طرح پر پورا کرنا چاہے کہ مریدوں کے آگے ہاتھ جوڑے کہ مجھ سے قصور ہو گیا میری پردہ پوشی کرو۔ جاؤ آپ مرو اور کسی طرح میری پیشگوئی سچی کرو۔ کیا ایسا مردار ایک پاک جماعت کا مالک ہو سکتا ہے؟

کہاں ہے تمہارا پاک کانشنس، اے مہذب آریو!؟ اور کہاں ہے فطرتی زیرکی اے آریہ کے دانشمندو!؟ ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم سے نہیں ہے۔ اسلام اس قوم کے بدمعاشوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔ بعض ایک ایک روپیہ کے لالچ میں بچوں کا خون کر دیتے ہیں۔ ایسی وارداتیں اکثر نفسانی اغراض سے ہوا کرتی ہیں۔ اور پھر بالخصوص ہماری جماعت جو نیکی اور پرہیزگاری سیکھنے کے لئے میرے پاس جمع ہے۔ وہ اس لئے میرے پاس نہیں آتے

کہ ڈاکوؤں کا کام مجھ سے سیکھیں اور اپنے ایمان کو برباد کریں۔ میں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے ان کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں ہے نہ کسی اور عدالت میں۔ اور بااین ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔ ہم اس وقت کیونکر اور کن الفاظ سے آریہ صاحبوں کے دلوں کو تسلی دیں کہ بدمعاشی کی چالیں ہمارا طریق نہیں ہیں۔ ایک انسان کی جان جانے سے تو ہم دردمند ہیں اور خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہونے سے ہم خوش بھی ہیں! کیوں خوش ہیں؟ صرف قوموں کی بھلائی کے لئے۔ کاش وہ سوچیں سمجھیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی صفائی کے ساتھ کئی برس پہلے خبر دینا یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور خوشی اس بات کی ہے کہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی آتھم کی پیشگوئی پر بھی اس نے دوبارہ روشنی ڈال دی۔ کاش اب لوگ سوچیں اور سمجھیں اور قوموں کے درمیان سے بغض اور کینے دور ہو جائیں کیونکہ عداوت اور دشمنی کی زندگی مرنے کے قریب قریب ہے۔

اور اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہو سکتا اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک عذاب ہو مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں اور اس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہیے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑاوے تو اس

طریق کو اختیار کرے یہ طریق نہایت سادہ اور راستی کا فیصلہ ہے۔ شاید اس طریق سے ہمارے مخالف مولویوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے سچے دل سے یہ لکھا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسی آزمائش کرنے والا خود قادیان میں آوے۔ اس کا کرایہ میرے ذمہ ہوگا۔ جانبین کی تحریرات چھپ جائیں گی۔ اگر خدا نے اس کو ایسے عذاب سے ہلاک نہ کیا جس میں انسان کے ہاتھوں کی آمیزش نہ ہو تو میں کاذب ٹھیروں گا اور تمام دنیا گواہ رہے کہ اس صورت میں میں اسی سزا کے لائق ٹھہروں گا جو مجرم قتل کو دینی چاہیے۔ میں اس جگہ سے دوسرے مقام نہیں جا سکتا، مقابلہ کرنے والے کو آپ آنا چاہیے۔ مگر مقابلہ کرنے والا ایسا ایک شخص ہو جو دل کا بہت بہادر اور جوان اور مظبوط ہو۔ اب بعد اس کے سخت بے حیائی ہوگی کہ کوئی غائبانہ میرے پر ایسے ناپاک شبہات کرے۔ میں نے طریق فیصلہ آگے رکھ دیا ہے۔ اگر میں اس کے بعد روگردان ہو جاؤں تو مجھ پر خدا کی لعنت اور اگر کوئی اعتراض کرنے والا بہتانوں سے باز نہ آوے اور اس طریق فیصلہ سے طالب تحقیق نہ ہو تو اس پر لعنت۔

اے شتاب کار لوگو! جیسا کہ تمہارا گمان ہے مجھے کسی قوم سے عداوت نہیں۔ ہر یک نوع انسان سے ہمدردی ہے اور جہاں تک میرے بدن میں طاقت ہے اس ہمدردی کے لئے مشغول ہوں۔ اور میں جیسا کہ قوموں کا ہمدرد ہوں ایسا ہی گورنمنٹ انگریزی کا شکر گذار اور سچے دل سے اس کا خیر خواہ ہوں اور مفسدہ پردازیوں سے بدل بیزار ہوں۔

ایک اور نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پنڈت لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی تھی اس کے وقوع سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ میں اس پیشگوئی کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ نمبر ۲۴۱ میں یہ الہام۔

لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی . وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنَاتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ. قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ. وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُاللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ. اَلْفِتْنَةُ[1] هٰهُنَا. فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ. قُلْ

[1] حاشیہ۔ براہین احمدیہ میں تین فتنوں کا ذکر ہے۔ اول بڑا فتنہ عیسائی پادریوں کا۔ جنہوں نے مکاری سے تمام جہان میں شور مچا دیا کہ آتھم کی پیشگوئی جھوٹی نکلی اور یہودی صفت مولویوں اور ان کے ہم مشروب مسلمانوں کو ساتھ ملا لیا۔ دیکھو صفحہ ۲۴۱

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ. وَلَا تَیْئَسْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اَلَااِنَّ رَوْحَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ. اَلَااِنَّ نَصْرَاللّٰہِ قَرِیْبٌ. یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ. یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ. یَنْصُرُکَ اللّٰہُ

بقیہ حاشیہ۔ دوسرا فتنہ جو دوسرے درجہ پر ہے محمد حسین بٹالوی کا فتنہ ہے جس فتنہ کی نسبت براہین کے صفحہ ۵۱۰ میں یہ لکھا ہے۔ وَاِذْیَمْکُرُبِکَ الَّذِیْ کَفَرَ اَوْقِدْ لِیْ یَا ھَامَانُ لَعَلِّیْ اَطَّلِعُ اِلٰی اِلٰہِ مُوْسٰی. وَاِنِّیْ لَاَظُنُّہٗ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ. تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ. مَاکَانَ لَہٗ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْھَا اِلَّا خَائِفًا. وَمَااَصَابَکَ فَمِنَ اللّٰہِ. اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا. فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُوْلُوا الْعَزْمِ. اَلَااِنَّھَا فِتْنَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ لِیُحِبَّ حُبًّا جَمًّا. حُبًّا مِّنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْاَکْرَمِ عَطَاءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ. یعنی وہ زمانہ یاد رکھ کہ جب ایک منکر تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے دوست ہامان کو کہے گا کہ فتنہ کی آگ بھڑکا کہ میں موسیٰ کے خدا پر اطلاع پانا چاہتا ہوں۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہیے تھا کہ تکفیر اور تکذیب کے امر میں دخل دیتا مگر یہ کہ ڈرتا ہوا۔ ان باتوں کو پوچھ لیتا کہ جو اس کو سمجھ نہیں آتی تھیں اور تجھے جو کچھ پہنچے گا وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اس جگہ ایک فتنہ ہوگا۔ پس تجھے صبر کرنا چاہیے جیسا کہ اولوالعزم نبی صبر کرتے رہے۔ یاد رکھ کہ وہ فتنہ خدا کی طرف سے ہوگا تا وہ تجھ سے بہت ہی پیار کرے۔ خدا کا پیار جو اللہ عزیز اکرم ہے۔ یہ وہ عطا ہے جو واپس نہیں لی جائے گی۔ اس وقت مجھے یہ سمجھ آیا ہے کہ الہام میں ہامان سے مُراد نذیر حسین محدث دہلوی ہے کیونکہ پہلے سب سے محمد حسین اس کی طرف التجا لے گیا اور یہ کہا اَوْقِدْ لِیْ یَا ھَامَانُ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ تکفیر کی بنیاد ڈال دے تا دوسرے اس کی پیروی کریں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نذیر حسین کی عاقبت تباہ ہے اگر توبہ کر کے نہ مرے۔ اور ممکن ہے کہ ابولہب سے مراد بھی نذیر حسین ہی ہو اور محمد حسین کا انجام اس آیت پر ہو۔ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ[1] کیونکہ بعض رؤیا اس عاجز کی اس تاویل کی مؤید ہیں۔ پس خدا کے فضل سے کچھ تعجب نہیں کہ یہ متواتر تائیدوں کو دیکھ کر آخر توبہ کرے اور ہامان مارا جائے۔ تیسرا فتنہ جو تیسرے درجہ پر ہے لیکھرام کی موت کا فتنہ ہے یعنی آریوں کی بدگمانیاں اور ضرررسانی کے لئے پوشیدہ کوششیں جیسا کہ پیسہ اخبار میں بھی ان کے قتل کے ارادوں کا ذکر ہے اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں اس فتنہ اور اس کے ساتھ کے نشان کی نسبت یہ الہام ہے میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا. فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُوْلُوا الْعَزْمِ. فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا۔ یعنی اس جگہ ایک فتنہ ہوگا۔ پس صبر کر اور جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا۔ یہ براہین احمدیہ کے الہام ہیں۔ مگر اس تحریر کے وقت ابھی ایک الہام ہوا۔ اور وہ یہ ہے ’’سلامت برتو اے مردِ سلامت‘‘۔ منہ

[1] یونس : ۹۱

مِنْ عِنْدِہٖ. یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ. لَامُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ. اِنَّا فَتَحْنَالَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا.

یعنی پادری لوگ اور یہودی لوگ اور یہودی صفت مسلمان تجھ سے راضی نہیں ہوں گے اور خدا کے بیٹے اور بیٹیاں انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ ان کو کہہ دے کہ خدا وہی ہے جو ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا اور نہ وہ کسی کا باپ اور نہ کوئی اس کا ہم کفو۔ اور یہ لوگ مکر کریں گے (یہ آتھم کے ظہور پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے) اور خدا بھی مکر کرے گا کہ ان کو ذرہ مہلت دے گا تا اپنے جھوٹے خیالات سے خوش ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا کہ اس وقت پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے ایک فتنہ برپا ہوگا۔ پس تو صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا اور خدا سے اپنے صدق کا ظہور مانگ یعنی دعا کر کہ پیشگوئی کے چھپانے میں جو جو پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں نے لوگوں کو دھوکے دیئے ہیں وہ دھوکے دور ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا کہ خدا کی رحمت سے نومید نہ ہو۔ کیونکہ خدا کی رحمت اس ابتلاء کے دنوں کے بعد جلد آئے گی۔ خدا کی نصرت ہر یک راہ سے آئے گی۔ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے خدا نشان دکھلانے کے لئے اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا یعنی بلاواسطہ نشان دکھائے گا۔ اور نیز وہ لوگ بھی مدد کریں گے جن کے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کریں گے یعنی بعض نشان بالواسطہ بھی ہم ظاہر کریں گے۔ مطلب یہ کہ بعض پیشگوئیاں براہ راست ظہور میں آئیں گی اور بعض کے ظہور کے لئے ایسے نشان واسطہ ٹھیر جائیں گے جن کے دلوں میں ہم ڈال دیں گے خدا کی باتیں کبھی نہیں ٹلیں گی اور کوئی نہیں جو ان کو روک سکے۔ ہم پادریوں کے مکر کے بعد ایک کھلی کھلی فتح تجھ کو دیں گے۔

ان الہامات میں خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ اوّل پادری لوگ اور یہود صفت مسلمان مکر کے رو سے ایک پیشگوئی کی حقیقت کو چھپائیں گے۔ تا تیری سچائی چھپی رہے اور ظاہر نہ ہو پھر بعد اس کے یوں ہوگا کہ ہم ارادہ فرمائیں گے کہ تیری سچائی ظاہر ہو اور تیری پیشگوئیوں کی حقانیّت کھل جائے۔ تب ہم دو قسم کے نشان ظاہر کریں گے۔ ایک وہ جن میں انسانوں کے افعال کا دخل نہیں

جیسے مذہبی جلسہ میں پہلے سے ظاہر کیا گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین پر غالب رہے گا اور اس پیشگوئی کے پورا کرنے میں انسانوں کا ذرہ دخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلکہ مخالفانہ کوشش ہوئیں اور ہر یک چاہتا تھا کہ میرا مضمون غالب رہے۔ آخر پیشگوئی کے مضمون کے موافق ہمارا مضمون غالب ہوا۔ اور دوسرے اُن الہامات براہین احمدیہ میں یہ وعدہ تھا کہ ہم وہ نشان ظاہر کریں گے جن میں انسانوں کے افعال کا دخل ہوگا۔ سو اس کے مطابق لیکھرام کی نسبت پیشگوئی ظہور میں آئی کیونکہ یہ نشان بالواسطہ ظاہر ہوا اور کسی نے لیکھرام کو قتل کر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی میں کسی انسان کے دل کو خدا نے اُبھارا تا اس کو قتل کرے اور ہر یک پہلو سے اس کو موقعہ دیا کہ تا وہ اپنا کام انجام تک پہنچاوے[1] پس خدا تعالیٰ نے جو فتح عظیم کے ذکر کرنے سے پہلے پیشگوئی کے ظاہر کرنے کے لئے دو مختلف فقروں کو ذکر فرمایا اوّل یہ کہ یَنۡصُرُکَ اللّٰہُ مِنۡ عِنۡدِہٖ ۔ دوم یہ کہ یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡھِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ ۔ اس تقسیم کی یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پادریوں کو شرمندہ کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر تم نے ہمارے ایک نشان کو مخفی کرنا چاہا تو کیا حرج ہے ہم اس کے عوض میں دو نشان ظاہر کریں گے۔ ایک وہ نشان جو بلا واسطہ ہمارے ہاتھ سے ہوگا۔ اور دوسرا وہ نشان جو ایسے لوگوں کے ہاتھ سے ظہور میں آ جائے گا جن کے دلوں میں ہم ڈال دیں گے کہ تم ایسا کرو تب فتح عظیم ہوگی۔

اب انصاف سے دیکھو اور ایمان سے نظر کرو کہ یہ دونوں نشان یعنی نشان جلسہ مذاہب اور نشان موت لیکھرام ۱۷ برس بعد شائع ہونے براہین احمدیہ کے ظہور میں آئے ہیں۔ کیا یہ انسان کی طاقت ہو سکتی ہے؟ یہ بھی ظاہر ہے کہ جلسہ مذاہب سے پہلے جو اشتہار الہامی شائع کئے گئے تھے۔ اُن میں صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ مضمون تمام مضامین پر غالب رہے گا۔

---

[1] پیسہ اخبار اور سفیر گورنمنٹ میں لکھا ہے کہ لیکھرام کا ایک عورت سے ناجائز تعلق تھا یعنی وہ اس عورت کے کسی وارث کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ کیسی ذلّت کی موت ہے۔ اور اگر اسی کا نام شہادت ہے تو گویا یوں کہنا چاہیے کہ وہ کسی عورت کی نگاہ کی چھری سے شہید ہو چکا تھا۔ آخر وہی چھری قہری صورت پر اس کو لگ گئی۔ اگر قتل کا سبب یہی ہے تو لیکھرام کی پاک زندگی کا خوب ثبوت ہے۔ منہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دیکھو اخبار سول ملٹری گزٹ۔ اخبار آبزرور۔ مخبر دکن۔ پیسہ اخبار۔ سراج الاخبار مشیر ہند۔ وزیر ہند سیالکوٹ۔ صادق الاخبار بہاولپور۔ پس یہ خدا کا بلاواسطہ فعل تھا۔ کہ ہر یک دل کی خواہش کے مخالف ان سے اقرار کرایا کہ وہی مضمون غالب رہا۔ مگر دوسرے نشان میں قاتل کے دل کی خواہش ڈال دی اور اس طرح پر دونوں نشان بلاواسطہ اور بالواسطہ خلق اللہ کو دکھلا کر پادریوں اور اسلامی مولویوں اور ہندوؤں کے مکر کو ایک دم میں پاش پاش کر دیا۔ اور ممکن نہ تھا کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آجاتے جب تک خدا ایسے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ کرتا۔

اسی کی طرف وہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۶ میں اشارہ فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَأْتِیَھُمُ الْبَیِّنَةُ وَکَانَ کَیْدُھُمْ عَظِیْمًا. یعنی ممکن نہ تھا کہ نصاریٰ اور مخالف مسلمان اور ہندو اپنے انکاروں سے باز آجاتے جب تک اُن کو کھلا کھلا نشان نہ ملتا اور اُن کا مکر بہت بڑا تھا۔ پھر بعد اس کے اسی صفحہ میں فرمایا کہ اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پادریوں نے آتھم کی پیشگوئی کو بباعث اپنے اخفاء کے لوگوں پر مشتبہ کر دیا تھا۔ پس اگر لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی جس کی شوخیوں نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ رجوع کرنے والا نہیں ایسی ہی مخفی رہ جاتی تو تمام حق خاک میں مل جاتا اور نادان لوگوں کے خیالات سخت ناپاک ہو جاتے اور جاہل قریب قریب دہریوں کے بن جاتے۔ سو آسمانوں اور زمینوں کے مالک نے چاہا کہ لیکھرام حق کے اظہار کا فدیہ ہو اور سچے دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے بطور بلیدان کے ہو جائے۔ سو وہی ہوا جو خدا نے چاہا۔

ایک انسان کے مارے جانے کی ہمدردی بجائے خود ہے۔ مگر یہ بات بہت دلوں کو تاریکی سے نکالنے والی ہے کہ خدا نے جلسہ مذاہب کے نشان کے بعد یہ ایک عظیم الشان نشان دکھلایا۔ چاہیے کہ ہر یک روح اس ذات کو سجدہ کرے جس نے ایک بندہ کی جان لے کر ہزاروں مُردوں کو زندہ کرنے کی بنیاد ڈالی۔ اور پھر اسی پیشگوئی کی طرف براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۲ میں یہ الہام اشارہ فرماتا ہے کہ ’’بخرام کے وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلندتر محکم افتاد۔

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔ ربّ الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدّعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔‘‘ پس جس عظیم الشان نشان کا اس الہام میں وعدہ ہے وہ یہی نشان ہے جس سے مطابق الہام ہذا کے اعلاء کلمہءِ اسلام ہوا۔ اور صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں اسی نشان کا ذکر ہے۔ جس کا پہلا فقرہ یہ ہے کہ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا یعنی ایک جلالی نشان ظاہر کروں گا اور سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہوگئے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا۔ وہ خون کپڑوں پر پڑا جو اب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا۔ وہی لیکھرام کا خون تھا۔ خدا کے آگے جُھک جاؤ کہ وہ برتر اور بے نیاز ہے!!!

بعض آریہ اخبار والوں نے یہ تعجب کیا کہ لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی ہے اور اس کی مدت بتائی گئی، دن بتایا گیا۔ موت کا ذریعہ بتایا گیا۔ یہ باتیں کب ہوسکتی ہیں جب تک ایک بھاری سازش اس کی بنیاد نہ ہو۔ چنانچہ پرچہ ضمیمہ سماچار لاہور ۳؍مارچ ۱۸۹۷ء اور ضمیمہ انیس ہند میرٹھ ۳؍مارچ ۱۸۹۷ء نے اس بارے میں بہت زہر اگلا ہے۔ ایڈیٹر انیس ہند اپنے پرچہ کے ۱۳ صفحہ میں یہ بھی کہتا ہے کہ ’’ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کی وفات کی بابت پیشگوئی کی تھی ورنہ ان حضرات کو کیا علم غیب تھا؟‘‘

اب واضح ہو کہ یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تنقیح طلب ٹھیراتے ہیں کہ کیا خدا نے اس شخص کو علم غیب دیا تھا؟ اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے؟ سو اس وقت ہم بطور نمونہ بعض اور پیشگوئیوں کو درج کرتے ہیں تا ان نظائر کو دیکھ کر آریہ صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ **اوّل**۔ احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی پیشگوئی جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ تین برس کی میعاد میں فوت ہو جائے گا۔ اور ضرور ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے اور مصیبتیں بھی دیکھے۔ چنانچہ اس نے اس اشتہار کے بعد اپنے پسر کے فوت ہونے کی مصیبت دیکھی اور پھر اس کی ہمشیرہ عزیزہ کی وفات کا ناگہانی واقعہ اس کی نظر کے سامنے وقوع میں آیا اور بعد اس کے وہ تین سال کی میعاد کے اندر خود بمقام ہوشیار پور فوت ہوگیا[1]۔ اب

---

[1] حاشیہ۔ اس پیشگوئی کے دو حصے تھے۔ ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت اور پیشگوئی کے بعض

بتاؤ کہ اس کی موت میں میری طرف سے کس کے ساتھ سازش ہوئی تھی؟ کیا تپ محرقہ کے ساتھ؟

دوم ۔ دوسری پیشگوئی شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کی مصیبت کے بارے میں تھی جو اس پر ناحق کے خون کا الزام لگایا گیا تھا۔ شیخ مذکور ہوشیار پور میں زندہ موجود ہے۔ اس کو پوچھو کہ کیا اس مقدمہ کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے میں نے اپنے خدا سے خبر پا کر کوئی اطلاع اس کو دی ہے یا نہیں۔

سوم ۔ تیسری پیشگوئی سردار محمد حیات خان جج کی نسبت اس وقت کی گئی تھی جبکہ سردار مذکور ایک ناحق کے الزام میں ماخوذ ہو گیا تھا۔ اب پوچھنا چاہیے کہ کیا درحقیقت کوئی ایسی پیشگوئی نامبردہ کی مخلصی کے بارے میں پیش از وقت کی گئی تھی یا اب بنائی گئی ہے۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس پیشگوئی کا براہین میں بھی ذکر ہے۔

چہارم ۔ چوتھی پیشگوئی سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اشتہار یکم فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی کہ اُن کو کوئی سخت صدمہ پہنچے اب سیّد احمد خاں صاحب کو پوچھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے بعد آپ کو کوئی ایسا سخت صدمہ پہنچا ہے یا نہیں جو معمولی ہم وغم نہ ہو بلکہ وہ امر ہو جو جان کو زیر وزبر کرنے والا ہو۔

بقیہ حاشیہ۔ الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے۔ یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اُٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیشگوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیشگوئی کے وقت نے اپنا مُنہ دکھلا دیا۔ اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ تب تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں۔ اور مارے ڈر کے اُن کے کلیجے کانپ اُٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔ سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔ منه

پنجم ۔ پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔[۱]

ششم ۔ چھٹی پیشگوئی شریف کے بارے میں جو میرا تیسرا لڑکا ہے کی گئی تھی اور رسالہ نور الحق میں پیش از وقت خوب شائع ہوگئی تھی۔ چنانچہ اس کے موافق لڑکا پیدا ہوا جو اب خدا کے فضل سے چند روز تک دوسرے سال کو ختم کرنے والا ہے۔

ہفتم ۔ساتویں پیشگوئی اشتہار ۱۸۸۶ء میں دلیپ سنگھ کے بارے میں تھی جو وہ قصد پنجاب سے ناکام رہے گا۔ اور صدہا ہندو اور مسلمانوں کو عام جلسوں میں یہ پیشگوئی سُنا دی گئی تھی۔

ہشتم ۔آٹھویں پیشگوئی جلسہ مذاہب کے نتیجہ میں تھی کہ اس میں میرا مضمون غالب رہے گا۔ اور یہ اشتہارات لاہور اور دوسرے مقامات میں پیش از وقت ہزاروں ہندو و مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ اب سول ملٹری کو پوچھو۔ آبزرور سے سوال کرو۔ اور مشیر ہند اور وزیر ہند اور پیسہ اخبار اور صادق الاخبار اور سراج الاخبار اور مخبر دکن کو ذرہ غور سے پڑھو تا معلوم ہو کہ کس زور سے الہام الٰہی نے اپنی سچائی ظاہر کی۔

---

[۱] حاشیہ۔ بعض جاہل محض جہالت سے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ جب پہلے لڑکے کا اشتہار دیا تھا اس وقت لڑکی کیوں پیدا ہوئی۔ مگر وہ خوب جانتے ہیں کہ اس اعتراض میں وہ سراسر خیانت کر رہے ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو ہمیں دکھلاویں کہ پہلے اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ پہلے ہی حمل میں بلاواسطہ لڑکا پیدا ہو جائے گا اور اگر پیدا ہونے کے لئے کوئی وقت اشتہار میں بتلایا نہیں گیا تھا تو کیا خدا کو اختیار نہیں تھا کہ جس وقت چاہتا اپنے وعدہ کو پورا کرتا۔ ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو۔ منہ

نہم۔ نویں پیشگوئی قادیان کے ایک ہندو بشمبر داس نام کے ایک فوجداری مقدمہ کے متعلق تھی۔ یعنی بشمبر داس بقید ایک سال مقید ہوگیا تھا۔ اور اس کے بھائی شرمپت نام نے جو سرگرم آریہ ہے مجھ سے دعا کی التجا کی تھی اور نیز یہ پوچھا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ میں نے دعا کی اور کشفی نظر سے میں نے دیکھا کہ میں اس دفتر میں گیا ہوں جہاں اس کی قید کی مسل تھی۔ میں نے اس مسل کو کھولا اور برس کا لفظ کاٹ کر اس کی جگہ چھ مہینے لکھ دیا اور پھر مجھے الہام الٰہی سے بتلایا گیا کہ مسل چیف کورٹ سے واپس آئے گی اور برس کی جگہ چھ مہینہ رہ جائیگی لیکن بری نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے یہ تمام کشفی واقعات شرمپت آریہ کو جواب تک زندہ موجود ہے نہایت صفائی سے بتلا دیئے اور جب میں نے بتلایا اور بعینہ وہ باتیں ظہور میں آ گئیں تو اس نے میری طرف لکھا کہ آپ خدا کے نیک بندہ ہو اس لئے اس نے آپ پر غیب کی باتیں ظاہر کر دیں۔ پھر میں نے براہین احمدیہ میں یہ تمام الہام اور کشف شائع کر دیا۔ یہ شخص شرمپت نہایت متعصب آریہ ہے جس کو میرے خیال میں آریہ مذہب کی حمایت میں خدا کی بھی کچھ پرواہ نہیں۔ مگر بہرحال خدا نے اس کو میرا گواہ بنا دیا۔ اگر میں نے اس قصہ میں ایک ذرہ جھوٹ بولا ہے تو وہ قسم کھا کر ایک اشتہار اس مضمون کا شائع کر دے کہ میں پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے۔ اور اگر جھوٹ نہیں تو میرے پر ایک برس تک سخت عذاب نازل ہو۔ پس اگر اس پر وہ فوق العادت عذاب نازل نہ ہوا کہ خلقت بول اٹھے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔ تو مجھے جس موت سے چاہو ہلاک کرو۔ اس میں میری طرف سے یہ شرط ہے کہ انسان کے ذریعہ سے وہ عذاب نہ ہو محض بلا واسطہ آسمانی عذاب ہو۔

یہ تو ممکن ہے کہ یہ شخص قوم کی رعایت سے یوں ہی انکار کر دے یا بغیر اس قسم پیش کردہ کے اشتہار بھی دے دے۔ کیونکہ میں نے اس قوم میں خدا کا خوف نہیں پایا۔ مگر ممکن نہیں کہ وہ قسم کھاوے اگرچہ دوسرے آریہ اس کو ہلاک کر دیں۔ لیکن اگر قسم کھالے تو خدا کی غیرت ایک بھاری نشان دکھائے گی ایسا نشان دکھائے گی کہ دنیا میں فیصلہ ہو جائے گا۔ اور زمین آسمانی نور سے بھر جائے گی۔

میرے اور بھی بہت نشان ہیں۔ اگر لکھے جائیں تو ایک کتاب بن جائے گی۔ میں جانتا

ہوں کہ بالفعل اسی قدر کافی ہے۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۴ کے چار صفحہ پر ہے) (۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۴۲ تا ۶۴)

نوٹ از مرتب ہذا۔ اس اشتہار کے متعلق تین نوٹ بھی ہیں (مرتب)

نوٹ نمبر ا۔ پنڈت لیکھرام کا اس طرز سے مارا جانا آریہ صاحبوں کو ایک سبق دیتا ہے اور وہ یہ کہ آئندہ کسی نومسلم کے شدھ کرنے کے لئے کوشش نہ کریں۔ اگر کوئی اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اس کو ہونے دیں۔ آخر شدھ ہونے والے کو دیکھ لیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اور دوسرے اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ آئندہ یہ خواہش نہ کریں کہ کوئی دوسرا لیکھرام یعنی بدزبانیوں میں اس کا ثانی تلاش کرنا چاہیے۔ لیکن اگر فی الواقعہ وہ بات صحیح ہے جو پیسہ اخبار اور سفیر میں لکھی گئی ہے، یعنی یہ کہ اس کے قتل کا سبب صرف بدکاری ہے اور یہ کام کسی غیرت مند لڑکی کے باپ یا خاوند کا ہے جیسا کہ بقول پیسہ اخبار کثرت رائے اسی طرف ہے۔ تو آئندہ نیک چلن واعظ تلاش کرنا چاہیے۔

تعجب کی بات ہے کہ جس حالت میں بموجب بیان پیسہ اخبار کے زیادہ مشہور روایت یہی ہے کہ واردات قتل کا موجب کوئی ناجائز تعلق ہے تو کیوں اس طرف تحقیقات کے لئے توجہ نہیں کی جاتی اور کیوں ایسے ہندوؤں کے اظہار نہیں لئے جاتے جن کے مونہہ سے یہ باتیں نکلیں۔ اور کیا بعید ہے کہ وہی بات ہو کہ ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں۔ منه

نوٹ نمبر ۲۔ بعض صاحب عیسائیوں میں سے اعتراض کرتے ہیں کہ اگرچہ لیکھرام کی نسبت پیشگوئی پوری ہوگئی مگر ہندوؤں نے اس کو مرنے کے بعد ذلت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ ایسا عذر ایک عیسائی کے منہ سے نکلنا نہایت افسوس کی بات ہے۔ بھلا منصف بتلا دیں کہ جب ہم نے پیشگوئی کے پورا ہونے

کو اسلام کی سچائی کا ایک معیار ٹھیرایا تھا۔ اور خدا نے لیکھرام کو مار کر مسلمانوں کی ہندوؤں پر ڈگری کر دی تو اس حالت میں نہ صرف لیکھرام بلکہ بحیثیت مذہبی اس تمام فرقہ کی عزت میں فرق آ گیا۔ رہی لاش کی عزت۔ تو لاش کا ڈاکٹر کے ہاتھ سے چیرے جانا کیا یہ عزت کی بات ہے۔ اور چال چلن کی عزت کا یہ حال ہے کہ پیسہ اخبار ۱۳؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے کہ ’’اس شخص کے مارے جانے کی مشہور روایت یہ ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور یہی عام طور پر کہا جاتا اور یقین کیا جاتا ہے‘‘۔ فقط پس اس سے زیادہ ذلت کا اور کیا نمونہ ہوگا کہ جان بھی گئی۔ اور اکثر شہر کے لوگ اس کی وجہ بدکاری ٹھیراتے ہیں۔ منہ

نوٹ نمبر ۳۔ ایک نشان عقل مندوں کے لئے یہ ہے کہ شیخ نجفی نے چالیس دقیقہ میں نشان دکھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہم نے یکم فروری ۱۸۹۷ء سے چالیس روز میں۔ دیکھو حاشیہ اشتہار یکم فروری ۱۸۷۹ء صفحہ ۳ جس کی عبارت یہ ہے۔ اگر نشانے از مادریں مدت یعنی چہل روز بظہور آمد واز یشان یعنی از شیخ نجفی چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شان خواہد بود۔ سو یکم فروری ۱۸۹۷ء سے ۳۵ دن تک یعنی چالیس روز کے اندر نشان موت پنڈت لیکھرام وقوع میں آ گیا۔ نجفی صاحب یہ تو بتلا دیں کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء سے آج تک کتنے دقیقے گزر گئے ہیں افسوس کہ نجفی نے کسی منارہ سے گر کے بھی نہ دکھلایا۔

گر ہمیں لاف و گزاف و شیخی است   شیخ نجد بہتر از صد نجفی است[1]

منہ

---

[1] ترجمہ۔ اگر یہ لاف و گزاف اور یہی شیخی ہے تو ایسے سو نجفی شیخوں سے شیخ نجدی (شیطان) بہتر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی

اس عریضہ میں پہلے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں ۔سومختصر عرض یہ ہے کہ میں اس نواح کے ایک رئیس اور سرکار انگریزی کے سچے خیر خواہ کا بیٹا ہوں جن کا نام میرزا غلام مرتضٰی تھا جن کا ذکر رئیسان پنجاب مسٹر گریفن میں موجود ہے۔ وہ گورنمنٹ کے وفا دار تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑوں سے معہ سواروں کے سرکار انگریزی کو مدد دی۔اور وہ اس ضلع میں ہر یک موقعہ مدد کے وقت سرکار انگریزی کو کام آتے رہے ہیں اور ہر یک مدد کے کام میں اپنی حیثیت کے موافق اس ضلع میں ان کا قدم سبقت رکھتا تھا۔اور حکام وقت اُن کو بڑے لطف اور مہربانی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور گورنر جنرل کے دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی اور ۵۷ء کی خیر خواہی کے عوض سرکار انگریزی نے ان کو انعام بھی دیا تھا۔تمّوں کے گذر پر جو گورداس پورہ کے قریب واقع ہے۔ جب باغیوں کا عبور ہوا تو اُن مفسدوں کے مقابلہ میں جن لوگوں نے سپاہیانہ بہادری دکھلائی تھی اُن میں سے میرا حقیقی بھائی میرزا غلام قادر مرحوم تھا۔جس کو اس شجاعت پر خوشنودی مزاج کی حکام کی طرف سے چٹھیاں ملی تھیں ۔اور میں بذاتِ خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے۔اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک

مسلمان کا فرض ہے چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زر کثیر چھاپ کر بلادِ اسلام میں پہنچائی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے۔ اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسی جماعت طیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ اُن کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لیے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے دلی جان نثار۔

اب اس تمہید کے بعد میں اصل مطلب کو لکھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب سے لیکھرام پشاوری جو آریہ صاحبوں کا ایک واعظ تھا۔ لاہور میں کسی کے ہاتھ سے قتل کیا گیا ہے۔ عجیب طرح پر آریوں اور ہندوؤں کا شور وغوغا عام مسلمانوں کی نسبت عموماً اور میری نسبت خصوصاً پھیل رہا ہے۔ اور بغیر کسی ثبوت کے کھلے کھلے طور پر قتل کی تہمتیں میری نسبت لگا رہے ہیں۔ اور اُن کی تیز تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے حملہ کی طیاری کر رہے ہیں جو نہ صرف میرے لئے بلکہ عام مسلمانوں کے لئے اور گورنمنٹ کے انتظام کے لئے خطرناک ہے۔ اور اخبارات اور خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مفسدانہ ارادوں کے بانی مبانی صرف چند آدمی ہیں۔ جو لاہور، اور گوجرانولہ اور امرت سر اور بٹالہ اور چند دوسرے قصبوں کے باشندے ہیں۔ غالباً وہ اپنی تعداد میں پچاس سے زیادہ نہیں ہوں گے اور باقی لوگ درحقیقت انہیں سرغنوں کے افروختہ ہیں اور انہیں کی بھڑکائی ہوئی آگ کے شعلے ہیں۔ جس وقت میں خیال کرتا ہوں کہ ان دنوں میں یہ آریہ صاحبان عام مسلمانوں کو کیا کیا دھمکیاں دے رہے ہیں اور جیسا کہ اخبار رہبر ہند ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء میں افواہاً بیان کیا گیا ہے۔ پشاور کے سکھوں کی پلٹنوں کو کس طور سے اغوا کرنے کے لئے کوشش کی گئی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت سرکار انگریزی کا بڑا فرض ہے کہ قبل اس کے جو اس ارادہ فساد کا کوئی خطرناک اشتعال پیدا ہو اپنی احسن تدبیر سے اس کو روک دے۔ گورنمنٹ کو یہ امید نہیں رکھنی چاہیے کہ آریہ صاحبان اس وقت نرمی اور دلجوئی اور حکمت عملی کے نیک سلوک سے امن کے طالب ہو جائیں گے۔ بلکہ اس وقت سیاست مدنی کے قوانین کو پورے طور پر استعمال کرنا عین علاج ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ جبکہ آریہ صاحبوں میں ایک جھوٹے اور ناحق کے الزام پر جو مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے اس قدر جوش پیدا ہو گیا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ واقعی طور

پر جیسا کہ دھمکیاں دیتے ہیں کسی نامی مسلمان کو قتل کر دیں گے یا قتل کا اقدام کریں گے تو اس جوش کا کیا حال ہوگا جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے مقابل پر پیدا ہوسکتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب تک مسلمانوں نے بہت صبر کیا ہے۔ انہوں نے بہت سی گندی گالیاں اس فرقہ کی سنیں اور اشتہار دیکھے مگر وہ چپ رہے۔ لیکن آخر وہ بھی انسان ہیں۔ کیا تعجب کہ بہت دُکھائے جانے سے اُن میں بھی اشتعال پیدا ہو! پس کیا حفظ ماتقدم کے طور پر اس کا تدارک ضروری نہیں ہے؟!!

میں اس وقت خاص طور پر ایک اور بات کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اخبار آفتاب ہند مطبوعہ ۱۸؍ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۵ پہلے کالم میں ایک صاحب ہندو ایم آر بشیشر داس میری نسبت ایک مضمون لکھتے ہیں جس کا عنوان یہ ”**مرزا قادیانی خبردار**“ اور پھر تحریر فرماتے ہیں کہ ”مرزا قادیانی بھی امروز فردا کا مہمان ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر مناسکتی ہے۔ آج کل اہل ہنود کے خیالات مرزا قادیانی کی نسبت بہت بگڑے ہوئے ہیں بلکہ عموماً مسلمانوں کی بابت۔ پس مرزا قادیانی کو خبردار رہنا چاہیے کہ وہ بھی بکرعید کی قربانی نہ ہو جاوے۔“

اور پھر اخبار رہبر ہند ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں صفحہ ۱۴ پہلے کالم میں لکھا ہے۔ ”کہتے ہیں کہ ہندو قادیان والے کو قتل کرا آئیں گے۔ اور یہ بھی افواہ ہے کہ علیگڑھ والے بوڑھے کا بھی خاتمہ کیا جائے گا“۔ اور اس بارے میں جس قدر خط مجھ کو پہنچے ہیں۔ اُن کا اس وقت لکھنا ضروری نہیں۔ وہ خط محفوظ ہیں۔

اب گورنمنٹ عالیہ سے جو خاص التماس ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ارادے اگرچہ بظاہر ایک شخص کی نسبت ہوں مگر چونکہ وہ ایک مذہبی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے اُن کا شروع ہونا عام طور پر فساد پھیلنے کی ایک بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ قادیان ایک ایسی جگہ ہے جو بجز چند چوکیداروں کے گورنمنٹ کی طرف سے اس میں کوئی تھانہ یا چوکی نہیں۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس وقت گورنمنٹ عالیہ سرکاری انتظام کی نیت سے جس قدر مناسب سمجھے چند سپاہی مسلمانوں میں سے قادیان میں اس وقت تک متعین کرے جس وقت تک آریہ صاحبوں کی آنکھیں نیلی پیلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جیسے بشیشر داس نے آفتاب ہند میں صاف طور پر میری نسبت لکھ دیا ہے کہ آریہ صاحب بکرعید تک اُن کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نیز رہبر ہند نے بھی لکھا ہے۔ ایسی قطعی

اور یقینی خبریں گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ہیں۔ کیا گورنمنٹ کا قانون تدابیر امن اس وقت فرض نہیں کرتا کہ ایسے لوگوں کے مچلکے لینے کے لئے توجہ کی جائے جنہوں نے کچھ بھی اس با سیاست عملداری کا لحاظ نہ کر کے سکھوں کے زمانہ کا رنگ دکھا دیا اور بے دھڑک بول اٹھے کہ فلاں فلاں آدمی کو ہم ضرور قتل کر دیں گے کیا ایسی بے باکی کی تحریروں میں گورنمنٹ کی حکومت کی کسر شان نہیں ہے؟

اگر ایسی خبروں کے شائع کرنیوالے صرف مسلمان ہوتے تو شاید کوئی خیال کرتا کہ تعصب سے ایسا لکھا ہے مگر اب تو یہ ہندو صاحبوں کا بیان ہے۔ کیا اب تک وقت نہیں آیا کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ کیا بشیشر داس سے پوچھا نہ جائے کہ وہ ایسے لوگوں کے نام بیان کرے جو قتل کے لئے طیاری کر رہے ہیں اور پھر ان سے بھاری بھاری مچلکہ لئے جائیں کیونکہ بشیشر داس بھی ایک ہندو ہے اور اس کا بیان بہت اعتبار کے لائق ہے۔

اور میں اس وقت ضروری نہیں دیکھتا کہ جو آریوں کو میری نسبت اشتعال پیدا ہوا ہے اس کی وجہ بیان کروں کیونکہ ابھی میں اپنے ایک بڑے اشتہار[1] میں مفصل وجوہ بیان کر چکا ہوں۔ لیکن اس جگہ اس قدر لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یہ پیشگوئی جس کی میعاد کے اندر اور عین تاریخ مقررہ میں

اطلاع ۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ایک پیشگوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّ بَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ . اَیْنَمَا تُوَلُّوْ ا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۔ یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکالیف پہنچائے حالانکہ تو اُن کی عملداری میں رہتا ہو۔ جدھر تیرا مُنہ خدا کا اسی طرف منہ ہے چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پُر امن سلطنت اور ظل حمایت میں دل خوش ہے اور اس کے لئے میں دُعا میں مشغول ہوں کیونکہ میں اپنے اس کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دُعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب سے ہیں۔ کیونکہ جدھر تیرا منہ اُدھر خدا کا منہ ہے۔

اب گورنمنٹ شہادت دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانہ میں کیا کیا فتوحات نصیب ہوئیں۔ یہ الہام سترہ برس کا ہے۔ کیا یہ انسان کا فعل ہو سکتا ہے؟

غرض میں گورنمنٹ کے لئے بمنزلہ حرزِ سلطنت ہوں۔ منہ

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں صفحہ ۲۲۸ پر زیر اشتہار نمبر ۱۶۹ درج ہے۔ (مرتب)

لیکھرام بموت قتل راہی ملک بقا ہوا ہے وہ صرف چھ برس سے نہیں ہے جیسا کہ آریوں صاحبوں کا خیال ہے بلکہ یہ پیشگوئی سترہ ۱۷ برس سے ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عرصہ سترہ برس کا ہوا ہے کہ براہین احمدیہ میں تین پیشگوئیاں تین مختلف فرقوں کی نسبت درج ہوئی تھیں۔ اور تین فتنوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ (۱) ایک پادری صاحبوں اور ان کے شور وغوغا کی نسبت جو انہوں نے ڈپٹی آتھم صاحب کی میعاد گذرنے پر کیا۔ (۲) دوسری پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں اور ان کے سرغنہ محمد حسین اور ان کے اتباع مسلمانوں کی نسبت جو انہوں نے مجھ پر تکفیر کا فتنہ برپا کیا۔ (۳) تیسری پیشگوئی اس چمکدار نشان کی نسبت جو لیکھرام کی موت سے وقوع میں آیا۔ اور اس کے فتنہ کا ذکر۔ یہ تینوں پیشگوئیاں تین فتنوں کے ساتھ سترہ ۱۷ برس پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ پس اب سوچنا چاہیے کہ کس انسان کو یہ طاقت ہے کہ ان واقعات کی اس زمانہ میں خبر دے سکتا جبکہ ان واقعات کا نام ونشان نہ تھا۔ مثلاً اسی قتل لیکھرام کی پیشگوئی کو غور سے دیکھنا چاہیے۔ کیا بجز عالم الغیب خدا کے کسی کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیشگوئی کرے جس کی میعاد چھ سال تک محدود کر دی گئی اور ساتھ اس کے حملہ کے دن کی بھی تعیین کر دی گئی اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی جس تاریخ میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ یعنی دوسری شوال جو ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء ہوتی ہے اور موت کا دن مقرر کر دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اس وفات کا دن یکشنبہ رات کا وقت ہوگا۔ اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے۔ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔ یعنی یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا اور ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء کے دن میں اور ۶ بجے میں بعد دوپہر کے حملہ ہوگا۔ غرض تینوں صورتوں میں برابر چھ کا تعلق ہے پس کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ ۱۷ برس پہلے یعنی اس وقت کہ جب کہ لیکھرام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا یہ خبر دے دی۔ بلکہ یہ اس خدا کا کام ہے جو زمین وآسمان کو بنانے والا اور عالم الغیب اور تمام مخلوقات پر تصرف کرنے والا ہے۔ خدا نے لیکھرام کا نام اپنے الہام میں گوسالہ سامری رکھا ہے۔ اور اس ایک لفظ سے ہر یک سمجھ دار کو سمجھا دیا ہے کہ گوسالہ کی حمایت کرنے والے خدا کی نظر میں کیسے ہیں اور ان کا انجام کیا ہے۔ توریت موجود ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھے اور

خدائے ذوالجلال کی اتنی بے ادبی نہ کرے کہ گویا وہ موجود نہیں۔ کیا جو کچھ ظہور میں آیا۔ یہ انسان کا کام تھا؟ کیا انسان میں یہ طاقت ہے کہ سترہ برس پہلے خبر دے دے؟!!!

یہ[1] اعتراض عبث ہے کہ کیوں ڈپٹی آتھم پیشگوئی کے مطابق اس طریق سے نہ مرا جس سے لیکھرام مرا۔ کیونکہ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ آتھم پیشگوئی کے بعد ڈرا۔ لیکن لیکھرام نہیں ڈرا۔ آتھم نے حیا دکھلایا۔ لیکن لیکھرام نے نہیں دکھلایا۔ آتھم پیشگوئی کو سنتے ہی بے باکی اور شوخی سے باز آ گیا۔ لیکن لیکھرام باز نہیں آیا۔ آتھم پیشگوئی کی میعاد میں چپ ہوگیا اور اس کا دل خوف سے بھرا رہا۔ لیکن لیکھرام چپ نہیں ہوا اور نہ اس کا دل خوف سے بھرا۔ اس لئے وہ خدا جو دلوں کو جانچتا اور پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنی شرط کے موافق آتھم سے نرمی کے ساتھ پیش آیا کیونکہ وہ ڈرنیوالے پر قہر کا پتھر نہیں چلاتا اور کانپتے بدن پر آگ نہیں برساتا۔ پس اس رحیم خدا نے آتھم سے وہ معاملہ کیا جو ایسے ڈرنے

---

[1] آتھم کی نسبت جو پیشگوئی تھی۔ اس میں یہ صاف شرط تھی کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا۔ تو پیشگوئی کے اثر سے رجوع کی حالت میں بچ جائے گا۔ چنانچہ آتھم نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلام کی تکذیب میں ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا اور ہیبت زدہ ہوکر ڈرتا رہا جس کا اس کو خود اقرار تھا۔ اور اس کا قسم نہ کھانا زیادہ صفائی سے اس اقرار کو ثابت کررہا ہے۔ اس لئے ضرور تھا کہ وہ الہام کی شرط سے فائدہ اُٹھاتا۔ پھر جب اس نے میعاد کے بعد تکذیب پر مُنہ کھولا اور قسم سے انکار کیا اور حق کو چھپایا تو خدا نے اس کو اصرار کے وقت پکڑ لیا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ آتھم نے میعاد کے بعد اسلام کی طرف رجوع کرنے سے انکار کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اسی انکار کی شامت سے تو اُس کو ہمارے الہام کے موافق موت آئی۔ اگر یہ انکار میعاد کے اندر کرتا تو میعاد کے اندر ہی اس کو موت آ جاتی میعاد کے اندر تو چپ رہا اور ہراساں اور لرزاں رہا۔ اسی لئے الہامی شرط کے موافق تاخیر ہوئی۔ اگر کسی کے پاس آتھم کی ایسی تحریر موجود ہے جو پیشگوئی کی میعاد کے اندر لکھی گئی ہو جس میں اس نے اقرار کیا ہو کہ میں عیسائی ہوں اور اسلام کا مکذب ہوں تو مخالفوں پر لازم ہے کہ وہ تحریر پیش کریں ورنہ میعاد گذرنے کے بعد جو کچھ اُس نے تحریراً یا تقریراً انکار کیا اسی کا نتیجہ تو اس کی موت تھی۔ سو اُس نے انکار کے نتیجہ کو پالیا یعنی جلد مر گیا۔ پھر اس کے بعد کونسی بحث باقی رہی۔ غرض آتھم کی موت بالکل پیشگوئی کے موافق ہوئی۔ یہ سب باتیں پیشگوئی میں درج تھیں۔ پس ایسے بدیہی امر کا انکار بجز ایک بے حیا کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ منہ

والے سے کرنا چاہیئے تھا۔لیکن اس نے لیکھرام کو شوخ اور بدزبان اور حد سے تجاوز کرنے والا پایا۔اس لئے اس کا قہر بھڑکا۔اور وہی اس کی زبان کی چھری اس کے پیٹ کی آفت ہوگئی۔ پس خدا نے آتھم میں اپنی جمالی صفات کو ظاہر کیا اور لیکھرام میں اپنی جلالی صفات کو۔ کیونکہ وہ دھیمے کے ساتھ دھیما ہوجاتا ہے۔ اور شوخ اور بیباک کو اپنا قہری حملہ دکھاتا ہے۔ کیا دنیا گواہی دے سکتی ہے کہ آتھم اور لیکھرام کے مزاج ایک ہی تھے۔ اگر کوئی ایسی گواہی دے گا تو سخت ظلم کرے گا۔آتھم میں شرم وحیا تھی اور فطرتی طور پر اس کا دل سچائی کے خوف سے متاثر ہوجاتا تھا۔اس میں ہرگز شوخی نہیں تھی۔ بلکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نیک طبع اور نرمی اور شرم اور حیا اور تہذیب اور راستی کا خوف جلدتر دل میں بٹھانے میں آتھم جیسا ایک بھی شخص عیسائیوں میں اب تک نہیں پایا۔پس خدا نے جیسا اس کو پایا ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا۔مگر لیکھرام کو آتھم سے کچھ نسبت نہیں۔ یہ ایک شوخ دل چلا بے باک آدمی تھا جس نے گالیوں کے جوش میں نہ حضرت موسیٰؑ کو چھوڑا۔اور نہ حضرت عیسیٰؑ کو، نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور یہ سمجھا کہ یہ تمام سلسلہ جھوٹوں اور ناپاکوں کا سلسلہ ہے اور ان کا تمام زمانہ مکروفریب کا زمانہ تھا۔اور صرف وید پرمیشر کی طرف سے ہے اور باقی تمام توریت، انجیل، قرآن انسانوں کے افتراء ہیں۔ پس ایسا کب ہوسکتا تھا کہ خدا اپنے نبیوں کی یہ ذلت دیکھے اور چپ رہے۔پس خدا اگرچہ بہت بُردبار ہے مگر آخر اس کی غیرت نے تقاضا کیا۔کہ تمام نبیوں کی سچائی کے لئے ہندوؤں کو ایک نشان دے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ خدا نے اپنے الہام میں لیکھرام کا نام گوسالہ سامری رکھا ہے اور اب میں دیکھتا ہوں کہ اس کی حمایت میں اس قدر غلو کیا گیا ہے کہ گویا سامری کے گوسالہ کی طرح اس کی پرستش شروع ہوگئی ہے۔اس کی حمایت میں نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ جیسا کہ رہبر ہند ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء میں بیان کیا گیا ہے عیسائیوں کو بھی دھمکی دی جاتی ہے۔تعجب ہے کہ آریہ صاحبوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ وہ ذرہ نہیں سوچتے کہ لیکھرام کی موت آسمان کے خدا کے حکم سے ہوئی ہے جو سترہ برس پہلے نافذ ہوچکا تھا۔ پھر کسی کا اس میں کیا اختیار ہے۔ بےشک ہمیں بھی لیکھرام کی موت کا درد ہے اور زیادہ اس سے کہ وہ اس حالت میں گذر گیا کہ جب سچائی کا سخت دشمن تھا۔ ہماری طرف سے آریہ صاحبوں کو

یہ نصیحت ہے کہ اب خدا سے لڑنا مناسب نہیں۔ بلکہ اپنے دلوں کی اصلاح کرنے کا وقت ہے۔ آریہ صاحبان بار بار کہتے ہیں کہ کیا قانون قدرت اس بات کو مانتا ہے کہ ایسے کھلے کھلے نشانوں کے ساتھ کوئی پیشگوئی خدا کی طرف سے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ وہ اس اعتراض میں معذور ہیں کیونکہ وہ اس خدا سے بے خبر ہیں جو غیبی خبریں دینے پر قادر ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وید علم غیب سے خالی ہے۔ گویا ان کا پرمیشر ایک نہایت کمزور پرمیشر ہے جو غیب کی باتیں بتلانے پر قادر نہیں اس لئے وہ ہمارے قادر خدا کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں سو یہ ان کی غلطی ہے یقیناً یاد رکھیں کہ اس دنیا کا مالک ایک قادر اور عالم الغیب خدا ہے۔ اور وہ وہی ہے جس نے قرآن بھیج کر گم گشتہ توحید کو پھر دنیا میں قائم کیا۔ سچا خدا وہی خدا ہے باقی سب بُت پرستیاں یا انسان پرستیاں ہیں۔

اسلام کے مذہب اور ہندوؤں کے مذہب کا خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سترہ ۱۷ برس سے ایک مقدمہ دائر تھا۔ سو آخر ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء کے اجلاس میں اُس اعلیٰ عدالت نے مسلمانوں کے حق میں ایسی ڈگری دی جس کا نہ کوئی اپیل اور نہ مرافعہ۔ اب یہ واقعہ دنیا کو کبھی نہیں بھولے گا۔ آریہ صاحبوں کو چاہیے کہ اب گورنمنٹ کو ناحق تکلیف نہ دیں مقدمہ صفائی سے فیصلہ پا چکا اور مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ہر یک جوش سے اپنے تئیں باز رکھیں۔ اور اخلاقی پیرایہ میں فتح کا شکر ظاہر کریں۔ اور نیز اس وقت سچی اطاعت اور سچی بُردباری کا نمونہ گورنمنٹ کو دکھلائیں اور کوئی وحشیانہ حرکت اُن سے ظاہر نہ ہو کیونکہ آسمانی عدالت سے ان کی فتح ہو چکی ہے اور آریہ صاحبان اُن کے مدیون ٹھہر چکے ہیں۔ اب اپنے مدیونوں سے نرمی کریں۔ لُطف اور محبت سے پیش آئیں۔ سچا خُلق ان کو دکھلائیں۔ یقین ہے کہ آریہ صاحبان بھی پرمیشر کے کئے پر راضی ہو کر اپنی آتش افشانی سے باز آجائیں گے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہندو صاحبان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب کچا تاگہ ہے۔ اور حقیقت میں یہ قول نہایت سچا تھا۔ کاش اس پر قائم رہتے پھر جیسے شدھ کرنے کی آرزو اُن کے دلوں میں پڑی۔ تو ایسے لوگ بھی اُن میں پیدا ہو گئے جن کا نمونہ ایک لیکھرام تھا۔ سو اب ایسے بیہودہ خیال جانے دیں کہ آریہ مت میں داخل ہو کر لوگ شُدھ (پوتر) ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیا دار ہیں ان کو کیا معلوم ہے کہ انسان کیونکر اور کس مذہب

سے شدھ ہوتا ہے۔ اگر چاہیں تو قبول کریں کہ شدھ ہونے کا طریق صرف اسلام ہے جس میں داخل ہوکر انسان قادر خدا کے ساتھ باتیں کرنے لگتا ہے زندہ خدا کا مزہ اسی دن آتا ہے اور اسی دن اس کا پتہ لگتا ہے جب انسان لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا قائل ہوتا ہے اس خدا کے سوا باقی سب بیہودہ قصّے ہیں کہ لوگوں کی غلطیوں سے قوموں میں رواج پا گئے ہیں۔ توریت اور قرآن کا ایک خدا ہے انجیل نے بھی اُسی خدا کی طرف بُلایا ہے۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں نے اس خدا کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کا ایک پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔ نیک تھا۔ برگزیدہ تھا۔ خدا سے ملا ہوا تھا۔ لیکن خدا نہیں تھا۔ اسلام کا سچا اور قادر خدا ہمیشہ اپنے زندہ نشان دکھلاتا ہے۔ اس خدا کا تابع ہرگز یہ نہیں کہتا کہ میرے خدا کی قدرتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں سو زندہ خدا پر ایمان لاؤ جس کی پُر زور طاقتیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اسی خدا کا دامن پکڑو کہ جو ایسے عجائبات تم میں ظاہر کر رہا ہے ع

یار غالب شو کہ تا غالب شوی

نکتہ۔ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قولی نشان اور دوسرے فعلی نشان۔ سو خدا نے تین مہینہ کے عرصہ میں یہ دونوں قسم کے نشان لاہور میں ظاہر کئے۔ جلسہ مذاہب میں اس عاجز کے مضمون کی قبولیت اور فوق العادت عظمت ظاہر کر کے قولی نشان دکھلایا۔ اور لیکھرام کو دنیا سے اُٹھا کر فعلی نشان دکھلایا۔ اگر ہزار برس تک کی کتابیں بھی تلاش کرو تو ایسی پیشگوئی کی نظیر نہیں ملے گی جس کی بنیاد ایسی شائع کردہ تحریروں پر ہو جو ہر ایک قوم کی نظر کے سامنے اور اُن کے قبضہ میں ہوں۔ اور پھر اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ اُسی میعاد میں اُسی دن اُسی وقت میں اسی صورت میں پُوری ہوگئی ہو۔ فقط

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۲۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء

در مطبع ضیاء الاسلام طبع شد بمقام قادیان۔ بقلم خود منظور محمد

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۲ کے دو صفحوں پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۶۴ تا ۷۵)

(۱۷۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قرآن شریف کی آیت

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ [۱]

خدا اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور جو نیکی کرنا اُن کا اصول ہے

آج میں نے ایک مضمون از طرف ایک صاحب گنگا بشن نام پرچہ پنجاب سماچار ۳/ اپریل ۱۸۹۷ء میں پڑھا ہے۔ صاحب راقم نے اخبار مذکور میں اپنا پتہ صرف یہ لکھا ہے ’’ڈریل ماسٹر ریلوے پولیس‘‘ یہ پتہ کچھ پورا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اُن کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا جائے۔ مگر وہ جو اپنی تحریر مطبوعہ میں ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خط ڈاک میں براہِ راست میری طرف روانہ کیا ہے۔ وہ خط مجھ کو نہیں پہنچا شاید کیا سبب ہوا۔ بہرحال اس اخبار کے ذریعہ سے مجھ کو صاحب راقم کے منشاء سے اطلاع مل گئی ہے۔ لہٰذا ذیل میں جواب لکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ یہ جواب ۱۰/ اپریل ۱۸۹۷ء کی میعاد کے اندر بلکہ کئی دن پہلے اُن کو مل جائے گا۔

لالہ گنگا بشن صاحب میرے اس اشتہار کے جواب میں جس میں مَیں نے ایسے شخصوں میں سے کسی کو قسم کھانے کے لئے بلایا تھا جو میری قتل کی سازش پر دلی یقین رکھتا ہو۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ’’میں قسم کھانے کو تیار ہوں‘‘ مگر اس بارے میں **تین شرطیں ٹھہراتے ہیں** (۱) ایک یہ کہ مجھے جو

---

[۱] النحل: ۱۲۹

پیشگوئی کرنے والا ہوں پیشگوئی کے پُوری نہ ہونے کی حالت میں پھانسی دی جائے۔(۲) دوسری یہ کہ اُن کے لئے دس ہزار روپیہ گورنمنٹ میں جمع کرایا جائے یا ایسے بنک میں جس میں اُن کی تسلی ہو سکے اور اگر جو بددعا سے نہ مریں تو اُن کو وہ روپیہ مل جائے (۳) تیسری یہ کہ جب وہ قادیان میں قسم کھانے کے لئے آویں تو اس بات کا ذمّہ لیا جائے کہ وہ لیکھرام کی طرح قتل نہ کئے جائیں۔

امّا الجواب۔ واضح ہو کہ مجھے تینوں شرطیں اُن کی بسروچشم منظور ہیں۔ اور اس میں کسی طرح کا عذر نہیں۔ جس عدالت میں چاہیں میں صاف صاف اقرار کردونگا کہ اگر لالہ گنگا بشن صاحب میری بدعا سے ایک سال تک بچ گئے تو مجھے منظور ہے کہ میں مجرم کی طرح پھانسی دیا جاؤں۔ اور گورنمنٹ سخت ناانصافی کرے گی اگر اس وقت مجھ کو پھانسی نہ دیوے۔ کیونکہ جبکہ لالہ گنگا بشن صاحب جلسہ عام میں قسم کھا کر کہیں گے کہ ’’میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ درحقیقت پنڈت لیکھرام کا یہی شخص قاتل ہے۔ اور اگر یہ شخص قاتل نہیں ہے بلکہ دین اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے خدا کی طرف سے یہ نشان ظاہر ہوا تو اے سچ کے حامی خدا ایک سال تک مجھ کو سزائے **موت** دے۔‘‘ پس اس صورت میں جبکہ وہ سزائے موت سے بچ جائیں گے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہی ثابت ہو جائے گا کہ میں قاتل تھا یا قتل کے مشورہ میں شریک تھا یا اس پر کسی طرح سے اطلاع رکھتا تھا تو اس وجہ سے قانوناً مجھے پھانسی دینا ناجائز نہ ہوگا۔ گورنمنٹ ہزاروں مقدمات قسم پر فیصلہ کرتی ہے۔ سو یہ گورنمنٹ کے اصول سے بالکل چسپاں بات ہے کہ اس طرح پر مجرم کو اس کی سزا تک پہنچائے۔

غرض میں طیار ہوں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ گورنمنٹ کی عدالت میں اقرار کرسکتا ہوں کہ جب میں آسمانی فیصلہ سے مجرم ٹھہر جاؤں تو مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا نے میری پیشگوئی کو پُوری کرکے **دین اسلام** کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے **اپنے ہاتھ** سے یہ فیصلہ کیا ہے۔ پس ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ مَیں پھانسی ملوں یا ایک خرمہرہ بھی کسی تکذیب کرنے والے کو دوں بلکہ وہ خدا جس کے حکم سے ہر یک جنبش وسکون ہے اس وقت کوئی اور ایسا نشان دکھائے گا جس کے آگے **گردنیں جھک جائیں**!!

ایسا ہی لالہ گنگا بشن صاحب کی دوسری شرط کی نسبت میں اُن کو تسلی دیتا ہوں کہ اُس روز سے کہ وہ کسی مشہور پرچہ کے ذریعہ سے اقرار مذکورہ بالا شائع کریں[1] میں ایک ماہ تک یا غایت دو ماہ تک دس ہزار روپیہ اُن کے لئے گورنمنٹ میں جمع کرادونگا یا کسی دوسری ایسی جگہ پر جس پر فریقین مطمئن ہوسکیں اور یہ جو میں نے کہا کہ اس روز سے دو ماہ تک روپیہ جمع کراؤں گا جبکہ وہ اپنا اقرار شائع کریں۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس پرچہ سماچار ۳؍ اپریل ۱۸۹۷ء میں اس اقرار کو شائع نہیں کیا جس اقرار کو میں قسم کے ساتھ شائع کرانا چاہتا ہوں۔ یعنی یہ اقرار کہ وہ میری نسبت نام لے کر یہ امر شائع کردیں کہ ’’میں یقیناً جانتا ہوں کہ واقعہ قتل پنڈت لیکھرام اس شخص کے حکم یا اس کے مشورہ سے یا اس کے علم سے ہوا ہے اور جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے خدا کی طرف سے یہ کوئی نشان نہیں بلکہ اسی کی اندرونی اور خفیہ سازش کا نتیجہ ہے اور اگر میں قسم کے دن سے ایک سال تک فوت ہوگیا تو میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگی کہ درحقیقت لیکھرام خدا کے غضب سے اور پیشگوئی کے موافق فوت ہوا ہے اور نیز اس بات پر گواہی ہوگی کہ درحقیقت دین اسلام ہی سچا مذہب ہے اور باقی آریہ مذہب یا ہندو مذہب وعیسائی مذہب وغیرہ مذاہب سب بگڑے ہوئے عقیدے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں‘‘۔ اس اقرار کے لکھانے سے غرض یہ ہے کہ ہمارے تمام مناظرات سے اصلی مقصود یہی ہے کہ دین اسلام ہی سچا دین ہے۔ اور اسی غرض سے لیکھرام کی نسبت اس کی رضا مندی سے یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ لہٰذا اس مقام میں بھی طرف ثانی کا یہ کُھلا کُھلا اقرار شائع ہونا بہت ضروری ہے۔

اور لالہ گنگا بشن صاحب یاد رکھیں کہ ٹھیک ٹھیک ان الفاظ کے ساتھ کسی مشہور اخبار میں اس اقرار کو شائع کرنا ضروری ہوگا۔ اور نیز یہ کہ قادیان میں آکر قسم بھی انہیں الفاظ کے ساتھ کھانی پڑے گی۔ اور یہ وہم نہ کریں کہ وہ ایسے اقرار سے کسی قانونی پیچ میں آسکتے ہیں۔ کیونکہ میں ان کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں ان کے اس الزام کے دفع کے لئے کسی قانونی ذریعہ سے چارہ جوئی پسند نہیں کرتا۔ اور نہ کروں گا۔ میں خدا کے فیصلہ میں خلقت کی عام بھلائی دیکھتا ہوں اور جو انہوں نے آخری شرط پیش

[1] وہ پرچہ جس میں اقرار حسب نمونہ شائع کریں بذریعہ رجسٹری مجھ کو بھیجنا ہوگا تا میں مطلع ہو جاؤں۔ منہ

کی ہے کہ میں قادیان میں قتل نہ کیا جاؤں۔اس کا بفضلہٖ تعالیٰ **میں خود ذمہ وار ہوں**۔ وہ حسب نمونہ اقرار شائع کرنے کے بعد جب دو ماہ کے عرصہ تک اطلاع پاویں کہ روپیہ جمع ہو گیا ہے تو بلاتوقف پورے اطمینان کے ساتھ قسم کھانے کے لئے قادیان میں آجائیں۔ہمیں ہر ایک قوم سے ہمدردی ہے۔کسی کی مجال نہیں جو آپ کو آزار پہنچا سکے۔

یہ بات یاد رہے کہ چونکہ روپیہ جمع کرنا کسی قدر مہلت چاہتا ہے۔اس لئے میں نے زیادہ سے زیادہ دو ماہ کی شرط لگا دی ہے۔امید ہے کہ آپ اپنی سچی نیک نیتی سے اس مہلت کو غیر موزوں نہیں سمجھیں گے۔

اور بالآخر یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اس اخبار میں لالہ گنگا بشن نے اپنا پتہ پورا پورا نہیں لکھا۔لیکن دوسری دفعہ کی اشاعت میں جب وہ اقرار اپنا شائع کریں گے اس میں پورا پورا پتہ اپنا لکھنا ضروری ہوگا۔یعنی یہ کہ اپنا نام اپنے باپ کا نام قومیت سکونت محلّہ ضلع اور پیشہ وغیرہ۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۵؍اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان) (یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۲}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۷۵ تا ۷۹)

لیکھرام کے قتل کے متعلق

۸؍اپریل ۱۸۹۷ء کو ہمارے گھر کی تلاشی ہو کر صفحہ ۵۵۶، ۵۵۷ براہین احمدیہ کی پیشگوئی پوری ہوئی

ہمیں اس وقت قابل رحم قوم آریہ پر کچھ شکوہ نہیں کہ وہ ایسی ایسی تلاشیوں کے کیوں محرک ہوئے اور کیوں اپنے شریف ہمسایوں کو جو اہل اسلام ہیں، ایسی بے اصل کارروائیوں سے تکلیف دی۔ کیونکہ درحقیقت لیکھرام کی موت سے ان کو بڑا ہی صدمہ پہنچا ہے۔ یہ ایسا صدمہ نہیں ہے جو کبھی معزز قوم آریہ اس کو فراموش کر سکے۔ اور درحقیقت یہ بھی سچ ہے کہ اگر اس موت کے ساتھ ایک اسلامی پیشگوئی نہ ہوتی تب تو یہ موت ایک خفیف سی موت سمجھی جاتی اور قاتل کی سراغ رسانی کے لئے معمولی قواعد استعمال میں لائے جاتے۔ مگر اب تو یہ ایک بڑی بھاری مصیبت پیش آئی کہ لیکھرام کی وفات اس پیشگوئی کے موافق ہوئی جس میں یہ شرط جانبین نے قبول کر لی تھی کہ پیشگوئی کے جھوٹی نکلنے کی حالت میں اسلام کی سچائی میں فرق آئے گا۔ اور اگر پیشگوئی واقعی طور پر سچی ثابت ہوئی تو آریہ مذہب کا جھوٹا ہونا مان لیا جائے گا۔ ہمیں آریہ صاحبوں سے بڑی ہمدردی ہے۔ لیکن اس جگہ تو ہم حیران ہیں کہ اگر ہمدردی کریں تو کیا کریں۔ یہ خدا کا فعل ہے۔ اس میں نہ ہماری اور نہ آریوں صاحبوں کی کچھ پیش جاسکتی ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ تلاشی کے وقت میں پہلے وہی کاغذات برآمد ہوئے جن میں میری اور لیکھرام کی دستخطی تحریریں تھیں۔ چنانچہ وہ عہد نامہ صاحب

ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں پڑھا گیا اور مجلس عام میں اس کا ایسا اثر ہوا کہ بعض عہدہ داران پولیس جو صاحب بہادر کے ہمراہ آئے تھے وہ بول اٹھے کہ جبکہ اپنے مطالبہ سے لیکھرام نے یہ پیشگوئی حاصل کی تھی اور عہد نامہ لکھا گیا تھا تو پھر پیشگوئی کرنے والے پر شبہ کرنا بے محل ہے۔ خدا کے ہر ایک کام میں ایک حکمت ہوتی ہے۔ اس تلاشی میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ وہ کاغذات حکام کے سامنے پیش ہو گئے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ لیکھرام نے خود قادیان میں آ کر اور پچیس[۲۵] دن رہ کر پیشگوئی کا مطالبہ کیا۔ اور فریقین کی طرف سے تحریریں لکھی گئیں جن میں پیشگوئی کو فریقین کے مذہب کے صدق اور کذب کا میعار ٹھیرایا گیا اور حکام پر کھل گیا کہ یہ تحریریں بہت سے بیہودہ خیالات کا فیصلہ کرتی ہیں اور صاف سمجھا دیتی ہیں کہ یہ پیشگوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کشتی تھی اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا اور پرمیشر پر توکل کر کے دونوں مذہبوں کے پرکھنے کیلئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی اور اس پر راضی ہو گئے تھے۔ اور یہ ایک ایسا امر تھا کہ اگر اسی حیثیت سے چیف کورٹ کی عدالت میں پیش کیا جاتا تو ضرور چیف کورٹ کے ججوں کو اس کے واقعات پر غور کرنے سے گواہی دینی پڑتی کہ خدا نے اس مقدمہ میں اسلام کی آریوں پر ڈگری کی۔

مگر افسوس کہ ہمارے مولوی در پردہ اس سچے اور پاک خدا کے دشمن ہیں جو سچائی کی حمایت کرتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھلی کھلی پیشگوئی کی نسبت بھی جو دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے میعار کی طرح ٹھیرائی گئی تھی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح لوگ اس پر اعتقاد نہ لاویں۔ ہم انشاءاللہ عنقریب اس معاہدہ کو جو ہم میں اور لیکھرام میں ہوا تھا سراج منیر کے اخیر میں نقل کر دیں گے اور ہم نہایت ہمدردی سے مسلمانوں کو

نوٹ ۔ اس تلاشی سے یہ بھی ایک فائدہ ہوا کہ جو ہمارے مخالف مولویوں کو گمان تھا کہ اُن کے گھر میں عربی لکھنے کے لئے ایک کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے اور نیز آلاتِ رصد و نجوم اُن کے گھر میں مخفی رکھے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ ان سب بہتانوں کا بے اصل ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ منہ

صلاح دیتے ہیں کہ اگر اسلام کی محبت ہے تو ان مولویوں سے پرہیز کریں[1] آیندہ اگر اور بھی تجربہ کرنا ہے تو ان کا اختیار ہے۔ یہ مولوی بالکل ان فقیہوں اور فریسیوں کے خمیر سے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن تھے۔

اب ہم ایک بڑی حکمت اس خانہ تلاشی کی لکھتے ہیں جس کے تصور سے ہمیں اس قدر خوشی ہے کہ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ جس دن خانہ تلاشی ہونے والی تھی یعنی ۸/اپریل روز پنج شنبہ۔ اس دن افسران پولیس کے آنے سے چند منٹ پہلے میں اپنے رسالہ سراج منیر کی ایک کاپی پڑھ رہا تھا اور اس میں براہین احمدیہ کے حوالہ سے یہ مضمون تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو اپنی کلام میں میرا نام عیسیٰ رکھا ہے تو ایک وجہ مشابہت وہ ابتلاء ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو پیش کیا تھا۔ یعنی یہود کی قوم نے اپنی کوششوں سے اور نیز گورنمنٹ رُومیہ کو دھوکہ دینے سے چاہا کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دی جائے۔ اس عبارت کے پڑھنے کے وقت مجھے یہ خیال آیا کہ حضرت مسیحؑ کے دشمنوں نے دو پہلو اختیار کئے تھے۔ ایک یہ کہ اپنی طرف سے ایذا رسانی کی کوششیں کیں اور دوسرے یہ کہ گورنمنٹ کے ذریعہ سے بھی تکلیف دی۔ مگر میرے معاملہ میں تو اب تک صرف ایک پہلو ہے۔ یعنی صرف آریوں کی کوششیں اور اخباروں اور خطوط کے ذریعہ سے ان کی بدگوئی۔ اُس وقت معاً میرے دل نے خواہش کی کہ کیا اچھا ہوتا کہ گورنمنٹ کی دست اندازی کا پہلو بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتا تا وہ پیشگوئی جو لیکھرام کی نسبت اس

---

[1] مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی تو انہیں مخالفانہ تحریر کے لئے تکلیف اُٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ ''یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر'' پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھ لیں گے۔ اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارے میں ہوں گی جلا دیں گے۔ اور اگر وہ اب بھی گریز کریں تو اہل اسلام خود سمجھ لیں کہ ان کی کیا حالت ہے۔ اور کہاں تک ان کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ منہ

کی موت سے سترہ[۱۷] برس پہلے لکھی گئی ہے اپنے دونوں پہلوؤں کے ساتھ پُوری ہو جاتی ۔سو ابھی میں اس سوچ میں تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس مسجد میں ہیں ۔تب میں بڑی خوشی سے گیا اور صاحب بہادر نے مجھے کہا کہ ’’مجھے حکم آگیا ہے کہ قتل کے مقدمہ میں آپ کے گھر کی تلاشی کروں ۔‘‘ تلاشی کا نام سن کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی جیسے اس ملزم کو ہوسکتی ہے جس کو کہا جائے کہ تیرے گھر کی تلاشی نہیں ہوگی ۔تب میں نے کہا کہ آپ اطمینان کے ساتھ تلاشی کریں اور میں مدد دینے میں آپ کے ساتھ ہوں ۔اس کے بعد میں ان کو مع دوسرے افسروں کے اپنے مکان میں لے آیا ۔اور اوّل مردانہ مکان میں پھر زنانہ مکان میں ۔تمام بست جات وغیرہ انہوں نے دیکھ لئے اور مہمان خانہ و مطبع وغیرہ مکانات سب کے سب دکھلا دیئے گئے ۔

غرض صاحب موصوف نے عمدہ طور پر اپنے فرض منصبی کو ادا کیا اور بہت سا حصّہ وقت کا خرچ کر کے اور خدا کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پوری کر کے آخر آٹھ بجے رات کے قریب واپس چلے گئے ۔

یہ تو سب کچھ ہوا ۔مگر ہمیں اس بات کی نہایت خوشی ہوئی کہ اس روز براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ اور ۵۵۷ کی پیشگوئی کامل طور پر پوری ہوگئی ۔اور جیسا کہ لکھا تھا چمکدار نشان کے لوازم ظہور میں آگئے ۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۱۱؍اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) (یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے دو صفحوں پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۷۹ تا ۸۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لالہ گنگا بشن صاحب کی مرنے کے لئے درخواست

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اشتہار[1] ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں جس میں آریہ صاحبوں کے خیالات لیکھرام کی موت کی نسبت لکھے گئے تھے۔ دوسرے صفحہ کے دوسرے کالم میں لکھا تھا کہ اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہوسکتا اور میری نسبت یقین رکھتا ہے کہ گویا میں سازش قتل میں شریک ہوں تو ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک ہے اور اگر شریک نہیں تو ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل ہو جو ہیبت ناک ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو۔ اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک ایسے عذاب سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں گا اور اُس سزا کے لائق جو ایک قاتل کو ہونی چاہیے۔ اس اشتہار کے بعد ایک صاحب گنگا بشن نام نے اخبار سماچار مطبوعہ ۳؍ اپریل ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے قسم کھانے کے لئے اپنے تئیں مستعد ظاہر کیا اور صاف طور پر اقرار کر دیا کہ حسب منشاء اشتہار ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں قسم کھانے کے لئے طیار ہوں بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ میری قسم سے آیندہ کوئی آپ کے سامنے کھڑا نہیں ہوگا۔ یعنی تمام مخالف قومیں لاجواب ہو جائیں

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں صفحہ ۲۲۸ زیر نمبر ۱۶۹ درج ہے۔ (مرتب)

گی۔ مگر اپنی طرف سے یہ زائد شرط لگادی کہ میں اس صورت میں قسم کھاؤں گا کہ دس ہزار روپیہ میرے لئے جمع کر دیا جائے اس تصریح سے کہ اگر زندہ رہا تو اس روپیہ کا میں حق دار ہوں گا۔ سو ہم نے اس نئی شرط کو بھی جو ہمارے اشتہار کے منشاء سے زائد تھی۔ اس شرط[1] کے ساتھ قبول کیا کہ لالہ گنگا بشن اس مفصلہ ذیل مضمون کی قسم بذریعہ کسی مشہور اخبار کے شائع کریں اور نیز قادیان میں آکر بالمواجہ بھی میرا نام لے کر یہ قسم کھاویں کہ درحقیقت لیکھرام کے قتل میں اس شخص کی شراکت ہے اور اس کی خفیہ سازش سے اس کی موت ہوئی ہے۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ایک سال تک مجھ کو وہ موت آوے جس میں انسان کے منصوبہ کا دخل نہ ہو۔ اور ایسا ہی اخبار کے ذریعہ سے اور نیز بالمواجہ بھی یہ اقرار کریں کہ اگر میں ایک سال کے اندر حسب منشاء اس قسم کے مر گیا تو میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگا کہ درحقیقت لیکھرام خدا کے غضب سے اور پیشگوئی کے موافق ہلاک ہوا ہے اور نیز اس بات پر گواہی ہوگی کہ درحقیقت دینِ اسلام ہی سچا دین ہے اور باقی تمام مذاہب جیسا کہ آریہ مت سناتن دھرم اور عیسائی وغیرہ سب بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔ اس پر لالہ گنگا بشن صاحب ضمیمہ بھارت سدھار ۱۱؍اپریل ۱۸۹۷ء اور ہمدرد ہند لاہور ۱۲؍اپریل ۱۸۹۷ء میں فضول عذر شائع کرتے ہیں کہ یہ شرط اشتہار ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء میں موجود نہیں تھی۔ لہٰذا ہم ان کو اطلاع دیتے ہیں کہ اول تو خود تم نے ہمارے اشتہار ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء کی پابندی اختیار نہیں کی اور اپنی طرف سے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کی شرط زیادہ کر دی۔ جس پر ہمارا حق تھا کہ ہم بھی تمہاری اس قدر ترمیم پر جس قدر چاہتے پہلے اشتہار کی ترمیم کرتے۔ اور یہ ایک سیدھی بات ہے کہ آپ نے ہمارے اشتہار کے منشاء سے آگے قدم رکھ کر ایک نئی شرط اپنے فائدہ کے لئے زیادہ کر دی۔ اس لئے ہمارا بھی حق تھا کہ ہم بھی نئی شرط کے مقابل پر جس قدر چاہیں بڑھا دیں۔

علاوہ اس کے اگر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے کوئی امر تمہارے مقابل پر ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار کے مخالف پیش نہیں کیا۔ بلکہ وہ باتیں جو مجمل طور پر اشتہار مذکور میں پائی جاتی تھیں۔ ان کو کسی قدر تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اقرار جو بذریعہ اشتہار اور نیز بالمواجہ ہم تم

[1] دیکھئے جلد ہٰذا کے صفحہ ۲۵۷ پر زیر اشتہار نمبر ۱۷۱۔ (مرتب)

سے کرانا چاہتے ہیں یہ کوئی نئی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری یہ تمام کارروائی صرف اس غرض سے ہے کہ تا ہم ثابت کریں کہ دنیا میں صرف **دین اسلام ہی سچا مذہب ہے اور دوسرے تمام مذہب باطل** ہیں۔ اور اگر یہ غرض درمیان نہ ہو تو یہ سب جھگڑے ہی عبث ہیں اور ہمارے الہام بھی عبث۔ یہی تو ایک **مدعا** ہے یعنی دین اسلام کی سچائی ثابت کرنا۔ جس کے لئے یہ نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے سماچار ۱۳؍اپریل ۱۸۹۷ء کی تحریر میں اس بات کا خود بھی اقرار کر لیا جبکہ یہ کہا کہ ”میرے مرنے کے بعد دوسرے لوگ آپ کے مقابل پر کھڑے نہیں ہوں گے“ کیا اس تحریر کا بجز اس کے کوئی اور مدعا تھا کہ اس فتح کے بعد دوسرے مذہبوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ سو ہم آپ سے بذریعہ اخبار اور نیز بالمواجہ یہی اقرار چاہتے ہیں اور پنڈت لیکھرام سے بھی پیشگوئی کے مطالبہ یہی اقرار لیا گیا تھا کہ یہ پیشگوئی آریہ مذہب اور اسلام میں بطور فیصلہ کرنے والے منصف کے متصور ہوگی۔ وہی عہد نامہ ۸؍اپریل ۱۸۹۷ء کو تلاشی کے وقت صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے حضور میں پڑھا گیا تھا۔ میں سوچ میں ہوں کہ اقرار کے بعد یہ بیہودہ انکار آپ نے کیوں کر دیا۔ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ تمام ہماری سرگرمی اس غرض سے نہیں ہے کہ کوئی شخص ہم کو منجموں اور رمّالوں کی طرح مان لے یا صرف سچی پیشگوئیوں والا سمجھ لے۔ اس قسم کی لغو تعریفوں سے تو ہم بدل بیزار ہیں۔ بلکہ یہ سب اسلام کی تائید میں خدا تعالیٰ کے الہام ہیں اور اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کیلئے یہ سب کام وہ قادر مطلق اپنے ہاتھ سے کر رہا ہے۔ جس کا نام اللہ ہے۔ جَلَّ جَلَالُہٗ۔

اب ہم صاف لفظوں میں لالہ گنگا بشن کو مطلع کرتے ہیں کہ اس قسم کی چالبازی دیانت کے طریق سے بعید ہے۔ ہم نے ان کے دس ہزار کے مطالبہ پر کسی غیر متعلق اور بے جا شرط کو زیادہ نہیں کیا بلکہ یہ وہی شرط ہے جو ہماری تمام کارروائی میں ہمیشہ سے ملحوظ اور ہماری زندگی کی علّتِ غائی ہے۔ اگر اسی شرط کو ساقط کیا گیا تو باقی کیا رہا؟ کیا ہم ایک انسان کی جان ناحق ضائع کرنی چاہتے ہیں؟ یا ہم صرف ایک بے ہودہ لہو ولعب کے مشتاق ہیں جس کا دین کے لیے کوئی بھی نتیجہ نہ ہو۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس قدر عظیم الشان معرکہ میں جس میں دس ہزار روپیہ نقد پہلے جمع

کرادیا جائے گا کچھ تو ہمارا مقصد اور غرض ہونی چاہیے۔ پس کیا وہ یہی غرض ہو سکتی ہے کہ ہمیں کوئی جوتشیوں اور رملیوں کی طرح سمجھ لے؟ نہیں بلکہ اس قدر مالی زیر باری اٹھانے کے لئے محض ہم اس لئے طیار ہو گئے ہیں کہ تا اس سے اسلام کے مقابل پر ہندو مذہب کا فیصلہ ہو جائے۔ سو اگر لالہ بشن صاحب اس میدان کا بہادر اپنے تئیں سمجھتے ہیں تو اب بیہودہ حیلوں حوالوں سے اپنا قدم باہر نہ کریں۔ وہ اپنے اس اقرار کو یاد کریں جو اپنی قلم سے ۳/اپریل کے سماچار میں شائع کر بیٹھے ہیں۔

ان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جس حالت میں ان کا مقولہ ہے کہ بعض وقت میں خدا کو بھی جواب دے دیتا ہوں تو پھر دس ہزار روپیہ کی طمع پر اُن کو یہ کہنا کیا مشکل ہے کہ اگر میں مر گیا تو میرا مرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہوگا کہ دنیا میں صرف دین اسلام ہی سچا ہے اور دوسرے مذہب جو اس کے مخالف ہیں جیسے آریہ مذہب اور سناتن دھرم اور عیسائی مذہب سب باطل ہیں اور نیز کہ اگر میں مر گیا تو میرا مرنا اس بات کو ثابت کرے گا کہ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ غرض انہی مفید باتوں کے لئے تو ہم دس ہزار روپیہ دیتے ہیں اور یہ رقم کثیر اسی اقرار کی تو قیمت ہے ورنہ ہم نے اپنے اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء میں ایک حَبّہ دینے کا بھی کسی کے ساتھ عہد نہیں کیا۔ یہی تو وہ غرض ہے جس کو ہم نے مدنظر رکھ کر گنگا بشن صاحب کو منہ مانگی مراد دی۔

ناظرین ذرہ سوچیں کہ ایسا شخص جو خود کہتا ہے کہ مجھ کو کسی مذہب سے دلی تعلق نہیں یہاں تک کہ بعض وقت خدا کو بھی جواب دے دیا کرتا ہوں اس پر ان دو اقرار کرنے سے کونسی مصیبت پڑتی ہے۔ بہرحال یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ جبکہ گنگا بشن صاحب نے اپنی طرف سے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کی شرط بڑھا دی ہے۔ جس کا ہمارے اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء میں نام ونشان نہ تھا تو ہم اس شرط کے عوض میں یہ چاہتے ہیں کہ وہ اخبار کے ذریعہ سے اور نیز جلسہ عام میں قسم کے ساتھ ہمارے اصل مقصد کا تصریح کے ساتھ اقرار کریں۔ اور پھر ہم مکرر لکھ دیتے ہیں کہ جو اقرار وہ اخبار میں بقید اپنی ولدیت وقومیّت وسکونت وضلع وثبت شہادت گواہان معززین شائع کریں گے۔ اُس کا لفظ بلفظ

یہ مضمون ہوگا۔

’’میں فلاں ابن فلاں قوم فلاں ساکن قصبہ فلاں ضلع فلاں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی یا پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت پنڈت لیکھرام کا قاتل ہے اور میں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ بالضرور لیکھرام غلام احمد کی سازش اور شراکت سے قتل کیا گیا ہے اور ایسا ہی پورے یقین سے جانتا ہوں کہ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی بلکہ ایک انسانی منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے بہانہ سے عمل میں آیا۔ اگر میرا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اے خدائے قادر مطلق اس شخص کا سچ ظاہر کرنے کے لئے اپنا یہ نشان دِکھلا کہ ایک سال کے اندر مجھے ایسی موت دے کہ جو انسان کے منصوبہ سے نہ ہو۔ اور اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا۔ تو تمام دنیا یاد رکھے کہ میرا مرنا اس بات کی گواہی ہوگی کہ واقعی طور پر یہ خدا کا الہام تھا۔ انسانی سازش نہیں تھی اور نیز یہ کہ واقعی طور پر سچا دین اسلام ہے اور دوسرے تمام مذہب جیسے آریہ مذہب اور سناتن دھرم اور عیسائی وغیرہ تمام بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔‘‘

غرض اس مضمون کی قسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں چھپوانی ہوگی اور یہی قسم قادیان میں آکر جلسہ عام میں کھانی ہوگی۔ اب اگر میں اس وعدہ سے پھر جاؤں تو میرے پر خدا کی لعنت ورنہ تمہارے پر۔

آپ کی درخواست کے موافق مجھ پر واجب ہوگا کہ میں دس ہزار روپیہ آپ کے لئے جمع کرادوں۔ اور میری درخواست کے موافق آپ پر واجب ہوگا کہ آپ بلاکم وبیش اسی قسم کا اقرار مؤکد بقسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں جیسا کہ اخبار عام شائع کر دیں۔ اور جیسا کہ میں تسلیم کر چکا ہوں آپ کے اس چھپے ہوئے اقرار کے پہنچنے کے بعد دو مہینے تک دس ہزار روپیہ جمع کرادوں گا اگر نہ کراؤں تب بھی کاذب شمار کیا جاؤں گا۔ اور یہ کہنا کہ ’’ایک سال کو میں نہیں مانتا بلکہ چاہتا ہوں کہ فوراً زمین میں

غرق کیا جاؤں یا یہ کہ مہینہ اور تاریخ اور گھنٹہ موت کا مجھے بتلایا جائے۔‘‘ یہ آپ کے پہلے اقرار کے برخلاف ہے۔ جو سما چار ۳؍ اپریل ۱۸۹۷ء میں کر چکے ہو۔ علاوہ اس کے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں۔ اس کے حکم سے زیادہ نہیں کہہ سکتا اور نہ کم۔ ہاں اگر میعاد کے اندر کوئی زیادہ تشریح خدا تعالیٰ کی طرف سے کی گئی تو میں اس کو شائع کر دوں گا۔ مگر کوئی عہد نہیں۔ آپ اگر اپنی پہلی بہادری پر قائم ہیں تو ایک سال کی شرط کو قبول کر لیں۔ میں یہ اقرار بھی کرتا ہوں کہ صرف اس حالت میں یہ نشان نشان سمجھا جائے گا کہ جب کسی انسانی منصوبہ سے آپ کی موت نہ ہو اور کسی دشمن بداندیش کے قتل کا شبہ نہ ہو۔

غرض یہ **بات میرے اقرار میں** داخل ہے کہ اگر آپ کی موت **قتل یا زہر خورانی کے** ذریعہ سے ہو جائے یا کسی اور ایسے ہی واقعہ سے وقوع میں آئے جس میں کسی دشمن کے منصوبہ کا دخل ثابت ہو تو بے شک میں جھوٹا ٹھیروں گا۔ لیکن اگر آپ ہی اپنے قتل ہونے کا باعث ہو جائیں۔ مثلاً کسی بے گناہ کو قتل کریں اور اس کے عوض میں آپ کو پھانسی دیدے یا کسی وجہ سے خودکشی کر لیں یا زہر کھا لیں۔ غرض ثابت نہ ہو کہ کسی دشمن کے منصوبہ کا آپ کی موت میں دخل نہیں تو نہ صرف یہ کہ آپ کے وارثوں کو دس ہزار روپیہ ملے گا بلکہ شرعاً و قانوناً میں جرم قتل کا مجرم ٹھہروں گا!!؍

اور یاد رہے کہ اشتہار ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں ہمارا یہ قول کہ وہ عذاب کسی انسان کے ہاتھوں اور منصوبہ سے نہ ہو۔ اس سے مراد وہ انسانی منصوبہ ہے جو عداوت اور بدنیتی پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنے جرم کی سزا میں مثلاً بغاوت میں یا قتل عمد میں عدالت کے ذریعہ پھانسی کی سزا پاوے۔ یا مثلاً کسی ایسی اپنی دوا کو غلطی سے اندازہ سے زیادہ کھا لے جس میں کوئی حصہ زہر کا ملا ہوا ہو اور اس سے مر جائے تو ایسی تمام صورتیں ہمارے بیان سے مستثنٰی ہیں اور ایسی حالتوں میں بے شک کہا جائے گا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ گو ہم بدل چاہتے ہیں کہ ایسی حالتوں سے بھی آپ الگ رہیں۔ اور یاد رہے کہ اگر آئندہ اس مطالبہ کے برخلاف آپ کی طرف سے یا آپ کے کسی اور ہم قوم کی طرف سے کوئی اور تحریر شائع ہوئی تو اس کو فضول سمجھ کر اعراض کیا جائے گا۔ اور اگر ۱۰؍ مئی ۱۸۹۷ء تک بذریعہ رجسٹری

حسب منشاء جواب مطبوعہ نہ ملا تو پھر آپ قابل خطاب نہیں ٹھیریں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۱۶؍اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

نوٹ ۔ یہ ضروری ہوگا کہ آپ میعاد کے اخیر دن تک اپنے اس اقرار کے مخالف کوئی تحریر مطبوعہ شائع نہ کریں۔ یعنی بعد اس اقرار کے کہ آپ اپنا مرنا دین اسلام کی سچائی اور دوسرے مذہبوں کے باطل ہونے پر گواہ قرار دیں۔ کوئی ایسا نوشتہ چھپا ہو شائع نہ کریں جو اس اقرار کے برعکس ہو۔ اور نیز اس بات کا لحاظ ضروری ہوگا کہ جب آپ قادیان میں آکر حسب ہدایت مذکور قسم کھاویں اور حسب مرقومہ بالا اقرار کریں تو یہ قسم اور یہ اقرار تین مرتبہ بآواز بلند جلسہ عام میں کریں اور ہماری طرف سے **آمین** ہوگی[1] اور نیز یہ ضروری ہوگا کہ آپ ہمارے بلانے کے بعد اسی مقررہ تاریخ اور وقت اور دن پر بلاتوقف حاضر ہو جائیں۔ ہاں یہ بھی ضرور ہوگا کہ ہم ایک ہفتہ پہلے بذریعہ ایک رجسٹری شدہ خط کے تاریخ اور وقت اور دن حاضری سے آپ کو اطلاع دیں۔ اور اس جگہ یاد رہے کہ تین اور صاحب گنگا بشن کی طرح قسم کھانے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا نام حکیم سنت رام ہے جو پنڈ دادن خان سے اور دوسرے صاحب رنجیت رائے اسسٹنٹ سیکرٹری آریہ سماج سری گوبند پورہ ضلع گورداسپورہ سے اسی مضمون کا خط بھیجتے ہیں اور تیسرے صاحب اپنا نام دولت رام بیان کر کے اخبار سنگھ سبھا پنجاب گزٹ امرتسر ۱۵؍اپریل ۱۸۹۷ء میں قسم کھانے کے لئے مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ صاحب بجائے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کے دو ہزار روپیہ پر راضی ہو گئے ہیں۔ سو یہ ان کی مہربانی اور عنایت ہے۔ لیکن ان تمام صاحبان کو واضح رہے کہ اگرچہ بے شک آپ لوگ بھی معزز اور آریہ قوم

---

[1] اور وہی دن سال کا پہلا دن بموجب انگریزی مہینوں کے شمار کیا جاوے گا۔ منہ

کی طرز زندگی کے اعلیٰ نمونہ ہیں لیکن لالہ گنگا بشن صاحب نے سب سے پہلے اس ارادہ کو بذریعہ چند اخبار شائع کیا ہے۔ اس لئے ان کا حق سب پر مقدم ہے۔ اور جب تک لالہ صاحب موصوف ان تمام شرائط سے جو اس اشتہار میں انہیں کی تحریک سے لکھی گئی ہیں گریز اختیار نہ کریں اور میدان سے بھاگ نہ جائیں تب تک ہم دوسری طرف التفات نہیں کر سکتے اور نہ یہ حق دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ خود ان شرائط سے پہلو تہی کریں تو پھر اس صورت میں کوئی دوسرا درخواست کر سکتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ اشتہار اپنی شرائط کے ساتھ تجویز ناطق ہے اور کسی صورت میں کمی بیشی ان شرائط کی جائز نہ ہوگی۔ اور یہ تمام شرائط ہر ایک کے لئے جو میدان میں آوے ایک اٹل قانون کی طرح سمجھی جائیں گی۔ منہ

نوٹ۔ ہمدرد ہند لاہور ۱۲؍ اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن صاحب نے ایک اور شرط زیادہ کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں یعنی یہ راقم حسب قرارداد بصورت جھوٹا نکلنے کے پھانسی کی موت سے مارا جائے تو میری لاش ان کو یعنی گنگا بشن کو مل جائے اور پھر وہ اس لاش سے جو چاہیں کریں۔ جلادیں دریا بُرد کریں۔ یا اور کارروئی کریں۔ سو واضح رہے کہ یہ شرط بھی مجھے منظور ہے اور میرے نزدیک بھی جھوٹے کی لاش ہر ایک ذلت کے لائق ہے۔ اور یہ شرط درحقیقت نہایت ضروری تھی جو لالہ گنگا بشن صاحب کو عین موقعہ پر یاد آ گئی۔ لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ یہی شرط بالمقابل اپنے لئے بھی قائم کریں۔ ہم نے مناسب نہیں دیکھا کہ ابتداءً اپنی طرف سے یہ شرط لگاویں۔ مگر اب چونکہ لالہ گنگا بشن صاحب نے بخوشی یہ شرط قائم کر دی۔ اس لئے ہم بھی تہ دل سے شکر گذار ہو کر اور اس شرط کو قبول کر کے اسی قسم کی شرط اپنے لیے قائم کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب گنگا بشن صاحب حسب منشاء پیشگوئی مر جائیں تو اُن کی لاش بھی ہمیں مل جائے تا بطور نشان فتح وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے۔ اور ہم اس لاش کو ضائع نہیں کریں گے بلکہ بطور نشان فتح مناسب مصالحوں کے ساتھ محفوظ رکھ کر کسی عام منظر میں یا لاہور کے عجائب گھر میں رکھا دیں گے۔ لیکن چونکہ لاش کے وصول پانے کے لئے ابھی سے کوئی احسن انتظام چاہیے۔ لہٰذا اس سے زیادہ کوئی انتظام احسن معلوم نہیں ہوتا کہ پنڈت لیکھرام کی یادگار کے لئے جو

پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار روپیہ جمع ہوا ہے اس میں سے دس ہزار روپیہ بطور ضمانت لاش ضبط ہوکر سرکاری بنک میں جمع رہے اور کاغذات خزانہ میں یہ لکھوا دیا جائے کہ اگر ایک سال کے اندر گنگا بشن فوت ہو گیا اور اس کی لاش ہمارے حوالہ نہ کی گئی تو بعوض اس کے بطور قیمت لاش یا تاوان عدم حوالگی لاش دس ہزار روپیہ ہمارے حوالہ کر دیا جائے گا اور ایسے اقرار کی ایک نقل معہ دستخط عہدہ دار افسر خزانہ کے مجھے بھی ملنی چاہیے۔تا ثانی الحال مطالبہ روپیہ میں دقت نہ ہو۔اور واضح رہے کہ اگر گنگا بشن گریز کر جائے تو بجائے اس کے جو اور آریہ صاحب مقابلہ پر آویں۔ان کو بھی پابندی اس شرط کی اور ایسا ہی دوسری شرائط کی حسب تصریحات مذکورہ بالا ضروری ہوگی۔اور اگر ہماری لاش پر گنگا بشن صاحب قادر نہ ہو سکیں تو وہ دس ہزار روپیہ جو ہماری طرف سے جمع ہوگا وہ گنگا بشن صاحب کے لئے بطور نشانِ فتح سمجھا جائے گا۔

اب جانبین کی شرطیں کمال تک پہنچ گئیں۔آیندہ کسی فریق کو جائز نہ ہوگا۔جو ان شرائط سے کم یا زیادہ کرے ورنہ اس کی گریز اور شکست متصور ہوگی۔اور آیندہ ایسے شخص سے ہرگز خطاب نہیں کیا جائے گا۔منه

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۲}$ کے دو صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۸۳ تا ۹۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

محال است سعدی کہ راہِ صفا توان یافت جز در پئے مصطفٰے[1]

سردار راج اندر سنگھ صاحب متوجہ ہو کر سنیں

آپ کا رسالہ جس کا نام آپ نے خبط قادیانی کا علاج رکھا ہے میرے پاس پہنچا اس میں جس قدر آپ نے ہمارے سید و مولیٰ جناب محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور نہایت بے باکی سے بے ادبیاں کیں اور بے اصل تہمتیں لگائیں اس کا ہم کیا جواب دیں اور کیا لکھیں۔ سو ہم اس معاملہ کو اس قادر توانا کے سپرد کرتے ہیں جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ ہمارا افسوس اور بھی آپ کی نسبت ہوتا ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کس ادب اور تہذیب سے ہم نے ست بچن کو تالیف کیا تھا اور کیسے نیک الفاظ سے آپ کے باوا صاحب کو یاد کیا تھا اور اس کا عوض آپ نے یہ دیا۔ اگر آپ کو علم اور انصاف سے کچھ بہرہ ہوتا۔ اور دل میں پرہیزگاری ہوتی تو آپ ان بیہودہ افتراؤں کی پیروی نہ کرتے جن کا ہماری معتبر اور مسلّم اور پاک کتابوں میں کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا۔ خدا کا وہ مقدس پیارا جس نے اُس کی عزت اور جلال کے لئے اپنی جان کو ایک کیڑے کی جان کے برابر بھی عزت نہیں دی اور اُس کے لئے ہزاروں موتوں کو قبول کیا۔ اس کو آپ نے گندی گالیاں دیں

---

[1] ترجمہ۔ اے سعدی صفائی کے راستہ کو پانا محمد مصطفیؐ کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔

اور اُس کی پاک شان میں طرح طرح کی بے باکیاں اور شوخیاں کیں۔ میرا خیال اب تک نہ تھا کہ سکھ صاحبوں میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ آفتاب آپ کی نظر میں ایک ناچیز خس وخاشاک دکھائی دیا۔ اے غافل! وہی ایک نور ہے جس نے دنیا کو تاریکی میں پایا اور روشن کیا اور مردہ پایا اور جان بخشی تمام نبوتیں اس سے ثابت ہوئیں اور وہ اپنی ذات میں ثابت ہے۔

بھلا بتاؤ! کہ اس کے سوا آج اس موجودہ دنیا میں کون ہے جس کا کوئی پیرو دم مار سکتا ہو کہ میں دعا اور خدا کی نصرت میں اپنے مخالف پر غالب آسکتا ہوں؟ یوں تو کوچہ کوچہ اور گلی گلی میں مذہب پھیلے ہوئے ہیں اور ہر ایک اپنے نبی یا اوتار کے اعجوبے **قصّوں** اور کہانیوں کے رنگ میں بیان کر رہا ہے اور پستکوں اور کتابوں کے حوالہ سے ہزاروں خوارق ان کے بیان کئے جاتے ہیں۔ **لیکن سوال** تو یہ ہے کہ ان قصوں کا **ثبوت** کیا ہے اور کس کو ہم جھوٹا کہیں اور کس کو ہم سچا سمجھیں؟ اور اگر یہ قصے صحیح تھے تو اب کیوں یہ مصیبت پیش آئی کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصے ہی قصے رہ گئے؟ سچوں کا نور ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ذرہ خود انصاف کرو کہ کیا گذشتہ باتوں کا فیصلہ صرف باتوں سے ہوسکتا ہے؟ کوئی بُرا مانے یا بھلا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان تمام مذہبوں میں سے سچ پر قائم وہی مذہب ہے جس پر خدا کا ہاتھ ہے اور وہی مقبول دین ہے جس کی قبولیت کے نور **ہر ایک** زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ **سو دیکھو!** میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ روشن مذہب **اسلام** ہے جس کے ساتھ خدا کی تائیدیں ہر وقت شامل ہیں۔ کیا ہی بزرگ قدر وہ رسول ہے جس سے ہم ہمیشہ تازہ بتازہ روشنی پاتے ہیں۔ اور کیا ہی برگزیدہ وہ نبی ہے جس کی محبت سے روح القدس ہمارے اندر سکونت کرتی ہے تب ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور عجائب کام ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ زندہ خدا کا مزہ ہم اسی راہ میں دیکھتے ہیں۔ باقی سب **مُردہ پرستیاں** ہیں۔

کہاں ہیں مردہ پرست! کیا وہ بول سکتے ہیں؟ کہاں ہیں مخلوق پرست! کیا وہ ہمارے آگے ٹھیر سکتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو شرارت سے کہتے تھے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی نہیں ہوئی اور نہ کوئی نشان ظاہر ہوا؟ دیکھو! میں کہتا ہوں کہ وہ **شرمندہ** ہوں گے اور عنقریب

وہ چھپتے پھریں گے! اور وہ وقت آتا ہے بلکہ آ گیا کہ اسلام کی سچائی کا نور منکروں کے منہ پر طمانچے مارے گا! اور انہیں نہیں دکھائی دے گا کہ کہاں چھپیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ میں نے دو مرتبہ باوا نانک صاحب کو کشفی حالت میں دیکھا ہے اور ان کو اس بات کا اقراری پایا ہے کہ انہوں نے اُسی نور سے روشنی حاصل کی ہے۔ فضولیاں اور جھوٹ بولنا مردار خوروں کا کام ہے۔ میں وہی کہتا ہوں کہ جو میں نے دیکھا ہے۔ اسی وجہ سے میں باوا نانک صاحب کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اس چشمہ سے پانی پیتے تھے جس سے ہم پیتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس معرفت سے بات کر رہا ہوں کہ جو مجھے عطا کی گئی ہے۔

اب اگر آپ کو اس بات سے انکار ہے کہ باوا نانک صاحب **مسلمان** تھے اور نیز آپ کو اس بات پر اصرار ہے کہ بقول آپ کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ بدکار آدمی تھے تو میں آپ پر صرف منقولی استدلال سے اتمام حجت کرنا نہیں چاہتا بلکہ ایک اور طریق سے آپ پر **خدا کی حجت** پوری کرنا چاہتا ہوں جو آگے چل کر بیان کروں گا اور منقولی استدلال پر اس لئے حصر رکھنا پسند نہیں کرتا کہ بوجہ **قلّتِ استعداد** یہ راہ آپ کے لئے نہایت مشکل ہے۔ آپ لوگ صرف نادان پادریوں اور ایسا ہی اور بیہودہ اور ناسمجھ آدمیوں کے اعتراضات سن کر بوجہ دلی بخل کے اُن کو سچ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور پھر بغیر تحقیق اور تفتیش کے اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بدزبانی شروع کر دی ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اسی شتاب کاری نے جو نادانی اور تعصب کے ساتھ ملی ہوئی تھی دنیا کو تباہی میں ڈال دیا ہے اور جہالت اور مفتریانہ روایات نے آفتاب پر تھوکنے کے لئے ان کو دلیر کر دیا ہے۔ اگر آنکھیں ہوں تو کس قدر ندامت ہو۔ اور اگر بصیرت ہو تو کس قدر اپنی خطا پر رو ویں۔

اے غافلو! وہ عزت اور شوکت جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ کیا جھوٹے کو مل سکتی ہے؟ یقیناً سمجھو کہ یہ بات خدا کی خدائی پر داغ لگاتی ہے کہ دنیا میں جھوٹے نبی کو وہ دائمی عزت اور قبولیت دی جائے جو سچوں کو ملتی ہے کیونکہ اس صورت میں حق مشتبہ ہو جاتا ہے اور امان اُٹھ جاتا ہے۔ کیا کسی نے دیکھا کہ مثلاً ایک جھوٹا تحصیلدار سچے تحصیلدار کے مقابل پر دو چار برس تک مقدمات کرتا رہا۔

اور کسی کو قید اور کسی کو رہائی دیتا رہا اور اعلیٰ افسر اس مکان پر گزرتے رہے مگر کسی نے اس کو نہ پکڑا نہ پوچھا بلکہ اس کا حکم ایسا ہی چلتا رہا جیسا کہ سچے کا؟ سو یقیناً سمجھو! کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے کہ ایک نبی کی اتنی بڑی عزتیں اور شوکتیں دنیا میں پھیل جائیں کہ کروڑہا مخلوق اُس کی امت ہو جائے۔ بادشاہیاں قائم ہو جائیں اور صدہا برس گذر جائیں اور دراصل وہ نبی جھوٹا ہو۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ایک بھی اس کی نظیر نہیں پاؤ گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ دراصل کوئی نبی سچا ہو اور کتاب سچی ہو۔ پھر مرور زمانہ سے اس کتاب کی تعلیم بگڑ جائے۔ اور لوگ غلط فہمی سے اس کے منشاء کے برخلاف عمل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر بگڑا ہوا مذہب جو دنیا میں پھیل گیا تھا اور جس نے ایک عمر پائی وہ سچی جڑ اپنے اندر مخفی رکھتا ہے گو اس کی تمام صورت بدلائی گئی۔ اسی لئے اسلام کسی عمر پانے والے اور جڑ پکڑنے والے مذہب کے پیشوا کو بدی سے یاد نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ جو لوگ خدا کے حکم سے آتے اور اس کی کتاب لاتے ہیں اُن کے پہلو بہ پہلو عزت اور جلال میں وہ لوگ بھی ہوں جو ناپاک طبع اور خدا پر افترا کرنے والے ہیں۔ نہ انسانی گورنمنٹ کی غیرت اس بات کو قبول کر سکتی ہے اور نہ خدا کی غیرت۔ کہ جو لوگ جھوٹے طور پر اپنے تئیں عہدہ دار اور سرکاری ملازم ظاہر کرتے ہیں اُن کو ایسی عزت دی جائے جیسا کہ سچے کو اور اُن کو اپنے مفتریانہ کاموں میں ایسا ہی چھوڑا جائے جیسا کہ سچوں کو اپنی جائز حکومتوں میں۔

اور وہ طریق جس کے رُو سے اس وقت آپ پر خدا کی حجت پوری کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ باوا نانک صاحب مسلمان نہیں تھے اور میں کہتا ہوں کہ درحقیقت وہ مسلمان تھے[۱]۔ اور جیسا کہ بالا کی جنم ساکھی میں لکھا ہے۔ درحقیقت چولا جو اَبْ ڈیرہ نانک میں موجود ہے یہ باوا نانک صاحب کا چولا تھا جو اُن کے مذہب کو ظاہر کرتا ہے اور چولا کی عزت جو اب کی جاتی ہے درحقیقت یہ پرانی عزت ہے جو باوا صاحب سے ہی شروع ہوئی۔

---

[۱] باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا آپ کی ایک جنم ساکھی سے بھی پایا جاتا ہے جس نے صاف لفظوں میں اس بات کی طرف ایما کی ہے کہ باوا صاحب نے آخری عمر میں حیات خاں نامی ایک مسلمان کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ منہ

(۲) دوسرے آپ کا دعویٰ ہے کہ نعوذ باللہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدکار اور فاسق آدمی تھے اور باوانانک صاحب آنجناب سے بیزار تھے اور آنحضرتؐ کو بُرا کہا کرتے تھے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ بلکہ یہ باتیں اس وقت گرنتھوں میں ملائی گئی ہیں جبکہ سِکھ مذہب میں بہت سا تعصب داخل ہو گیا تھا۔ ورنہ باوا صاحب درحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں فدا تھے۔ **اب فیصلہ** اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ آپ اگر اپنے اس عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں تو ایک مجلس عام میں اس مضمون کی **قسم کھاویں** کہ درحقیقت باوانانک دین اسلام سے بیزار تھے۔ اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کو بُرا سمجھتے تھے اور نیز درحقیقت پیغمبر اسلام نعوذ باللہ فاسق اور بدکار تھے اور خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں تو اے قادر کرتار مجھے ایک سال تک اس گستاخی کی سخت سزا دے اور ہم آپ کی اس قسم پر پانسو روپیہؐ ایک جگہ پر جہاں آپ کی اطمینان ہو جمع کرا دیتے ہیں۔ پس اگر آپ درحقیقت سچے ہوں گے **تو سال** کے عرصہ تک آپ کے ایک بال کا نقصان بھی نہیں ہوگا بلکہ مفت پانسو روپیہ آپ کو ملے گا اور ہماری ذِلّت اور روسیاہی ہوگی۔ اور اگر آپ پر کوئی عذاب نازل ہو گیا تو تمام سِکھ صاحبان درست ہو جائیں گے۔

میں جانتا ہوں کے سِکھ صاحبوں کو اسلام سے ایک مناسبت ہے جو ہندوؤں کو نہیں۔ اور وہ جلد آسمانی نشان کو سمجھ لیں گے۔ آپ لوگ ہندوؤں کی طرح بزدل نہیں بلکہ ایک بہادر قوم ہیں۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ اس طریق فیصلہ کو ضرور قبول کر لیں گے۔ اوّل ایک اخبار[1] میں حسب بیان مذکورہ بالا چھپوانا ہوگا کہ میں ایسی قسم کھانے کے لئے طیّار ہوں اور پھر ہماری چھپی ہوئی تحریر پہنچنے کے بعد قادیان میں آ کر جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھانی ہوگی۔

اب اس میں آپ زیادہ پیچ نہ ڈالیں۔ اس بات کو منظور کر لیں ہمارے دل گالیاں سنتے سنتے زخمی

[1] یہ ضروری ہوگا کہ جس اخبار میں آپ یہ اقرار شائع کریں ایک پرچہ اس اخبار کا بذریعہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم ذمہ وار ہوں گے کہ تین ہفتہ تک روز وصول اخبار سے آپ کے لئے پانسو روپیہؐ جمع کرا دیں بشرطیکہ آپ بلاکم وبیش حسب ہدایت ہمارے اشتہار کے اقرارات مطلوبہ کو اپنی طرف سے شائع کر دیں۔ منہ

ہو گئے ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہمیں روسیاہی اور ذلت پیش آئے گی اور لعنت کی موت سے ہم مریں گے۔ اور اگر ہم سچے ہیں تو خدا ہمارا انصاف کرے گا۔ میں آپ کو اس پرمیشر کی قسم دیتا ہوں جس کی جناب میں آپ باوا نانک صاحب کو واصل سمجھتے ہیں اور باوا صاحب کی عزت کا آپ کی خدمت میں واسطہ ڈالتا ہوں کہ آپ ضرور اس طریق امتحان کو قبول کر لیں۔ اور اگر اب بھی آپ میدان میں نہ آئیں اور حسب تصریح بالا قسم نہ کھائیں اور کمینہ بہانے پیش کریں تو **تمام دنیا گواہ رہے** کہ ان چند سطور کے ساتھ آپ کے رسالہ کا **جھوٹا** ہونا ثابت ہو گیا۔

اور ناواقف لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں بار بار موت یا عذاب کی پیشگوئیاں کی جاتی ہیں۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کے پاک بندوں کو بُرا کہنے والے **کس بشارت** کی پیشگوئی کے مستحق ہیں؟ نبیوں کے وقت میں بھی یہی ہوا۔ اور مسیح موعودؑ کے لئے بھی لکھا ہے کہ ’’**اُس کے دم سے کافر مریں گے**‘‘ یعنی اس کی دعا سے اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ سو اگر عذاب کی پیشگوئیاں بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ میں آگئی ؎

در کوئے نیکنامی مارا گذر ندادند　　　گر تو نمی پسندی تغییر کُن قضا را[۱]

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۱۸؍اپریل ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان　　(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے دو صفحوں پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۹۲ تا ۹۹)

نوٹ۔ ہم آپ سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی انسان کے ہاتھ سے آپ کو تکلیف پہنچے تو وہ ہماری بددُعا کا اثر ہرگز نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ہم صرف اس صورت میں صادق ٹھیریں گے کہ جب بغیر انسانی ہاتھوں کے محض خدا کی تقدیر سے آپ کسی لاعلاج بیماری اور آفت اور مصیبت میں ایک سال تک مبتلا ہو جائیں جس کا خاتمہ موت پر ہو اور اگر ایسا نہ ہوا تو بہر حال ہم جھوٹے ٹھیریں گے اور آپ پانسو روپیہ پانے کے مستحق ٹھیر جائیں گے۔ منہ

---

[۱] ترجمہ۔ نیک نامی کے راستہ ہمیں رسائی نہیں ملی اگر تجھے پسند نہیں تو حکم قضا کو بدل لے (اگر تجھ سے ہو سکے)

لالہ گنگا بشن[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

لالہ گنگا بشن صاحب کا اشتہار جس کا عنوان یہ ہے ’’مرزا غلام احمد صاحب کی پھانسی کی خواہش‘‘ آج بذریعہ رجسٹری مجھ کو پہنچا۔ تاریخ کوئی نہیں۔ وہ اپنے اشتہار کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ ’’میں اپنی لاش دینی نہیں چاہتا‘‘ اور پھر صفحہ ۴ میں لکھا ہے کہ ’’میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا تو میرے والدین کا کوئی حق نہ ہوگا کہ میری لاش لیں۔ ہاں اگر لیں تو مرزا غلام احمد صاحب کو دس ہزار روپیہ دیں۔‘‘ اور ساتھ ہی اس بات کا عذر لکھا ہے کہ ’’میں دس ہزار روپیہ جمع نہیں کرا سکتا۔ اور میں آریہ سماج کا ممبر نہیں۔ پھر وہ کیونکر میری امداد کریں گے۔‘‘

افسوس کہ گنگا بشن نے اس اشتہار کے لکھنے میں ناحق وقت ضائع کیا۔ حالانکہ ہم اپنے اشتہار[2] ۱۶؍اپریل ۱۸۹۷ء میں لکھ چکے تھے کہ اس اشتہار کے بعد کوئی جواب نہیں سنا جائے گا۔ یہ بات نہایت صاف تھی کہ جس حالت میں گنگا بشن نے ہماری لاش مانگی تھی تو ہمارا بھی حق تھا کہ ہم بھی اس کی لاش مانگیں اور دس ہزار روپیہ سے ہماری کچھ غرض نہیں تھی۔ وہ تو صرف اس لئے جمع کرانا قرین

[1] اصل اشتہار پر کوئی عنوان نہیں تھا۔ مضمون کے لحاظ سے یہ عنوان حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کا مجوزہ ہے۔ (مرتب)

[2] یہ اشتہار جلد ہذا میں زیر نمبر ۱۷۳ درج ہے۔ (مرتب)

مصلحت تھا کہ اگر لاش دستیاب نہ ہو تو بجائے لاش وہی روپیہ ہمیں مل جائے۔ اور یہ عذر فضول ہے کہ ''میں آریہ سماج کا ممبر نہیں تا وہ اس قدر میرے لئے ہمدردی کر سکیں کہ دس ہزار روپیہ جمع کرادیں۔'' ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص جو آریہ سماج کے دعویٰ کی تائید میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے کیا ان کی نظر میں وہ قابل قدر نہیں؟ بے شک ایسا شخص جو آریہ مذہب کی عزت کے لئے جانفشانی تک طیار رہے نہ صرف آریہ سماج کا ممبر بلکہ ان کے مقدس لوگوں میں سے شمار ہونا چاہیے۔ ایسے جان نثار کی ہمدردی کے لیے دس ہزار روپیہ کیا حقیقت ہے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ بعض آریہ پرچوں میں لالہ گنگا بشن صاحب کو اس لاف زنی کے وقت آریہ بہادر کا خطاب بھی مل چکا ہے۔ تو اب آریہ صاحبان کیونکر منظور کریں گے کہ اس بہادر پر شکست کا کلنک لگے؟

خلاصہ کلام یہ کہ ہم شرائط کو بدلنا نہیں چاہتے۔ یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ آئے دن شرطیں بدلی جائیں۔ اور یاد رہے کہ گنگا بشن صاحب کو دس ہزار روپیہ جمع کرانا کچھ بھی مشکل نہیں۔ کیونکہ اگر آریہ صاحبوں کی بھی درحقیقت یہی رائے ہے کہ لیکھرام کا قاتل درحقیقت یہی راقم ہے اور وہ یقین دل سے جانتے ہیں کہ الہام اور مکالمہ الٰہی سب جھوٹی باتیں ہیں۔ بلکہ اس راقم کی سازش سے وقوعہ قتل ظہور میں آیا ہے تو وہ بشوق دل لالہ گنگا بشن کو مدد دیں گے اور دس ہزار کیا وہ پچاس ہزار تک جمع کرا سکتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی انتظام کر سکتے ہیں کہ جو دس ہزار روپیہ مجھ سے لیا جائے گا وہ آریہ سماج کے نیک کاموں میں خرچ ہوگا۔ تو اب آریہ صاحبوں کا اس بات میں کیا حرج ہے کہ بطور ضمانت لاش دس ہزار روپیہ جمع کرادیں۔ بلکہ یہ تو ایک مفت کی تجارت ہے جس میں کسی قسم کا دھڑکا نہیں۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ گورنمنٹ کو معلوم رہے گا کہ آریہ قوم کی رضامندی سے یہ معاملہ وقوع میں آیا ہے۔ اور نیز اس اعلیٰ نشان سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے۔

اور اگر یہ حالت ہے کہ آریہ قوم کے معزز لالہ گنگا بشن کو اس رائے میں کہ یہ عاجز لیکھرام کا قاتل ہے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اس کی ہمدردی نہیں کر سکتے اور جانتے ہیں کہ یہ شخص جھوٹا ہے کہ آخر اس پر خدا کا عذاب آئے گا۔ ہم دس ہزار روپیہ کیوں ضائع کریں تو ایسے جھوٹے کو اپنے مقابلہ پر بُلانا جس کی قوم ہی اس کو بدچلن اور دروغگو خیال کرے، ایک نااہل کو عزت دینا ہے۔

غرض اگر آریہ صاحبوں کے معزز لوگوں کی میری نسبت یہ رائے نہیں ہے کہ میں لیکھرام کا قاتل ہوں تو اس کے بعد مجھے اس جھگڑے میں پڑنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر شریف اور معزز آریہ مجھ کو اس جرم سے بَری سمجھتے ہیں اور ایسی تہمت لگانے والے کو جھوٹا اور کاذب خیال کرتے ہیں تو پھر مجھے کونسی ضرورت ہے کہ ایسے شخص کے مقابلہ کا فکر کروں جس کو پہلے سے اس کی قوم ہی جھوٹا تسلیم کر چکی ہے۔ میں نے لالہ گنگا بشن کو دس ہزار روپیہ دینا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ معزز آریہ اندرونی طور پر اس کے ساتھ ہوں گے اور وہ بطور وکیل ہوگا۔

غرض اب شرائط ہرگز کم و بیش نہیں کی جائیں گی۔ لالہ گنگا بشن یاد رکھیں کہ ہمارے اشتہار میں دس ہزار روپیہ کی کوئی شرط نہیں تھی۔ ہم نے ان کی بات کو صرف اسی لحاظ سے مان لیا تھا کہ ان کے لئے یہ روپیہ ہماری پھانسی کی جگہ فتح کا نشان ہو۔ سو اگر وہ آریہ قوم کے نزدیک جو اصل مدعی اور لیکھرام کے وارث اور اس کے لئے غیرت رکھتے ہیں اپنی رائے میں سچے ہیں تو ان سے لے کر دس ہزار روپیہ جمع کر دیں یا اُسی غیبی امداد والے شخص سے لے لیں جس نے بھاری امداد کا وعدہ فرمایا ہے یعنی جس کا ذکر انہوں نے صفحہ سات اشتہار میں کیا ہے۔ اگر منظور نہیں تو آیندہ اُن کو ہرگز جواب نہیں دیا جائے گا۔ اور ان کے مقابل پر یہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔[1]

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۲۷/اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۲)

---

[1] **نوٹ** ۔ اگر لالہ گنگا بشن حسب منشاء ہمارے اشتہار ۱۶/اپریل ۱۸۹۷ء کے دس ہزار روپیہ ہمارے لئے ایسی جگہ جمع کرا دیں جس کے وصول ہونے میں کچھ دِقّت نہ ہو تو اس صورت میں یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ بذریعہ اپنے اشتہار کے مجھے اطلاع نہ دیں بلکہ بذریعہ ایک معتبر اخبار کے جیسا کہ اخبار عام یا پیسہ اخبار مطلع کریں۔ اور تمام شرائط منظور شدہ فریقین اس میں درج کرا دیں ورنہ آئندہ ہم سے کچھ خط و کتابت نہ کریں۔ منہ

(۱۷۶)

محمد حسین گنگابشن　**بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ**　گنگابشن محمد حسین

یَاقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّیِّئَۃِ قَبۡلَ الۡحَسَنَۃِ لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ۔[1] **وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَ لَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ۔**[2]

اشتہار واجب الاظہار

شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کا ایک اشتہار جس پر تاریخ کوئی نہیں اور جس کا یہ عنوان ہے (الہامی قاتل مرزا غلام احمد الخ) میری نظر سے گزرا شیخ صاحب کا یہ اشتہار بھی ان بیجا نیش زنیوں اور مفتریانہ حملوں سے بھرا ہوا ہے کہ جو ہمیشہ وہ اپنی سرشت اور خاصیت کی وجہ سے کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت اُن ناپاک اتہامات کا جواب دینا ضروری نہیں۔ ہم ان کے دشمنِ اسلام رسالہ کے نکلنے کے منتظر ہیں۔ تب انشاء اللہ کَمَا حَقُّہٗ ان شیطانی وساوس کو دور کیا جائے گا بالفعل جس مطلب کے لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ صاحب مقدم الذکر اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے طیار ہوں مگر ایک برس کی میعاد سے ڈرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس قدر مدت میں مر جائیں یا کوئی اور عذاب نازل ہو جائے لیکن میں مکرر اُن کو سمجھاتا ہوں کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ اپنی ذکر کردہ میعاد کی بنیاد الہام ٹھہراتا ہے ضد کرنا حماقت ہے۔ صاحب الہام کے لئے الہام کی پیروی ضروری ہوتی ہے ہاں

---

[1] النّمل : ۴۷　[2] الحج: ۴۸

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ چند ہفتہ میں ان پر عذاب نازل کرے مگر ہماری طرف سے ایک برس کی ہی میعاد ہوگی۔ اب اس سے ان کا منہ پھیرنا اپنے دروغگو ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

اے شیخ بٹالوی صاحب آپ تسلی رکھیں کہ اگر آپ اپنی قسم میں سچے ہوں گے تو کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر قسم میں کوئی چھپی ہوئی بے ایمانی ہوگی تو خدا تعالیٰ آپ کو ضرور سزا دے گا[۱] تا دوسرے مولوی عبرت پکڑیں۔ مگر یہ شرط ضروری ہوگی کہ قسم کھانے سے پہلے آپ جلسۂ قسم میں چپ بیٹھ کر برابر دو گھنٹے تک میری وہ وجوہات سنیں جو میں اپنے الہام اور پیشگوئی کے صحت وقوع کے بارے میں بیان کروں گا اور آپ کو اختیار نہیں ہوگا کہ کچھ چون و چرا کریں بلکہ میت کی طرح عالم خاموشی میں رہ کر سنتے رہیں گے اور پھر اٹھ کر اسی عبارت کے ساتھ جو آپ اشتہار میں لکھ چکے ہیں تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور ہم آمین کہیں گے۔ صرف اس قدر عبارت میں تبدیلی ہوگی کہ بجائے فوراً کے ایک برس کا نام لیں گے۔ اور اگر اب آپ نے پہلو تہی کی اور بے ہودہ شرائط اور پیچ در پیچ حیلہ حوالے کی باتوں کو شروع کر دیا جیسا کہ آپ کی عادت ہے تو سب پر کھل جائے گا کہ آپ کی نیت صحیح نہیں ہے اور آپ اپنی پہلی شامتِ اعمال کی محافظت میں لگے ہوئے ہیں۔

غرض یہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔ اگر آپ اپنی ملا نہ حیلہ بازیوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور نہ پھر ہم آپ کو مخاطب کریں گے۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپ بھی گنگا بشن کی طرح روپیہ کے لالچ میں پڑ گئے۔ غالباً آپ پہلے ایسے نہیں ہوں گے نہ معلوم کیا کیا حاجتیں پیش آئیں۔

---

[۱] اے شیخ صاحب! یہ سزا اور عذاب جو قسم کے بعد ایک برس تک آپ پر وارد ہوگا اس میں معجزانہ شرط ہم نے رکھ دی ہے کہ وہ ایسا عذاب ہو کہ آپ نے اپنی پہلی زندگی میں اس کا مزہ نہ چکھا ہو۔ خواہ زمین سے ہو خواہ آسمان سے اور خواہ آپ کی مالی حالت پر وارد ہو اور خواہ عزت پر اور خواہ جان پر۔ اور خواہ اس عرصہ میں ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور عظیم الشان اور فوق العادت نشان ظاہر ہو جائے جس سے ہزارہا لوگ آپ پر لعنت بھیجیں اور آپ کے منہ پر تھوکیں کہ اس نے شرارت اور خیانت سے صادق کا مقابلہ کیا۔ مگر ہر ایک عذاب فوق العادت ہونا ضروری ہوگا۔ منہ یکم مئی ۹۷ء

اس جگہ یہ لکھنا بھی اپنے احباب کے لئے وصایا ضروریہ میں سے ہے کہ ہم نے نہ محمد حسین کے لئے اور نہ گنگا بشن کے لئے کوئی ایسی شرط لگائی جو ہماری گریز اور بدنیتی پر محمول ہو سکے۔ہم خوب جانتے ہیں اور یقین کامل سے جانتے ہیں کہ ان تمام مخالفوں کو خدا تعالیٰ ایک ذلیل کرے گا۔اگرچہ خدا تعالیٰ محمد حسین اور گنگا بشن کو چند ہفتہ تک جزائے بیبا کی دے سکتا ہے لیکن ایک سال شرط بوجہ رعایت سنت اور الہامات متواترہ کے ہے۔اور محمد حسین کے لئے جو یہ شرط ٹھیرائی گئی کہ قسم کھانے سے پہلے دو گھنٹے تک ہمارے الہام اور پیشگوئی لیکھرام والی کے متعلق دلائل سنے۔یہ گریز نہیں ہے۔بلکہ یہ امر مسنون ہے کہ تا خدا تعالیٰ کی حجت بالمواجہ پوری ہو جائے ممکن ہے کہ بباعث اس زنگ کے جو اس کے دل پر ہے کوئی امر اُس پر مشتبہ ہو۔پس بالمواجہ بیان کرنے سے یہ تمام دلائل اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس طرح پر خدا تعالیٰ کا الزام اس پر پورا ہو جائے گا۔

بے شک خدا تعالیٰ مفسدوں کو ہلاک کرتا ہے۔لیکن جب تک کوئی مفسد صریح جھوٹ بول کر اس کے قانون کے نیچے نہ آوے یا صریح طور پر کسی ظلم کا ارتکاب نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ اس دنیا میں اس کو نہیں پکڑتا اور اس کا حساب عالم آخرت کے سپرد ہوتا ہے۔اسی وجہ سے محمد حسین کے بارے میں دو گھنٹے تبلیغ کی شرط لگائی گئی۔اور ایک سال کی میعاد مقرر کی گئی اور گنگا بشن کے معاملہ میں جو ہم نے لاش لینے کی شرط لگائی۔یہ اس کی شرط کے بعد لگائی گئی یعنی جبکہ اس نے ہماری لاش لینے کے لئے شرط پیش کی۔پس ہمیں انصافاً حق تھا کہ اس کی اس درجہ کی سخت گیری اور توہین کے ساتھ ہم بھی لاش کی شرط لگاتے۔اگر فرض کر لیں کہ اس نے صرف ٹھٹھا کیا لیکن توہین تو کی۔اس لئے خدا نے اس کی واقعی توہین کا ارادہ کیا۔یہ اس کی سزا تھی جس کی ابتداء اسی نے کی۔

یہ بھی خوب یاد رہے کہ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ لاش لینے کی شرط گنگا بشن نے خود کی تھی۔اور ایسا کلمہ منہ پر لانا نہ میری توہین بلکہ دین اسلام کی توہین تھی۔اور اس کی سزا یہی تھی کہ فتحیابی کی حالت میں اس کی لاش ہمیں ملے تا وہ کلمہ جو شوخی سے وہ ہمارے لئے منہ پر لایا وہ واقعی طور پر اس پر واقع ہو۔اس میں ہماری کیا زیادتی تھی اور کونسی ہم نے گریز کی۔کیا ہم نے ابتداءً یہ شرط ٹھہرائی تھی۔

جس کا دل پاک ہو اور کسی نجاست سے آلودہ نہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا کی یہ عادت ہے کہ توہین کرنے والے کی توہین اسی پر ڈال دیتا ہے۔

دیکھو جب محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت یہ کہنا شروع کیا کہ یہ جاہل ہے عربی کا ایک صیغہ نہیں جانتا تو خدا تعالیٰ نے کیسی اس کی جہالت ثابت کی۔ ہزاروں روپے کے انعام کی عربی کتابیں شائع کی گئیں۔ وہ بول نہ سکا گویا زندہ ہی مر گیا۔ ایسا ہی جب گنگا بشن نے لاش مانگی اور لکھا کہ میں جو کام چاہوں گا اس لاش سے کرونگا خدا کو یہ پسند نہ آیا اس لئے میں نے نہ اپنے نفس سے بلکہ الٰہی جوش سے اس کی لاش کو مانگا۔ اس بات کو یاد کر رکھو کہ اگر وہ میدان میں آیا تو یہ سب کام اس کی لاش سے ہوں گے جو میری لاش کی نسبت اسنے بیان کئے تھے۔ یہی تو وہ بات ہے کہ مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۔[۱] پس ان لوگوں کی حالت پر افسوس ہے کہ جو خدا کے کاروبار پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے دل جلد سیاہ ہونے کو طیار ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی سوچنا چاہیے کہ پیشگوئی کا اثر پڑنے کے لئے کسی قدر قوم کا دخل ضروری ہے۔ پس اگر آریہ قوم[۲] گنگا بشن کو ایسا ہی ذلیل جانتی ہے کہ باوجودیکہ وہ اُن کے لئے جان دینے کو طیار ہے۔ مگر وہ قوم اس کو اس قدر عزت بھی نہیں دے سکتی کہ دس ہزار روپیہ اس کے لئے جمع کرا دیں۔ تو کیا ایسا ذلیل مقابلہ کے لائق ہے۔

---

[۱] ال عمران : ۵۵

[۲] **نوٹ**۔ اے آریہ صاحبان آپ لوگ متوجہ ہو کر سُنیں کہ گنگا بشن بہت عزت دینے کے لائق ہے اس نے آپ کے لئے اپنی نوکری کو جس پر تمام ذریعہ معاش کا تھا۔ ہاتھ سے دیا۔ اس نے آپ کے لئے فقر و فاقہ کو منظور کیا۔ اس نے آپ کے لئے اس بات کی بھی پروا نہ رکھی کہ علانیہ ایک شخص کو قاتل لیکھرام ٹھیرا کر قانونی مواخذہ کے نیچے آ جائیگا۔ پھر سب سے زیادہ بات یہ ہے کہ اس نے آریہ مت کو عزت دینے کے لئے بالارادہ اپنی جان قربان کرنا پسند کیا اور پھر یہ کہ اپنی لاش کی ذات کو بھی منظور کیا۔ کیا ابھی آپ لوگوں کا دل اس کے لئے نرم نہیں ہوا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ دس ہزار روپیہ اس کے سر پر سے قربان کر دیں۔ آپ انصافاً کہیں کہ یہ خوبیاں اور جانفشانیاں اور آریہ دھرم کے لیے یہ قدم صدق جو گنگا بشن نے دکھلایا لیکھرام میں کہاں تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اندھی دُنیا مُردہ کا

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آریہ قوم درحقیقت گنگا بشن کو اپنی قسم میں سچا سمجھتی ہے تو اس رقم کا جمع کرانا اُن کے لئے کیا مشکل ہے۔لیکن اگر جھوٹا سمجھتی ہے۔تو پھر ایسے جھوٹے کو مقابلہ کی عزت دینا مصلحت سے بعید ہے اور نیز گورنمنٹ بھی ہمارے کاموں کو دیکھتی ہے کہ کیا ہم ادنیٰ ادنیٰ آدمی کے مقابلہ پر سبک مزاجی کے طور پر لڑنے کو طیار ہو جاتے ہیں یا ایسے شخصوں کے ساتھ جو اُن کا مقابلہ قوم کے مقابلہ کے حکم میں ہوتا ہے اور ابتداء انہیں سے ہوتی ہے۔

اور پھر یہ بھی بات ہے کہ آریہ صاحبوں کو دس ہزار روپیہ جمع کرانے میں کچھ دقت بھی نہیں ۔ہم تو صرف فتح کے نشان کے لئے گنگا بشن کی لاش کے خواستگار ہیں ۔اور دس ہزار روپیہ تو صرف اس صورت میں تاوان کی طرح لیا جائے گا کہ جب لاش دینے سے انکار کریں ۔کیا خوب ہو کہ آریہ لوگ اس اپنے وفادار جان نثار گنگا بشن کو اس ناچیز امداد سے محروم نہ رکھیں ۔کیا جان دینے سے کوئی اور نشان آریہ ہونے کا ہوگا ۔ روز کے جھگڑوں کے طے ہونے کے لئے یہ نہایت عمدہ تقریب پیدا ہوئی ہے۔اگر آریہ صاحبوں نے اس موقعہ کو ہاتھ سے دیا تو پھر آیندہ ان کو حق نہیں ہوگا کہ اخباروں میں میری نسبت شائع کریں کہ یہی شخص لیکھرام کا قاتل ہے۔

بقیہ حاشیہ۔قدر کرتی ہے زندہ کا کوئی قدر نہیں کرتا۔آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ بلاتوقف دس ہزار روپیہ گنگا بشن کی لاش کی ضمانت کے لئے جمع کرادیں اور باضابطہ سرکاری سند ہم کو دلادیں۔گنگا بشن نے آپ لوگوں کے لئے تمام کاروبار اپنے برباد کردیئے۔اب صرف ایک جان باقی ہے وہ بھی آریہ دھرم پر قربان کرنے کے لئے ہتھیلی پر رکھے کھڑا ہے۔اگر ایسے مہاتما کا قدر نہ کرو تو پھر آپ لوگوں میں مردم شناسی کا مادہ ہی نہیں۔اور نیز اب اگر آپ نے اس قوم کے بہادر کی مدد نہ کی اور اس کا ساتھ نہ دیا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ لوگوں کے دلوں میں کامل یقین کے ساتھ یہ بات جم گئی ہے کہ لیکھرام صرف پیشگوئی کے اثر سے خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچا ہے اور وہی تجربہ آپ کو گنگا بشن کی مدد دینے سے روکتا ہے ورنہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے فدائی قوم کی کیوں ہمدردی نہیں کی جاتی جس نے آریہ مذہب کے لئے اپنی معاش کو بھی تباہ کرلیا اور اپنی جان دینے کو بھی طیار ہے۔منہ

اور لالہ گنگا بشن یاد رکھیں کہ اب بغیر اس طریق کے ان کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ ان کے لئے دس ہزار روپیہ ایک ادنیٰ ہندو جمع کرا سکتا ہے۔ اور قوم اگر چاہے تو دس لاکھ جمع کرا سکتی ہے۔ یہ فیصلہ ناطق ہے۔ آریہ صاحبان صرف منہ سے مجھے لیکھرام کا قاتل نہ بتاویں۔ اگر میں قاتل ہوں تو وہ عالم الغیب جس سے ان کو بھی انکار نہیں۔ اس کا فیصلہ دیکھ لیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

یکم مئی ۹۷ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۲}$ کے ایک صفحہ کلاں پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۲۱ تا ۲۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　　نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار
قطعی فیصلہ کے لئے

یہ خدا کی قدرت ہے کہ جس قدر مخالف مولویوں نے چاہا کہ ہماری جماعت کو کم کریں وہ اور بھی زیادہ ہوئی اور جس قدر لوگوں کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہا وہ اور بھی **داخل** ہوئے یہاں تک کہ ہزار تک نوبت پہنچ گئی۔ اب ہر روز سرگرمی سے یہ کارروائی ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ اچھے پودوں کو اُس طرف سے اُکھاڑتا اور ہمارے باغ میں لگاتا جاتا ہے۔ کیا منقول کی رو سے اور کیا معقول کی رو سے اور کیا آسمانی شہادتوں کی رو سے دن بدن خدا تعالیٰ ہماری تائید میں ہے۔ اب بھی اگر مخالف مولوی یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر اور خدا ہمارے ساتھ ہے اور ان لوگوں پر لعنت اور غضب الٰہی ہے تو باوجود اس کے کہ ہماری حجت ان پر پوری ہو چکی ہے پھر دوبارہ ہم ان کو حق اور باطل پرکھنے کے لئے موقع دیتے ہیں۔ اگر وہ فی الواقع اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں اور ہمیں باطل پر اور چاہتے ہیں کہ حق کھل جائے اور باطل معدوم ہو جائے تو اس طریق کو اختیار کر لیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ پر خدا تعالی کی جناب میں دعا کریں اُن کی طرف سے یہ دعا ہو

کہ یا الٰہی اگر یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تیرے نزدیک جھوٹا اور کاذب اور مفتری ہے اور ہم اپنی رائے میں سچے اور حق پر اور تیرے مقبول بندے ہیں تو ایک سال تک کوئی فوق العادت امر غیب بطور نشان ہم پر ظاہر فرما اور ایک سال کے اندر ہی اس کو پورا کر دے۔ اور میں اس کے مقابل پر یہ دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور درحقیقت مسیح موعود ہوں تو ایک اور نشان پیشگوئی کے ذریعہ سے میرے لئے ظاہر فرما اور اس کو ایک سال کے اندر پورا کر۔ پھر اگر ایک سال کے اندر اُن کی تائید میں کوئی نشان ظاہر ہوا۔ اور میری تائید میں کچھ ظاہر نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہروں گا۔ اور اگر میری تائید میں کچھ ظاہر ہوا مگر اس کے مقابل پر اُن کی تائید میں بھی ویسا یہ کوئی نشان ظاہر ہو گیا تب بھی میں جھوٹا ٹھہروں گا۔ لیکن اگر میری تائید میں ایک سال کے عرصہ تک کھلا کھلا نشان ظاہر ہو گیا اور اُن کی تائید میں نہ ہوا تو اس صورت میں میں سچا ٹھہروں گا اور شرط یہ ہوگی کہ اگر تصریحات متذکرہ بالا کی رو سے فریق مخالف سچا نکلا تو میں اُن کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور جہاں تک ممکن ہوگا میں اپنی وہ کتابیں جلا دوں گا جن میں ایسے دعویٰ یا الہامات ہیں۔ کیونکہ اگر خدا نے مجھے جھوٹا کیا تو پھر میں ایسی کتابوں کو پاک اور مقدس خیال نہیں کر سکتا۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اپنے موجودہ اعتقاد کے برخلاف یقینی طور پر سمجھ لوں گا کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور محمد حسین کا پیارا دوست محمد بخش جعفر زٹلی اور دوسرا پیارا دوست محمد علی بوپڑی یہ سب اولیاء اللہ اور عباد اللہ الصّالحین ہیں۔ اور جس قدر ان لوگوں نے مجھے گالیاں دیں اور لعنتیں بھیجیں۔ یہ سب ایسے کام تھے کہ جن سے خدا تعالیٰ ان پر راضی ہوا۔ اور قرب اور اصطفا اور اجتبا کے مراتب تک اُن کو پہنچا دیا۔

میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اگر خدا کی مرضی مجھے عزت دینے کی نہیں تو میرے پر لعنت ہے اگر میں اس کے برخلاف کروں۔ لیکن اگر تصریحات بالا کی رو سے خدا نے مجھے سچا کر دیا تو چاہیے کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار غزنوی اور رشید احمد

گنگوہی میرے ہاتھ پر توبہ کریں اور میرے دعویٰ کی تصدیق کر کے میری جماعت میں داخل ہوں تا یہ تفرقہ دور ہو جائے۔ اندرونی تفرقہ نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ خدا کا سیدھا سادھا فیصلہ ہوگا جس میں کسی فریق کی چوں چرا پیش نہیں جائے گی۔

اس اشتہار کے مخاطب محمد حسین بٹالوی، عبد الجبار غزنوی، عبد الحق غزنوی، رشید احمد گنگوہی ہیں۔ یہ چاروں اپنے تئیں مومن ظاہر کرتے ہیں۔ اور مومن خدا کے نزدیک ولی ہوتا ہے اور بحر حال کافر اور دجال کی نسبت مومن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا کے نیک بندے قبولیتِ دعا سے شناخت کئے جاتے ہیں اور ان دُعاؤں کے لئے ضروری نہیں کہ بالمواجہ کی جائیں بلکہ چاہیے کہ فریق مخالف مجھے خاص اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دے کر پھر اپنے گھروں میں دُعائیں کرنی شروع کر دیں اور ابتداء سال[1] کا اشتہار کی تاریخ اشاعت سے سمجھا جائے گا۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ چاروں مولوی مقابلہ کریں بلکہ جو شخص اُن میں سے ڈر کر بھاگ جائے اس نالائق کو جانے دو۔ وہ اس بات پر مُہر لگا گیا کہ وہ جُھوٹا اور گریز کی لعنت اس کے سر پر ہے۔ اور یہ ضروری ہوگا کہ جو امر غیب ان چاروں میں سے کسی پر ظاہر ہو اس کو بذریعہ اشتہارات مطبوعہ لوگوں پر ظاہر کر دے اور ان میں سے ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیج دے۔ اور جو امر مجھ پر ظاہر ہو جو پہلے ظاہر نہیں کیا گیا، مجھ پر بھی لازم ہوگا کہ بذریعہ اشتہار اس کو شائع کروں اور ایک ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری چاروں صاحبوں کی خدمت میں یا جس قدر اُن میں سے مقابلہ پر آویں بھیج دوں۔ اس طریق سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے۔ ہم دونوں فریقوں میں سے جو ملعون ہے اس کا ملعون ہونا ثابت ہو جائے گا اور جو مقرون ہے اس کا مقرون ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر امرت سر اور لاہور کے رئیس اس فیصلہ کے لئے مولویان مذکورین کو مستعد کریں تو اُن کی ہمدردی اسلامی قابل شُکر گذاری ہوگی۔ اور بالخصوص انجمن اسلامیہ کے سکرٹری خان بہادر برکت علی خاں صاحب اور انجمن حمایت اسلام کے

---

[1] ایک سال انگریزی مہینوں کے حساب سے سمجھا جائیگا۔ منہ

سکرٹری منشی شمس الدین صاحب اور انجمن نعمانیہ کے سکرٹری منشی تاج الدین صاحب کی خدمت میں لِلّٰہ التماس ہے کہ ضرور اس طرف توجہ فرماویں۔ ہزاروں مسلمان کافر سمجھے گئے اور سخت تفرقہ پڑ گیا ہے۔ آپ صاحبوں کے اصول کچھ ہی ہوں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن آپ صاحبوں کی بڑی مہربانی ہوگی جو آپ مدد دیویں۔

والسلام

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

۱۹؍ مئی ۱۸۹۷ عیسوی

ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حسین کامی سفیر سُلطان روم

پرچہ اخبار ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے اور اس خط کے عنوان میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے۔ اور پھر متاسف اور مکدر اور ملول خاطر واپس آئے۔ اور پھر یہی ایڈیٹر لکھتا ہے کہ اس لیے قادیان بلایا تھا کہ اُن کے ہاتھ پر توبہ کریں کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ان افتراؤں کا بجز اس کے کیا جواب دیں۔ کہ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ ۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دنیاداروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے ۔ مجھے نہ کچھ سلطان روم کی طرف حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں ۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دنیا کی بادشاہت اس قدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا۔ پھر جب کہ ہمارے بادشاہ کے آگے سلطان روم ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز!!

میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ

انگریزی ہے۔ جس کے زیرسایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ تُرکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیرسایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔ یہی باتیں ہیں کہ سفیر مذکور کے ساتھ خلوت میں کی گئیں تھیں جو سفیر کو بری معلوم ہوئیں۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی اور اگرچہ مجھ کو اس کی اوّل ملاقات میں ہی دنیا پرستی کی بدبو آئی تھی اور منافقانہ طریق دکھائی دیا تھا مگر حسن اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونے کے اس کی اجازت دینے کے لئے مجبور کیا۔ نامبردہ نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے خاص دعا کرنے کے لئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آیندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضا قدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے۔ میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اُس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بُری معلوم ہوئیں۔ میں نے کئی اشارات سے اس بات پر زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت برا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے۔ کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں۔ اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کی علامات موجود ہیں۔ ماسوا اُس کے میرے دعویٰ **مسیح موعود اور مہدی معہود** کے بارے میں بھی کئی باتیں درمیان آئیں۔ میں نے اُس کو بار بار سمجھایا۔ کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی **خونی مسیح اور خونی مہدی** کا انتظار کرنا جیسیا

کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بیہودہ قصے ہیں۔ اسکے ساتھ میں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی

ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا

نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے۔ میں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکرگزار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے۔ کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ اُن کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ۔

ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ر مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔ میرا نام نمرود اور شدّاد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ سخت گوئی اس کی جائے افسوس نہیں کیونکہ انسان نابینائی کی حالت میں سورج کو بھی تاریک خیال کر سکتا ہے۔ اس کے لئے بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا۔ میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اُس کی سخت بدقسمتی ہے۔ اور مجھے کچھ ضرور نہ تھا کہ میں اُس کی یاوہ گوئی کا ذکر کرتا مگر اُس نے بپاداش نیکی ہر ایک شخص کے پاس بدی کرنا شروع کیا اور بٹالہ اور امرت سر اور لاہور میں بہت سے آدمیوں کے پاس وہ دل آزار باتیں میری نسبت اور میری جماعت کی نسبت کہیں کہ ایک شریف آدمی باوجود اختلاف رائے کہ کبھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ افسوس کہ میں نے بہت شوق اور آرزو کے بعد گورنمنٹ روم کا نمونہ دیکھا تو یہ دیکھا۔ اور میں مکرر ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مجھے اس سفیر کی ملاقات کا ایک ذرہ شوق نہ تھا بلکہ جب میں نے سُنا کہ لاہور کی میری جماعت اُس سے ملی ہے تو میں نے افسوس کیا اور اُن کی طرف ملامت کا خط لکھا کہ یہ کارروائی میرے منشاء کے خلاف کی گئی۔ پھر آخر سفیر نے لاہور سے ایک انکساری خط میری طرف لکھا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ سو اس کے الحاح پر میں نے اس کو قادیان آنے کی اجازت دی۔ لیکن اللہ جلشانہ، جانتا ہے جس پہ جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے

سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے۔ سوایسا ہی ظہور میں آیا۔

اب میں سفیر مذکور کا انکساری خط جو میری طرف پہنچا تھا اور پھر اس کا دوسرا خط جو ناظم الہند میں چھپا ہے ذیل میں لکھتا ہوں۔ ناظرین خود پڑھ لیں اور نتیجہ نکال لیں۔ اور ہماری جماعت کو چاہیے کہ آیندہ ایسے شخص کے ملنے سے دستکش رہیں۔ آسمانی سلسلہ سے دنیا پیار نہیں کر سکتی۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

نقل اس خط کی جو سفیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کے لئے بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب مستطاب معلّٰی القاب قدوۃ المحققین قطب العارفین حضرت پیر دستگیر میرزا غلام احمد صاحب دام کراماتہ۔ چوں اوصاف جمیلہ واخلاق حمیدہ آں ذات ملکوتی صفات درشہر لاہور بسمع ممنونیت واز مریدان سعادت انتسابان تقاریر وتصانیف عالیہ آں خجستہ مقام بدست احترام وممنونیت رسید۔ لہٰذا سودائے زیارت دیدار ساطع الانوار سویدائے دل ثناور یرالبریز اشتیاق کردہ است۔ انشاء اللہ تعالیٰ از لاہور بطریق امرت سر بہ خاکپائے روحانیت احتوی سامی خواہم رسید ودریں خصوص تلغراف برحضور سراسر نور مقدس خواہم کشید۔ فقط

حسین کامی سفیر سلطان المعظم (مہر)

نقل اس خط کی جو سفیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵رمئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور سید السادات العظام وفخر النجباء الکرام[1] مولنا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللہ فیوضہ وظل عاطفتہ۔ سیدی ومولائی؟ التفات نامہ ذات سامی شما بدست تبجیل واحترام مارسید الحق ممنونیت غیر مترقبہ عظمی بخشید فدایت شوم کہ استفسار احوال غرائب اشتمال کادیان وکادیانی (قادیان وقادیانی)

---

[1] نوٹ۔ غور کرنے کے لائق ہے کہ یہ القاب کس مذہب کے شخص کے لئے لکھا ہے۔ منہ

رافرمودہ بودید۔ اکنوں ما بکمال تمکین ذیلاً بخدمت والانہمت وعالی بیان وافادہ می کنم کہ ایں شخص عجیب وغریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بر دائرہ علیہم والضالین گذاشتہ وتزویر محبت حضرت خاتم النبیّین رادرپیش گرفتہ وبزعم باطل خویش باب رسالت رامفتوح دانستہ است شائستہ ہزاراں خندہ است کہ فرق دربین نبوت ورسالت پنداشتہ است ومعاذ اللہ تعالیٰ می گوید کہ خداوند عالم رسول صلعم راگاہے درفرقان حمید وقرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین معنون نکردہ است فقط۔ بخطاب خاتم النبیین اکتفا فرمودہ است ۔ القصہ اینکہ اوّل خودراولی ملہم می گفت بعدہ مسیح موعود گشتہ۔ آہستہ آہستہ بقول مجرد خود صعود بمرتبہ عالیہ مہدویّت کردہ استعیذ باللہ تعالیٰ خودرااز خود رائی بپائی معلائے رسالت رساندہ است بناعلیٰ ہذاظن غالب مابران است کہ ترقی پنجمیں قدم برسریرشریرشدّادونمرودنہادہ کلاہ الوہیت برسرسرکش خودکہ کانِ خیالات فاسدہ ومعدن مالیخولیا وہذیانات باطلہ است میگذارد وعجب است کہ شاعرمعجز بیان درحق ایں ضعیف الاعتقاد والبنیان چندیاں سال قبل ازیں گویا بطور پیشگوئی تدوین ایں شعر دردیوان اشعارآبدارخودکردہ است۔

سال اوّل مطرب آمد سال دوم خواجہ شد   بخت گر یاری کند امسال سیّد می شود

خلاصہ ازیں سخنہا درگذریدواوراببرشیطنش پسریدومارااز پریشان نویسی معاف داریدعزیز! سلام مارا بجناب شریعتمدارمولوی ابوسعید محمد حسین صاحب وجناب داروغہ عبدالغفور خاں صاحب برسانیدو سانٹمٹر پائی خودراگرفتہ بصوب ماروانہ کنید تاکہ ازدارالخلافہ اسلامبول کفش مسجدے مطابق آن بطلبم و درہرخصوص برذات عالی شماتقدیم مراسم احترامکاری کردہ مسارعت براستبنائی طبع عالی می نمایم۔ والسلام۔ الراقم حسین کامی

مطبوعہ ضیاءالاسلام پریس قادیان ۲۴؍مئی ۹۷ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$ کے چار صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۸)

ترجمہ از مرتب

نقل اس خط کی جو سفیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کے لئے بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جناب مستطاب مُعلی القاب قدوۃ المحققین قطب العارفین حضرت پیر دستگیر میرزا غلام احمد صاحب دام کراماتہ چوں اوصاف جمیلہ و اخلاق حمیدہ آں ذات ملکوتی صفات شہر لاہور میں ممنونیت کے کانوں سے کہ آپ کے سعادت مند مریدوں سے ہوں اور آپ کی تصانیف عالیہ جو مبارک مقام ہیں احترام اور ممنونیت کے ہاتھ سے پہنچیں۔ اس لئے زیارت کا جنوں ہوا۔ تا کہ چمکیلے اور بھڑکتے ہوئے انوار کا دیدار کرسکوں اور دل میں تعریف اور جھرجھریوں کے شوق کا جذبہ پیدا ہوا۔ انشاء اللہ لاہور سے امرتسر کے راستے روحانیت کے گرد آلود پاؤں کے ساتھ پہنچوں گا اور یہ خصوصی تار حضور کی خدمت میں جو سراسر نور مقدس ہیں بھیجوں گا۔ فقط

حسین کامی سفیر سلطان المعظم (مہر)

نقل اس خط کی جو سفیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵ رمئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور سیّد السادات العظام و فخر النجباء الکرام مولانا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللہ فیوضہ و ظل عاطفتہ. سیدی و مولائی. آپ کی بلند ذات کی طرف سے یہ التفات نامہ عزت و گرامی ہاتھوں سے ہم تک پہنچا۔ الحق اس نے غیر معمولی ممنونیت عظمیٰ بخشی۔ میں آپ پر فدا ہوں کہ آپ نے قادیان اور قادیان کے اردگرد کے حالات کا استفسار فرمایا ہے۔ اب میں بڑی سنجیدگی کے ساتھ بلند ہمت عالی بیان سے افادہ کرتا ہوں کہ یہ شخص عجیب و غریب ہے اور اسلام کے صراط مستقیم سے برگشتہ قدم ہے اور علیہم والضالین کے دائرہ میں قدم رکھے ہوئے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جھوٹ کو سامنے رکھے ہوئے اپنے زعم باطل سے باب رسالت کو کھلا ہوا جانتا ہے یہ بات ہزار ہنسی کے لائق ہے کہ وہ نبوت و رسالت کے درمیان فرق سمجھتا ہے اور معاذ اللہ یہ کہتا ہے کہ رسول کریمؐ کو خدا نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں

خاتم المرسلین کے عنوان سے معنون نہیں کیا ہے صرف خاتم النبیین کا خطاب ہی عطا فرمایا ہے۔ مختصر بات یہ کہ اوّل اپنے آپ کو ولی ملہم کہتا تھا اس کے بعد مسیح موعود ہو گیا۔ آہستہ آہستہ صرف اپنے قول سے مہدویّت کے مرتبہ عالی تک پہنچا ہے اور اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اس نے اپنے آپ کو اپنی رائے کے مطابق رسالت کے پائے معلّٰی تک پہنچا دیا ہے۔ اس بات کا گمان کرتے ہوئے ہم اس بات پر پہنچے ہیں کہ پانچویں قدم کی ترقی کر کے وہ شریر شداد نمرود کے قدم پر چلتے ہوئے الوہیت کا کلاہ اپنے سرکش سر پر رکھے گا کہ جس میں خیالات فاسدہ ہیں اور وہ مالیخولیا کی کان ہے اس میں ہذیان باطلہ ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ اس ضعیف الاعتقاد کے بارے میں شاعر معجز بیان کہا جائے۔ اس سے چند سال پہلے پیشگوئی کے طور پر اشعار کے دیوان میں اس نے کچھ اشعار اپنے تدوین کیے ہیں۔ سال اول میں وہ مطرب بن گیا اور دوسرے میں خواجہ اور قسمت نے یاوری کی تو امسال وہ سیّد ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان باتوں کو معاف کرو اور اسے شیطان کا بیٹا سمجھو اور ہمیں اس پریشان نویسی سے معاف کرو عزیز! ہمارا سلام شریعت مدار مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اور داروغہ عبدالغفور خان صاحب کو پہنچاؤ اور اپنے پاؤں کا ماپ لے کر ہماری طرف روانہ کریں تا کہ میں دارالخلافہ استنبول سے مسجد کا ایک جوتا اس کے مطابق میں طلب کروں تا کہ میں آپ کی ذات عالی کو احترام کے طور پر پیش کروں اور طبع عالی کے لئے میں جلدی پیش کر سکوں۔ والسلام

الراقم حسین کامی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جلسہ شکریہ

جشن جوبلی شصت سالہ حضرت قیصرہ ہند دام ظلّہا

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ[1]

خدا کی نعمت کا لوگوں کے پاس شکر گزاری کے ساتھ ذکر کر

ہم نے بار بار اپنی کتابوں میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وجود حضرت قیصرہ ہند دام ظلّہا ہمارے لئے ایک خدا کی نعمت ہے۔ ہم اس محسن گورنمنٹ کے سایہ کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنی رائے کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور خدا نے ہماری جان اور مال اور آبرو کے لئے اس گورنمنٹ کو محافظ بنا دیا ہے۔ پس ان تمام وجوہ سے ہم پر واجب ہے کہ ہم سچے دل سے نہ نفاق سے اس گورنمنٹ کے شکر گذار رہوں اور جناب قیصرہ ہند دام ظلّہا کی عمر و اقبال و دولت اور اس خاندان کے دوام اور بقا کے لئے تہ دل سے دعا کریں۔ سو خدا تعالیٰ نے اس شکر اور ان دعاؤں کے لئے جشن جوبلی کا ہمیں ایک موقعہ دیا ہے۔ اور یہ دن حقیقت میں عظیم الشان خوشی کا موجب ہے

---

[1] الضّحٰی : ۱۲

کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام ظلہا کے شصت سالہ زمانہ تخت نشینی کو امن اور عافیت اور ترقی اقبال کے ساتھ پورا کیا۔ اور اس زمانہ میں بے شمار فوائد اپنے بندوں کو پہنچائے۔ سو میری رائے ہے کہ اس خوشی کے اظہار اور شکر اور دعا کے لئے میری جماعت کے دوست اور احباب جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں مقیم ہیں، انیس[19] جون ۱۸۹۷ء کو بمقام **قادیان** جمع ہوں۔ اور جیسا کہ اس بارے میں ہدایات از جانب جناب وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند بتاریخ یکم جون ۱۸۹۷ء شائع ہوئی ہیں اُن کے مطابق ۲۰/ اور ۲۱/ جون ۱۸۹۷ء کو اظہار شکر اور دعا اور خوشی کی جائے۔ چونکہ ہماری جماعت کی طرف سے اظہار خوشی اور شکر اور دعا کے لیے یہ ایک عام جلسہ ہے جس کی مدد مصارف میں ہر ایک کو شریک ہونا واجب ہے لہٰذا تاکید کے طور پر یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ جس جس صاحب کو یہ اشتہار پہنچے وہ اپنی طاقت اور مقدرت کے موافق اس جلسہ کے مصارف کے لئے بلاتوقف چندہ روانہ کریں۔ ہر ایک شخص اپنی حیثیت کے موافق اس ہدایت پر کاربند ہو۔ اس جلسہ کے لئے جس قدر صاحب چندہ دینے میں شریک ہوں گے اور ۲۰/ جون ۱۸۹۷ء سے پہلے قادیان میں آ کر تمام جماعت کے ساتھ جلسہ شکریہ کے مراسم ادا کریں گے ان تمام صاحبوں کے نام تفصیل رقم چندہ اور نیز باظہار اس تمام سرگرمی اور مستعدی کے جو ان سے ظاہر ہوئی لکھ کر بذریعہ طبع شائع کئے جائیں گے اور ایک کاپی اُن کی جنرل کمیٹی کو بھی بھیجی جائے گی تا جیسا کہ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند کی طرف سے وعدہ ہے ان کے نام قومی تاریخ میں یادگار کے واسطے درج ہوں۔

اگر کسی کے دل میں یہ وسوسہ گذرے کہ یہ تمام امور دنیاداری اور خوشامد میں داخل ہیں اور الٰہی سلسلہ سے مناسبت نہیں رکھتے تو اس کو یقیناً سمجھنا چاہیے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ ہم اس شکرگزاری کے جلسہ میں سرکار انگریزی سے کسی جاگیر کی درخواست نہیں کرتے اور نہ کوئی لقب چاہتے ہیں اور نہ کسی انعام کے خواستگار ہیں اور نہ یہ خیال ہے کہ وہ ہمیں اچھا کہیں بلکہ یہ جلسہ محض اس بار سے سبکدوش ہونے کے لئے ہے جو ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کے احسانات کا بار ہمارے سر پر ہے۔

خوب یاد رکھو کہ جو شخص انسان کا شکر ادا نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔ ہمارے

کسی کام میں نفاق نہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کی نیکی کو ضائع کرنا بدذاتی ہے۔

بعض نادان مسلمانوں نے ہم پر اعتراض کیا ہے کہ جوٹُرکی سفیر کے خط کا ردّ بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا ہے اس میں سلطان روم کی بے ادبی کی گئی ہے اور وہ خلیفۃ المؤمنین ہے اور نیز اس اشتہار میں مداہنہ کے طور پر انگریزوں کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ تمام باتیں کوتہ اندیشی اور بخل کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کے منہ سے نکل رہی ہیں۔ ہم نے سلطان کو کچھ بُرا نہیں کہا اور نہ بے ادبی کی بلکہ ہمیں افسوس ہے کہ جس شخص کے ایسے سفیر اور ایسے ارکان ہیں اس کی حالت قابل رحم ہے۔ ہم نے اس سفیر کو بچشم خود دیکھا ہے کہ بجائے نماز تمام روز شطرنج اور ٹھٹھا اور ہنسی میں گزارتا تھا۔ وہ قادیان میں آکر ایک ایسی جماعت کے اندر آ گیا تھا جو اس بے قیدی کی طرز اور طریق سے بالکل مخالف تھی۔ خدا جانتا ہے کہ ہمارا دل اس بات سے جلتا اور کباب ہوتا ہے اور بے اختیار جوش اُٹھتا ہے کہ ایسے دنوں میں اس سلطنت کے ارکان کو چاہیے تھا کہ تقویٰ میں ترقی کرتے۔ منہیات سے باز آتے۔ نماز کی پابندی اختیار کرتے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرتے اور بے قیدوں اور بدروشوں کی طرح زندگی بسر نہ کرتے۔ کیونکہ اسلام کی **تمام ترقی تقویٰ** سے شروع ہوئی ہے اور پھر جب اسلام ترقی کرے گا تقویٰ سے کرے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [1] رہی یہ بات کہ سلطان روم خلیفۃ المؤمنین ہے اس کے ارکان کی نسبت ایسے سُوءِ ادب کے الفاظ منہ پر لانا بیبا کی اور گستاخی میں داخل ہے۔ سو یہ سراسر ناسمجھی ہے اور درحقیقت جو شخص مجھے ایک کافر دجال بے ایمان کاذب خیال کرتا ہے وہ بیشک میری اُس تقریر سے سخت ناراض ہوگا جو میں نے اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ذرا اپنے دلوں میں فرض کرلو کہ اگر یہ تقریر اس شخص کی طرف سے ہے جو خدا کی طرف سے تیرہ سو برس کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہوکر آیا ہے اور خدا کا نائب ہے۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے۔ تو کیا سلطان روم کی عظمت کو اُس کے مقابل یاد کرنا اور

---

[1] الرعد : ۱۲

اس کی عظمت کو بالکل بُھلا دینا بے ایمانی ہے یا نہیں ۔جن دلوں پر خدا کی لعنت ہے اُن کا تو کچھ علاج نہیں لیکن عقلمند اور ایماندار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو خدا آسمانی خلافت دے کر ایک عظیم الشان کام کے لئے بھیجتا ہے روم کے ایک ظاہری فرمانروا کو کیا نسبت ہے؟[1]

یاد رکھو کہ خدا کے فرستادہ کی توہین ہے ۔چاہو تو مجھے گالیاں دو تمہارا اختیار ہے کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے ۔سلطان کا خلیفۃ المؤمنین ہونا صرف اپنے منہ کا دعویٰ ہے لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے ۔کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ . خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ السُّلْطَان ۔ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے نہ زمینی ۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس شخص کو انسان حقیر اور ذلیل جانتا ہے اس کو ایسے شخص کے مقابل پر بات کرنے سے بے ادب خیال کرتا ہے جس کو وہ عظیم الشان سمجھتا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ جب یسوع مسیح نے سردار کاہن کے سامنے ایک بات کہی جو سردار کاہن کو بُری معلوم ہوئی تو ایک سپاہی نے مسیح کے منہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ کیا تو سردار کاہن کی بے ادبی کرتا ہے؟ کیونکہ اس وقت اُن لوگوں کی نظر میں حضرت عیسیٰ مسیح ایک حقیر اور ذلیل آدمی تھا جو کاذب اور کافر خیال کیا گیا ۔پس جبکہ سردار کاہن کی دنیوی عزت کے لئے مسیح نے ایک ادنیٰ سپاہی کے ہاتھ سے طمانچہ کھایا تو پھر وہ شخص جو مسیح کے نام پر آیا ہے اگر سلطان روم کے جاہل حمایتیوں نے منہ سے گالیاں سنے تو کیا بعید ہے ۔

رہی یہ بات کہ اشتہار مذکور میں انگریزی سلطنت کی تعریف کی گئی ہے ۔سو یاد رہے کہ یہ ہرگز منافقانہ تعریف نہیں . لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ نَافَقَ ۔ بلکہ ہم سچے دل سے کہتے ہیں اور صحیح صحیح کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے بہت **امن** پایا ہے ۔اس لئے اس کا شکر ہم پر واجب ہے ۔اور

---

[1] ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مہدی موعود بعض نبیوں سے بھی افضل ہے ۔پس ایسے لوگوں کی حالت پر سخت افسوس ہے جو ایک بادشاہ کے لئے جو دنیوی زندگی رکھتا ہے مجھ کو جو اپنے مہدی موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ ثبوت دیتا ہوں گالیاں دیتے ہیں ۔اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سراسر دُنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں ۔خدا اور رسول پر ان کا ایمان نہیں رہا۔ منہ

مجھے ان شریر انسانوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اب تک وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جزاء احسان احسان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ[1] فقط

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۷؍جون ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان دارالامان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے دو صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۷)

---

[1] الرحمٰن : ۶۱

(۱۸۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

جلسۂ احباب

برتقریب جشن جوبلی بغرض دعاو شکر گذاری جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دَامَ ظِلُّھَا

ہم بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام ظلہا کے جشن جوبلی کی خوشی اور شکریہ کے ادا کرنے کے لئے میری جماعت کے اکثر احباب دور دور کی مسافت قطع کر کے ۱۹/ جون ۱۸۹۷ء کو ہی قادیان میں تشریف لائے۔ اور یہ سب ۲۲۵ آدمی تھے۔ اور اس جگہ کے ہمارے مرید اور مخلص بھی اُن کے ساتھ شامل ہوئے جن سے ایک گروہ کثیر ہو گیا اور وہ سب ۲۰/ جون ۱۸۹۷ء کو اس مبارک تقریب میں باہم مل کر دعا اور شکر باری تعالیٰ میں مصروف ہوئے اور جیسا کہ اشتہار وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند جناب خانصاحب محمد حیات خانصاحب سی۔ ایس۔ آئی میں اس بارے میں ہدایتیں تھیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اسی کے موافق سب مراسم خوشی عمدہ طور پر ظہور میں آئیں۔ چنانچہ ۲۰/ جون ۱۸۹۷ء کو ہماری طرف سے مبارکباد کی تار برقی بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند بمقام شملہ روانہ کی گئی۔ اور اُسی روز سے ۲۲/ جون ۱۸۹۷ء تک غریبوں اور درویشوں کو برابر

کھانا دیا گیا۔ مگر ۲۱؍جون ۱۸۹۷ء کو اس خوشی کے اظہار کے لئے ایک بڑی دعوت کا سامان ہوا۔ اور اس قصبہ کے غربا اور درویش دعوت کے لئے بُلائے گئے اور جیسا کہ شادیوں کے موقع پر کھانے پکائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی بڑے تکلف سے کھانے طیار ہوئے اور تمام حاضرین کو کھلائے گئے۔ اس روز تین سو سے زیادہ آدمی تھے جو دعوت میں شریک ہوئے۔ پھر ۲۲؍جون کی رات کو چراغاں ہوئی اور کوچوں اور گلیوں اور مسجدوں اور گھروں میں شام ہوتے ہی نظر گاہ عام پر چراغ روشن کرائے گئے اور غریبوں کو اپنے پاس سے تیل دیا گیا۔ اور علاوہ اس کے اظہار مسرت کے لئے عام دعوت میں لوگوں کو شامل کیا گیا۔

غرض یہ مبارک جلسہ تمام احباب کا جنہوں نے بڑی خوشی سے باہم چندہ کر کے اس کا اہتمام کیا ۲۰؍جون ۱۸۹۷ء سے شروع ہوا۔ اور ۲۲؍جون ۱۸۹۷ء کی شام تک بڑی دھوم دھام سے اس کا اہتمام رہا۔ چنانچہ پہلے روز میں تمام جماعت نے جو ہمارے مریدوں کی جماعت ہے جن کے ذیل میں نام درج ہوں گے بڑے صدق دل سے حضور قیصرہ اور خاندان شاہی اور برٹش گورنمنٹ کے حق میں اقبال اور شمول فضل الٰہی کی دعائیں کیں اور پھر جیسا کہ بیان کیا گیا وقتاً فوقتاً تمام مراسم ادا کئے گئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت نے جس میں معزز ملازم سرکاری بھی شامل تھے ایسے صدق دل اور محبت اور پوری ارادت اور پورے شوق اور انبساط سے دعائیں کیں اور شکر گذاری ظاہر کی اور اہتمام غرباء کی دعوت میں چندے دیئے اور ایک رقم کثیر باہمی چندہ سے جمع کر کے بڑی سرگرمی اور مستعدی اور دلی خوشی سے تمام تجاویز جنرل کمیٹی کو انجام تک پہنچایا کہ اس سے بڑھ کر خیال میں نہیں آ سکتا۔

اور وہ تقریر جو دعا اور شکر گذاری جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند میں سنائی گئی جس پر لوگوں نے بڑی خوشی سے آمین کے نعرے مارے وہ چھ زبانوں میں بیان کی گئی تا ہمارے پنجاب کے ملک میں جس قدر مسلمان کسی زبان میں دسترس رکھتے ہیں اُن تمام زبانوں سے شکر ادا ہو۔ اُن میں سے ایک اردو میں تقریر تھی جو شکر اور دعا پر مشتمل تھی جو عام جلسہ میں سنائی گئی اور پھر عربی اور فارسی اور انگریزی

اور پنجابی اور پشتو میں تقریریں قلمبند ہو کر پڑھی گئیں۔ اردو میں اس لئے کہ وہ عدالت کی بولی اور شاہی تجویز کے موافق دفتروں میں رواج یافتہ ہے اور عربی میں اس لئے کہ وہ خدا کی بولی ہے جس سے دنیا کی تمام زبانیں نکلیں اور جو اُمّ الْاَلْسِنَہ اور دنیا کی تمام زبانوں کی ماں ہے جس میں خدا کی کتاب قرآن شریف خلقت کی ہدایت کے لئے آیا۔ اور فارسی میں اس لئے کہ وہ گذشتہ اسلامی بادشاہوں کی یادگار ہے جنہوں نے اس ملک میں قریباً سات سو برس تک فرمانروائی کی۔ اور انگریزی میں اس لئے کہ وہ ہماری جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند اور اس کے معزز ارکان کی زبان ہے جس کے عدل اور احسان کے ہم شکر گذار ہیں۔ اور پنجابی میں اس لئے کہ وہ ہماری مادری زبان ہے جس میں شکر کرنا واجب ہے اور پشتو میں اس لئے کہ وہ ہماری زبان اور فارسی زبان میں ایک برزخ اور سرحدی اقبال کا نشان ہے۔

اسی تقریب پر ایک کتاب شکر گذاری جناب قیصرہ ہند کے لئے تالیف کر کے اور چھاپ کر اس کا نام **تحفہ قیصریہ** رکھا گیا اور چند جلدیں اس کی نہایت خوبصورت مجلد کرا کے اُن میں سے ایک حضرت قیصرہ ہند کے حضور میں بھیجنے کے لئے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بھیجی گئی اور ایک کتاب بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند روانہ ہوئی اور ایک بحضور جناب نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب بھیج دی گئی۔ اب وہ دعائیں جو چھ زبانوں میں کی گئیں۔ ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ اور بعد اس کے اُن تمام دوستوں کے نام درج کئے جائیں گے جو تکالیف سفر اُٹھا کر اس جلسہ کے لئے قادیان میں تشریف لائے اور اس سخت گرمی میں اس خوشی کے جوش میں مشقتیں اُٹھائیں یہاں تک کہ بباعث ایک گروہ کثیر جمع ہونے کے اس قدر چار پائیاں نہ مل سکیں تو بڑی خوشی سے تین دن تک اکثر احباب زمین پر سوتے رہے۔ جس اخلاص اور محبت اور صدقِ دل کے ساتھ میری جماعت کے معزز اصحاب نے اس خوشی کی رسم کو ادا کیا میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں بیان کر سکوں۔

میں پہلے اپنے بیان میں یہ ذکر بھول گیا تھا کہ اس تقریب جلسہ میں ۲۲؍ جون ۱۸۹۷ء کو ہماری جماعت کے چار مولوی صاحبان نے اُٹھ کر عام لوگوں کو جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی اطاعت اور سچی وفاداری کی ترغیب دی۔ چنانچہ پہلے اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے اُٹھ کر اس بارے

میں بہت تقریر کی ۔ پھر اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے تقریر کی اور پھر بعد اُن کے اخویم مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اُٹھے اور انہوں نے پنجابی میں تقریر کر کے عام لوگوں کو اطاعت ملکہ معظّمہ کے لئے بہت ترغیب دی ۔ بعد اُن کے مولوی جمال الدین صاحب سیّد والا ضلع منٹگمری نے اُٹھ کر پنجابی میں تقریر کی ۔ مگر انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام جن کو نادان مسلمان اب تک خونریز کی صورت میں انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت فوت ہو گئے ہیں ۔ یعنی ایسے خیال کہ کسی وقت مہدی اور مسیح آنے سے مسلمان خونریزیاں کریں گے صحیح نہیں ہے اور عام لوگوں کو نیک بختی اور نیک چلنی کی ترغیب دی گئی ۔ اور اس مبارک موقعہ پر ساٹھ ستر آدمیوں نے ہر ایک گناہ اور بدچلنی سے رو رو کر توبہ کی ۔ یہاں تک کہ اُن کی گریہ زاری سے مسجد گونج رہی تھی ۔

اب ذیل میں وہ دعائیں چھ[۶] زبانوں میں درج کی جاتی ہیں ۔

الراقم میرزا **غلام احمد** قادیانی

۲۳ / جون ۱۸۹۷ء

دعا اور آمین اُردو زبان میں

اے مخلصان باصدق وصفا و محبان بے ریا جس امر کے لئے آپ سب صاحبان تکلیف فرما ہو کر اس عاجز کے پاس قادیان میں پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کے احسانات کو یاد کر کے اُن کی سلطنت دراز شصت سالہ کے پوری ہونے پر اُس خدائے عزّ وجلّ کیا شکر کریں ۔ جس نے محض لطف واحسان سے ایک لمبے زمانہ تک ایسی ملکہ محسنہ کے زیر سایہ ہمیں ہر ایک طرح کے امن سے رکھا جس سے ہماری جان و مال و آبرو جابروں اور ظالموں کے حملہ سے امن میں رہی ۔ اور ہم تمام تر آزادی سے خوشی اور راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ۔ اور نیز اس وقت ہمیں بغرض ادائے فرض شکر گزاری جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کے لئے جناب الٰہی میں دعا کرنی چاہیے کہ جس طرح

ہم نے اُن کی سلطنت میں امن پایا اور اُن کے زیر سایہ رہ کر ہر ایک شریر کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ جناب ممدوحہ کو بھی جزاء خیر بخشے اور اُن کو ہر ایک بلا اور صدمہ سے محفوظ رکھے اور اقبال اور کامیابی میں ترقیات عطا فرمائے اور ان سب مرادوں اور اقبالوں اور خوشیوں کے ساتھ ایسا فضل کرے کہ انسان پرستی سے ان کے دل کو چھوڑا دیوے۔ اے دوستو! کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتے ہو اور کیا تم اس بات کو بعید سمجھتے ہو کہ ہماری ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کے دین اور دنیا دونوں پر خدا کا فضل ہو جائے۔ اے عزیزو! اس ذات قادر مطلق کی عظمتوں پر کامل ایمان لاؤ جس نے وسیع آسمانوں کو بنایا اور زمین کو ہمارے لئے بچھایا اور دو چمکتے ہوئے چراغ ہمارے آگے رکھ دیئے جو آفتاب اور ماہتاب ہے سو سچے دل سے حضرت احدیّت میں اپنی محسنہ ملکہ قیصرہ ہند کے دین اور دنیا کے لئے دعا کرو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تم سچے دل سے اور روح کے جوش کے ساتھ اور پوری امید کے ساتھ دعا کرو گے تو خدا تمہاری سنے گا۔ سو ہم دعا کرتے ہیں اور تم آمین کہو کہ اے قادر توانا جس نے اپنی حکمت اور مصلحت سے اس محسنہ ملکہ کے زیر سایہ ایک لمبا حصہ ہماری زندگی کا بسر کرایا اور اس کے ذریعہ سے ہمیں صدہا آفتوں سے بچایا اس کو بھی آفتوں سے بچا کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے قادر توانا! جیسا کہ ہم اس کے زیر سایہ رہ کر کئی صدموں سے بچائے گئے اس کو بھی صدمات سے بچا کہ سچی بادشاہی اور قدرت اور حکومت تیری ہی ہے۔ اے قادر توانا ہم تیری بے انتہا قدرت پر نظر کر کے ایک دعا کے لئے تیری جناب میں جرأت کرتے ہیں کہ ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھوڑا کر لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر اس کا خاتمہ کر۔ اے عجیب قدرتوں والے! اے عمیق تصرفوں والے! ایسا ہی کر۔ یا الٰہی یہ تمام دعائیں قبول فرما۔ تمام جماعت کہے کہ آمین۔ اے دوستو اے پیارو خدا کی جناب بڑی قدرتوں والی جناب ہے دعا کے وقت اس سے نومید مت ہو کیونکہ اس ذات میں بے انتہا قدرتیں ہیں اور مخلوق کے ظاہر اور باطن پر اس کے عجیب تصرف ہیں۔ سو تم نہ منافقوں کی طرح بلکہ سچے دل سے یہ دعائیں کرو کیا تم سمجھتے ہو کہ بادشاہوں کے دل خدا کے تصرف سے باہر ہیں؟ نہیں بلکہ ہر ایک امر اس کے ارادہ کے تابع اور اس کے ہاتھ کے نیچے ہے۔ سو تم اپنی

محسنہ قیصرہ ہند کے لیے سچے دل سے دنیا کے آرام بھی چاہو اور عاقبت کے آرام بھی۔ اگر وفادار ہو تو راتوں کو اُٹھ کر دعائیں کرو اور صبح کو اُٹھ کر دعائیں کرو۔ اور جو لوگ اس بات کے مخالف ہوں اُن کی پروا نہ کرو چاہیے کہ ہر ایک بات تمہاری صدق اور صفائی سے ہو اور کسی بات میں نفاق کی آمیزش نہ ہو۔ تقویٰ اور راستبازی اختیار کر اور بھلائی کرنے والوں سے سچے دل سے بھلائی چاہو تا تمہیں خدا بدلہ دے کیونکہ انسان کو ہر ایک نیکی کے کام کا نیک بدلہ ملے گا۔ اب زیادہ الفاظ جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہی دعا ہے کہ خدا ہماری دعائیں سنے۔ **وَالسّلام**

اَلدُّعَاءُ وَالتَّامِيْنُ فِي الْعَرَبِيَّةِ

ايّها الاحبّاء المخلصون. والاصدقاء المسترشدون. جزاكم اللّٰه خير الجزاء. وحفظكم فى الكونين من البلاء. انكم قاسيتم متاعب السّفر و شوائبه. و ذُقتم شدائد الحرّ ونوائبه. وجئتمونى مدّلجين مُكابدين. لتشكروا اللّٰه فى مكانى هٰذا مجتمعين. وتكثروا الدّعاء لقيصرة الهند شاكرين ذاكرين. وتدعون دعوة المخلصين. ياعباد اللّٰه لا تعجبوا لدعواتنا وشكرنا فى تقريب الجوبلى. وتعلمون ماقال سيّدنا امام كل نبىّ وولىّ ۔ وخاتم النبيّين . انه مَنُ لم يشكر الناس فما شكر اللّٰه وَ اللّٰه يحبّ المحسنين. ثمّ تعلمون انّ اموالنا واعراضنا ودماء نا قد حفظتها العناية الالٰهيّة بهٰذه الملكة المعظمة. وجعلها اللّٰه مؤيّدة لنا فى المهمّات الدنيويّة والدّينيّة. فالشكر واجب علٰى مافعل ربّنا ذوالجلال والعزّة ومن اعرض فقد كفر بالنعم الرحمانية. واللّٰه يحبّ الشاكرين. ايّها النّاس هذا يوم يجب فيه اظهار الشكر والمسرّ ة مع الدّعاء باخلاص النيّة. فاردنا اَنُ نقبله بمراسم التهانى

والتبریک والتهنیّة. ورفع اکفّ الابتهال والضراعة. وتذلّل یلیق بحضرة الاحدیة. وانارة الماٰذن والمساجد والسکک والبیوت بالمصابیح والشهب النورانیّة. وانما الاعمال بالنیات المخفیة من اعین العامة . واللّٰه یری مافی قلوب العالمین . یاعباد اللّٰه الرحمان. هل جزاء الاحسان الّا الاحسان. فلا تظنوا ظنّ السوء . مستعجلین والاٰن ادعو للقیصرة بخلوص النیّة. فأمّنوا علٰی دعائی یامعشر الاحبّة. واتّقوا اللّٰه ولا تنسوا منّ اللّٰه و منّ عباده من الخواص والعامة . ولا تعثوا مفسدین.

یاربّ اَحسِنُ الٰی هٰذه الملکة. کما احسنت الینا بانواع العطیّة. واحفظها مِن شرّ الظالمین . یاربّ شیّد واعضد دعائم سریرها. واجعلها فائزة فی مهمّاتها وصُنها من نوائب الدنیا وآفاتها. وبارک فی عمرها و حیاتها یاارحم الراحمین . یاربّ ادخل الایمان فی جذر قلبها ونجّها و ذراریها مِن ان یعبدوا المسیح ویکونوا من المشرکین . یاربّ لا تتوفّها الّا بعد ان تکون من المسلمین . یاربّ انا ندعو لها بأَلسنة صادقة وقلوب ملئت اخلاصا وحسن طویّة فاستجب یااَحُکم الحاکمین.

اجد الانام ببهجة مستکثره عید اتٰی او جوبلی القیصرة
نشر التهانی فی المحافل کلها فاری الوجوه تهللت مُستبشره
انّی اراها نعمةً من رَبّنا فالشکر حق واجب لا بربره
لا شک ان سرورنا من شکرها خیر فمن یعمله اخلاصًا یره
اَمَرَ النّبیُّ لشکر رجل محسن قُتل العنود المعتدی ما اکفره

دُعا وآمین درزبانِ فارسی

اے گروہ دوستان و جماعت مخلصان خدا شمارا جزاءِ خیر دہد شما تکالیف گرمی موسم و صعوبت سفر برداشتہ نزدمن درقادیان بدین غرض رسیدہ اید کہ تا برتقریب جشن جوبلی باجتماع اخوان خود شکر خدائے عزّ وجل بجا آرید و برائے خیر دُنیا ودین ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دعا ہا کنید۔ می دانم کہ موجب ایں تکالیف وآنچہ برائے انعقاد ایں جلسہ باہم چندہ فراہم کردہ رسوم جلسہ بجا آوردہ اید باعث ایں ہمہ بجز اخلاص ومحبّت چیزے دیگر نبودہ۔ پس دعا می کنم کہ خُدا تعالیٰ شمارا پاداش ایں تکالیف دہد کہ محض برائے حصول مرضات اوکشیدہ اید۔ اے دوستان می دانید کہ ما درعہد سعادت مہد قیصرہ ہند چہ آرامہا دیدیم و می بینیم و چہ قدر زندگی خود درامن وعافیت گذرانیدہ ایم و می گذرانیم۔ پس شرط انصاف این است کہ مابرائے ایں ملکہ مبارکہ از تہ دل دُعا کنیم چرا کہ ہر کہ شکر مردم محسن نہ کند شکر خدا بجا نیاوردہ است۔ پس ایں دعا ہا میکنم شما آمین بگوئید۔ اے قادر توانا بدیں ملکہ تو نیکی کُن چنانکہ او بما کرد۔ واز شر ظالمان او را محفوظ دار۔ اے قادر توانا ستونہائے سریراو بلند کُن و درمہمات خود اورا فائز گردان واز حوادث دُنیا ودین اُورا نگہ دار۔ ودر عمر و زندگی او برکت بخش۔ اے قادر توانا اسلام در دِل اُو داخل کُن واُو را واولاد اُورا از پرستش مسیح کہ بندۂ عاجز است نجات دِہ واز مشرکان اورا بیرون آرکہ ہمہ قدرت تو داری۔ اے قادر توانا اورا تا آن وقت وفات مدہ کہ برراہِ راست اسلام ثابت قدم بودہ باشد۔ اے ربّ جلیل دعاہائے ما قبول کُن۔ آمین۔

دعا نور آمین پو پښتو ژبہ کے

اَیْ دمابُلْ دِخُدای دُوستُونَ خُدا تاسِتَه دِ خَیْر جَزا ورْ کے تاسِه خَلْق تکَلَیْفُون پُخْپُلْ زَان بَاندِ آخِسْتیْ دَهْ دِمَا څخه پوْ قَادِیَان لِپَاره دِ دِغرَضْ رَاغْلِے وُه کِه دِ ملِکهْ مُعظّمه اِشْپِے تِےْ کالْ جَشْن اِسْتَاسْو اوْرُوْرُوْنَ سرَهْ دِےْ خُدائے عزَّوَجَلّ شُکرَ اَدا وُکروْاَوْدَ دِے مَلِکَهْ معظّمه قَیْصره هِنْد دُنْیائی خَیْرِ لِپَارَهْ دُعا وکُوز پوْئے کمُ کِه دِ دِ تکلیفونَ سَبَبْ څه جَلسَهْ دِپَارَهْ چِنْدَه توله کَرِےْ وُه بُلْ دِجَلسَهَ رسْم بَہَمْ پُوْرَهْ کَرِےْ وُه دِ اِخْلاص اَودَ دِےْ حُجتْ سِوا بُل شےْ نِدَےْ نورْ زِ دُعاکَوُمْ کِهْ خُدا صاحِبْ تاسُتَه دَدِ تکلیفونَ اَجر وَرْکِيْ چه صرْف دِ آغَهْ لِپَارَهْ تاسوْ آخِسْتَیْ دَه ۔ اَے دوسْتونَ پوئیُکیْ چه مُنکہْ دِ مَلِکه پوْ زمَانِے کنبے سِرِنْکہْ آرام مُنْکہُ لِیْدِلَےْ دَهْ اَو زه سِرِنکہُ دِخپُلْ زِندکی سَرَهْ بَسرْکَرِیَ هَمْ دَهْ اَوْ بَسرْبَه او کُوْ بَیا اِنْصَافْ دَادَهْ چِهْ مُنکہُ دِ مَلِکَهْ دِ پارَهْ دُعا وَکُوُ وَلِے چه هَرْچَاچِه دِ نیک سَرِیْ شُکرنَکِيْ اَغَهْ دِ خُدای شُکر سِرِنَکه کَوُلےْ شِیْ‌پَسْ زِ دُعَا کَوُمُ تَاسِهْ آمِیْن وَه وَائی اےْ لوْئے خُدایا دِ مَلِکَهْ سَرَهْ نِیکیْ وُه کَهْ اَغَهْ سِےْ چه مُنَکہُ سَرِهْ اَغَهْ کَرِےْ دِے اَوْدَدِ ظالمون دِشَرَه اَغه اُوسَاتَه یالوئے خُدایَا دِ اَغه دِ تَخْت اِسْتِنِ تهُ بِلُنْداُوکره بُل دَدین اَودَ دنیا شَرُونَ اَغه اُوسَاتَه اَوْ پوْعُمُر بُلْ پُو اغهَ زِنْدکی بَرَکَتْ کَرَهْ یا لوئے خُدَایَا اِسْلَامْ پوْ اَغَه زِرَهْ نَنَهْ کَره یا لوئے خُدایا مَلِکَهْ بُلْ دِ اَغه زوئے بُلْ دِ اَغَهَ عَیَال دِےْ مَسیحْ دےْ پَرسْتش چه یَوْ عَاجِزْ سَرَے دَه اوسَاتَه اَودِ مُشرِکُونَ دِکرُوْنَه اَغَه اوباسَهْ چِه تَه قُدرَتْ لَرَےْ اَیْ لوئے خُدایَا تِرْاَغَه وقْت مَلِکَه مُرمُکَهُ چِه مُسْلمَان شِیْ یالوئے خَدایَا اِمنک دُعَاته قبَول کَرَه۔

مہارانی قیصرہ ہند دیاں ساریاں مُراداں پوریاں ہوندی
پنجابی وِچہ بَینتی

سُنو میریو سچے دوستو تے پکے یارو جس گل واسطے تُسیں سارے پھائی اپنے سارے کم کُسا کے تے کشالہ کر کے میرے کول قادیان وچہ آئے اواوہ اک پھارا متبل ایہ ئے جے اسیں سارے دربار رانی ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دیاں احساناں تے مہربانیاں نوں یاد کر کے اوہدے سٹھ ورھیاں دے راج دے پورا ہونے دی اپنے ربّ دے درگاہے شکر کریئے تے ایس دے بے اوڑک کرم دا گاون گائیے جس نے آپنیاں فضلاں تے کرماں دے نال ایڈے لمّے زمانے توڑیں سانوں اجیہی ملکہ معظّمہ دے راج دے چھاویں پھاگاں سہاگاں نال رکھیا۔ جس تھیں اساں غریباں مسلماناں دیاں جاناں تے پتّاں تے مال ہتھیاریاں تے انیائیاں دے پنجیاں تھیں بچ گئے تے اسیں ہُن توڑیں من پھاؤندیاں خوشیاں تے انگنیاں چیناں دے نال اپنی زندگانی پوری کر دے رہے۔ تے دوجا متبل وڈا ایہ جے ہن اسیں اس ویلے جناب ملکہ معظّمہ دا شکر پورا کرنے واسطے سچّے رب صاحب دی سچّی درگاہے ترلیاں تے جھیر گیاں نال دعا کریئے کہ جس طرح ایس جگت دی رانی تے دھرمی تے لاڈ لڈیانے والی ماتا دے راج وچہ رہ کے اساں آرام پایا تے اوس دی بادشاہی دی ٹھنڈی تے سنگھنی چھاں وچ ہرانر تھی دے انرتھوں بچکے مٹھّیاں نیندراں سُتّے ہاں اوسے طرح دھرتی انبر دا راجا سچّا ربّ ایسی ملکہ معظّمہ نوں اینہاں پتّاں دا نانداں بدلہ دے۔ تے اوہنو ہر اک تھکے تھوڑے تے ساریاں درداں تھیں آپنا ہتھ دے کے بچار کھے۔ تے اقبال تے وڈیائی تے آساں امیداں دے پورا ہوون وِچہ وادھا بخشے تے ساریاں مُراداں پوریاں کرنے سمیت اوستے ایسا فضل کرے تے اجیہا ترٹّھے جے بندہ پرستی تھیں اوسدے دِل نوں مٹھی نیندروں جگاوے تا ایہ ماتا آپنی جاؤ واسمیت اک وحدۂ

لاشریک لہ، جیوندے جاگدے دھرتی انبر تے ایس سارے اڈنبر دے سائیں دی پوجا ول آوے۔ تے دوہاں جگاں دا سدا سرگ پاوے۔ میریو پیاریو یاروتسیں خدا دی قدرت تھیں اوپرا جاندے ہو۔ بھلا تسیں ایسی گل نوں اچرج تے انہونی سمجھ دے ہو جے ساڈی جگ رانی ملکہ معظّمہ دے دین تے دُنیاں تے خدا دا افضل ہو جائے۔ او پیاریو اُس ذات سگت واندیاں وڈیائیاں تے پُورا ایمان لیاؤ جس نے ایڈا چوڑا تے اُچّا آسمان بنایا تے دھرتی نوں ساڈے واسطے وچھایا تے دو چمکدے دیوے انملے جگ چمکان والے ساڈیاں اکھیاں اگے رکھے۔ اک چندر ماہ دوجا سورج ماہ سوتر لیاں تے ہاڑیاں تے دندیاں لہلکنے نال ربّ صاحب سچّے دی درگاہ وچہ اپنے سَدا پُنّاں داناں والی ملکہ معظّمہ دے دین تے دُنیاں واسطے دُعا منگو۔

میں سچو سچ کہناہاں جیکر تُسیں کچیاں تے دوؔ گلّیاں نوں سنگوں ہٹا کے تے سچّیاں تے اکولّیاں نوں ساتھ لے کے تے پوری امید نال نہچہ بنّہ کے دُعا کرو گے تاں جگاں دا سچّا داتا تہاڈی دُعا ضرور سُنے گا۔ سو اسیں دُعا کرنے ہاں تے تسیں آمین آکھو۔ ہے سچّیا سگتاں والیا سچیا سائیاں جدتوں آپنی حکمت تے مصلحت نال ایس دیاوان رانی دے راج دے ٹھنڈی چھاویں ساڈے جیونیدا اک لمّا حصّہ پورا کیتائی تے اوس دے سببوں ہزاراں آفتاں تے بلاواں تھیں سانوں بچایائی۔ تُوں اُوسنو بھی آفتاں تھیں بچا جے توں ہر شَے تے سگت تے وسّ رکھنائیں۔ ہے قدرتاں والیاں جس طرح اسیں اوسدے راج وچہ دھکیاں دھوڑیاں تے ٹھینے ڈگنے تھیں بچائے گئے ہاں اوسنوں بھی ساریاں چنتاں تے چھوریاں تھیں بچا جے سچی بادشاہی تے پکّی زورآوری تے پوری حکومت تیری ہئیے۔ ہے جتناں والیا مالکا اسیں تیری بے انت قدرت تے تہان رکھ کے اک ہور دُعا دے واسطے تیری درگاہے دلیری کرنے ہاں جے توں ساڈی اَن گنت دَیاوان رانی ملکہ معظّمہ نوں بندہ پوجن دی انھیری کوٹھڑی تھیں باہر کڈھ کے اُچّے تے سنہری تے لاٹاں مارنے والے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دے چبوترے تے موجاں ماننے والی کر کے اوسےّ تے اوہدا پورن کر۔ ہے اچرج زوراں والیا۔ ہے

ڈھنگیاں نگاہاں والیا۔ ہے پوریاں پہچان والیا۔ ہے بے اوڑک کا بواں والیا اینویں کر۔ ہے ربّاں دیا ربّا ایہ ساریاں دُعاواں منظور کر۔ سارے دوست آمین آکھو۔ اے پیار یو سچّے ربّدی درگاہ وَڈِّی قدرتاں تے پہنیاں والی درگاہ ئے دعا دے ویلے اوس تھیں بے امید نہ ہووو۔ کیوں جی اوس دے دربار دے بے اوڑ سدا اورتوں کسے سمے کوئی پھکھارا پھکھا تے خالی ہتھ نہیں گیا۔ تے اپنے سربت جیا جنت دے اندر باہر اوہدے اچرج کا بو تے قبضے ہین۔ تسیں د۲و گلیاں تے د۲و رنگیاں تے کھوٹیاں وانگر دعا نہ کرو۔ سگوں سچیاں چیلیاں تے سوچیاں چیریاں وانگوں اوہدے من دھن تے جت ست تے پت واسطے دھن شا واکھو تے سدا سُکھ منگو۔ ہین تسین سمجھدے ہو جے سربت راجیاں دے دِل اُس مہاراج سرب شکتی مان سدا دیا وان دے کا بوؤں باہر نہیں سگوں سارے کم تے انیک تے ان گنی کرتب اُسیدے اوڈاؤ ہتھ وچہ نے۔ سو تسیں اپنے ان گنت دانا نوالی مہارانی ملکہ معظّمہ دے دُنیا تے عاقبت واسطے آنند تے آرام منگو جے تسیں وفادار ٹھیلیے تے مَن وارنے والے چاکر ہوتاں شامیں تے پہر راتیں تے پچھلی راتیں نیندراں گنوا کے اوبھڑ وائی اُٹھ اُٹھ کے بینتیاں کرو تے جھڑے مُنکھ اس گلدے دوتی تے دوکھی ہون اُنہاں ہتھ یاریاندی پرواہ نہ کرو۔

لوڑیدائی جے سبھّو گلاں تہاڈیاں نتریاں ہوئیاں تے سُتھریاں ہون تے کسے گل تھہاڈّی وچہ رلا رول نہ ہووے سُرت تے سچ ملّو بھلا کرن والیاں دا بھلا چا ہوتاں تھہا نوں تھہاڈا جانی جان سچا ربّ صاحب چنگا بدلہ دیوے۔ کیوں جے ہر مُنکھ بے حیائی کپدائی تے کیتائی پاندائے۔ نریاں گلاں کجھ پھل نہیں دیندیاں۔ تھڑیاں تے تُھڑیاں نوں پکڑنے والیا بھوَڑیدا اویلائی۔

English Translation of the prayer recited by Mirza Ghulam Ahmad Rais of Qadian on the occasion of the Diamond Jubilee

My friends - The object which has brought you here is to convene a meeting of thanksgiving on the happy occasion of the Diamond Jubilee of Her Majesty's reign in rememberance of the manifold blessings enjoyed by us during Her Majesty's time. We offer our heartfelt thanks to God who out of His special kindness has been pleased to place us under this sovereign rule, protecting thereby our life, property and honour from the hands of tyranny and persecution and enabling us to live a life of peace and freedom. We have also to tender our thanks to our gracious Empress, and this we do by our prayers for Her Majesty's welfare. May God protect our beneficient sovereign from all evils and hardships as Her Majesty's rule has protected us from the mischief of evil doers. May our blessed ruler be graced with glory and success and be saved at the same time from the evil consequences of believing in the divinity of a man and his worship. My friends do not wonder at this, nor entertain any doubt as to the wonderful powers of the Almighty, because it is quite possible for him to confer His choicest blessings upon our gracious Queen in this world and the next. Hence the strong and firm belief in the omnipotence of the Supreme Being who made this spacious firmament on high and spread the earth beneath our feet illuminating them both with the sun and the moon. Let your sincere prayers as to the good of Her Majesty in matters spiritual and temporal, reach His holy throne. And I assure you that prayers that come from hearts sincere earnest and hopeful are sure to be listened to. Let me pray then & you may say Amen:

Almighty God! As Thy Wisdom & Providence has been pleased to put us under the rule of our blessed Empress enabling us to lead lives of peace and

prosperity, we pray Thee that our ruler may in return be saved from all evils and dangers as thine is the kingdom, glory and power. Believing in Thy unlimited powers we earnestly ask Thee all powerful Lord to grant us one more prayer that our benefactoress the empress, before leaving this world. may probe her way out of the darkness of man-worship with the light of "La-ilaha-illallaho muhammad-al-rasul-ullah." {There is no God but Allah & Muhammad is His Prophet}, Do Almighty God as we desire, and grant us this humble prayer of ours as Thy will alone governs all minds. Amen!

My Friends! Trust in God and feel not hopeless. Do not even imagine that the minds of wordly potentates and earthly kings are beyond His control. Nay, They are all subservants to His Holy Will. Let therefore your prayers for the welfare of your empress in this world and the next, come from the bottom of your hearts. If you are loyal subjects remember Her Majesty in your night and morning prayers. Pay no heed to opposition. Let Your words and deeds be true and free from hypocrisy. Lead lives of virtue and righteousness, and pray for the good of your well-wishers, because no virtue goes unrewarded. I conclude with earnest desire that God may grant our prayer. Amen.

Dated 23-6-1897

فہرست

اسمائے حاضرین جلسۂ ڈائمنڈ جوبلی بمقام قادیان ضلع گورداسپورہ بحضور امام ہمام حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود معہ چندہ و بلا چندہ ۔ و اسمائے غیر حاضرین جنہوں نے چندہ دیا از ۲۰؍جون ۱۸۹۷ تا ۲۲؍جون ۱۸۹۷ء

نمبر	نام	سکونت	رقم چندہ	رقم ہندسوں میں از مرتب	کیفیّت
۱	حضرت اقدس جناب میرزا غلام احمد صاحب مہدی و مسیح موعود رئیس قادیان ۔ معہ اہل بیت	قادیان	لعہ	۱۵ روپے	
۲	حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی	؍؍	صہ/	۵ روپے	
۳	مولوی عبد الکریم صاحب	سیالکوٹ	سے/	۳ روپے	
۴	مولوی بُرہان الدین صاحب	جہلم	۔		
۵	مولوی محمد احسن صاحب	امروہا ضلع مراد آباد	سے/	۳ روپے	بباعث مجبوری حاضر نہ ہوسکے
۶	حکیم فضل الدین صاحب معہ ہر دو قبائل	بھیرہ	عہ	۱۰ روپے	
۷	خواجہ کمال الدین صاحب بی ۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج	لاہور	صہ/	۵ روپے	
۸	مفتی محمد صادق صاحب بھیروی کلرک اکونٹنٹ جنرل	لاہور	تعہ	۲ روپے	
۹	میرزا ایوب بیگ صاحب بی اے کلاس لاہور کالج معہ قبیلہ خود	کلانور	تعہ ۱۲/	۲ روپے بارہ آنے	
۱۰	خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر برنج	لاہور	للعہ	۴ روپے	
۱۱	حکیم محمد حسین صاحب	؍؍	عہ/	ایک روپیہ	
۱۲	خواجہ جمال الدین صاحب بی اے رنبیر کالج ریاست جموں	؍؍	تعہ	۲ روپے	
۱۳	حکیم فضل الٰہی صاحب	؍؍	صہ/	۵ روپے	
۱۴	منشی مولا بخش صاحب کلرک دفتر ریلوے	؍؍	عہ/	ایک روپے	
۱۵	منشی نبی بخش صاحب ؍؍ ؍؍ ؍؍	لاہور	سے/	۳ روپے	
۱۶	منشی محمد علی صاحب ؍؍ ؍؍	؍؍	عہ/	ایک روپے	

۱۷	منشی محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر اورینٹل کالج	//	صہ ر	۵ روپے	
۱۸	شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر رخت	//	للعہ	۲۵	
۱۹	منشی کرم الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ نصرت اسلام	//	۴ر	۴ آنے	
۲۰	میاں محمد عظیم صاحب کلرک دفتر ریلوے	لاہور	۸ر	۸ آنے	
۲۱	حافظ فضل احمد صاحب معہ فرزند	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۲۲	حافظ علی احمد صاحب //	//	عہ ر	//	
۲۳	شیخ عبداللہ صاحب نومسلم منصرم شفاخانہ انجمن حمایت اسلام	//	۸ر	۸ آنے	
۲۴	علی محمد صاحب طالب علم بی اے کلاس کالج	//	.	۲ پیسے	
۲۵	منشی عبدالرحمٰن صاحب کلرک دفتر ریلوے	//	صہ ر	۵ روپے	
۲۶	منشی معراج الدین صاحب جنرل ٹھیکہ دار	لاہور	عہ ۳ر	۱۰ روپے ۳ آنے	
۲۷	منشی تاج الدین صاحب کلرک دفتر ریلوے	//	صہ ر	۵ روپے	
۲۸	شیخ دین محمد صاحب	//	۸ر	۸ آنے	
۲۹	حکیم شیخ نور محمد صاحب نومسلم	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۳۰	حکیم محمد حسین صاحب پروپرائٹر کارخانہ رفیق الصحت	//	عہ ر	//	
۳۱	تاج الدین صاحب طالب علم مدرسہ اسلامیہ	//	.		
۳۲	عبداللہ صاحب //	//	.		
۳۳	مولا بخش صاحب پٹولی	//	عہ ر	ایک روپیہ	بباعث مجبوری حاضر نہ ہو سکے
۳۴	قاضی غلام حسین صاحب بھیروی طالب علم آرٹ سکول	//	۸ر	۸ آنے	//
۳۵	حاجی شہاب الدین صاحب	//	للعہ ر	۴ روپے	//

۳۶	چراغ الدین صاحب وارث میاں محمد سلطان	لاہور	عمّا /	۲ روپے	//
۳۷	احمد الدین صاحب ڈوری باف	//	عمہ /	ایک روپیہ	//
۳۸	جمال الدین صاحب کاتب	//	عمہ /	//	//
۳۹	محمد اعظم صاحب //	//	۸ /	۸ آنے	//
۴۰	سیف الملوک صاحب	//	عمہ /	ایک روپیہ	//
۴۱	میاں سلطان صاحب ٹیلر ماسٹر	//	سے /	۳ روپے	//
۴۲	میاں غلام محمد صاحب کلرک چھاپہ خانہ	//	عمہ	ایک روپیہ	//
۴۳	مظفر الدین صاحب	//	عمّا	۲ روپے	//
۴۴	خواجہ محی الدین صاحب تاجر پشمینہ	//	عمہ	ایک روپیہ	//
۴۵	محمد شریف صاحب طالب علم اسلامیہ کالج	//	۸ /	۸ آنے	//
۴۶	عبدالحق صاحب۔ اسلامیہ کالج	لاہور	عمہ /	ایک روپیہ	بباعث مجبوری شامل نہ ہوسکے
۴۷	عبدالمجید صاحب //	//	۸ /	۸ آنے	//
۴۸	غلام محی الدین صاحب جلد بند سول ملٹری گزٹ	//	معہ /	۷ روپے	//
۴۹	تاج الدین صاحب	//	عمہ	ایک روپیہ	//
۵۰	بشیر احمد صاحب	//	۴ /	۴ آنے	//
۵۱	نذیر احمد صاحب	//	۴ /	۴ آنے	//
۵۲	ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب	//	صہ /	۵ روپے	
۵۳	شیر محمد خان صاحب طالب العلم بی اے کلاس	//	عمہ	ایک روپیہ	
۵۴	غلام محی الدین صاحب طالب علم بی اے کلاس	//	صہ /	۵ روپے	
۵۵	شیر علی صاحب طالب علم بی اے کلاس	//	عمہ	ایک روپیہ	

۵۶	صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی ابن حضرت شاہ حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم سجادہ نشین چہار قطب ہانسوی حال وارد قادیان	سرساوہ	▪		
۵۷	قاضی محمد یوسف علی صاحب نعمانی معہ اہل بیت سارجنٹ پولس ریاست جنید۔ اولاد حضرت امام اعظم صاحب	توسام ضلع حصار	عــه	۱۰ روپے	
۵۸	شیخ فیض اللہ صاحب خالدی القریشی نائب داروغہ	ریاست نابہ	عـه	ایک روپیہ	غیر حاضر
۵۹	سید ناصر نواب صاحب دہلوی پنشنر	قادیان	عگ	۲ روپے	
۶۰	میر محمد اسماعیل صاحب طالب علم اسلامیہ کالج لاہور	//	عگ	۲ روپے	
۶۱	محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی طالب علم	//	▪		
۶۲	شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم //	//	▪		
۶۳	شیخ عبدالرحمٰن صاحب // //	//	▪		
۶۴	شیخ عبدالعزیز صاحب // //	//	▪		
۶۵	خدایار صاحب // //	//	▪		
۶۶	گلاب الدین صاحب لوئی باف	//	▪		
۶۷	اسمٰعیل بیگ صاحب پریسمین	//	▪		
۶۸	امام الدین صاحب	//	▪		
۶۹	صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانوی	قادیان	▪		
۷۰	صاحبزادہ منظور محمد صاحب //	//	▪		
۷۱	صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب	//	▪		
۷۲	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	کھوال ضلع جہلم	▪		
۷۳	سید خصیلت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر	ڈنگہ ضلع گجرات	لعہ ر	۹ روپے	

۷۴	سید امیر علی شاہ صاحب سارجنٹ اوّل	سیالکوٹ	للعہ ر	۴ روپے	
۷۵	حکیم محمد الدین صاحب نقل نویس صدر	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۷۶	منشی عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر	//	عہ	ایک روپیہ	
۷۷	شیخ فضل کریم صاحب عطّار	//	۱۲؍	۱۲ آنے	
۷۸	غلام محی الدین صاحب تاجر چوب	//	۔		
۷۹	شیخ حسین بخش خیّاط	قادیان	۔		
۸۰	عبداللہ صاحب //	//	۔		
۸۱	عبدالرحمٰن صاحب //	//	۔		
۸۲	حافظ احمد اللہ خان صاحب	//	۔		
۸۳	کرم داد صاحب	//	۔		
۸۴	سیّد ارشاد علی صاحب طالب علم	سیالکوٹ	۔		
۸۵	مولوی محمد عبداللہ خان صاحب وزیر آبادی مدرس کالج	ریاست پٹیالہ	عہ۸ ر	ایک روپیہ ۸ آنے	
۸۶	حافظ نور محمد صاحب سارجنٹ پلٹن نمبر ۴	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۸۷	محمد یوسف صاحب خراطی	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۸۸	حافظ ملک محمد صاحب //	//	۔		
۸۹	عبدالحمید صاحب طالب علم	//	۴؍	۴ آنے	
۹۰	محمد اکبر خان صاحب سنوری	//	۔		
۹۱	خلیفہ نورالدین صاحب تاجر کتب	ریاست جموں	سے ر	۳ روپے	
۹۲	اللہ دتا صاحب //	//	عٰا	۲ روپے	
۹۳	مولوی محمد صادق صاحب مدرس	//	عٰا	۲ روپے	

۹۴	میاں نبی بخش صاحب رفوگر	امرتسر	صہ ر	۵روپے	
۹۵	محمد اسمٰعیل صاحب تاجر پشمینہ کٹڑہ اہلووالیہ	امرتسر	سے ر	۳روپے	
۹۶	میاں محمد الدین صاحب اپیل نویس	سیالکوٹ	عہ ر	ایک روپیہ	
۹۷	میاں الٰہی بخش صاحب۔ محلّہ ماشکیاں	گجرات	عہ	ایک روپیہ	
۹۸	میاں چراغ الدین صاحب کٹڑہ اہلووالیہ	امرتسر	عما	۲روپے	
۹۹	منشی روڑا صاحب نقشہ نویس عدالت	ریاست کپورتھلہ	عما	۲روپے	
۱۰۰	منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس	//	عما	۲روپے	
۱۰۱	منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر	گورداسپور	معہ ر	۷روپیہ	
۱۰۲	نواب خان صاحب	جموں	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۰۳	میاں عبدالخالق صاحب رفوگر	امرتسر	۸ ر	۸آنے	
۱۰۴	شیخ عبدالحق صاحب ٹھیکہ دار	لدھیانہ	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۰۵	محمد حسن صاحب عطّار	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۰۶	منشی محمد ابراہیم صاحب تاجر لنگی گبرون	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۰۷	مستری حاجی عصمت اللہ صاحب	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۰۸	قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکہ دار شکرم	//	صہ ر	۵روپے	
۱۰۹	مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب امام مسجد صدر	سیالکوٹ	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۱۰	عبدالعزیز خاں طالب علم بن عبدالرحمٰن خان صاحب اتالیق سردار ایوب خان صاحب	راولپنڈی	۔		
۱۱۱	شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند	امرتسر	۔		
۱۱۲	شیخ ظہور احمد صاحب سنگساز مطبع	//	۔		
۱۱۳	میرزا رسول بیگ صاحب	کلانور ضلع گورداسپور	۔		

۱۱۴	حافظ عبدالرحیم صاحب	بٹالہ	عہ/	ایک روپیہ	
۱۱۵	ڈاکٹر فیض قادر صاحب	//	عا	۲ روپے	
۱۱۶	شیخ محمد جان صاحب تاجر	وزیر آباد	صہ/	۵ روپے	
۱۱۷	منشی نواب الدین صاحب ماسٹر	دینا نگر	۔		
۱۱۸	خلیفہ اللہ دتا صاحب	//	۔		
۱۱۹	میاں خدا بخش صاحب خیاط	چھوکر ضلع گجرات	۔		
۱۲۰	مولوی حافظ احمد الدین صاحب ۔ چک سکندر	ضلع گجرات	۔		
۱۲۱	میاں احمد الدین صاحب امام مسجد قلعہ دیدار سنگھ	گوجرانوالہ	۔		
۱۲۲	میاں جمال الدین صاحب پشمینہ باف	سیکھواں ضلع گورداسپور	عہ/	ایک روپیہ	
۱۲۳	محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار	بٹالہ	للعہ/	۴ روپے	
۱۲۴	ماسٹر غلام محمد صاحب بی اے مدرس	سیالکوٹ	عہ ۸/	ایک روپیہ ۸ آنے	
۱۲۵	میاں باغ حسین صاحب	بٹالہ	۔		
۱۲۶	میاں نبی بخش صاحب پاندہ	//	عہ	ایک روپیہ	
۱۲۷	چودھری منشی نبی بخش صاحب نمبردار	//	صہ/	۵ روپے	
۱۲۸	مولوی خان ملک صاحب کھیوال	ضلع جہلم	۔		
۱۲۹	میاں خیر الدین صاحب پشمینہ باف سیکھواں	ضلع گورداسپورہ	عہ/	ایک روپیہ	
۱۳۰	حکیم محمد اشرف صاحب	بٹالہ //	عہ/	ایک روپیہ	
۱۳۱	شیخ غلام محمد صاحب طالب علم	ضلع جالندھر	۔		
۱۳۲	حافظ غلام محی الدین صاحب جلد ساز	قادیان	۔		
۱۳۳	میاں امام الدین صاحب پشمینہ باف	سیکھواں	عہ/	ایک روپیہ	

۱۳۴	اللہ دین صاحب۔ بٹھیاں	ضلع گورداسپور	▪		
۱۳۵	شیخ عبدالرحیم صاحب ملازم ریاست	کپورتھلہ	عہ	۲ روپے	
۱۳۶	شیخ محمد الدین صاحب بوٹ فروش	جموں	عہ	۲ روپے	
۱۳۷	محمد شاہ صاحب ٹھیکہ دار	//	۸؍	۸ آنے	
۱۳۸	نظام الدین صاحب دوکاندار تھہ غلام نبی	ضلع گورداسپورہ	▪		
۱۳۹	امام الدین صاحب // //	//	▪		
۱۴۰	شیخ فقیر علی صاحب زمیندار //	//	▪		
۱۴۱	شیخ شیر علی صاحب //	//	▪		
۱۴۲	شیخ چراغ علی صاحب //	//	▪		
۱۴۳	شہاب الدین صاحب دوکاندار //	//	▪		
۱۴۴	منشی عبدالعزیز پٹواری سیکھواں	ضلع گورداسپور	▪		
۱۴۵	میاں قطب الدین صاحب خیاط بدہیچہ	//	▪		
۱۴۶	میاں سلطان احمد طالب علم	گجرات	▪		
۱۴۷	شیخ امیر بخش۔ تھہ غلام نبی	ضلع گورداسپور	▪		
۱۴۸	سید نظام شاہ صاحب۔ بازید چک	//	▪		
۱۴۹	حافظ محمد حسین صاحب۔ ڈنگہ	ضلع گجرات	▪		
۱۵۰	بابو گل حسن صاحب کلرک دفتر ریلوے	لاہور	عہ؍	ایک روپیہ	
۱۵۱	حافظ نور محمد صاحب۔ فیض اللہ چک	ضلع گورداسپورہ	▪		
۱۵۲	حسن خان صاحب ملازم توپخانہ ریاست	کپورتھلہ	▪		
۱۵۳	مرزا جھنڈا بیگ۔ پیرووال	ضلع گورداسپور	▪		
۱۵۴	محمد حسین طالب علم۔ مدہ	ضلع امرتسر	▪		

۱۵۵	میاں محمد امیر۔کنڈ	تحصیل خوشاب	۔		
۱۵۶	غلام محمد طالب علم	امرتسر	۔		
۱۵۷	محمد اسمٰعیل۔تھہ غلام نبی	ضلع گورداسپورہ	۔		
۱۵۸	شیخ قطب الدین صاحب کوٹلہ فقیر	ضلع جہلم	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۵۹	میاں غلام حسین نان بائی ڈیرہ حضرت اقدس	قادیان	۸ ر	۸آنے	
۱۶۰	شیخ مولا بخش صاحب تاجر چرم۔ڈنگہ	ضلع گجرات	سے ر	۳روپے	
۱۶۱	قاضی محمد یوسف صاحب۔قاضی کوٹ	ضلع گوجرانوالہ	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۶۲	عبداللہ سوداگر برنج	لاہور	۔		
۱۶۳	مولوی حافظ کرم الدین صاحب۔پوڑاں والہ	ضلع گجرات	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۶۴	حافظ احمد الدین خیاط۔ڈنگہ	//	۸ ر	۸آنے	
۱۶۵	عبادت علی شاہ سوداگر۔ڈوڈہ	ضلع گورداسپورہ	۔		
۱۶۶	محمد خان صاحب نمبردار۔جسروال	ضلع امرتسر	سے ر	۳روپے	
۱۶۷	میاں علم الدین صاحب۔کالوساہی	ضلع گجرات	۔		
۱۶۸	میاں کرم الدین صاحب۔ڈنگہ	//	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۶۹	شیخ احمد الدین صاحب //	//	۔		
۱۷۰	میاں احمد الدین صاحب //	//	۔		
۱۷۱	میاں محمد صدیق صاحب پشمینہ باف	سیکھواں	۸ ر	۸آنے	
۱۷۲	میاں صادق حسین صاحب	ریاست پٹیالہ	عہ ر	ایک روپیہ	
۱۷۳	مولوی فقیر جمال الدین صاحب سیّد والہ	ضلع منٹگمری	۔		
۱۷۴	مولوی عبداللہ صاحب ٹھٹھہ شیرکا	//	۔		
۱۷۵	میاں عبدالعزیز طالب علم	قادیان	۔		

۱۷۶	میاں عبداللہ۔ تھہ غلام نبی	ضلع گورداسپور	۔		
۱۷۷	مہرالدین صاحب خانساماں۔ لالہ موسیٰ	ضلع گجرات	عا	۲ روپے	
۱۷۸	کرم الدین صاحب خانساماں //	//	عا	۲ روپے	غیر حاضر
۱۷۹	امام الدین صاحب پٹواری۔ لوچپ	ضلع گورداسپور	عہ/	ایک روپیہ	
۱۸۰	فضل الٰہی صاحب نمبردار۔ چک فیض اللہ	//	عہ/	ایک روپیہ	
۱۸۱	غلام نبی صاحب //	//	عہ/	ایک روپیہ	
۱۸۲	چراغ الدین معمار۔ موضع منڈی کراں	//	۔		
۱۸۳	قاضی نعمت علی صاحب۔ خطیب بٹالہ	//	عہ/	ایک روپیہ	
۱۸۴	احمد علی صاحب نمبردار چک وزیر	//	عہ/	ایک روپیہ	
۱۸۵	امام الدین صاحب۔ تھہ غلام نبی	//	۔		
۱۸۶	میاں فقیر دری باف۔ چک فیض اللہ	//	۔		
۱۸۷	میاں امیر دری باف //	//	۔		
۱۸۸	شیخ برکت علی دوکاندار //	//	۔		
۱۸۹	برکت علی صاحب پٹواری //	//	۔		
۱۹۰	میاں امام الدین //	//	۔		
۱۹۱	سیّد امیر حسین چک بازید	ضلع گورداسپور	۔		
۱۹۲	شیخ فیروز الدین صاحب //	//	۔		
۱۹۳	شیخ شیر علی //	//	۔		
۱۹۴	شیخ عطا محمد صاحب //	//	۔		
۱۹۵	سید محمد شفیع صاحب //	//	۔		
۱۹۶	عمر چوکیدار //	//	۔		

۱۹۷	مولوی امیر الدین صاحب۔ محلّہ خوجہ والہ	گجرات	▪		
۱۹۸	مستری محمد عمر	جموں	▪		
۱۹۹	سید وزیر حسین صاحب۔ بازید چک	ضلع گورداسپور	▪		
۲۰۰	مہر اللہ شاہ　ڈوڈاں	//	▪		
۲۰۱	سلطان بخش　بدیچہ	//	▪		
۲۰۲	منشی عبد العزیز صاحب عرف وزیر خان سب اوورسیر	بلب گڑھ	عہ ر	ایک روپیہ	
۲۰۳	نور محمد صاحب۔　دھونی	ضلع منٹگمری	▪		
۲۰۴	عبد الرشید۔　سیّد والہ	//	▪		
۲۰۵	مولوی احمد الدین صاحب امام مسجد۔ نامدار	ضلع لاہور	▪		
۲۰۶	حافظ معین الدین صاحب	قادیان	▪		
۲۰۷	عبد المجید صاحب	کپورتھلہ	▪		
۲۰۸	محمد خان صاحب	//	عا	۲ روپے	بباعث مجبوری شامل نہ ہو سکے
۲۰۹	مولوی محمد حسین صاحب۔ بھاگورائین	//	عا	۲ روپے	
۲۱۰	نظام الدین　//	//	▪		
۲۱۱	فیض محمد نجّار	سیالکوٹ	▪		
۲۱۲	سیّد گوہر شاہ صاحب　پھیروچچی	ضلع گورداسپور	▪		
۲۱۳	حکیم دین محمد طالب علم	قادیان	▪		
۲۱۴	شیخ فضل الٰہی صاحب چٹھی رساں	//	۲ر	۲ آنے	
۲۱۵	سلطان محمد صاحب۔　بکرالہ	ضلع جہلم	▪		
۲۱۶	اللہ دیا صاحب　کمبو	ضلع امرتسر	▪		

۲۱۷	سید عالم شاہ صاحب موضع سید ملو	ضلع جہلم	.		
۲۱۸	مستری حسن الدین صاحب	سیالکوٹ	.		
۲۱۹	میراں بخش صاحب چوڑی گر	بٹالہ	.		
۲۲۰	مہر سانون صاحب سیکھواں	ضلع گورداسپور	عہ/	ایک روپیہ	
۲۲۱	حکیم جمال الدین صاحب تاجر	قادیان	عہ/	ایک روپیہ	
۲۲۲	محمد اسمٰعیل صاحب طالب علم	//	.		
۲۲۳	محمد اسحٰق صاحب //	//	.		
۲۲۴	عبداللہ خان صاحب ہریانہ	ضلع ہوشیار پور	عگا	۲ روپے	
۲۲۵	کریم بخش مستری بیل چک	ضلع گورداسپور	.		
۲۲۶	مرزا ابوٹا بیگ	قادیان	.		
۲۲۷	مرزا احمد بیگ	//	.		
۲۲۸	محمد حیات صاحب	بٹالہ	.		
۲۲۹	نور محمد ملازم ڈاکٹر فیض قادر صاحب	//	.		
۲۳۰	شیخ غلام محمد صاحب تاجر	امرتسر	.		
۲۳۱	برکت علی صاحب نیچہ بند	بٹالہ	.		
۲۳۲	غلام حسین صاحب ککہ زئی	//	.		
۲۳۳	رحیم بخش صاحب شانہ گر	جہلم	.		
۲۳۴	شیخ غلام احمد صاحب امام مسجد بھڑیال	ضلع سیالکوٹ	.		
۲۳۵	شیخ اسمٰعیل امام مسجد بھڑیال	//	.		
۲۳۶	شیخ کریم بخش صاحب کاہنے چک	ریاست جموں	.		
۲۳۷	شیخ چراغ الدین صاحب	//	.		

نمبر	نام	مقام	رقم	رقم	کیفیت
۲۳۸	میاں کنو تیلی۔ تلا	ضلع گورداسپور	۔		
۲۳۹	شیخ مولا بخش صاحب تاجر بوٹ	سیالکوٹ	عہ/	ایک روپیہ	
۲۴۰	مرزا نظام الدین	قادیان	۔		
۲۴۱	سید عبدالعزیز صاحب	انبالہ	۔		
۲۴۲	مولوی فضل الدین صاحب۔ کھاریاں	ضلع گجرات	صہ/	۵ روپے	بباعث مجبوری شامل نہ ہو سکے
۲۴۳	مولوی فضل الدین صاحب۔ خوشاب	ضلع شاہپور	عـہ	۱۰ روپے	//
۲۴۴	حافظ رحمت اللہ صاحب۔ کرن پور	ضلع ڈیرہ دون	عگ	۲ روپے	//
۲۴۵	نورالدین صاحب نقشہ نویس بارگ ماسٹری	جہلم	عگ	۲ روپے	//
۲۴۶	میاں عبداللہ صاحب پٹواری سنوری	ریاست پٹیالہ	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۴۷	میاں عبدالعزیز صاحب محرر دفتر نہر جمن غربی	دہلی	سے	۳ روپے	//
۲۴۸	ڈاکٹر بوڑے خان صاحب اسسٹنٹ سرجن	قصور	عصـہ	۲۰ روپے	//
۲۴۹	مولوی محمد حسین مدرسہ اسلامیہ	راولپنڈی	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۵۰	مولوی خادم حسین صاحب۔ اسلامیہ سکول	راولپنڈی	عہ/	ایک روپیہ	حاضر نہ ہو سکے
۲۵۱	بابو اللہ دین صاحب فائرس محکمہ روشنی	//	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۵۲	سید عنایت علی شاہ صاحب	لدھیانہ	عگ ۵ر	۲ روپے ۵ آنے	//
۲۵۳	منشی غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولس	نارووال	عـہ	۱۰ روپے	//
۲۵۴	مولوی علم الدین صاحب	//	عگ	۲ روپے	//
۲۵۵	منشی محرم علی صاحب محرر سارجنٹ پولس	//	عگ	۲ روپے	//
۲۵۶	بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر دینہ	ضلع جہلم	للعہ/	۴ روپے	//
۲۵۷	منشی اللہ دتا صاحب	سیالکوٹ	لرعـہ	۱۱ روپے	حاضر نہ ہو سکے

۲۵۸	منشی فتح محمد صاحب بزدار پوسٹ ماسٹر لیّہ	ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۵۹	شیخ غلام نبی صاحب دوکاندار	راولپنڈی	عـہ	۱۰ روپے	//
۲۶۰	منشی مظفر علی صاحب برادر مولوی محمد احسن صاحب امروہی	ڈیرہ دون	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۶۱	میاں احمد حسین صاحب ملازم میاں محمد حنیف سوداگر	//	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۶۲	مولوی محمد یعقوب صاحب	//	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۶۳	منشی علی گوہر خان صاحب برانچ پوسٹ ماسٹر	جالندھر	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۶۴	منشی محمد اسمٰعیل صاحب نقشہ نویس کالکا ریلوے	انبالہ چھاؤنی	صہ/	۵ روپے	//
۲۶۵	مولوی غلام مصطفٰے صاحب مالک مطبع شعلہ طور	بٹالہ	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۶۶	بابو محمد افضل صاحب ملازم ریلوے ممباسہ	ملک افریقہ	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۶۷	چودھری محمد سلطان صاحب والد مولوی عبدالکریم صاحب	سیالکوٹ	عـہ	۲ روپے	//
۲۶۸	سید حامد شاہ صاحب قائم مقام سپرنٹنڈنٹ ڈپٹی کمشنر بہادر	//	عـہ	۲ روپے	//
۲۶۹	سید حکیم حسام الدین صاحب رئیس	//	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۷۰	فضل الدین صاحب زرگر	//	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۷۱	حکیم احمد الدین صاحب	//	صہ/	۵ روپے	//
۲۷۲	شیخ نور محمد صاحب کلاہ ساز	//	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۷۳	محمد الدین صاحب پٹواری۔ تر گڑی	ضلع گوجرانوالہ	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۷۴	سید نواب شاہ صاحب مدرس	سیالکوٹ	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۷۵	سید چراغ شاہ صاحب	//	عہ/	ایک روپیہ	//
۲۷۶	چودھری نبی بخش صاحب سارجنٹ پولس	سیالکوٹ	عہ/	ایک روپیہ	حاضر نہ ہوسکے
۲۷۷	محمد الدین صاحب	//	۴/	۴ آنے	//

۲۷۸	محمد الدین صاحب جلد ساز	//	۸ر	۸ آنے	//
۲۷۹	اللہ بخش صاحب	//	۴ر	۴ آنے	//
۲۸۰	شادی خاں صاحب سوداگر	سیالکوٹ	عہ ر	ایک روپیہ	حاضر نہ ہو سکے
۲۸۱	چودھری الہ بخش صاحب	//	عہ ر	ایک روپیہ	//
۲۸۲	چودھری فتح دین صاحب	//	عہ ر	ایک روپیہ	//
۲۸۳	اللہ رکھا صاحب شالباف	بٹالہ	عہ ر	ایک روپیہ	
۲۸۴	کرم الٰہی صاحب کانسٹبل	لدھیانہ	عہ ر	ایک روپیہ	حاضر نہ ہو سکے
۲۸۵	پیر بخش صاحب	//	عٰہ	۲ روپے	//
۲۸۶	منشی الہ بخش صاحب	سیالکوٹ	عہ ر	ایک روپیہ	//
۲۸۷	کرم الدین صاحب۔ بھپال والہ	//	للعہ ر	۴ روپے	//
۲۸۸	منشی کرم الٰہی صاحب ریکارڈ کلرک	پٹیالہ	صہ ر	۵ روپے	//
۲۸۹	مرزا نیاز بیگ صاحب ضلعدار نہر۔ رشیدہ	ضلع ملتان	صہ ر	۵ روپے	//
۲۹۰	اللہ دتا صاحب شالباف	بٹالہ	عہ ر	ایک روپیہ	
۲۹۱	ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب	ریاست پٹیالہ	عٰہ	۲ روپے	حاضر نہ ہو سکے
۲۹۲	عزیز اللہ صاحب سرہندی برانچ پوسٹماسٹر	نادون	عہ ر	ایک روپیہ	//
۲۹۳	نواب خان صاحب تحصیلدار	جہلم	عـــہ	۱۰ روپے	//
۲۹۴	عبد الصمد صاحب ملازم نواب خان صاحب موصوف	جہلم	عہ ر	ایک روپیہ	//
۲۹۵	مولوی نور محمد صاحب۔ موکل	ضلع لاہور	عہ ر	ایک روپیہ	//
۲۹۶	سید مہدی حسن صاحب پنسال نویس چوکی لوہلہ	//	۳ر	۳ آنے	//
۲۹۷	مولوی شیر محمد صاحب۔ ہجن	ضلع شاہ پور	۸ر	۸ آنے	//
۲۹۸	بابو نواب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر سکول دینا نگر	ضلع گورداسپور	عٰہ	۲ روپے	

۲۹۹	والدہ خیر الدین سیکھواں	//	۴ر	۴ آنے	
۳۰۰	رحیم بخش صاحب محرر اصطبل	سنگرور	صہ ر	۵ روپے	حاضر نہ ہوسکے
۳۰۱	قاری محمد صاحب امام مسجد	جہلم	ععہ	۲ روپے	//
۳۰۲	شرف الدین صاحب۔ کوٹلہ فقیر	ضلع جہلم	عہ ر	ایک روپیہ	غیر حاضر
۳۰۳	علم الدین صاحب //	//	عہ ر	ایک روپیہ	//
۳۰۴	مولوی محمد یوسف صاحب سنور	پٹیالہ	عہ ۱۳ر	ایک روپیہ ۱۳ آنے ۱ پیسہ	//
۳۰۵	احمد بخش صاحب //	//	عہ ۱۳ر	ایک روپیہ ۱۳ آنے ۱ پیسہ	//
۳۰۶	محمد ابراہیم صاحب //	//	عہ ۱۳ر	ایک روپیہ ۱۳ آنے ۱ پیسہ	//
۳۰۷	امام الدین پٹواری //	حلقہ لوچپ	عہ ر	ایک روپیہ	//
۳۰۸	غلام نبی عرف نبی بخش۔ فیض اللہ چک	ضلع گورداسپور	عہ ر	ایک روپیہ	//
۳۰۹	منشی احمد صاحب محرر باڑہ سرکاری	پٹیالہ	عہ ر	ایک روپیہ	//
۳۱۰	مولوی محمود حسن خان صاحب مدرس	//	۴ر	۴ آنے	//
۳۱۱	شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی	//	عہ ر	ایک روپیہ	//
۳۱۲	مستری احمد الدین صاحب	بھیرہ	للعہ	۴ روپے	//
۳۱۳	مستری اسلام احمد	//	ععہ	۲ روپے	//
۳۱۴	میاں فیاض علی صاحب	کپورتھلہ	ععہ	۲ روپے	//
۳۱۵	میاں صاحب دین صاحب کھاریاں	ضلع گجرات	ععہ	۲ روپے	//
۳۱۶	میاں عالم دین حجام	بھیرہ	۴ر	۴ آنے	//
۳۱۷	بابو کرم الٰہی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پاگل خانہ معرفت شیخ رحمت اللہ صاحب	لاہور	صہ ر	۵ روپے	//
۳۱۸	بابو غلام محمد صاحب	لدھیانہ	للعہ ر	۴ روپے	//

بقیہ اسماء حاضرین جلسہ جوبلی

(۱) عبدالرحمٰن نومسلم جالندھری۔(۲) سید ارشاد علی صاحبزادہ سید خصیلت علی شاہ صاحب، ڈنگہ۔(۳) اللہ دتا ولد نور محمد کمبوہ۔(۴) عبداللہ ولد خلیفہ رجب دین لاہور۔(۵) غلام محمد طالب علم ڈیرہ بابا نانک۔(۶) روشن الدین بھیرہ۔(۷) اللہ ودھایا صاحب پنڈی بھٹیاں۔(۸) شیخ احمد علی، چک بازید۔(۹) نور محمد ڈھونی۔(۱۰) عبدالرشید سیّدوالہ۔ (۱۱) غلام قادر قادیان۔ (۱۲) شیخ امیر تھہ غلام نبی۔ (۱۳) غلام غوث قادیان۔(۱۴) گلاب ولد محکم احمد آباد ضلع گورداسپور۔(۱۵) شاہ نواز ڈنگہ۔(۱۶) عیدا ولد شادی قادیان۔(۱۷) دین محمد قادیان۔ (۱۸) صدرالدین قادیان۔(۱۹) بڈھا قادیان۔ (۲۰) حسینا قادیان۔(۲۱) امام الدین قادیان۔(۲۲) خواجہ نور محمد قادیان ۔(۲۳) حامد علی ارائیں قادیان۔ (۲۴) میراں بخش قادیان۔(۲۵) لسّو قادیان۔(۲۶) فقیر محمد فیض اللہ چک۔(۲۷) شیخ محمد قادیان ۔(۲۸) خواجہ کھیون قادیان۔(۲۹) شرف دین قادیان ۔(۳۰) فتح دین کہارڈلہ۔(۳۱) عبداللہ قادیان۔ (۳۲) لبّھو قادیان۔(۳۳) لبّھا ڈوگر کھارا۔(۳۴) نتھو قادیان۔(۳۵) بوٹا قادیان۔

نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے خط کی نقل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

طبیب رُوحانی مسیح الزمان مکرم معظّم سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی

السلام علیکم ۔حسب الحکم حضور کل حال متعلق جوبلی عرض کرتا ہوں :۔

۲۱ و ۲۲ جون یعنی دو دن جشن جوبلی کے لئے مقرر ہوئے تھے چونکہ گورنمنٹ کا حکم تھا کہ کل رسوم متعلق جوبلی ۲۲/جون ۱۸۹۷ء کو پوری کی جائیں اس لئے سب کچھ ۲۲ کو کیا جانا قرار پایا۔

ریاست مالیر کوٹلہ میں جیسے رئیس اعظم وفادار رہے ہیں ویسے ہی خوانین بھی وفادار اور عقیدت مند گورنمنٹ کے رہے ہیں اور بہت مواقع میں اس کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ بعض جگہ خود لڑائی میں شریک ہو کر گورنمنٹ کی اعانت کی ہے۔اب چونکہ لڑائی کا موقع تو جاتا رہا ہے۔اب بموجب حالت زمانہ ہم لوگ ہر طرح خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ اور ہم ایسا کیوں نہ کریں جبکہ اس گورنمنٹ کا ہم پر خاص احسان ہے۔ وہ یہ کہ سکھوں کے عروج کے زمانہ میں سکھوں نے اس ریاست کو بہت دق کیا تھا اور اگر وقت پر جنرل اختر لونی صاحب ابر رحمت کی طرح تشریف نہ لے آتے تو یہ ریاست کبھی کی اس خاندان سے نکل کر سکھوں کے ہاتھ میں ہوتی۔ پس ہمارا خاندان تو ہر طرح گورنمنٹ کا مرہون منّت ہے۔ اور اب یہ سلسلہ بہ سبب حضور اور زیادہ مستحکم ہو گیا۔ اور جو احسانات گورنمنٹ کے ہماری جماعت پر ہیں وہ قند مکرر کا لطف دینے لگے تو مجھ کو ضروری ہوا کہ اپنے ہمسروں سے بڑھ کر کچھ کیا جائے۔

اوّل ۔ چراغانہ قریب کی مسجد پر اور اپنے رہائشی مکان پر بہت زور سے کیا گیا۔ بلکہ ایک مکان بیرون شہر جو ایک گاؤں سروانی کوٹ نام میں میرا ہے اُس پر بھی کیا گیا کل مکانوں پر اول سفیدی کی گئی۔اور مختلف طرز پر چراغ نصب کئے گئے اور ایک دیوار پر چراغوں میں یہ عبارت لکھی گئی۔

God save our Empress

یعنی خدا تعالیٰ ہماری قیصرہ کو سلامت رکھے۔قریباً تمام شہر سے بڑھ کر ہمارے ہاں روشنی کا اہتمام تھا۔مگر عین وقت پر ہوا کے ہونے سے ۲۲؍ کو وہ روشنی نہ ہوسکی۔اس لئے تمام شہر میں ۲۳؍ کو روشنی ہوئی مگر اُس روز بھی ہوا کے سبب اونچی جگہ روشنی نہ ہوسکی۔

دوم ۔ تین ٹرائفل آرچ ۔ایک بر سرکوچہ اور دو اپنے مکان کے سامنے بنائے گئے اور ان پر مندرجہ ذیل عبارات سنہری لکھ کر لگائی گئیں ۔اوّل بر سرکوچہ ’’جشن ڈائمنڈ جوبلی مبارک باد‘‘ ۔دوم اپنے رہائشی مکان کے دروازہ پر انگریزی میں WelCome یعنی خوش آمدید لکھا تھا۔سوم دروازہ کے مقابل تیسری محراب پر لکھا تھا۔’’قیصرہ ہند کی عمر دراز‘‘ ۔اور سروانی کوٹ میں بھی ایک ٹرائفل آرچ بنائی گئی تھی۔

سوم ۔ ۲۲؍ جون کو شام کے چھ بجے اپنی جماعت کے اصحاب کو جمع کر کے خداوند تعالیٰ سے حضور ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کے بقائے دولت اور درازی عمر اور یہ کہ جس طرح حضور ممدوحہ نے ہم پر احسان کیا ہے خداوند تعالیٰ بھی حضور ممدوحہ پر احسان کرے اور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں داخل کرے یعنی اسلام کے آفتاب سے وہ بھی فیضیاب ہوں دُعا کی گئی ۔

چہارم ۔ میں نے ایک نوٹس اپنی جماعت کے لوگوں کو دے دیا تھا کہ سب صاحب جو کم سے کم مقدرت رکھتے ہوں وہ بھی سو چراغ سے کم نہ جلائیں اور جن کے پاس اتنا خرچ کرنے کو نہ ہو وہ مجھ سے لے لیں ۔چنانچہ پانچ اصحاب کو میں نے خرچ چراغانہ دیا اور باقیوں نے خود چراغانہ کیا۔

پنجم ۔ میرے متعلق جو سروانی کوٹ میں معافی دار تھے اُن کو بھی میں نے حکم دیا کہ چراغانہ کریں ۔چنانچہ انہوں نے بھی کیا اور یہ ایسا امر ہے کہ ریاست کے اور دیہات میں غالباً ایسا نہیں ہوا۔

ششم ۔ ۲۳؍ جون کو اس خوشی میں آتش بازی چھوڑی گئی ۔

ہفتم ۔ ۲۲؍ جون کی شام کو معزز احباب کی دعوت کی گئی ۔

ہشتم ۔ ۲۳؍ کو مساکین کو غلّہ اور نقد خیرات کیا گیا ۔

نہم ۔ ایک یادگار کے قائم کرنے کی بھی تجویز ہے ۔ جب اس کی بابت فیصلہ ہوگا وہ بھی عرض کروں گا ۔

راقم محمد علی خان

مالیر کوٹلہ ۲۵؍ جون ۱۸۹۷ء

(جلسہ ءاحباب مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۲۸؍ جون ۱۸۹۷ء صفحہ ۱ تا ۳۲)

(روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۵ تا ۳۱۶)

نوٹ ۔ ہم نے اپنی طرف سے سب احباب کے نام کوشش سے درج کرا دیئے ہیں ۔ اب اگر ایک دو نام رہ گئے ہوں تو سہو بشریت ہے ۔

(۱۸۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور سخت عداوت سے ضائع ہوسکتا ہے؟

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد[۱]
ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

یہ کچھ قضا وقدر کی بات ہے کہ بداندیش لوگوں کو اپنے پوشیدہ کینوں کو ظاہر کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ چنانچہ آج کل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آگیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے الٹے معنی کر کے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اس کی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں۔ اور اس کا زوال چاہتے ہیں اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہیں۔ اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پُرافتراء اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں

---

[۱] ترجمہ۔ جب تک کسی اللہ والے کا دل نہیں دکھایا جاتا خدا کسی قوم کو رسوا نہیں کرتا۔

محرف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر بے وقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور اُبھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغگوؤں کا منہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ اُن کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کیطرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالیٰ کی غیرت کے حوالہ کر کے اُن کے اصل مدعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

ہر ایک مسلمان عقلمند بھلا مانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے اس بات کو متوجہ ہو کر سنے کہ ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے بلکہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجود سلطان کے بارے میں اس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حسن ظن ہے۔ ہاں ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند باتیں لکھی ہیں جو خود اُن کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رِقت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری وہ تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہ ہوتے تو سلطان کی حقیقی خیر خواہی اس میں نہ تھی کہ وہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے بلکہ چاہیے تھا کہ آیت وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ[1] پر عمل کر کے اور نیز آیت اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[2] کو یاد کر کے سلطان کی خیر خواہی اس میں دیکھتے کہ اس کے لئے صدق دل سے دعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی

---

[1] بنی اسراءیل : ۳۷ [2] الحجرات : ۱۳

لوگ تقویٰ اور طہارت اختیار کریں کیونکہ آسمانی قضاوقدر اور عذاب سماوی کے روکنے کے لئے تقویٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز قوی تر نہیں۔ مگر سلطان کے نادان خیرخواہوں نے بجائے اس کے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے اور یورپ مقدّس اور پاک ہے جس کے عذاب کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے بجز اس صورت کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر بے باکیاں کر کے مستوجب سزا ہو گئی تھیں۔ لیکن خدا تعالیٰ مسلمانوں کی بے باکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا بلکہ مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے آگے ان بچوں کی طرح ہیں جن کی والدہ ہر دم جھڑکیاں دے کر انہیں ادب سکھاتی ہے اور خدا تعالیٰ اپنی محبت سے چاہتا ہے کہ وہ اس ناپائیدار دنیا سے پاک ہو کر جائیں۔ یہی باتیں تھیں کہ میں نے نیک نیتی سے سفیر روم پر ظاہر کی تھیں۔ مگر افسوس کہ بے وقوف مسلمانوں نے ان باتوں کو اور طرف کھینچ لیا۔ ان نادانوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک حاذق ڈاکٹر کہ جو تشخیصِ امراض اور قواعدِ حفظ ماتقدم کو بخوبی جانتا ہے کہ وہ کسی شخص کی نسبت کمال نیک نیتی سے یہ رائے ظاہر کرے کہ اس کے پیٹ میں ایک قسم کی رسولی نے بڑھنا شروع کر دیا ہے اور اگر ابھی وہ رسولی کاٹی نہ جائے تو ایک عرصہ کے بعد اس شخص کی زندگی اُس کے لئے وبال ہو جائے گی۔ تب اس بیمار کے وارث اس بات کو سن کر اُس ڈاکٹر پر سخت ناراض ہوں اور اُس ڈاکٹر کے قتل کر دینے کے درپے ہو جائیں مگر رسولی کا کچھ بھی فکر نہ کریں۔ یہاں تک کہ وہ رسولی بڑھے اور پھولے اور تمام پیٹ میں پھیل جائے اور اُس بچارے بیمار کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے سو یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی دانست میں سلطان کے خیرخواہ کہلاتے ہیں۔

پھر یہ بھی سوچو کہ جس حالت میں مَیں وہ شخص ہوں جو اس مسیح موعود ہونے کا دعویٰ رکھتا ہوں جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ’’وہ تمہارا امام اور خلیفہ ہے اور اس پر خدا اور اس کے نبی کا سلام ہے اور اس کا دشمن لعنتی اور اس کا دوست خدا کا دوست ہے اور وہ تمام دنیا کے لئے حَــکَــمْ ہو کر آئے گا اور اپنے تمام قول اور فعل میں عادل ہوگا۔‘‘ تو کیا یہ تقویٰ کا طریق تھا کہ میرے دعویٰ کو سن کر اور میرے نشانوں کو دیکھ کر اور میرے ثبوتوں کا مشاہدہ کر کے مجھے یہ صلہ دیتے کہ گندی گالیاں اور ٹھٹھے اور ہنسی سے پیش آتے؟ کیا نشان ظاہر نہیں ہوئے؟ کیا آسمانی تائیدیں ظہور میں نہیں آئیں؟ کیا اُن سب وقتوں اور موسموں کا پتہ نہیں لگ گیا جو احادیث اور آثار میں بیان کی گئی تھیں؟ تو پھر اس قدر کیوں بیبا کی دکھلائی گئی؟ ہاں اگر میرے دعویٰ میں اب بھی شک تھا یا میرے دلائل اور نشانوں میں کچھ شبہ تھا تو غربت اور نیک نیتی اور خدا ترسی سے اس شبہ کو دور کرایا ہوتا۔ مگر انہوں نے بجائے تحقیق اور تفتیش کے اس قدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈال دیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔

پھر ماسوا اس کے میرے مخالف اپنے دلوں میں آپ ہی سوچیں کہ اگر میں درحقیقت وہی مسیح موعود ہوں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے اور جس کو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام حَــکَــمْ اور عدل اور امام اور خلیفۃ اللہ رکھا ہے تو کیا ایسے شخص پر ایک معمولی بادشاہ کے لئے لعنتیں بھیجنا اس کو گالیاں دینا جائز تھا؟ ذرہ اپنے جوش کو تھام کے سوچیں نہ میرے لئے بلکہ اللہ اور رسول کے لیے کہ کیا ایسے مدعی کے ساتھ ایسا کرنا روا تھا؟ میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرا مقدمہ تم سب کے ساتھ آسمان پر ہے۔ اگر میں وہی ہوں جس کا وعدہ نبی ؐ کے پاک لبوں نے کیا تھا تو تم نے نہ میرا بلکہ خدا کا گناہ کیا ہے۔ اور اگر پہلے سے آثار صحیحہ میں یہ وارد نہ ہوتا کہ اس کو دکھ دیا جائے گا اور اس پر لعنتیں بھیجی جائیں گی تو تم لوگوں کی مجال نہ تھی جو تم مجھے وہ دکھ دیتے جو تم نے دیا۔ پر ضرور تھا کہ وہ سب نوشتے پورے ہوں جو خدا کی طرف سے لکھے گئے تھے اور اب تک تمہیں ملزم کرنے کے لئے

تمہاری کتابوں میں موجود ہیں جن کو تم زبان سے پڑھتے اور پھر تکفیر اور لعنت کر کے مہر لگا دیتے ہو کہ وہ بدعلماء اور اُن کے دوست جو مہدی کی تکفیر کریں گے اور مسیح سے مقابلہ سے پیش آئیں گے وہ تم ہی ہو۔

میں نے بار بار کہا کہ آؤ اپنے شکوک مٹالو پر کوئی نہیں آیا۔ میں نے فیصلہ کے لئے ہر ایک کو بلایا پر کسی نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ تم استخارہ کرو اور رو رو کر خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم پر حقیقت کھولے پر تم نے کچھ نہ کیا اور تکذیب سے بھی باز نہ آئے۔ خدا نے میری نسبت سچ کہا کہ ’’**دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا**۔‘‘ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص درحقیقت سچا ہو اور ضائع کیا جائے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے ہو اور برباد ہو جائے؟ پس اے لوگو تم خدا سے مت لڑو۔ یہ وہ کام ہے جو خدا تمہارے لئے اور تمہارے ایمان کے لئے کرنا چاہتا ہے اس کے مزاحم مت ہو۔ اگر تم بجلی کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو مگر خدا کے سامنے تمہیں ہرگز طاقت نہیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو تمہارے حملوں کی کچھ بھی حاجت نہ تھی۔ خدا اُس کے نیست و نابود کرنے کے لئے خود کافی تھا۔ افسوس کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے اور زمین ’’**ضرورت ضرورت**‘‘ بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اے بدبخت قوم اُٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت میں جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا وہ ناپاکوں میں لکھا گیا تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی۔ اب سمجھ کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو ’’اَنَا الْمَوْجُوْد‘‘ کی آواز آئے۔

ہم نے کفار سے بہت کچھ دیکھا۔ اب خدا بھی کچھ دکھلانا چاہتا ہے۔ سو اب تم دیدہ و دانستہ اپنے تئیں مورد غضب مت بناؤ۔ کیا صدی کا سر تم نے نہیں دیکھا؟ جس پر چودہ برس اور بھی گذر گئے۔ کیا خسوف کسوف رمضان میں تمہاری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوا؟۔ کیا ستارہ ذوالسنین کے طلوع کی پیشگوئی

پوری نہیں ہوئی ؟ کیا تمہیں اس ہولناک زلزلہ کی کچھ خبر نہیں جو مسیح کی پیشگوئی کے مطابق ان ہی دنوں میں وقوع میں آیا اور بہت سی بستیوں کو برباد کر گیا۔ اور خبر دی گئی تھی کہ اسی کے متصل مسیح بھی آئے گا ؟۔ کیا تم نے آتھم کی نسبت وہ نشان نہیں دیکھا جو ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آیا جس کی خبر سترہ برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں دی گئی تھی ؟ کیا لیکھرام کی نسبت پیشگوئی اب تک تم نے نہیں سنی ؟ کیا کبھی اس سے پہلے کسی نے دیکھا تھا کہ پہلوانوں کی کشتی کی طرح مقابلہ ہو کر اور لاکھوں انسانوں میں شہرت پا کر اور صدہا اشتہارات اور رسائل میں چھپ کر ایسا کھلا کھلا نشان ظاہر ہوا جیسا کہ لیکھرام کی نسبت ظاہر ہوا ؟ کیا تمہیں اس خدا سے کچھ بھی شرم نہیں آتی جس نے تمہاری تیرھویں صدی کے غم اور صدمے دیکھ کر چودھویں صدی کے آتے ہی تمہاری تائید کی ؟ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کے وعدے عین وقت میں پورے ہوتے ؟ بتلاؤ کہ ان سب نشانوں کو دیکھ کر پھر تمہیں کیا ہو گیا ؟ کس چیز نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ؟ اے کج دل قوم خدا تیری ہر ایک تسلی کر سکتا ہے اگر تیرے دل میں صفائی ہو۔ خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے طیار ہو۔ دیکھو یہ کیسا وقت ہے کیسی ضرورتیں ہیں جو اسلام کو پیش آ گئیں ۔ کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا کے رحم کا وقت ہے ؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیّت کی پیشی میں ہے مگر اس زمانہ کے اندھے اب تک بے خبر ہیں ۔ آسمانی سلسلہ کی ان کی نظر میں کچھ بھی عزت نہیں ۔ کاش ان کی آنکھیں کھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قسم کے نشان اتر رہے ہیں اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نور پھیلتا جاتا ہے مبارک وہ جو اس کو پاتے ہیں ۔

افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵/ جون ۱۸۹۷ میں بھی بہت سی جزع فزع کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین و تحقیر و استہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور سراسر شرارت آمیز افتراء سے کام لیا گیا ہے مگر کچھ ضرور نہیں کہ میں اس کے رد میں تضییع اوقات کروں کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے ۔ لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا تو میری روح نے اس مقام میں بددعا کے

لئے حرکت کی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنی اس عاجز کا اشتہار) پڑھا تو بیساختہ ان کے منہ سے یہ شعر نکل گیا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد[1]
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

میں نے ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری روح میں سے نکل جائے مگر وہ نہ نکل سکی تب میں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے تب میں نے اس شخص کے بارے میں دعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دعا **قبول ہوگئی**۔ اور وہ دعا یہ ہے کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذّاب ہوں اور میں تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود ہوں اور کاذب ہوں اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے۔ جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آ کر مجمع عام میں توبہ کرے تو اُسے معاف فرما کہ تو رحیم و کریم ہے۔

یہ دعا ہے کہ میں نے اس بزرگ کے حق میں کی مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں۔ جنہوں نے مجھے کذاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی پیشگوئی کی اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا تب میں نے دعا کر دی اور **یکم جولائی ۱۸۹۷ء** سے **یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک** اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔

اس دعا میں شاید ایک یہ بھی حکمت ہوگی کہ چونکہ آج کل ایک فرقہ نیچریہ مسلمانوں کی

---

[1] ترجمہ۔ خدا تعالیٰ جب کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبع میں پاک لوگوں پر طعنہ زنی کا میلان پیدا کر دیتا ہے۔

گردشِ ایام سے اسلام میں پیدا ہوگیا ہے اور یہ لوگ قبولیت دعا سے منکر اوراس برتر ہستی کی بے انتہا قدرت سے انکاری ہیں جو عجائب کام دکھلاتا اور اپنے بندوں کی دعائیں قبول کر لیتا ہے ۔گویا نیم دہریہ ہیں۔اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو پھر ایک استجابت دعا کا نمونہ دکھلائے جس کا برکات الدعا کے ایک کشف میں وعدہ بھی ہو چکا ہے اور میرے صدق اور کذب کے لئے یہ ایک اورنشان ہوگا۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی جناب میں درحقیقت ایسا ہی ذلیل اور دجّال اور کذّاب ہوں جو اُس بزرگ نے سمجھا ہے تو میری دعا بے اثر ہوجائے گی اور سال عیسوی کے گذرنے کے بعد میری ذلّت ظاہر ہوگی اور رُوسیاہی نا قابل زوال مجھے اُٹھانی پڑے گی ۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی کے اہل اللہ ہونے میں اس کی دعا کا قبول ہونا شرط ہے۔ ہر ایک ولی مستجاب الدعوات ہوتا ہے اوراس کو وہ حالت میسّر آجاتی ہے جو استجابت دعا کے لئے ضروری ہے ۔ہاں جب کبھی وہ حالت میسّر نہ ہوتب دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں ۔وہ حالت یہ کہ کسی کی نسبت نیک دعا یا بددعا کے لئے اہل اللہ کا دل چشمہ کی طرح یک دفعہ پھوٹتا ہے اور فی الفور ایک شعلہ نور آسمان سے گرتا اوراس سے اِتّصال پاتا ہے اور ایسے وقت میں جب دعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوجاتی ہے ۔سو یہی وقت مجھے اس بزرگ کے لئے میسّر آیا۔ میں ان لوگوں کی روز کی تکذیبوں اور لعنت اور ٹھٹھے اور ہنسی کے دیکھنے سے تھک گیا۔ میری روح اب رب العرش کی جناب میں رو رو کر فیصلہ چاہتی ہے۔اگر میں درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں مردود اور مخذول ہوں جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا تو میں خود ایسی زندگی نہیں چاہتا جو لعنتی زندگی ہو۔اگر میرے پر آسمان سے بھی لعنت ہے جیسا کہ زمین سے لعنت ہے تو میری روح اوپر کی لعنت کی برداشت نہیں کر سکتی اگر میں سچا ہوں تو اس بزرگ کی خدا تعالیٰ سے ایسے طور سے پردہ دری چاہتا ہوں جو بطور نشان ہو اور جس سے سچائی کو مدد ملے ورنہ لعنتی زندگی سے میرا مرنا بہتر ہے۔ میرے صادق یا کاذب ہونے کا یہ آخری معیار ہے جس کو فیصلہ ناطق کی طرح سمجھنا چاہیے ۔میں خدا سے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں کہ اگر میں اس کی نظر میں عزیز ہوں تو وہ اس بزرگ کی ایسے طور سے پردہ دری کرے جو اب تک کسی کے خیال وگمان میں نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ میرا خدا قادر اور ہر ایک قوت کا مالک ہے وہ ان

کے لئے جو اس کے ہوتے ہیں بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔

ایڈیٹر چودھویں صدی کی جس قدر شوخی ہے اس بزرگ کی حمایت سے ہے اور اس کی تمام توہین اور تحقیر کی تحریریں اسی بزرگ کی گردن پر ہیں۔ وہ ہنسی سے لکھتا ہے کہ ’’میں مخالفت سے نہ کاٹا جاؤں۔‘‘ خدا سے ہنسی کرنا کسی نیک انسان کا کام نہیں انسان ہر ایک وقت اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اور گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے۔ یہ حملہ بھی محض شرارت ہے۔ سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں۔ مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکر گذاری ایک بے ایمانی کی قسم ہے اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خداتعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خداتعالیٰ کی پناہ ہے۔ اس سے زیادہ اس گورنمنٹ کی پُر امن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہوسکتا ہے کہ خداتعالیٰ نے یہ پاک سلسلہ اسی گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمک حرام ہیں جو حکّام انگریزی کے روبرو ان کی خوشامدیں کرتے ہیں۔ ان کے آگے گرتے ہیں اور پھر گھر میں آ کر کہتے ہیں کہ جو شخص اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یاد رکھو، اور خوب یاد رکھو کہ ہماری یہ کارروائی جو اس گورنمنٹ کی نسبت کی جاتی ہے منافقانہ نہیں ہے وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ. بلکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے جو ہمارے دل میں ہے۔ اور بزرگ مذکور جس نے ہماری پردہ دری کے لئے پیشگوئی کی اس بات کو یاد رکھے کہ ہماری طرف سے اس میں کچھ زیادت نہیں۔ انہوں نے پیشگوئی کی اور ہم نے بددعا کی۔ آئندہ ہمارا اور ان کا خداتعالیٰ کی جناب میں فیصلہ ہے۔ اگر ان کی رائے سچی ہے تو ان کی پیشگوئی پوری ہوجائے گی اور اگر جناب الٰہی میں اس عاجز کی کچھ عزت ہے تو میری دعا قبول ہوجائے گی۔ تاہم میں نے اس دعا میں یہ شرط رکھ لی ہے کہ اگر بزرگ مذکور قادیان میں آ کر اپنی بے باکی سے ایک مجمع میں توبہ کریں تو خداتعالیٰ یہ حرکت ان کو معاف کرے ورنہ اب یہ عظیم الشان مقدمہ مجھ میں اور اس بزرگ میں دائر ہوگیا ہے۔ اب حقیقت میں جو روسیاہ ہوگا۔ اس بزرگ کو روم

کے ایک ظاہری فرماں روا کے لئے جوش آیا اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ پر تھوکا اور اس کے مامور کو پلید قرار دیا حالانکہ سلطان کے بارے میں مَیں نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا۔ صرف اس کے بعض ارکان کی نسبت بیان کیا تھا اور یا اس کی گورنمنٹ کی نسبت جو مجموعہ ارکان سے مراد ہے ملہمانہ خبر تھی۔ سلطان کی ذاتیات کا کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس بزرگ نے وہ شعر میری نسبت پڑھا کہ شاید مثنوی کے مرحوم مصنف نے نمرود اور شدّاد اور ابوجہل اور ابولہب کے حق میں بنایا ہوگا۔ اور اگر میں سلطان کی نسبت کچھ نقطہ چینی بھی کرتا تب بھی میرا حق تھا کیوں کہ اسلامی دنیا کے لئے مجھے خدا نے حَکَم کر کے بھیجا ہے جس میں سلطان بھی داخل ہے اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اس کی سعادت ہے کہ میری نقطہ چینی پر نیک نیتی کے ساتھ توجہ کرے اور اپنے ملک کی اصلاحوں کی طرف جدوجہد کے ساتھ مشغول ہو۔ اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں اس میں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی ہے یہ ایک دوسری حماقت ہے۔ بے شک دنیا خدا کے نزدیک مردار کی طرح ہے اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے یہ ایک لاعلاج بات ہے جو روحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم ہر ایک منعم کا شکر کریں گے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق میں دعا کریں گے۔ عادل بادشاہ کی خدا تعالیٰ سے سلامتی چاہیں گے گو وہ غیر قوم کا ہو مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بُت نہیں بنائیں گے۔ ہمارے پیارے رسول سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِذَا وَقَعَ الْعَبْدُ فِیْ اُلْھَانِیَّةِ الرَّبِّ وَمُھَیْمِنِیَّةِ الصِّدِّیْقِیْنَ وَرَھْبَانِیَّةِ الْاَبْرَارِ لَمْ یَجِدْ اَحَدًا یَأْخُذُ بِقَلْبِہٖ۔ یعنی جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اُس کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صدیقوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اس کو لے لیتا ہے اور ابرار کی طرح اس کو غیروں کے تعلقات سے چھوڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ کسی کا ایسا نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے ساتھ اس کے دل کو پکڑ لے کیونکہ اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمت اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہی

ہے۔ پس کسی کی عظمت اور جلال اور قدرت اس کو تعجب میں نہیں ڈالتی اور نہ اپنی طرف جھکا سکتی ہے۔ سواس کو دوسروں پر صرف رحم باقی رہ جاتا ہے خواہ بادشاہ ہوں یا شہنشاہ ہوں کیونکہ اس کو ان چیزوں کی طمع باقی نہیں رہتی جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ جس نے اس حقیقی شہنشاہ کے دربار میں بار پایا جس کے ہاتھ میں ملکوت السموات والارض ہے۔ پھر فانی اور جھوٹی بادشاہی کی عظمت اس کے دل میں کیونکر بیٹھ سکے؟ میں جو اس مَلِیْکِ مُقْتَدِرِ کو پہنچانتا ہوں تو اب میری روح اس کو چھوڑ کر کہاں اور کدھر جائے؟ یہ روح تو ہر وقت یہی جوش مار رہی ہے کہ اے شاہ ذوالجلال ابدی سلطنت کے مالک سب ملک اور ملکوت تیرے لئے ہی مسلّم ہے تیرے سوا سب عاجز بندے ہیں۔ بلکہ کچھ بھی نہیں۔

(۱) آن کس کہ بتو رسد شہاں را چہ کند با فرّ تو فرّ خسرواں را چہ کُند[۱]
(۲) چوں بندہ شناختت بداں عزّ وجلال بعد از تو جلال دیگراں را چہ کُند
(۳) دیوانہ کُنی ہر دوجہانش بخشی دیوانۂ تو ہر دوجہاں را چہ کُند

الراقم میرزا غلام احمد از قادیان ۲۵/جون ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاءالاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے ۱۲ صفحات پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۳۳ تا ۱۴۴)

---

[۱] ترجمہ۔ (۱) جس کی تجھ تک رسائی ہے وہ بادشاہوں کو کیا سمجھتا ہے اور تیری شان کے آگے وہ بادشاہوں کی کیا حقیقت سمجھتا ہے۔ (۲) جب بندہ نے تیرے عزّ وجلال کو پہچان لیا تو پھر تجھے چھوڑ کر وہ دوسروں کی شوکت کو کیا کرے۔ (۳) اپنا دیوانہ بنا کر تو اسے دونوں جہان بخش دیتا ہے مگر تیرا دیوانہ دونوں جہانوں کو کیا کرے۔

(۱۸۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

پنجاب اور ہندوستان کے مشائخ اور صلحاء اور اہل اللہ باصفا سے حضرت عزت اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم دے کر ایک

درخواست

اے بزرگان دین وعباد اللہ الصالحین میں اس وقت اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم دے کر ایک ایسی درخواست آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس پر توجہ کرنا آپ صاحبوں پر رفع فتنہ وفساد کے لئے فرض ہے کیونکہ آپ لوگ فراست اور بصیرت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف اٹکل سے بلکہ نور اللہ سے دیکھتے ہیں اور اگرچہ ایسے ضروری امر میں جس میں تمام مسلمانوں کی ہمدردی ہے اور اسلام کے ایک بڑے بھاری تفرقہ کو مٹانا ہے قسم کی کچھ بھی ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے بعض مصالح کی وجہ سے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سچی شہادت میں عام لوگوں کی ناراضگی متصور ہے اور جھوٹ بولنے میں معصیت ہے اور نہیں سمجھتے کہ اخفاءِ شہادت بھی ایک معصیت ہے۔ ان لوگوں کو توجہ دلانے کے لئے قسم دینے کی ضرورت پڑی۔

اے بزرگان دین وہ امر جس کے لئے آپ صاحبوں کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم دے کر

اسکے کرنے کے لئے آپ کو مجبور کرتا ہوں ۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عین ضلالت اور فتنہ کے وقت میں اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر اصلاح خلق اللہ کے لئے مجدد کر کے بھیجا ۔اور چونکہ اس صدی کا بھارا فتنہ جس نے اسلام کو نقصان پہنچایا تھا عیسائی پادریوں کا فتنہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کا نام مسیح موعود رکھا ۔اور یہ نام یعنی مسیح موعود وہی نام ہے جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تھی ۔اور خدا تعالیٰ سے وعدہ مقرر ہو چکا تھا کہ تثلیث کے غلبہ کے زمانہ میں اس نام پر ایک مجدد آئے گا جس کے ہاتھ پر کسر صلیب مقدر ہے ۔اس لئے صحیح بخاری میں اس مجدد کی یہی تعریف لکھی ہے کہ وہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک امام ہوگا اور صلیب کو توڑے گا ۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے غلبہ کے وقت آئے گا ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق ایسا ہی کیا اور اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر بھیجا اور وہ آسمانی حربہ مجھے عطا کیا جس سے میں صلیبی مذہب کو توڑ سکوں ۔مگر افسوس کہ اس ملک کے کوتہ اندیش علماء نے مجھے قبول نہیں کیا اور نہایت بیہودہ عذرات پیش کئے جن کو ہر پہلو سے توڑا گیا ۔انہوں نے یہ ایک لغو خیال پیش کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر منارہ دمشق کے پاس آخری زمانہ میں اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہوں گے ۔ پس ان کو جواب دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے جانا ہرگز صحیح نہیں ہے ۔ایک حدیث بھی جو صحیح مرفوع متصل ہو ایسی نہیں ملے گی جس سے ان کا زندہ آسمان پر چلے جانا ثابت ہوتا ہو بلکہ قرآن شریف صریح ان کی وفات کا بیان فرماتا ہے اور بڑے بڑے اکابر علماء جیسے ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما ان کی وفات کے قائل ہیں ۔ پھر جبکہ نصوص قطعیہ سے ان کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ امید رکھنا کہ وہ کسی وقت دمشق کے شرقی منارہ کے پاس نازل ہوں گے کس قدر غلط خیال ہے بلکہ اس صورت میں دمشقی حدیث کے وہ معنے کرنے چاہییں جو قرآن اور دوسری حدیثوں سے مخالفت نہ رکھتے ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول اجلال و اکرام جو ایک روحانی نزول ہے دمشق کے مشرقی منارتک اپنے انوار دکھلائے گا ۔ چونکہ دمشق تثلیث کے خبیث درخت کا اصل منبت ہے اور اسی جگہ سے اس خراب عقیدہ کی پیدائش ہوئی ہے اس لئے

اشارہ فرمایا گیا کہ مسیح موعود کا نور نزول فرما کر اس جگہ تک پھیلے گا جہاں تثلیث کا مَسْقَطُ الرَّأس ہے۔ مگر افسوس کہ علماء مخالفین نے اس صاف اور صریح مسئلہ کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ بھی نہیں سوچا کہ قرآن شریف اس لئے آیا ہے کہ تا پہلے اختلافات کا فیصلہ کرے اور یہود اور نصاریٰ نے جو حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء میں اختلاف کیا تھا جس کا قرآن نے فیصلہ کرنا تھا۔ وہ رفع جسمانی نہیں تھا بلکہ تمام جھگڑا اور تنازع روحانی رفع کے بارے میں تھا۔ یہود کہتے تھے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی ہے یعنی خدا کی درگاہ سے رد کیا گیا اور خدا سے دور کیا گیا اور رحمتِ الٰہی سے بے نصیب کیا گیا جس کا **رفع الی اللہ** ہرگز نہیں ہوا کیونکہ وہ مصلوب ہوا اور مصلوب توریت کے **حکم** کے رو سے رفع الی اللہ سے بے نصیب ہوتا ہے جس کو دوسرے لفظوں میں لعنتی کہتے ہیں توریت کا یہ منشاء تھا کہ سچا نبی کبھی مصلوب نہیں ہوتا اور جب **مصلوب** جھوٹا ٹھیرا تو بلا شبہ وہ لعنتی ہوا جس کا رفع الی اللہ غیر ممکن ہے اور اسلامی عقیدہ کی طرح یہود کا بھی عقیدہ تھا کہ مومن مرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے کافر ٹھیرانے کے لئے یہود کے ہاتھ میں یہ دلیل تھی کہ وہ سولی دیا گیا ہے اور جو شخص سولی دیا جائے اس کا توریت کی رو سے رفع الی السماء نہیں ہوتا یعنی وہ مرنے کے بعد آسمان کی طرف نہیں اٹھایا جاتا بلکہ ملعون ہو جاتا ہے لہٰذا اس کا کافر ہونا لازم آیا اور اس دلیل کے ماننے سے عیسائیوں کو چارہ نہ تھا کیونکہ توریت میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا تو انہوں نے اس بات کو ٹالنے کے لئے دو بہانے بنائے ایک یہ کہ اس بات کو مان لیا کہ بے شک یسوع جس کا دوسرا نام عیسیٰ ہے مصلوب ہو کر لعنتی ہوا۔ مگر وہ لعنت صرف تین دن تک رہی۔ پھر بجائے اس کے رفع الی اللہ اس کو حاصل ہوا۔ اور دوسرا یہ بہانہ بنایا گیا کہ چند ایسے آدمیوں نے جو حواری نہیں تھے گواہی بھی دیدی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے بھی دیکھا گویا رفع الی اللہ ہو گیا جس سے مومن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ گواہی جھوٹی تھی جو نہایت مشکل کے وقت بنائی گئی۔

بات یہ ہے کہ جب یہود نے حواریوں کو ہر روز دق کرنا شروع کیا کہ بوجہ مصلوبیّت یسوع کا لعنتی ہونا ثابت ہو گیا یعنی رفع الی اللہ نہیں ہوا۔ تو اس اعتراض کے جواب سے عیسائی نہایت تنگ

آ گئے اور ان کو یہودیوں کے سامنے منہ دکھلانے کی جگہ نہ رہی تب بعض مفتری حیلہ سازوں نے یہ گواہی دے دی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے دیکھا ہے پھر کیونکر اس کا رفع نہیں ہوا مگر اس گواہی میں گو بالکل جھوٹ سے کام لیا تھا مگر پھر بھی ایسی شہادت کو یہودیوں کے اعتراض سے کچھ تعلق نہ تھا کیونکہ یہودیوں کا اعتراض رفع روحانی کی نسبت تھا جس کی بنیاد توریت پر تھی اور رفع جسمانی کی کوئی بحث نہ تھی۔ اور ماسوا اس کے جسمانی طور پر اگر کوئی بفرض محال پرندوں کی طرح پرواز بھی کرے اور آنکھوں سے غائب ہو جائے تو کیا اس سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ درحقیقت کسی آسمان پر جا پہنچا ہے؟

عیسائیوں کی یہ سادہ لوحی تھی جو انہوں نے ایسا منصوبہ بنایا ورنہ اس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ ساری بحث روحانی رفع کے متعلق تھی جس سے لعنت کا مفہوم روکتا تھا افسوس ان کو یہ خیال نہ آیا کہ توریت میں جو لکھا ہے جو مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا تو یہ تو سچے نبیوں کی عام علامت رکھی گئی تھی اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صلیبی موت جرائم پیشہ کی موت ہے اور سچے نبیوں کے لئے یہ پیشگوئی تھی کہ وہ جرائم پیشہ کی موت سے نہیں مریں گے۔ اسی لئے حضرت آدم سے لے کر آخر تک کوئی سچا نبی مصلوب نہیں ہوا۔ پس اس امر کو رفع جسمانی سے کیا علاقہ تھا۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ہر ایک سچا نبی معہ جسم عنصری آسمان پر گیا ہو اور جو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہ گیا ہو وہ جھوٹا ہو۔ غرض تمام جھگڑا رفع روحانی میں تھا جو چھ سو برس تک فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا۔ اسی کی طرف اللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ نے اشارہ فرمایا ہے **یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ**[1] یعنی اے عیسیٰ میں تجھے طبعی وفات دوں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا۔ اس آیت میں یہود کے اس قول کا ردّ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عیسیٰ مصلوب ہو گیا اس لئے ملعون ہے اور خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ تین دن لعنتی رہ کر پھر رفع ہوا۔ اور اس آیت نے یہ فیصلہ کیا کہ بعد وفات بلا توقف خدا تعالیٰ کی طرف عیسیٰ کا رفع روحانی ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس جگہ **رَافِعُکَ اِلَـی**

[1] ال عمران : ۵۶

السَّمَآءِ نہیں کہا بلکہ رَافِعُکَ اِلَیَّ فرمایا تا رفع جسمانی کا شبہ نہ گذرے۔ کیونکہ جو خدا کی طرف جاتا ہے وہ روح سے جاتا ہے نہ جسم سے۔ اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ[1] اس کی نذیر ہے۔

غرض اس طرح پر یہ جھگڑا فیصلہ پایا مگر ہمارے نادان مخالف جو رفع آسمانی کے قائل ہیں وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جسمانی رفع امر متنازع فیہ نہ تھا۔ اور اگر اس بے تعلق امر کو بفرض محال قبول کر لیں تو پھر یہ سوال ہوگا کہ جو روحانی رفع کے متعلق یہود اور نصاریٰ میں جھگڑا تھا اس کا فیصلہ قرآن کی کن آیات میں فرمایا گیا ہے۔ آخر لوٹ کر اسی طرف آنا پڑے گا کہ وہ آیات یہی ہیں۔

یہ تو نقلی طور پر ہمارا الزام مخالفین پر ہے۔ اور ایسا ہی عقلی طور پر بھی وہ ملزم ٹھہرتے ہیں کیونکہ جب سے دنیا کی بناء ڈالی گئی ہے یہ عادت اللہ نہیں کہ کوئی شخص زندہ اسی جسم عنصری کے ساتھ کئی سو سال آسمان پر بود و باش اختیار کرے اور پھر کسی دوسرے وقت زمین پر اتر آوے۔ اگر یہ عادت اللہ ہوتی تو دنیا میں کئی نظیریں اس کی پائی جاتیں۔ یہودیوں کو یہ گمان تھا کہ ایلیا آسمان پر گیا اور پھر آئے گا مگر خود حضرت مسیح نے اس گمان کو باطل ٹھہرایا اور ایلیا کے نزول سے مراد یوحنا کو لے لیا جو اسلام میں یحییٰ کے نام سے موسوم ہے۔ حالانکہ ظاہر نص یہی کہتا تھا کہ ایلیا واپس آئیگا ہر ایک فوق العادت عقیدہ کی نظیر طلب کرنا محققوں کا کام ہے تا کسی گمراہی میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے ہو اس کے اور بھی نظائر پائے جاتے ہیں۔ اور یہ بات سچ ہے کہ اس دنیا میں واقعات صحیحہ کے لئے نظیریں ہوتی ہیں مگر باطل کے لئے کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ اسی اصول محکم سے ہم عیسائیوں کے عقیدہ کو رد کرتے ہیں۔ خدا نے دنیا میں جو کام کیا وہ اس کی عادت اور سنت قدیم میں ضرور داخل ہونا چاہیے۔ سو اگر خدا نے دنیا میں ملعون اور مصلوب ہونے کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تو ضرور یہ بھی اس کی عادت ہوگی کہ کبھی بیٹا بھی بھیج دیتا ہے۔ پس ثابت کرنا چاہیے کہ پہلے اس سے اس کے کتنے بیٹے اس کام کے لئے آئے۔ کیونکہ اب اگر بیٹا بھیجنے کی ضرورت پڑی ہے تو پہلے بھی اس ازلی خالق کو کسی نہ کسی زمانہ میں ضرورت پڑی ہوگی۔ غرض خدا تعالیٰ کے سارے کام سنت

---

[1] الفجر : ۲۹

اور عادت کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں اور جو امر عادت اللہ سے باہر بیان کیا جائے تو عقل ایسے عقیدہ کو دور سے دھکے دیتی ہے۔

باقی رہی کشفی اور الہامی گواہی سو کشف اور الہام جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ یہی بتلا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور ان کا دوبارہ دنیا میں آنا یہی تھا کہ ایک خدا کا بندہ ان کی قوت اور طبع میں ہو کر ظاہر ہو گیا۔ اور میرے بیان صدق پر اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے کئی طرح کے نشان ظاہر فرمائے اور چاند سورج کو میری تصدیق کے لئے خسوف کسوف کی حالت میں رمضان میں جمع کیا اور مخالفوں سے کشتی کی طرح مقابلہ کرا کے آخر ہر ایک میدان میں اعجازی طور پر مجھے فتح دی اور دوسرے بہت سے نشان دکھلائے جن کی تفصیل رسالہ **سراج منیر** اور دوسرے رسالوں میں درج ہے لیکن باوجود نصوص قرآنیہ وحدیثیہ وشواہد عقلیہ وآیات سماویہ پھر بھی ظالم طبع مخالف اپنے ظلم سے باز نہ آئے اور طرح طرح کے افتراؤں سے مدد لے کر محض ظلم کی رو سے تکذیب کر رہے ہیں۔ **لہٰذا** اب مجھے اتمام حجت کے لئے **ایک اور تجویز** خیال میں آئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے روبا صلاح ہو جائے۔

اور وہ یہ ہے

کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعویٰ کے بارہ میں دعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں پھر اگر ان کے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ سے جو حلفاً شائع کریں، کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذاب اور مفتری ہے تو بے شک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کریں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں ان کو کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے اور اس تجویز سے بہت آسانی کے ساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آجائے گا لیکن اگر کشوف اور

الہامات اور رؤیا صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر اور تکذیب سے باز آوے۔

ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو آخر ایک دن مرنا ہے۔ پس اگر حق کے قبول کرنے کے لئے اس دنیا میں کوئی ذلت بھی پیش آئے تو وہ آخرت کی ذلت سے بہتر ہے لہٰذا میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم دیتا ہوں جس کے نام پر گردن رکھ دینا سچے دین داروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے میں جناب الٰہی میں کم سے کم اکیس روز توجہ کریں۔ یعنی اس صورت میں کہ اکیس روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟ آیا کذاب ہوں یا منجانب اللہ۔ میں بار بار بزرگان دین کی خدمت میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ ضرور اکیس روز تک اگر اس سے پہلے معلوم نہ ہو سکے۔ اس تفرقہ کے دور کرنے کے لئے دعا اور توجہ کریں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی قسم سن کر پھر التفات نہ کرنا راست بازوں کا کام نہیں[1] اور میں جانتا ہوں کہ اس قسم کو سن کر ہر ایک پاک دل اور خدا تعالیٰ کی عظمت سے ڈرنے والا ضرور توجہ کرے گا پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر منجانب اللہ سمجھا جاوے گا۔

اگر میں حقیقت میں کذاب اور دجال ہوں تو اس امت پر بڑی مصیبت ہے کہ ایسی ضرورت کے وقت میں اور فتنوں اور بدعات اور مفاسد کے طوفان کے زمانہ میں بجائے ایک مصلح اور مجدد کے چودھویں صدی کے سر پر دجال پیدا ہوا۔ یاد رہے کہ ایسا ہر ایک شخص جس کی نسبت ایک جماعت اہل بصیرت مسلمانوں کی صلاح اور تقویٰ اور پاک دلی کا ظن رکھتی ہے وہ اس اشتہار میں میرا مخاطب ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو صلحاء شہرت کے لحاظ سے کم درجہ پر ہیں میں اُن کو کم نہیں دیکھتا ممکن ہے کہ وہ شہرت یافتہ لوگوں سے خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اچھے ہوں۔ اسی طرح میں صالحہ عفیفہ

---

[1] میں علاوہ قسم کے مشائخ وقت کی خدمت میں ان کے پیرانِ خاندان کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ وہ ضرور میری تصدیق یا تکذیب کے لئے خدا تعالیٰ کے جناب میں توجہ کریں۔ منہ

عورتوں کو بھی مردوں کی نسبت تحقیر کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ ممکن ہے کہ وہ بعض شہرت یافتہ صالح مردوں سے بھی اچھی ہوں۔ لیکن ہر ایک صاحب جو میری نسبت کوئی رؤیا کشف یا الہام لکھیں ان پر ضروری طور پر واجب ہوگا کہ وہ حلفاً اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا ایسی تحریریں ایک جگہ جمع ہوتی جائیں اور پھر حق کے طالبوں کے لئے شائع کی جائیں۔

اس تجویز سے انشاء اللہ بندگان خدا کو بہت فائدہ ہوگا اور مسلمانوں کے دل کثرت شواہد سے ایک طرف تسلی پا کر فتنہ سے نجات پا جائیں گے اور آثار نبویہ میں بھی اسی طرح معلوم ہوتا کہ اوّل مہدی آخر الزمان کی تکفیر کی جائے گی اور لوگ اس سے دشمنی کریں گے اور نہایت درجہ کی بدگوئی سے پیش آئیں گے اور آخر خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کی سچائی کی نسبت بذریعہ رؤیا و الہام وغیرہ اطلاع دی جائے گی اور دوسرے آسمانی نشان بھی ظاہر ہوں گے تب علماء وقت طوعاً و کرہاً اس کو قبول کریں گے۔ سوائے عزیزو اور بزرگو برائے خدا عالم الغیب کی طرف توجہ کرو۔ آپ لوگوں کو **اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم** ہے کہ میرے اس سوال کو مان لو۔ اس قدیر ذوالجلال کی تمہیں سوگند ہے کہ اس عاجز کی یہ درخواست ردّ مت کرو۔

عزیزان مے دہم صد بار سوگند بروئے حضرت دا دار سوگند[1]

کہ در کارم جواب از حق بجوئید بہ محبوب دل ابرار سوگند

ھٰذَا مَا اَرَدْنَا لِاِزَالَۃِ الدُّجٰی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المـلتمس

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپورہ۔ پنجاب۔ ۱۵؍ جولائی ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے ۸ صفحات پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۵۲)

---

[1] **ترجمہ اشعار۔** اے دوستو میں تمہیں سینکڑوں قسمیں دیتا ہوں اور جناب الٰہی کی ذات کی قسمیں دیتا ہوں۔ میرے معاملہ میں خدا سے ہی جواب مانگو۔ میں تمہیں نیکوں کے دلوں کے محبوب کی قسم دیتا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی

چونکہ ہماری وہ مسجد جو گھر کے نزدیک ہے جس میں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے بہت تنگ ہے اور نماز کے وقت اکثر یہ تکلیف رہتی ہے کہ نمازی یا تو دوسری مسجد کی طرف دوڑتے ہیں اور یا اگر کم ہوں تو گھر کی کسی کوٹھڑی میں یا دوسری چھت پر کھڑے ہو کر بہ نہایت دقت نماز ادا کرتے ہیں۔

میرے دل میں مدّت کا خیال تھا کہ اگر اس مسجد کی دہنی طرف جو زمین خالی پڑی ہے ایک مکان طیار ہو کر مسجد کے ساتھ ملا دیا جائے تو کم سے کم چالیس آدمی اس میں نماز کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اُوپر ایک اور چھت ہو تو اسّی۸۰ آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہ خیال مدّت کا تھا مگر بباعث کمزوری اپنی جماعت کے اسکے اظہار میں تامل تھا۔ آج میں نے سوچا کہ ہر ایک کام خدا کرتا ہے نہ کہ انسان کیا تعجب ہے کہ چندہ سے یہ کام نکل سکے اور اس کارِ خیر کی برکت سے خدا ایسے لوگوں کو بھی توفیق دے دے جو بے توفیق ہوں اور ثواب آخرت اور خوشنودی الٰہی کا موجب ہو۔ کیونکہ یہ وہ مسجد ہے جس کی نسبت اس عاجز کو الہام ہوا تھا وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا اور جس کی نسبت الہام ہوا تھا مُبَارِکٌ وَّ مُبَارَکٌ وَ کُلُّ اَمۡرٍ مُبَارَکٍ یُّجۡعَلُ فِیۡہِ اور جس پر فرشتوں کو تحریر کرتے دیکھا تھا سو توکّلاً علی اللہ اس حصہ مسجد کے لئے یہ اشتہار دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک دوست اور مخلص

اس بیت اللہ کی امداد میں شریک ہو جائے گو کیسی ہی کم درجہ کی شراکت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو امورِ خیر کی امداد میں دلی زور اور توفیق بخشے۔

بالآخر واضح رہے کہ پانسو روپیہ اس عمارت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ وَالسّلام

الــراقـــــــــــــــــــــــــم

خاکسار **میرزا غلام احمد از قادیان** ۲۹؍جولائی ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۴}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳)

(۱۸۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

ایک ضروری فرض کی تبلیغ

اگرچہ ہم دن رات اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگ اس سچے معبود پر ایمان لاویں جس پر ایمان لانے سے نور ملتا اور نجات حاصل ہوتی ہے لیکن اس مقصد تک پہنچانے کے لئے علاوہ ان طریقوں کے جو استعمال کئے جاتے ہیں ایک اور طریق بھی ہے اور یہ ہے کہ ایک **مدرسہ** قائم ہو کر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھیرائی جائیں جن کے پڑھنے سے اُن کو پتہ لگے کہ اسلام کیا شے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے اسلام پر حملے کئے ہیں وہ حملے کیسے خیانت اور جھوٹھ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ کتابیں نہایت سہل اور آسان عبارتوں میں تالیف ہوں اور تین حصوں پر مشتمل ہوں۔ **پہلا حصہ** ان اعتراضات کے جواب میں ہو جو عیسائیوں اور آریوں نے اپنی نادانی سے قرآن اور اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں اور **دوسرا حصہ** اسلام کی خوبیوں اور اس کی کامل تعلیم اور اس کے ثبوت میں ہو۔ اور **تیسرا حصہ** اُن مذاہبِ باطلہ کے بطلان کے بیان میں ہو جو مخالف اسلام ہیں۔ اور اعتراضات کا حصہ صرف سوال اور جواب کے طور پر ہو تا بچے آسانی سے اس کو سمجھ سکیں اور بعض مقامات میں نظم بھی ہو تا بچے اس کو حفظ کر سکیں۔ ایسی کتابوں کا تالیف کرنا میں نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور جو طرز اور طریق تالیف کا

میرے ذہن میں ہے اور جو غیر مذاہب کی باطل حقیقت اور اسلام کی خوبی اور فضیلت خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمائی ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ایسی کتابیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میں تالیف کروں گا بچوں کو پڑھائی گئیں تو اسلام کی خوبی آفتاب کی طرح چمک اٹھے گی اور دوسرے مذاہب کے بطلان کا نقشہ ایسے طور سے دکھایا جائے گا جس سے ان کا باطل ہونا کھل جائے گا۔

اے دوستو یقیناً یاد رکھو کہ دنیا میں سچا مذہب جو ہر ایک غلطی سے پاک اور ہر ایک عیب سے منزّہ ہے صرف اسلام ہے۔ یہی مذہب ہے جو انسان کو خدا تک پہنچاتا اور خدا کی عظمت دلوں میں بٹھاتا ہے۔ ایسے مذہب ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں جن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے جیسے انسان کو خدا کر کے مان لو یا جن میں یہ تعلیمیں ہیں کہ وہ ذات جو مبدء ہر ایک فیض ہے وہ تمام جہان کا خالق نہیں ہے بلکہ تمام ارواح خود بخود قدیم سے چلے آتے ہیں۔ گویا خدا کی بادشاہت کی تمام بنیاد ایسی چیزوں پر ہے جو اس کی قدرت سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ قدامت میں اس کے شریک اور اس کے برابر ہیں۔ سو جس کو علم اور معرفت عطا کی گئی ہے اس کا فرض ہے جو ان تمام اہل مذاہب کو قابل رحم تصور کر کے سچائی کے دلائل ان کے سامنے رکھے اور ضلالت کے گڑھے سے ان کو نکالے اور خدا سے بھی دعا کرے کہ یہ لوگ ان مہلک بیماریوں سے شفا پاویں۔ اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں اور جس طریق سے اس خدمت کو انجام دوں گا۔ میرے نزدیک دوسروں سے یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت میں اسلامی ذریت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کیلئے اس ارادہ میں میری مدد کرے۔ سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں ایک مڈل سکول قائم کیا جائے اور علاوہ تعلیم انگریزی کے ایک حصہ تعلیم کا وہ کتابیں رکھی جائیں کہ جو میری طرف سے اس غرض سے تالیف ہوں گی کہ مخالفوں کے تمام اعتراضات کا جواب دے کر بچوں کو اسلام کی خوبیاں سکھلائی جائیں اور مخالفوں کے عقیدوں کا بے اصل اور باطل ہونا سمجھایا جائے۔ اس طریق سے اسلامی ذریت نہ صرف مخالفوں کے حملوں سے محفوظ رہے گی بلکہ بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ حق کے طالب سچ کی روشنی اسلام میں

پا کر باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں کو اسلام کے لئے چھوڑ دیں گے۔ مناسب ہے کہ ہر ایک صاحبِ توفیق اپنے دائمی چندہ سے اطلاع دیوے کہ وہ اس کارِ خیر کی امداد میں کیا کچھ ماہواری مدد کر سکتا ہے۔ اگر یہ سرمایہ زیادہ ہو جائے تو کیا تعجب ہے کہ یہ سکول انٹرنس تک ہو جائے۔

واضح رہے کہ اوّل بنیاد چندہ کی اخویم مخدومی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ڈالی کیونکہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ میں اس سکول کے لئے دس روپیہ ماہواری دوں گا۔ اور مرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب محمد علی خان صاحب نے دو روپیہ اور محمد اکبر صاحب نے ایک روپیہ ماہواری اور میر ناصر نواب صاحب نے ایک روپیہ ماہواری اور اللہ داد صاحب کلرک شاہ پور نے ۸/ (آٹھ آنہ) ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے۔

المشــــــــــــــــــــــــــتھر

میرزا غلام احمد از قادیان

۱۵/ستمبر ۱۸۹۷ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۵)

نوٹ۔ ہر ایک صاحب کا اختیار ہوگا کہ اپنے لڑکے قادیان میں تعلیم کے لئے بھیجیں۔ بورڈنگ اور انتظامی امور کی کارروائی فہرست چندہ کے مرتب ہونے کے بعد شروع ہوگی۔

(۱۸۵)

چونکہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر اضلاع میں میرے مرید ہیں اور ہو رہے ہیں اس لئے حکام کی واقفیت کے لئے یہ اشتہار ہر ایک ضلع میں بھیجا جائے گا

امید ہے کہ ہمارے معزز حکام اس کو غور سے پڑھیں گے

اشتہار واجب الاظہار

جو خاص اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ قیصرہ ہند توجہ سے اس کو ملاحظہ فرماوے۔ اور نیز اپنے مریدوں کی آگاہی اور ہدایت کے لئے شائع کیا گیا ہے۔

میں اپنے دوستوں اور عام لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو میرے پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ گویا میں نے ایک شخص عبدالحمید نام کو ڈاکٹر کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ مقدمہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے اصل متصور ہو کر ۲۳ /اگست ۱۸۹۷ء کو عدالت کپتان ایم، ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ سے خارج کیا گیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس مقدمہ کی اصلیت ظاہر کرنی منظور تھی اس لئے اس نے ایک ایسے حاکم بیدار مغز اور محنت کش اور منصف مزاج حق پسند خدا ترس یعنی جناب **کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر** ضلع گورداسپورہ کے ہاتھ میں یہ مقدمہ دیا جس کا پاک کانشنس اس بات پر مطمئن نہ ہو سکا کہ جو

اظہار یعنی پہلا بیان عبدالحمید نے امرتسر کے مجسٹریٹ کے سامنے اور نیز اس عدالت میں دیا تھا وہ صحیح ہے۔ سو صاحب موصوف نے مزید تفتیش کے لئے جناب **کپتان لیمارچنڈ ڈسٹرکٹ سوپرانٹنڈنٹ پولس** کو حکم دیا کہ بطور خود عبدالحمید سے اصلیت مقدمہ دریافت کریں۔ پھر بعد اس کے جس احتیاط اور نیک نیتی اور فراست اور غور اور طریق عدل اور انصاف سے جناب کپتان لیمارچند صاحب نے اس مقدمہ کی تفتیش میں کام لیا وہ بھی بجز خاص منصف مزاج اور نیک نیت اور بیدار مغز حکام کے ہر ایک کا کام نہیں۔ سو ان حکّام کا نیک مزاج اور نیک نیت اور انصاف پسند ہونا اور قدیم سے عدالت اور انصاف پسندی کا عادی ہونا اور پوری تحقیق اور تفتیش سے کام لینا یہی وہ اسباب تھے جو خدا نے میری بریّت کے لئے پیدا کئے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرانٹنڈنٹ پولس کی نیک نیتی اور انصاف پسندی اور بھی زیادہ کھلتی ہے جبکہ اس بات پر غور کی جائے کہ یہ مقدمہ درحقیقت ایک عیسائی جماعت کی طرف سے تھا اور گو بظاہر ان میں سے ایک ہی شخص پیرو کار تھا۔ مگر مشورہ اور امداد میں کئی دیسی کرسچنوں کو دخل تھا۔ درحقیقت پبلک کے دلوں میں اس عدالت اور انصاف نے صاحبان موصوف کی بہت ہی خوبی اور عدل قابل تعریف جمادی ہے کہ ایسا مقدمہ جو مذہبی رنگ میں پیش کیا گیا تھا اس میں کچھ بھی اپنی قوم اور مذہب کی رعایت نہیں کی گئی۔ اور نہایت منصفانہ روش سے وہ طریق اختیار کیا گیا جس کو عدالت چاہتی تھی میرے خیال میں یہ ایک ایسا عمدہ نمونہ ہے کہ جو صفحہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی نیک نیتی اور حق پسندی پر ایک اور بھی بڑی بھاری دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے عبدالحمید مخبر کا پہلا بیان تمام و کمال قلمبند کر لیا تھا اور اس کی تائید میں پانچ گواہ بھی گذر چکے تھے اور صاحب بہادر ہر طرح پر اختیار رکھتے تھے کہ ان بیانات پر اعتبار کر لیتے مگر محض انصاف اور عدالت کی کشش نے ان کے دل کو پوری تسلی سے روک دیا اور ان کا حق پسند کانشنس بول اٹھا کہ ان بیانات میں سچائی کا نور نہیں ہے لہٰذا انہوں نے کپتان صاحب پولیس کو مزید تحقیقات کے لئے اشارہ فرمایا۔ ایسا ہی جب صاحب

ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو پولیس کے افسروں نے خبر دی کہ عبدالحمید مخبر اپنے پہلے بیان پر اصرار کر رہا ہے اس کو رخصت کیا جائے تو صاحب موصوف کے کانشنس نے یہی تقاضا کیا کہ وہ بذاتِ خود بھی اُس سے دریافت کریں۔ اگر حکّام کی اس درجہ تک نیک نیتی اور توجہ اور محنت کشی نہ ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ اس مقدمہ کی اصلیت کھلتی۔ ہم تہ دل سے **دعا** کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسے حکّام کو جو ہر ایک جگہ انصاف اور عدل کو مدنظر رکھتے ہیں اور پوری تحقیق سے کام لیتے ہیں اور احکام کے صادر کرنے میں جلدی نہیں کرتے ہمیشہ خوش رکھے اور ہر ایک بلا سے ان کو محفوظ رکھ کر اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے اپنے بیان میں کئی جگہ میرے چال چلن پر نہایت شرمناک حملہ کیا تھا۔ اگر ایسے منصف مزاج مجسٹریٹ کی عدالت میں ان تمام حملوں کے بارے میں میرا جواب لیا جاتا تو ڈاکٹر صاحب کے منصوبوں کی حقیقت کھل جاتی مگر چونکہ حاکم انصاف پسند کے دل پر اس مقدمہ کی مصنوعی بنیاد کی تمام حقیقت کھل گئی تھی جس کی تائید میں یہ تمام الزامات پیش کئے گئے تھے لہٰذا عدالت نے مقدمہ کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے اکثر کلمات جو نہایت دل آزار اور سراسر جھوٹ اور افترا اور کم سے کم ازالہ حیثیت عُرفی کی حد تک پہنچ گئے تھے مجھے یہ حق دیتے تھے کہ ان بے جا اور باطل الزاموں کا عدالت کے ذریعہ سے تدارک کروں۔ مگر میں باوجود مظلوم ہونے کے کسی کو آزار دینا نہیں چاہتا اور ان تمام باتوں کو حوالہ بخدا کرتا ہوں۔

یہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے بیان میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتاً میری نسبت بیان کیا ہے کہ گویا میرا وجود گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔ مگر میں اس اشتہار کے ذریعہ سے حکّام کو **اطلاع** دیتا ہوں کہ ایسا خیال میری نسبت ایک **ظلم عظیم** ہے۔ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد **میرزا غلام مُرتضٰی** گورنمنٹ کی نظر میں ایک **وفادار** اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی

تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور **۱۸۵۷ء** میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی **پچاس** سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ **غدر** کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیاتِ خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہوگئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں[1]۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ اور جب تمّوں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد

---

[1]

نقل مراسلہ

(ولسن صاحب)

نمبر ۳۵۳

تہور پناہ شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضٰی رئیس قادیاں حفظہ

عریضہ شما مشعر بریاد دہانی خدمات و حقوق خود و خاندان خود بملاحظہ حضور اینجانب درآمد ما خوب میدانیم کہ بلا شک شما و خاندان شما از ابتدائے دخل و حکومت سرکار انگریزی جان نثار و وفا کیش ثابت قدم ماندہ اید۔ وحقوق شما دراصل قابل قدر اند۔ بہرنہج تسلی و تشفی دارید۔ سرکار انگریزی حقوق و

Translation of Certificate of J. M. Wilson

To,

Mirza Ghulam Murtaza Khan
Chief of Qadian

I have perused your application reminding me of your and your family's past ser vices and rights I am well aware that since the introduction of the British Govt. you and your family have certainly remained devoted faithful and steady subjects and that your rights are really worthy of regard. In every respect you may rest assured and satisfied that the British Govt, will

ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ[1] برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں۔ اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں

خدمات خاندان شمارا ہرگز فراموش نہ خواہد کرد بموقعہ مناسب برحقوق و خدمات شما غور و توجہ کردہ خواہد شد۔ باید کہ ہمیشہ ہوا خواہ و جان نثار سرکار انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی سرکار و بہبودی شما متصور است۔ فقط

المرقوم ۱۱؍جون ۱۸۴۹ء مقام لاہور انارکلی

never forget your family's rights and services which will receive due consideration when a favorable opportunity offers itself.

You must continue to be faithful and devoted objects as in it lies the satisfaction of the Govt. and your welfare.

11.6.1849 Lahore.

نقل مراسلہ

(رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور)

تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیاں بعافیت باشند۔

ازآنجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیرخواہی و مدددہی سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب نگاہداشت سواران و بہم رسانی اسپان بخوبی بمنصہ ظہور پہنچی اور شروع مفسدہ سے آج تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہٰذا بجلدوی اس خیرخواہی اور خیرسگالی کے خلعت مبلغ دوصد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے۔

Translation of
Mr. Robert Cast's Certificate

To,
Mirza Ghulam Murtaza Khan,
Chief of Qadian.

As you rendered great help in enlisting sowars and supplying horses to Govt. in the mutiny of 1857 and maintained loyalty since its beginning upto date and thereby gained the favour of Govt. a *Khilat* worth Rs. 200/- is presented to you in recognition of good services, and as a reward for your loyalty.

میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر میں

Moreover in accordance with the wishes of Chief Commissioner as conveyed in his no. 576 dt. 10th August 58. This parwana is addressed to you as a token of satisfaction of Govt. for your fidelity and repute.

اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰؍ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیکنامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔

مرقومہ تاریخ ۲۰؍ستمبر ۱۸۵۸ء

Translation of Sir Robert Egerton Financial Commr's;
Murasla dt. 29 June 1876

My dear friend Ghulam Qadir

I have perused your letter of the 2nd instant and deeply regret the death of your father Mirza Ghulam Murtaza who was a great well wisher and faithful Chief of Govt.

نقل مراسلہ

فنانشل کمشنر پنجاب

مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیاں حفظہ۔

آپ کا خط ۲۔ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا مرزا غلام مرتضٰی صاحب آپ کے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا مرزا غلام مرتضٰی سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔

پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیرخواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں مَیں نے یہ تحریریں لکھیں ہیں ان کتابوں کے نام معہ ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں۔ جن میں سرکار انگریزی کی خیرخواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔

نمبر	نام کتاب	تاریخ طبع	نمبر صفحہ
۱	براہین احمدیہ حصہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	آریہ دھرم (نوٹس) دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۲ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ستمبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۴ تک آخر کتاب
۵	درخواست شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ستمبر ۱۸۹۵ء	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۱اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک

ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے اسی طرح پر عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا۔

المرقوم ۲۹ جون ۱۸۷۶ء الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر فنانشل کمشنر پنجاب

In consideration of your family services I will esteem you with the same respect as that bestowed on your loyal father.

I will keep in mind the restoration & wellfare of your family when a favourable opportunity occurs.

۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	نور الحق حصہ اوّل (اعلان)	۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک
۹	شہادۃ القرآن (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)	۲۲؍ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰	نور الحق حصّہ دوم	۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سر الخلافه	۱۳۱۲ھ	۱۷ سے ۳۷ تک
۱۲	اتمام الحجه	۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامة البشریٰ	۱۳۱۱ھ	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵؍مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی ۱۸۹۷ء	صفحہ ۷۴
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کیلئے	۲۷؍فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یک طرفہ
۲۰	اشتہار درباره سفیر سلطان روم	۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب برجشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳؍جون ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷؍جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ	۲۵؍جون ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰؍دسمبر ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

اور حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پا کر ایک سخت مخالفت ظاہر کی وہ تمام حال بھی میں نے

اپنے اشتہار مورخہ ۲۴ ؍مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان اڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آ کر مجھ کو گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟ یہ بات ایک ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو بھی جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اسی مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیرخواہ اور سلطنت روم کے مخالف ہے۔ اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل و جان خیرخواہ ہوں۔ اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے بعض اشخاص کی موت وغیرہ کی نسبت پیش گوئی کی ہے لیکن نہ اپنی طرف سے بلکہ اس وقت اور اس حالت میں کہ جب کہ ان لوگوں نے اپنی رضا و رغبت سے ایسی پیشگوئی کے لئے مجھے تحریری اجازت دی چنانچہ ان کے ہاتھ کی تحریریں اب تک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے بعض ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں شامل مِثل کی گئی ہیں۔ مگر چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر بھی ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا اور اصل واقعات کو چھپایا اس لئے **آئندہ**[1]

---

[1] بعض ہمارے مخالف جن کو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیشگوئیاں کرنے سے منع کر دیا ہے خاص کر ڈرانے والی پیشگوئیوں اور عذاب کی پیشگوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی اور عذابی پیشگوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے یعنی رضامندی لینے کے بعد پیشگوئی کرنا اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔ **منہ**

میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کی جائے بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیشگوئیوں کے لئے درخواست کرے تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔ یہ ایک ایسا طریق ہے جس میں کسی مکر کی گنجائش نہیں رہے گی۔

یہ بات بھی میں تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔ لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مثل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جس کا نام میں نے **کتاب البریت** رکھا ہے اور با ایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میرے سخت الفاظ **جوابی** طور پر ہیں **ابتدا** سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے۔

اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کر سکتا تھا لیکن دو مصلحت کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔ **اوّل** یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پا کر اپنی روش بدلا لیں اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ **دوم** یہ کہ تا مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پا کر اپنی پُر جوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھا لیں کہ اگر اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ ان کو جواب مل گیا اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دستکش رہیں میں خوب جانتا ہوں کہ ایسی مذہبی تحریروں سے جیسا کہ **لیکھرام** اور **اندرمن** اور دیانند اور پادری **عمادالدین** کی کتابیں اور پرچہ **نورافشاں** لودیانہ کے اکثر مضمون ہیں فتنہ اور اشتعال کا سخت احتمال تھا مگر

چونکہ ان کتابوں کے مقابل پر کتابیں تالیف ہوئیں اور سخت باتوں کا جواب کسی قدر سخت باتوں کے ساتھ ہوگیا اس لئے مسلمانوں کے عوام کا جوش اندر ہی اندر دب گیا۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر سخت الفاظ کے مقابل پر دوسری قوم کی طرف سے کچھ سخت الفاظ استعمال نہ ہوں تو ممکن ہے کہ اس قوم کے جاہلوں کا غیظ و غضب کوئی اور راہ اختیار کرے۔ مظلوموں کے بخارات نکلنے کے لئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔ لیکن یہ طرز پھر بھی کچھ بہت قابل تعریف نہیں بلکہ اس سے تحریرات کا روحانی اثر گھٹ جاتا ہے اور کم سے کم نقصان یہ ہے کہ اس سے ملک میں بد اخلاقی پھیلتی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ عام طور پر ایک سخت قانون جاری کر کے ہر ایک مذہبی گروہ کو سخت الفاظ کے استعمال سے ممانعت کر دے تا کہ کسی قوم کے پیشوا اور کتاب کی توہین نہ ہو۔ اور جب تک کسی قوم کی معتبر اور مسلم کتابوں سے واقعات صحیحہ معلوم نہ ہوں جن سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہو کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ ایسے قانون سے ملک میں بہت امن پھیل جائے گا اور مفسد طبع فتنہ انگیز لوگوں کے منہ بند ہو جائیں گے اور تمام مذہبی بحثیں علمی رنگ میں آ جائیں گی۔ اسی غرض سے میں نے ایک درخواست گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی ہے اس کے ساتھ کئی ہزار مسلمانوں کے دستخط بھی ہیں مگر چونکہ اب تک کافی دستخط نہیں ہوئے اس لئے ابھی تک توقف ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایسا کام ہے کہ ضرور اس طرف گورنمنٹ کی توجہ چاہیے۔ حفظ امن کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہتک آمیز اور فتنہ انگیز الفاظ سے ہر ایک قوم پرہیز کرے۔ اور کسی مذہب پر وہ الزام نہ لگائے جس کو اس مذہب کے حامی قبول نہیں کرتے اور نہ ان کی مسلّم اور معتبر کتابوں میں اس کا کوئی اصل صحیح پایا جاتا ہے۔ اور نہ ایسا الزام لگائے جو اُس کی مسلّم کتابوں یا نبیوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس ہدایت کی خلاف ورزی کرے اس کے لئے کوئی سزا مقرر ہو۔ بے شک بغیر اس تدبیر کے مذہبی فتنوں کا زہریلا بیج بکلّی دور نہیں ہو سکتا۔

میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ ڈاکٹر کلارک نے میری بعض مذہبی تحریریں پیش کر کے عدالت میں یہ خلاف واقعہ بیان کیا ہے کہ یہ سخت لفظ خود بخود ان کی نسبت کہے گئے ہیں۔ میں حکام کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز یہ میری عادت میں داخل نہیں کہ خود بخود کسی کو آزار دوں اور نہ ایسی عادت کو میں پسند کرتا ہوں۔ بلکہ جو کچھ سخت الفاظ میں لکھا گیا وہ سخت الفاظ کا جواب تھا۔ مگر مخالفوں کی سختی سے نہایت کم۔ تاہم یہ طریق بھی میری طبیعت اور عادت سے مخالف ہے۔ اور جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ کو استعمال کیا جائے میں اسی پر کاربند رہنا چاہتا ہوں اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے **تمام مریدوں** کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں **نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں** کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے کاربند رہیں۔ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی **دفعہ چہارم** میں سمجھایا ہے سرکار انگریزی کی سچی خیرخواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیزگار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ دکھلائیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بے جا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ان صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے **باہر متصور ہوگا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا**۔ دیکھو! آج میں کھلے کھلے لفظوں سے آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہیں ایسا ہی کریں گے۔ مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان وصیتوں پر کاربند

نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے[1]۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں **اوّل** یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اس کی عظمت کو دل میں بٹھانا اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اس کو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ **دوم** یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ **سوم** یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں۔

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بھی بطور **نوٹس** ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے اس لئے حفظ امن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے کاربند ہوں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہم نے عدالت کے سامنے اس بحث کو طول دینا نہیں چاہا حالانکہ ہمارے تمام سخت الفاظ جوابی تھے اور نیز ان کے مقابل پر نہایت کم۔ سو ہم نے **جوابی طور کے سخت الفاظ کو بھی چھوڑنا چاہا**۔ کیونکہ ہمارا مدت سے یہ ارادہ تھا کہ تمام قومیں مباحثات میں الفاظ کی سختی کو استعمال نہ کریں۔ اسی ارادہ کی وجہ سے ہم نے اس درخواست پر دستخط مسلمانوں کے کرائے ہیں جس کو عنقریب بحضور جناب نواب گورنر جنرل بہادر بھیجنے کا ارادہ ہے۔ سو مخالفین مذہب

[1] میری جماعت میں بڑے بڑے معزز اہل اسلام داخل ہیں۔ جن میں بعض تحصیلدار اور بعض اکسٹرا اسسٹنٹ اور ڈپٹی کلکٹر اور بعض وکلاء اور بعض تاجر اور بعض رئیس اور جاگیردار اور نواب اور بعض بڑے بڑے فاضل اور ڈاکٹر اور بی اے اور ایم اے اور بعض سجادہ نشین ہیں۔ منہ

کو بذریعہ اس نوٹس کے عام **اطلاع** دی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے بعد وہ بھی مباحثات میں اپنی روشیں بدلا لیں۔ اور آئندہ سخت اور جوش پیدا کرنے والے الفاظ اور ہتک آمیز الفاظ اپنے اخباروں اور رسالوں میں ہرگز استعمال نہ کریں۔ **اور اگر اب بھی** اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد انہوں نے اپنے سابق طریق کو نہ چھوڑا تو انہیں **یادرہے** کہ ہمیں یا ہم میں سے کسی کو حق حاصل ہوگا کہ **بذریعہ عدالت** چارہ جوئی کریں۔ حفظ امن کے لئے ہر ایک قوم کا فرض ہے کہ فتنہ انگیز تحریروں سے اپنے تئیں بچائے پس جو شخص اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد بھی اپنے تئیں سخت الفاظ اور بدزبانی اور توہین سے روک نہ سکے ایسا شخص درحقیقت گورنمنٹ کے مقاصد کا دشمن اور فتنہ پسند آدمی ہے۔ اور عدالت کا فرض ہوگا کہ امن کو قائم رکھنے کے لئے اس کی گوشمالی کرے۔

بحث کرنے والوں کے لئے یہ بہتر طریق ہوگا کہ کسی مذہب پر بے ہودہ طور پر اعتراض نہ کریں بلکہ ان کی مسلّم اور معتبر کتابوں کی رو سے ادب کے ساتھ اپنے شبہات پیش کریں اور ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین سے اپنے تئیں بچاویں اور مباحثات میں حکیمانہ طرز اختیار کریں اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو ان کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ **مثلاً** اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرے تو اس کو چاہیے کہ اعتراض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے اور ان کی وجاہت اور مرتبہ کو نہ بھلا وے۔ ہاں وہ نہایت نرمی اور ادب سے اس طرح اعتراض کرسکتا ہے کہ خدا نے جو بیٹے کو دنیا میں بھیجا تو کیا یہ کام اس نے اپنی قدیم عادت کے موافق کیا یا خلاف عادت؟ اگر عادت کے موافق کیا تو پہلے بھی کئی بیٹے اس کے دنیا میں آئے ہوں گے اور مصلوب بھی ہوئے ہوں گے یا ایک ہی بیٹا بار بار آیا ہوگا۔ اور اگر یہ کام خلاف عادت ہے تو خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا اپنی ازلی ابدی عادتوں کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یا مثلاً یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

لوگوں کے گناہوں کے سبب سے خدا کی نظر میں لعنتی ٹھہر گئے تھے کیونکہ لعنت کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا اس شخص سے جس پر لعنت کی گئی ہے بیزار ہو جائے اور وہ شخص خدا سے بیزار ہو جائے اور دونوں میں باہم دشمنی واقع ہو جائے۔ اور شخص ملعون خدا کے قرب سے دور جا پڑے۔ اور یہ ذلیل حالت ایسے شخص کی کبھی نہیں ہوسکتی جو درحقیقت خدا کا پیارا ہے۔ اور جب کہ لعنت جائز نہ ہوئی تو کفّارہ باطل ہوا۔ غرض ایسے اعتراض جن میں معقول تقریر کے ساتھ کسی فرقہ کے عقائد کی غلطی کا اظہار ہو، ہر ایک محقق کا حق ہے جو نرمی اور ادب کے ساتھ پیش کرے اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ وہ تمام اعتراضات علمی رنگ میں ہوں تا لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ سکے اور کوئی مفسدہ اور اشتعال پیدا نہ ہو۔

اور یہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مسلمان ہیں ہمارے اصول میں یہ داخل ہے کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمتیں بکثرت دنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں کیونکہ ہمارے اسلامی اصول کے موافق خدا تعالیٰ مفتری کو ہرگز یہ عزت نہیں بخشتا کہ وہ ایک سچے نبی کی طرح مقبول خلائق ہو کر ہزار ہا فرقے اور قومیں اس کو مان لیں اور اس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پائے لہٰذا ہمارا یہ فرض ہونا چاہیے کہ ہم تمام قوموں کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعویٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور ان کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی تھے یا فارسی۔ چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسول مان لیں۔ اور اگر ان کی امتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں تو ان باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہوگئیں۔ یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدتہذیبی سے بچ جاتا ہے اور درحقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالیٰ اپنے کروڑ ہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور **اُس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دی جاتی ہے** اور صدیوں اور زمانوں میں اس کی

قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بہت جلد اس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

سوائے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بُردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مَفْسَدَہ کو پیدا کریں۔ یہ تو وہ **وصیت** ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔

مگر ہم اپنی عادل گورنمنٹ سے یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ جو لوگ آئندہ مخالفانہ حملے توہین اور بدزبانی کے ساتھ ہم پر کریں یا ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یا قرآن شریف پر یا اسلام پر تو ان کی بدزبانی کا تدارک بھی واجب طور پر کیا جائے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھتے ہیں کہ ہماری یہ جماعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہ ہے اور ہمیشہ خیر خواہ رہے گی۔ اور میری تمام جماعت کے لوگ درحقیقت غریب مزاج اور امن پسند اور اول درجہ کے خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ اور باایں ہمہ معزز اور شریف ہیں۔

اور بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا میں نے افترا کے طور پر الہام کا دعویٰ کیا ہے غلط ہے بلکہ درحقیقت یہ کام اس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانہ میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ **میں عام اطلاع دیتا ہوں** کہ کوئی انسان خواہ

ایشیائی ہو خواہ یوروپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کرلے گا۔

یاد رہے کہ یہ باتیں حفظ امن کے مخالف نہیں۔ ہم دنیا میں فروتنی کے ساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے۔ ہم ہرگز کسی مَفْسَدَہ اور نقض امن کو پسند نہیں کرتے **اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لئے طیار ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا** ہے۔ فقط المرقوم ۲۰ ؍ستمبر ۱۸۹۷ء

المشتہر

میرزا غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے ۱۶ صفحات پر ہے)

(کتاب البریہ مطبوعہ جنوری ۱۸۹۸ء صفحہ ۱ تا ۱۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱ تا ۱۸)

اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توبہ

علاوہ اور نشانوں کے یہ بھی ایک عظیم الشان نشان ہے جو حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بزرگ نے جو ہر ایک طرح سے دنیا میں معزز اور رئیس اور اہل علم بھی ہیں اس عاجز کے حق میں ایک دل آزار کلمہ یعنی مثنوی رومی کا یہ شعر پڑھا تھا جو پرچہ چودھویں صدی ماہ جون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد[1]

میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سو اس رنج کی وجہ سے جو اس عاجز کے دل کو پہنچا اس بزرگ کے حق میں دعا کی گئی تھی کہ یا تو خدا تعالیٰ اس کو توبہ اور پشیمانی بخشے اور یا کوئی تنبیہ نازل کرے۔ سو خدا نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو توفیق توبہ عنایت فرمائی اور اس بزرگ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عاجز کی دعا اس کے بارے میں قبول کی گئی اور ایسا ہی معافی بھی ہوگی۔ سو اس نے خدا سے یہ الہام پا کر اور آثار خوف دیکھ کر نہایت انکسار اور تذلل سے معزرت کا خط لکھا۔ وہ خط کسی قدر اختصار سے پرچہ چودھویں صدی ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں چھپ بھی گیا ہے۔ مگر چونکہ اس اختصار میں بہت سے ایسے ضروری امور رہ گئے ہیں جن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا اور ان کے دلوں پر رعب

[1] ترجمہ۔ خدا تعالیٰ جب کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبع میں پاک لوگوں پر طعنہ زنی کا میلان پیدا کر دیتا ہے۔

ڈالتا اور آثار خوف ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خط کو جو میرے پاس پہنچا تھا بعض ضروری اختصار کے ساتھ شائع کر دوں۔ اور بزرگ موصوف کا یہ اصل خط اس وجہ سے بھی شائع کرنے کے لائق ہے کہ میں اس اصل خط کو بہت سے لوگوں کو سنا چکا ہوں اور ایک جماعت کثیر اس کے مضمون سے اطلاع پا چکی ہے اور بہت سے لوگوں کو بذریعہ خطوط اس کی اطلاع بھی دی گئی ہے اب جبکہ چودھویں صدی کے پرچہ کو وہ لوگ پڑھیں گے تو ضرور ان کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوں گے کہ جو کچھ زبانی ہمیں سنایا گیا اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شائع کردہ خط میں نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض کوتہ اندیش مخالفوں کو یہ بہانہ ہاتھ آ جائے کہ گویا ہم نے نجّ کے خط میں اپنی طرف سے کچھ زیادت کی تھی۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس اصل خط کو چھاپ دیا جائے۔ مگر یاد رہے کہ چودھویں صدی کے خط میں جس قدر اختصار کیا گیا ہے یہ کسی کا قصور نہیں ہے۔ اختصار کے لئے میں نے ہی اجازت دی تھی مگر اس اجازت کے استعمال میں کسی قدر غلطی ہوگئی ہے لہٰذا اب اس کی اصلاح ضروری ہے۔

اس تمام قصے کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت اور تمام حق کے طالبوں کے لئے یہ بھی ایک خدا کا نشان ہے اور جناب سر سید احمد خان صاحب بالقابہ کے غور کرنے کے لئے یہ تیسرا نمونہ ہے کہ کیونکہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنے بندوں کی دُعائیں قبول کر لیتا ہے سید صاحب موصوف کا یہ قول نہایت صحیح ہے کہ ہر ایک دُعا منظور نہیں ہو سکتی۔ بعض دعائیں منظور ہو جاتی ہیں۔ مگر کاش سید صاحب کی پہلی تحریریں اس آخری تحریر کے مطابق ہوتیں۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ بزرگ موصوف جن کا خط ذیل میں لکھا جاتا ہے کچھ عام لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے وہ ایک بڑے ذی علم اور علماءِ وقت میں سے ہیں اور کئی لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ اُن کو الہام بھی ہوتا ہے اور اس خط میں انہوں نے اپنے الہام کا ذکر بھی کیا ہے علاوہ ان سب باتوں کے وہ بزرگ پنجاب کے معزز رئیسوں اور جاگیرداروں میں سے ہیں اور ایک مدت سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی طرف سے ایک معزز عہدہ حکومت پر بھی ممتاز ہیں۔ چونکہ پرچہ چودھویں صدی میں بھی اس بزرگ کے منصب اور مرتبت کا اس قدر ذکر ہو چکا ہے لہٰذا

اس قدر یہاں بھی لکھا گیا اور بزرگ موصوف نے جو میرے نام بغرض معذرت ۲۹؍اکتوبر ۱۸۹۷ء کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ چودھویں صدی میں چھپا ہے اس خط کو بغرض مصلحت مذکورہ بالا بحذف بعض فقرات ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

نقل مطابق اصل

''اخبار چودھویں صدی والا مجرم''[1]

''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ''

''سیدی ومولائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ''

''ایک خطا کار اپنی غلط کاری سے اعتراف کرتا ہوا (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیان کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہوکر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔

یکم جولائی ۹۷ء سے یکم جولائی ۹۸ء جو اس گنہگار کو مہلت دی گئی اب آسمانی بادشاہت میں آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہے (اس موقعہ پر مجھے القا ہوا کہ جس طرح آپ کی دعا مقبول ہوئی اسی طرح میری التجا و عاجزی قبول ہو کر حضرت اقدس کے حضور سے معافی و رہائی دی گئی) مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویائے حال رہتا رہا اور میری تحقیق ایمانداری و صاف دلی پر مبنی تھی حتّٰی کہ (۹۰) فیصدی یقین کا مدارج پہنچ گیا۔

(۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے صادق و پاکباز تھے۔

(۲) آپ جوانی سے اپنے تمام اوقات خدائے واحد حیّ و قیّوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔

---

[1] یہ عنوان بزرگ موصوف نے اپنے خط کے سر پر لکھا تھا۔ چونکہ اس عنوان میں نہایت انکسار ہے جو انسان کو بوجہ اس کے کمال تذلل کے مورد رحمت الٰہی بناتا ہے اس لئے ہم نے اس کو جیسا کہ اصل خط میں تھا لکھ دیا ہے۔ منہ

(۳) آپ کا حسن بیان تمام عالمانِ ربّانی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے۔آپ کی تمام تصنیفات میں ایک زندہ روح ہے (فِیْهَا هُدًی وَّ نُوْرٌ)

(۴) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت و شکر گذاری کے قابل ہے) بغاوت کی راہ نمائی نہیں کرتا۔اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ فِی الْاَرْضِ الْفَسَاد .

حتی کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جو ان سے آپ کے معاملات پر میں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا۔ مجھے......خطاب سے مخاطب کیا۔

پھر یہ کہ با ایں ہمہ کیوں؟ میرے منہ سے وہ بیت مثنوی کا نکلا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جب لاہور میں ان کے پاس گیا تو مجھ کو اپنے معتبر دوستوں کے ذریعہ سے (جن سے پہلے میری بحث رہتی تھی) خبر ملی کہ آپ سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جس سے کسی مسلمان ایماندار کو آپ کے مخالف خیال کرنے میں کوئی تامل نہیں رہا۔

(۱) آپ نے دعویٰ رسول ہونے کا کیا ہے اور ختم المرسلین ہونے کا بھی ساتھ ساتھ ادّعا کر دیا ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل پر سخت چوٹ لگانے والا فقرہ تھا کہ جو عزت ختم رسالت کی بارگاہِ الٰہی سے محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ (فِدَاکَ رُوْحِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ) کو مل چکی ہے اس کا دوسرا کب حقدار ہو سکتا ہے۔

(۲) آپ نے فرمایا ہے کہ ترک تباہ ہوں گے اور ان کا سلطان بڑی بے عزتی سے قتل کیا جائے گا اور دنیا کے مسلمان مجھ سے التجا کریں گے کہ میں ان کو ایک سلطان مقرر کر دوں ۔ یہ ایک خوفناک بربادی بخش پیشگوئی اسلامی دنیا کے واسطے تھی کیونکہ آج تمام مقدس مقامات پر جو خداوند کے عہد قدیم وجدید سے چلے آتے ہیں۔ان کی خدمت ترکوں وان کے سلطان کے ہاتھ میں ہے۔ان مقامات کا ترکوں کی مغلوبی کی حالت میں نکل جانا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جس کے خیال کرنے سے ایک ہیبت ناک وخطرناک نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اس موقعہ پر دنیا کے ہر ایک مسلمان پر فرض ہو جائے گا کہ ان معبدوں کو ناپاک ہاتھوں سے بچانے کے واسطے اپنی جان ومال کی قربانی چڑھائے۔

کیسا مصیبت اور امتحان کا وقت مسلمانوں پر آپڑے گا کہ یا تو وہ بال بچہ گھر بار پیارے وطن کو الوداع کہہ کے ان پاک معبدوں کی طرف چل پڑیں یا اس ابدی اور جاوید زندگی ایمان سے دست بردار ہوجائیں....... رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا[1] یہی راز ہے جو مسلمان ترکوں سے محبت کرتے ہیں کہ ان کی خیر میں ان کے دین و دنیا کی خیر ہے۔ ورنہ ترکوں کا کوئی خاص احسان مسلمانانِ ہند پر نہیں بلکہ ہم کو سخت گلہ ہے کہ ہمارے پچھلی صدی کے عالمگیر کی تباہی میں جبکہ مرہٹوں و سکھوں کے ہاتھ سے مسلمانانِ ہند برد باد ہو رہے تھے ہماری کوئی خبر انہوں نے نہیں لی۔ اس شکریہ کی مستحق صرف سرکار انگریزی ہے جس کی گورنمنٹ نے مسلمانوں کو اس سے نجات دلائی تو ہماری ہمدردی کی وہی خاص وجہ ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔ اور اس کو خیال کر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی سخت ترین مصیبت کے وقت تو مسلمانوں کے ایک سچے راہ نما کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ عاجزی سے گڑگڑا کے حضور میں اس تباہی سے بیڑے کو بچاتا۔ کیا حضرت نوح کے فرزند سے زیادہ ترک گنہگار تھے تو بجائے اس کے کہ اُن کے حق میں خدا کے حضور شفاعت کی جاتی ہے نہ الٹا ہنسی سے ایسی بات بنائی جاتی۔

(۳) و نیز یہ کہ حضرت والا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی تصانیف میں سخت حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں جو ایک مقبول بارگاہِ الٰہی کے حق میں شایان شان نہ تھے جس کو خداوند اپنی روح وکلمہ فرمائے جن کے حق میں یہ خطاب ہو۔ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔[2] پھر اس کی توہین اور اہانت کیونکر ہوسکتی۔

یہ باتیں میرے دل میں بھری تھیں اور ان کی تجسس کے واسطے میں پھر کوشش کر رہا تھا کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں کہ ناگاہ حضور کا اشتہار ترکی سفیر کے بارے میں جو نکلا۔ پیش ہوا تو بیساختہ میرے منہ سے (سوا کسی اور کلام کے) مثنوی کا بیت نکل گیا جس پر آپ کو رنج ہوا (اور رنج ہونا چاہیے تھا)

(۱) رسالت کے دعویٰ کے بارے میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے و نیز آپ کی وہ روحانی اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسہ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہوگئی جو محض افتراء و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا۔

---

[1] البقرۃ:۲۸۷ [2] اٰل عمران:۴۶

(۲) بابت ترکوں کے آپ کے اسی اشتہار (میرے عرضی دعویٰ کے) میری تسلی ہوگئی۔ جس قدر آپ نے نکتہ چینی فرمائی وہ ضروری اور واجبی تھی۔

(۳) بابت حضرت مسیح کے بھی ایک بے وجہ الزام پایا گیا۔ گو یسوع کے حق میں آپ نے کچھ لکھا ہے جو ایک الزامی طور پر ہے جیسا کہ ایک مسلمان شاعر ایک شیعہ کے مقابل میں حضرت مولانا علیؓ کے بارے میں لکھتا ہے۔

آں جوانے بروت مالیدہ * بہر جنگ وو غاسگالیدہ

برخلافت دلش بسے مائل * لیک بوبکر شد میاں حائل

تو بھی حضرت اگر ایسا نہ کرتے میرے خیال میں تو اچھا ہوتا۔ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[1]....

مگر ان باتوں کے علاوہ جس سے میرا دل تڑپ اُٹھا اور اس سے یہ صدا آنے لگی کہ اُٹھ اور معافی طلب کرنے میں جلدی کر۔ ایسا نہ ہو کہ تو خدا کے دوستوں سے لڑنے والا ہو۔ خداوند کریم تمام رحمت ہے۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ دنیا کے لوگوں پر جب عذاب نازل کرتا ہے تو اپنے بندوں کی ناراضی کی وجہ سے۔ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[2]۔ آپ کا خدا کے ساتھ معاملہ ہے تو کون ہے جو الٰہی سلسلہ میں دخل دیوے۔ خداوند کی اُس آخری عظیم الشان کتاب کی ہدایت یاد آئی جو مومن آلِ فرعون کے قصہ میں بیان فرمائی گئی کہ جو لوگ خدائی سلسلہ کا ادّعا کریں اُن کی تکذیب کے واسطے دلیری اور پیش دستی نہ کرنی چاہیے نہ یہ کہ اُن کا انکار کرنا چاہیے۔ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ[3] مگر یہ صرف میرا دلی خیال ہی نہیں رہا بلکہ اس کا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا۔ کچھ ایسی بنائیں خارج میں پڑنے لگیں جس میں............ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) مصداق ہو جانے لگا (یعنی آثار خوف ظاہر ہوئے) چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے منہ سے یہ لفظ ہماری قوم کے حق میں نکلے......تو کیا؟ قدرت کو هَبَاءً مَّنْثُوْرًا کرنے کا خیال ہے (تُبْتُ اِلَيْكَ يَا رَبِّ) کہ پھر ایک مقبول الٰہی کے منہ سے وہی کلمہ سن کر مجھے کچھ خیال نہ ہو۔

---

[1] النحل:۱۲۶ [2] بنی اسراءیل:۱۶ [3] المؤمن:۲۹

پس یہ ظاہری خطرات مجھ کو اس خط کے تحریر کرتے وقت سب کے سب اڑتے ہوئے دکھائی دیئے (جن کی تفصیل کبھی میں پھر کروں گا) اس وقت تو میں ایک مجرم گنہگاروں کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں (مجھ کو حاضر ہونے میں کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں ظاہر حاضری سے معاف کیا جانے کا مستحق ہوں) شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہی ہو جاؤں۔

امید کہ بارگاہِ اقدس سے بھی آپ راضی نامہ دینے کے لئے تحریک فرمائی جائے کہ نَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمداً و جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابلِ راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

میں ہوں حضور کا مجرم

(دستخط بزرگ) راولپنڈی۔ ۱/۲۹ اکتوبر ۹۷ء''

یہ خط بزرگ موصوف کا ہے جس کو ہم نے بعض الفاظ تذلل و انکسار کے حذف کر کے چھاپ دیا ہے۔ اس خط میں بزرگ موصوف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کو اس عاجز کی قبولیتِ دعا کے بارے میں الہام ہوا تھا۔ اور نیز اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے خارجاً بھی آثار خوف دیکھے جن کی وجہ سے زیادہ تر دہشت ان کے دل پر طاری ہوئی اور قبولیت دعا کے نشان دکھائی دیئے۔ پس اس جگہ یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ ڈپٹی آتھم کی نسبت جو کچھ شرطی طور پر بیان کیا گیا تھا وہ بیان بالکل اس بیان سے مشابہ ہے جو اس بزرگ کی نسبت کیا گیا یعنی جیسا کہ اس عذابی پیشگوئی میں ایک شرط رکھی گئی تھی ویسا ہی اس میں بھی ایک شرط تھی اور ان دونوں شخصوں میں فرق یہ ہے کہ یہ بزرگ ایمانی روشنی اپنے اندر رکھتا تھا اور سچ سے محبت کرنے کی سعادت اس کے جوہر میں تھی لہٰذا اس نے آثار خوف دیکھ کر اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس کو پوشیدہ کرنا نہ چاہا اور نہایت تذلل اور انکسار سے جہاں تک کہ انسان تذلل کر سکتا ہے تمام حالات صفائی سے لکھ کر اپنا معذرت نامہ بھیج دیا۔ مگر آتھم

چونکہ نورِ ایمان اور جوہرِ سعادت سے بے بہرہ تھا اس لئے باوجود سخت خوفناک اور ہراساں ہونے کے بھی یہ سعادت اس کو میسر نہ آئی اور خوف کا اقرار کر کے پھر افترا کے طور پر اس خوف کی وجہ ان ہمارے فرضی حملوں کو ٹھیرایا جو صرف اسی کے دل کا منصوبہ تھا حالانکہ اس نے پندرہ مہینے تک یعنی میعاد کے اندر کبھی ظاہر نہ کیا کہ ہم نے یا ہماری جماعت میں سے کسی نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اگر ہماری طرف سے اس کے قتل کرنے کے لئے حملہ ہوتا تو حق یہ تھا کہ میعاد کے اندر اسی وقت جب حملہ ہوا تھا شور مچاتا اور حکام کو خبر دیتا۔ اگر ہماری طرف سے ایک بھی حملہ ہوتا تو کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اس حملہ کے وقت عیسائیوں میں شور نہ پڑ جاتا۔ پھر جس حالت میں آتھم نے میعاد گذرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ میرے قتل کرنے کیلئے مختلف وقتوں اور مقاموں میں تین حملے کئے گئے تھے یعنی ایک امرتسر میں اور ایک لدھیانہ میں اور ایک فیروز پور میں تو کیا کوئی منصف سمجھ سکتا ہے کہ باوجود ان تینوں حملوں کے جو خون کرنے کے لئے تھے آتھم اور اس کا داماد جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا اور اس کی تمام جماعت چپ بیٹھی رہتی اور حملہ کرنے والوں کا کوئی بھی تدراک نہ کراتی اور کم سے کم اتنا بھی نہ کرتی کہ اخباروں میں چھپوا کر ایک شور ڈال دیتی اور اگر نہایت نرمی کرتی تو سرکار سے باضابطہ میری ضمانت سنگین طلب کرواتی۔ کیا کوئی دل قبول کرلے گا کہ میری طرف سے تین حملے ہوں اور آتھم اور اس کی جماعت سب کے سب چپ رہیں بات تک باہر نہ نکلے؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے خاص کر جس حالت میں میرے حملوں کا ثبوت میری پیشگوئیوں کی ساری قلعی کھولتا تھا اور عیسائیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی۔ پس آتھم نے یہ جھوٹے الزام اسی لئے لگائے کہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اس کا خائف اور ہراساں ہونا ہر ایک پر کھل گیا تھا۔ وہ مارے خوف کے مرا جاتا تھا۔ اور یہ ممکن ہے کہ یہ آثارِ خوف اس پر اس طرح ظاہر ہوئے ہوں جیسا کہ یونس کی قوم پر ظاہر ہوئے تھے۔ غرض اس نے الہامی شرط سے فائدہ اٹھایا مگر دنیا سے محبت کر کے گواہی کو پوشیدہ رکھا اور قسم نہ کھائی اور نالش نہ کرنے سے ظاہر بھی کر دیا کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کے خوف اور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا۔ لہٰذا وہ اخفائے شہادت کے بعد دوسرے الہام کے موافق جلد تر فوت ہوگیا۔ بہر حال یہ مقدمہ کہ جو اس

خوش قسمت اور نیک فطرت بزرگ کا مقدمہ ہے آتھم کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے اور اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو معاف کرے اور اس سے راضی ہو۔ میں اُس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں۔ چاہیے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْهُ مِنَ الْبَلَایَا وَالْاٰفَاتِ. اَللّٰھُمَّ اعْصَمْهُ مِنَ الْمَکْرُوْهَاتِ. اَللّٰھُمَّ ارْحَمْهُ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ . آمین ثُمَّ آمین

الـــراقـــــــــــــــــــــم

خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیان ۲۰/ نومبر ۱۸۹۷ء

(یہ اشتہار کتاب البریہ طبع اوّل کے صفحہ ۸۵ سے ۹۲ تک ہے: مرتب)

(روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار ضروری الاظہار

چونکہ بعض احباب چندہ مدرسہ میرے نام بغیر ذکر مدرسہ یوں ہی روانہ فرماتے ہیں۔ اور پھر کسی دوسرے وقت اس اطلاع دہی کے لئے ان کا خط آتا ہے جبکہ وہ اُن کا روپیہ ہمارے کاموں میں خرچ بھی ہوجاتا ہے۔ اس صورت میں خواہ نخواہ کی ایک تکلیف ہوتی ہے لہٰذا تمام احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ انتظام چندہ مدرسہ الگ قرار پایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس میں اخویم میر ناصر نواب صاحب محاسب روپیہ قرار پائے ہیں اور روپیہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے پاس جمع ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ آئندہ ایسا روپیہ میرے نام ہرگز روانہ نہ ہو۔ بلکہ براہ راست مولوی صاحب موصوف کے نام روانہ فرمایا کریں اور اس میں بھی لکھ دیا کریں کہ یہ مدرسہ کا روپیہ ہے۔ یہ امر ضروری ہے جس کی پابندی ہر ایک صاحب کو لازمی ہوگی۔

اس جگہ یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ کتَابُ البَریّہ چھپ کر طیار ہوگئی ہے۔ قیمت اس کی ایک روپیہ چار آنہ ہے جو صاحب خریدنا چاہیں بذریعہ ویلیو پے ایبل منگوا سکتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی۔

خاکسار میرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان   ۵؍فروری ۱۸۹۸ء

مطبع ضیاء الاسلام قادیان   (یہ اشتہار ۲۶/۲۰ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱، ۲)

(۱۸۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ [1]

طاعون

اس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ دو سال کے عرصہ میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہو گئے اور ہزار ہا گھر ویران ہو گئے۔ دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کے لئے جُدا کئے گئے اور ابھی انتہاء نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ مُحسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لکھوکھہا روپیہ کا ذمہ ڈال لیا اور قواعد طبیّہ کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ہدایتیں شائع کیں۔ مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلّی امن حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ مُلک پنجاب بھی خطرہ میں ہے ہر ایک کو چاہیے کہ اس وقت اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو کیونکہ وہ شخص انسان نہیں جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ اور یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ کی تدبیروں اور ہدایتوں کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ غور سے معلوم ہوگا کہ اس بارے میں گورنمنٹ کی تمام ہدایتیں نہایت احسن تدبیر پر مبنی ہیں گو ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی بہتر

---

[1] الفرقان: ۷۸

تدابیر پیدا ہوں مگر ابھی نہ ہمارے ہاتھ میں نہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ڈاکٹری اصول کے لحاظ سے کوئی ایسی تدبیر ہے کہ جو شائع کردہ تدابیر سے عمدہ اور بہتر ہو۔

بعض اخبار والوں نے گورنمنٹ کی تدابیر پر بہت کچھ جرح کیا مگر سوال تو یہ ہے کہ ان تدابیر سے بہتر کونسی تدبیر پیش کی۔ بے شک اس ملک کے شرفاء اور پردہ داروں پر یہ امر بہت کچھ گراں ہوگا کہ جس گھر میں بَلاءِ طاعُون نازل ہو تو گو ایسا مریض کوئی پردہ دار جوان عورت ہی ہو تب بھی فی الفور وہ گھر والوں سے الگ کر کے ایک علیحدہ ہوادار مکان میں رکھا جائے جو اس شہر یا گاؤں کے بیماروں کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہو۔ اور اگر کوئی بچہ بھی ہو تو اس سے بھی یہی معاملہ کیا جائے اور باقی گھر والے بھی کسی ہوادار میدان میں چھپروں میں رکھے جائیں۔ لیکن گورنمنٹ نے یہ ہدایت بھی تو شائع کی ہے کہ اگر اس بیمار کے تعہد کے لئے ایک دو قریبی اُس کے اُسی مکان میں رہنا چاہیں تو وہ رہ سکتے ہیں۔ پس اِس سے زیادہ گورنمنٹ اور کیا تدبیر کرسکتی تھی کہ چند آدمیوں کے ساتھ رہنے کی اجازت بھی دے دے۔ اور اگر یہ شکایت ہو کہ کیوں اس گھر سے نکالا جاتا ہے اور باہر جنگل میں رکھا جاتا ہے تو یہ احمقانہ شکوہ ہے۔ میں یقیناً اس بات کو سمجھتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ ایسے خطرناک امراض میں مداخلت بھی نہ کرے تو خود ہر ایک انسان کا اپنا وہم وہی کام اس سے کرائے گا۔ جس کام کو گورنمنٹ نے اپنے ذمّہ لیا ہے۔ مثلاً ایک گھر میں جب طاعون سے مرنا شروع ہو تو دو تین موتوں کے بعد گھر والوں کو ضرور فکر پڑے گا کہ اس منحوس گھر سے جلد نکلنا چاہیے اور پھر فرض کرو کہ وہ اس گھر سے نکل کر محلّہ کے کسی اور گھر میں آباد ہوں گے اور پھر اس میں بھی یہی آفت دیکھیں گے تب ناچار اُن کو اُس شہر سے علیحدہ ہونا پڑے گا مگر یہ تو شرعاً بھی منع ہے کہ وبا کے شہر کا آدمی کسی دوسرے شہر میں جا کر آباد ہو یا بہ تبدیل الفاظ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا قانون بھی کسی دوسرے شہر میں جانے سے روکتا ہے تو اس صورت میں بجز اس تدبیر کے جو گورنمنٹ نے پیش کی ہے کہ اُسی شہر کے کسی میدان میں وہ لوگ رکھے جائیں اور کونسی نئی اور عمدہ تدبیر ہے جو ہم نعوذ باللہ اس خوفناک وقت میں اپنی آزادگی کی حالت میں اختیار کر سکتے ہیں۔ پس نہایت افسوس ہے کہ نیکی کے عوض بدی

کی جاتی ہے اور ناحق گورنمنٹ کی ہدایتوں کو بدگمانی سے دیکھا جاتا ہے۔ ہاں یہ ہم کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں ڈاکٹروں اور دوسرے افسروں کو جو ان خدمات پر مقرر ہوں نہایت درجہ کے اخلاق سے کام لینا چاہیے اور ایسی حکمتِ عملی ہو کہ پردہ داری وغیرہ امور کے بارے میں کوئی شکایت بھی نہ ہو اور ہدایتوں پر عمل بھی ہو جائے۔ اور مناسب ہوگا کہ بجائے اس کے کہ حکومت اور رعب سے کام لیا جائے ہدایتوں کے فوائد دلوں میں جمائے جائیں تا بدگمانیاں پیدا نہ ہوں۔ اور مناسب ہے کہ بعض خوش اخلاق ڈاکٹر واعظوں کی طرح مرض پھیلنے سے پہلے دیہات اور شہروں کا دورہ کر کے گورنمنٹ کے شفقانہ منشاء کو دلوں میں جما دیں تا اس نازک امر میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

واضح رہے کہ اس مرض کی اصل حقیقت ابھی تک کامل طور پر معلوم نہیں ہوئی اس لئے اس کی تدابیر اور معالجات میں بھی اب تک کوئی کامیابی معلوم نہیں ہوئی۔ مجھے ایک رُوحانی طریق سے معلوم ہوا ہے کہ اس مرض اور مرض خارش کا مادہ ایک ہی ہے۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ غالباً یہ بات صحیح ہوگی کیونکہ مرض جَــرَبْ یعنی خارش میں ایسی دوائیں مفید پڑتی ہیں جن میں کچھ پارہ کا جزو ہو یا گندھک کی آمیزش ہو اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی دوائیں اس مرض کے لئے بھی مفید ہو سکیں۔ اور جبکہ دونوں مرضوں کا مادہ ایک ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ خارش کے پیدا ہونے سے اس مرض میں کمی پیدا ہو جائے۔ یہ رُوحانی قواعد کا ایک راز ہے جس سے مَیں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اگر تجربہ کرنے والے اس امر کی طرف توجہ کریں اور ٹیکا لگانے والوں کی طرح بطور حفظِ ما تقدم ایسے ملکوں کے لوگوں میں جو خطرہ طاعون میں ہوں خارش کی مرض پھیلا دیں تو میرے گمان میں ہے کہ وہ مادہ اس راہ میں تحلیل پا جائے اور طاعون سے امن رہے۔ مگر حکومت اور ڈاکٹروں کی توجہ بھی خدا تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ مَیں نے محض ہمدردی کی راہ سے اس امر کو لکھ دیا ہے کیونکہ میرے دل میں یہ خیال ایسے زور کے ساتھ پیدا ہوا جس کو میں روک نہیں سکا۔

اور ایک اَور ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ رُوحانیت سے بے بہرہ ہیں اُس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے

مگر میرا فرض ہے کہ مَیں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو چھ ۶ رفروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ مَیں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ''یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب مُلک میں پھیلنے والی ہے۔'' میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اُس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد جاڑے میں پھیلے گا لیکن نہایت خوف ناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِھِمْ ۔اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ [1] یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دُور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دُور نہیں ہوگی۔ اور درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ مُلک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طُوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا خوف اُٹھ گیا ہے اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دُور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں اَور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اُن میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر اُن میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خسیس اور مکروہ حرکات اُن سے سرزد ہوتے ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک مُنہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زنا کاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی اُن کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان

---

[1] یہ فقرہ کہ اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ اب تک اس کے معنے میرے پر نہیں کھلے اور رؤیا عام وبا پر دلالت کرتی ہے۔ مگر بطور تقدیر معلّق۔ منہ

ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی مَیں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلّق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دُور ہوسکتی ہے۔ لہٰذا تمام بندگان خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجالاویں، نماز کے پابند ہوں، ہر فسق و فجور سے پرہیز کریں، توبہ کریں اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں، غریبوں اور ہمسائیوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اس بَلا سے محفوظ رہنے کے لئے دُعا کریں۔ پچھلی رات اُٹھیں اور نماز میں دُعائیں کریں۔ غرض ہر ایک قسم کے نیک کام بجالائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اُس خدا سے ڈریں جو اپنے غضب سے ایک دم ہی دُنیا کو ہلاک کرسکتا ہے۔

میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دُعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ مَیں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں۔ یہ بھی مناسب ہے کہ جو کچھ اس بارے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہدایتیں شائع ہوئی ہیں خواہ نخواہ اُن کو بدظنی سے نہ دیکھیں بلکہ گورنمنٹ کو اس کاروبار میں مدد دیں اور اس کے شکرگذار ہوں کیونکہ سچ بھی یہی ہے کہ یہ تمام ہدایتیں محض رعایا کے فائدہ کے لئے تجویز ہوئی ہیں۔ اور ایک قسم کی مدد یہ بھی ہے کہ نیک چلنی اور نیک بختی اختیار کرکے اس بَلا کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعائیں کریں تا یہ بلا رُک جائے یا اس حد تک پہنچے کہ اس مُلک کو فنا کر دیوے۔ یاد رکھو کہ سخت خطرہ کے دن ہیں اور بَلا دروازے پر ہے نیکی اختیار کرو اور نیک کام بجالاؤ۔ خدا تعالیٰ بہت حلیم ہے لیکن اس کا غضب بھی کھا جانے والی آگ ہے۔ اور نیک کو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ [1]

---

[1] النساء: ۱۴۸

(۱) بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہّارے — نہ پندارم کہ بیند خدا ترسے نکو کارے[۱]

(۲) مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آن مردے — کہ می ترسداز اں یارے کہ غفارست وستارے

(۳) گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے — ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے

(۴) خور تاباں سیہ گراں ست از بدکاری مردم — زمیں طاعوں ہمی آرد پئے تخویف و انذارے

(۵) بہ تشویشِ قیامت ماند ایں تشویش گر بینی — علاجے نیست بہر دفعِ آں جُز حُسن کردارے

(۶) نشاید تافتن سرزاں جناب عزت و غیرت — کہ گر خواہد کُشد در یکدمے چُوں کرم بیکارے

(۷) من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کُن بارے — خرد از بہرایں روز ست اے داناو ہشیارے

راقـــــــــــــــــم

خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

۶ر فروری ۱۸۸۹ء

گلزار محمدی پریس لاہور بازار کشمیری — (یہ اشتہار ۲۰/۲۶ کے چار صفحوں پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۵۸ تا ۳۶۳)

---

[۱] **ترجمہ اشعار۔** (۱) لوگو! بے نیاز اور سخت قہّار خدا سے ڈرو میں نہیں سمجھتا کہ متقی اور نیک آدمی کبھی نقصان اٹھاتا ہو (۲) مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ شخص کبھی رسوا ہوا ہو جو اس یار سے ڈرتا ہے جو غفّار وستّار ہے (۳) اگر وہ چیز جسے میں دیکھ رہا ہوں دوست بھی دیکھتے تو حصول دنیا سے رورو کر توبہ کرتے (۴) لوگوں کی بدکاریوں سے چمکتا ہوا سورج بھی سیاہ ہوگیا اور زمین بھی ڈرانے کی خاطر طاعون لا رہی ہے (۵) یہ مصیبت قیامت کی مانند ہے اگر تو غور کرے اور اس کے دور کرنے کا علاج سوائے نیک اعمال کے اور کچھ نہیں (۶) اس بارگاہِ عالی سے سرکشی نہیں کرنی چاہیے اگر وہ چاہے تو ایک دم میں نکمے کیڑے کی طرح تجھے فنا کردے (۷) میں نے ہمدردی سے یہ بات کہی ہے اب تو خود غور کر لے۔ اے سمجھ دار انسان عقل اسی دن کے لیے ہوا کرتی ہے۔

(۱۸۹)

یہ وہ درخواست ہے جس کا ترجمہ انگریزی بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر
بالقابہ روانہ کیا گیا ہے۔
امید رکھتا ہوں کہ اس درخواست کو جو میرے اور میری جماعت
کے حالات پر مشتمل ہے غور اور توجہ سے پڑھا جائے۔

بحضور نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر دَامَ اِقْبَالُہٗ

چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا پیشوا اور امام اور پیر یہ راقم ہے پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذّب اور معزز عہدہ دار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نوتعلیم یاب جیسے بی اے اور ایم اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور داخل ہورہے ہیں اور یہ ایک گروہِ کثیر ہوگیا ہے جو اس مُلک میں روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اس لئے مَیں نے قرینِ مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدیدہ اور نیز اپنے تمام حالات سے جو اس فرقہ کا پیشوا ہوں حضور لفٹنٹ گورنر بہادر کو آگاہ کروں۔ اور یہ ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ ہر ایک فرقہ جو ایک نئی صورت سے پیدا ہوتا ہے گورنمنٹ کو حاجت پڑتی ہے کہ اس کے اندرونی حالات دریافت کرے اور بسا اوقات ایسے نئے فرقہ کے دشمن اور خودغرض جن کی

عداوت اور مخالفت ہر ایک نئے فرقہ کے لئے ضروری ہے گورنمنٹ میں **خلاف واقعہ** خبریں پہنچاتے ہیں اور **مفتریانہ مخبریوں** سے گورنمنٹ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ایسی مخبریوں کی کثرت کی وجہ سے کسی قدر بدظنی پیدا کرے یا بدظنی کی طرف مائل ہو جائے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ کی اطلاع کے لئے چند ضروری امور ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) سب سے پہلے مَیں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ مَیں ایک ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اوّل درجہ پر سرکار دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے۔ چنانچہ صاحب چیف کمشنر بہادر پنجاب کی چٹھی نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰/ اگست ۱۸۵۸ء میں یہ مفصّل بیان ہے کہ میرے والد مرزا غلام **مرتضٰی** رئیس قادیان کیسے سرکار انگریزی کے سچے وفادار اور نیک نام رئیس تھے۔ اور کس طرح اُن سے **۱۸۵۷ء** میں رفاقت اور خیر خواہی اور مدد دہی سرکار دولت مدار انگلشیہ ظہور میں آئی اور کس طرح وہ ہمیشہ بدل ہوا خواہِ سرکار رہے۔ گورنمنٹ عالیہ اس چٹھی کو اپنے دفتر سے نکال کر ملاحظہ کرسکتی ہے اور **رابرٹ کسٹ** صاحب کمشنر لاہور نے بھی اپنے مراسلہ میں جو میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی کے نام ہے۔ چٹھی مذکورہ بالا کا حوالہ دیا ہے جس کو مَیں ذیل میں لکھتا ہوں۔

> ’’تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضٰی رئیس قادیان بعافیت باشند از انجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیر خواہی و مدد دہی سرکار دولت مدار انگلشیہ در باب نگاہداشت سواران و بہم رسانی اسپان بخوبی بمنصّہ ظہور پہنچی اور شروع مفسدہ سے آج تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہٰذا بجلدوی اس خیر خواہی اور خیر سگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے

اورحسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ
۱۰؍اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا با اظہار خوشنودی سرکار و نیک نامی و وفاداری
بنام آپ کے لکھا جاتا ہے مرقومہ تاریخ ۲۰؍ستمبر ۱۸۵۸ء‘‘

اور اسی بارے میں ایک مراسلہ سر رابرٹ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر بہادر کا میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر کے نام ہے جو کچھ عرصہ سے فوت ہو گئے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

’’مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ ۔آپ کا خط ۲
ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا۔مرزا غلام مرتضٰی صاحب
آپ کے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔مرزا غلام مرتضٰی سرکار
انگریزی کا اچھا خیرخواہ اور وفادار رئیس تھا۔ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے
اسی طرح پر عزّت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی
تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور
پابجائی کا خیال رہے گا۔المرقوم ۲۹؍جون ۱۸۷۶ء‘‘

اسی طرح اور بعض چٹھیات انگریزی اعلٰی افسروں کی ہیں جن کو کئی مرتبہ شائع کر چکا ہوں چنانچہ وِلسن صاحب کمشنر لاہور کی چٹھی مرقوعہ ۱۱؍جون ۱۸۴۹ء میں میرے والد صاحب کو یہ لکھا ہے۔

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ بلا شک آپ اور آپ کا خاندان ابتداء دخل
حکومت سرکار انگریزی سے جان نثار اور وفا کیش اور ثابت قدم رہے ہیں
اور آپ کے حقوق واقعی قابلِ قدر ہیں اور آپ بہر نہج تسلّی رکھیں کہ سرکار
انگریزی آپ کے حقوق اور آپ کی خاندانی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں
کرے گی۔اور مناسب موقعوں پر آپ کے حقوق اور خدمات پر غور اور
توجہ کی جائے گی۔

اور سر لیپل گرفن صاحب نے اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں
ہمارے خاندان کا ذکر کر کے میرے بھائی مرزا غلام قادر کی خدمات کا
خاص کر کے ذکر کیا ہے جو اُن سے تِمّو کے پُل پر باغیوں کی سرزنش کے
لئے ظہور میں آئیں۔

ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب اور میرا خاندان ابتداء سے سرکار انگریزی کے بدل و جان ہوا خواہ اور وفادار رہے ہیں اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسروں نے مان لیا ہے کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزی ہے۔ اور اس بات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی ان کرسی نشین رئیسوں میں سے تھے کہ جو ہمیشہ گورنری دربار میں عزت کے ساتھ بُلائے جاتے تھے اور تمام زندگی اُن کو گورنمنٹ عالیہ کی خیر خواہی میں بسر ہوئی۔

(۲) دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ مَیں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عُمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچّی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور اُن کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دُور کروں جو اُن کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ اور اس ارادہ اور قصد کی اوّل وجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بصیرت بخشی اور اپنے پاس سے مجھے ہدایت فرمائی کہ تا مَیں ان وحشیانہ خیالات کو سخت نفرت اور بیزاری سے دیکھوں جو بعض نادان مسلمانوں کے دلوں میں مخفی تھے جن کی وجہ سے وہ نہایت بیوقوفی سے اپنی گورنمنٹ محسنہ کے ساتھ ایسے طور سے صاف دل اور سچے خیر خواہ نہیں ہو سکتے تھے جو صاف دلی اور خیر خواہی کی شرط ہے بلکہ بعض جاہل مُلّاؤں کے ورغلانے کی وجہ سے شرائط اطاعت اور وفاداری کا پُورا جوش نہیں رکھتے تھے۔ سو میں نے نہ

کسی بناوٹ اور ریا کاری سے بلکہ محض اس اعتقاد کی تحریک سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ہے بڑے زور سے بار بار اس بات کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ اُن کو گورنمنٹ برطانیہ کی جو درحقیقت اُن کی مُحسن ہے سچی اطاعت اختیار کرنی چاہیے اور وفاداری کے ساتھ اُس کی شکرگزاری کرنی چاہیے ورنہ خدا تعالیٰ کے گنہگار رہوں گے۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دل پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔

اور مَیں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہزارہا روپیہ خرچ کیا گیا۔ مگر باایں ہمہ میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں کیونکہ مَیں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا اور درحقیقت وجود سلطنت انگلشیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے ایک نعمت تھی جو مدّت دراز کی تکلیفات کے بعد ہم کو ملی اس لئے ہمارا فرض تھا کہ اُس نعمت کا بار بار اظہار کریں۔ ہمارا خاندان سکھوں کے ایّام میں ایک سخت عذاب میں تھا اور نہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے ظلم سے ہماری ریاست کو تباہ کیا اور ہمارے صدہا دیہات اپنے قبضہ میں کئے بلکہ ہماری اور تمام پنجاب کے مسلمانوں کی دینی آزادی کو بھی روک دیا۔ ایک مسلمان کو بانگ نماز پر بھی مارے جانے کا اندیشہ تھا چہ جائیکہ اور رسوم عبادت آزادی سے بجا لا سکتے۔ پس یہ اس گورنمنٹ محسنہ کا ہی احسان تھا کہ ہم نے اس جلتے ہوئے تنور سے خلاصی پائی اور خدا تعالیٰ نے ایک اَبرِ رحمت کی طرح اس گورنمنٹ کو ہمارے آرام کے لئے بھیج دیا

پھر کس قدر بد ذاتی ہوگی کہ ہم اس نعمت کا شکر بجا نہ لاویں۔ اس نعمت کی عظمت تو ہمارے دل اور جان اور رگ و ریشہ میں منقوش ہے اور ہمارے بزرگ ہمیشہ اس راہ میں اپنی جان دینے کے لئے طیار رہے۔ پھر نعوذ باللہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنے دلوں میں مفسدانہ ارادے رکھیں۔ ہمارے پاس تو وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے ہم اس آرام اور راحت کا ذکر کرسکیں جو اس گورنمنٹ سے ہم کو حاصل ہوئی ہماری تو یہی دُعا ہے کہ خدا اس گورنمنٹ محسنہ کو جزاءِ خیر دے اور اس سے نیکی کرے جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی۔ یہی وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی رُوح کے جوش سے اس بات میں مصروف رہے کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیّت کو دلوں میں جما دیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اٹھارہ برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مشغول ہوں کہ جو مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کر رہے ہیں گو اکثر جاہل مولوی ہماری اس طرز اور رفتار اور ان خیالات سے سخت ناراض ہیں اور اندر ہی اندر جلتے اور دانت پیستے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اسلام کی اس اخلاقی تعلیم سے بھی بے خبر ہیں جس میں یہ لکھا ہے کہ **جو شخص انسان کا شکر نہ کرے وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا یعنی** اپنے مُحسن کا شکر کرنا ایسا فرض ہے جیسا کہ خدا کا۔

یہ تو ہمارا عقیدہ ہے مگر افسوس کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس لمبے سلسلہ اٹھارہ برس کی تالیفات کو جن میں بہت سی پُر زور تالیفات اطاعت گورنمنٹ کے بارے میں ہیں کبھی ہماری گورنمنٹ مُحسنہ نے توجہ سے نہیں دیکھا اور کئی مرتبہ میں نے یاد دلایا مگر اُس کا اثر محسوس نہیں ہوا۔ لہٰذا میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ مفصّلہ ذیل کتابوں اور اشتہاروں کو توجہ سے دیکھا جائے اور وہ مقامات پڑھے جائیں جن کے نمبر صفحات میں نے ذیل میں لکھ دیئے ہیں۔

نمبر	نام کتاب یا اشتہار	تاریخ طبع	نمبر صفحات
۱	براہین احمدیہ حصہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	نوٹس درباره توسیع دفعہ ۲۹۸ در کتاب آریہ دھرم	۲۲/ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس درباره ایضاً ایضاً	ایضاً	تمام اشتہار ہر چہار صفحہ آخر کتاب
۵	درخواست درباره ایضاً ایضاً	ایضاً	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط درباره ایضاً	۲۱/اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک تمام علیحدہ اشتہار
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	اعلان در کتاب نُور الحق	۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک
۹	گورنمنٹ کی توجہ کے لائق در کتاب شہادۃ القرآن	۲۲/ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰	نور الحق حصّہ دوم	۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سر الخلافہ	۱۳۱۲ھ	۱۷ سے ۳۷ تک
۱۲	اتمام الحجہ	۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامة البشریٰ	ایضاً	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵/مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب

نمبر شمار	نام کتاب یا اشتہار	تاریخ طبع	نمبر صفحات
۱۷	سراج منیر	مئی ۱۸۹۷ء	صفحہ ۴۷
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کے لئے	۲۷؍فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰	اشتہار دربارہ سفیر سلطانِ رُوم	۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳؍جون ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلّہا	۷؍جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ اخبار چودھویں والہ	۲۵؍جون ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰؍دسمبر ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہر ایک شخص اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جو شخص برابر اٹھارہ برس سے ایسے جوش سے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں گورنمنٹ انگلشیہ کی تائید میں ایسے پُر زور مضمون لکھ رہا ہے اور اُن مضمونوں کو نہ صرف انگریزی عمل داری میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شائع کر رہا ہے کیا اس کے حق میں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ اس گورنمنٹ محسنہ کا خیرہ خواہ نہیں؟ گورنمنٹ متوجہ ہوکر سوچے کہ یہ مسلسل کارروائی جو مسلمانوں کو **اطاعت گورنمنٹ برطانیہ** پر آمادہ کرنے کے لئے برابر اٹھارہ برس سے ہو رہی ہے اور غیر ملکوں کے لوگوں کو بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ ہم کیسے امن اور آزادی سے زیر سایہ گورنمنٹ برطانیہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ کارروائی اور کس غرض سے ہے اور غیر ملک کے لوگوں تک ایسی کتابیں اور ایسے اشتہارات کے پہنچانے سے کیا مدعا تھا؟ گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے۔ ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا۔ اس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان

نادان مسلمانوں کو پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگزاری کے لئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں؟ یہ باتیں بے ثبوت نہیں۔ اگر گورنمنٹ توجہ فرماوے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ مَیں زور سے کہتا ہوں اور مَیں دعویٰ سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اوّل درجہ کا وفادار اور جان نثار **یہی نیا فرقہ** ہے جس کے اصولوں میں کوئی اصول گورنمنٹ کے لئے خطرناک نہیں۔ ہاں اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ مَیں نے بہت سی مذہبی کتابیں تالیف کر کے عملی طور پر اس بات کو بھی دکھلایا ہے کہ ہم لوگ سکھوں کے عہد میں کیسے مذہبی امور میں مجبور کئے گئے اور فرائض دعوت دین اور تائید اسلام سے روکے گئے تھے اور پھر اس گورنمنٹ مُحسنہ کے وقت میں کسی قدر مذہبی آزادی بھی ہمیں حاصل ہوئی کہ ہم پادریوں کے مقابل پر بھی جو گورنمنٹ کی قوم میں داخل ہیں پُورے زور سے اپنی حقانیت کے دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسی کتابوں کی تالیف سے جو پادریوں کے مذہب کے ردّ میں لکھی جاتی ہیں گورنمنٹ کے عادلانہ اصولوں کا اعلیٰ نمونہ لوگوں کو ملتا ہے اور غیر ملکوں کے لوگ خاص کر اسلامی بلاد کے نیک فطرت جب ایسی کتابوں کو دیکھتے ہیں جو ہمارے ملک سے اُن ملکوں میں جاتی ہیں تو اُن کو اس گورنمنٹ سے نہایت اُنس پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ گورنمنٹ درپردہ مسلمان ہے۔ اور اس طرح پر ہماری قلموں کے ذریعہ سے گورنمنٹ ہزاروں دلوں کو فتح کرتی جاتی ہے۔

دیسی پادریوں کے نہایت **دل آزار حملے اور توہین آمیز کتابیں** درحقیقت ایسی تھیں کہ اگر آزادی کے ساتھ اُن کی **مدافعت** نہ کی جاتی اور ان کے سخت کلمات کے عوض میں کسی قدر مہذبانہ سختی استعمال میں آتی تو بعض جاہل جو جلدتر بدگمانی کی طرف جُھک جاتے ہیں شاید یہ خیال کرتے کہ گورنمنٹ کو پادریوں کی خاص رعایت ہے۔ مگر اب ایسا خیال کوئی نہیں کر سکتا اور بالمقابل کتابوں کے شائع ہونے سے وہ اشتعال جو پادریوں کی سخت تحریروں سے پیدا ہونا ممکن تھا اندر ہی اندر دب گیا اور

لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے ہر ایک مذہب کے پیرو کو اپنے مذہب کی تائید میں عام آزادی دی ہے جس سے ہر ایک فرقہ برابر فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ پادریوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ غرض ہماری بالمقابل تحریروں سے گورنمنٹ کے پاک ارادوں اور نیک نیّتی کا لوگوں کو تجربہ ہو گیا۔ اور اب ہزار ہا آدمی انشراح صدر سے اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ درحقیقت یہ اعلیٰ خوبی اس گورنمنٹ کو حاصل ہے کہ اُس نے مذہبی تحریرات میں پادریوں کا ذرہ پاس نہیں کیا اور اپنی رعایا کو حق آزادی برابر طور پر دیا ہے۔

مگر تاہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس قدر آزادی کا بعض دلوں پر اچھا اثر محسوس نہیں ہوتا اور سخت الفاظ کی وجہ سے قوموں میں تفرقہ اور نفاق اور بُغض بڑھتا جاتا ہے۔ اور اخلاقی حالات پر بھی اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً حال میں جو اسی ۱۸۹۷ء میں پادری صاحبوں کی طرف سے مشن پریس گوجرانوالہ میں اسلام کے ردّ میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام یہ رکھا ہے۔ **''اُمہات المومنین یعنی دربار مصطفائی کے اسرار''**[1] وہ ایک تازہ زخم مسلمانوں کے دلوں کو پہنچانے والی ہے اور یہ نام ہی کافی ثبوت اس تازہ زخم کا ہے اور اس میں اشتعال دہی کے طور پر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہیں اور نہایت دلآزار کلمے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً اس کے صفحہ ۸۰ سطر ۲۱ میں یہ عبارت ہے **''ہم تو یہی کہتے ہیں کہ محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندھا زنا کیا اور اوس کو حکم خدا بتلایا۔''** ایسے کلمات کس قدر مسلمانوں کے دلوں کو دُکھائیں گے کہ اُن کے بزرگ اور مقدّس نبی کو صاف اور صریح لفظوں میں زانی ٹھہرایا اور پھر دل دُکھانے کے لئے ہزار کاپی اس کتاب کی مسلمانوں کی طرف مفت روانہ کی گئی ہے۔ چنانچہ آج ہی کی تاریخ جو ۱۵؍فروری ۱۸۹۸ء ہے ایک جلد مجھ کو بھی بھیج دی ہے۔[2] حالانکہ مَیں نے طلب نہیں کی اور اس

---

[1] اس کتاب کو پرسوتم داس عیسائی نے گوجرانوالہ شعلہ طُور پریس سے شائع کیا ہے۔

[2] ہمارے بہت سے معزز دوستوں کے بھی اس بارے میں خطوط پہنچے ہیں کہ اُن کو مفت بلا طلب یہ کتاب بھیجی گئی ہے۔

کتاب میں یعنی صفحہ ۵ میں لکھ بھی دیا ہے کہ ’’اس کتاب کی ایک ہزار جلدیں مفت بصیغہ ڈاک ایک ہزار مسلمانوں کی نذر کرتے ہیں‘‘ اب ظاہر ہے کہ جب ایک ہزار مسلمان کو خواہ نخواہ یہ کتاب بھیج کر **اُن کا دل دُکھایا گیا تو کس قدر نقض امن** کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ پہلی تحریر ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی پادری صاحبوں نے بار بار بہت ہی فتنہ انگیز تحریریں شائع کی ہیں اور بے خبر مسلمانوں کو **مشتعل کرنے کے لئے** وہ کتابیں اکثر مسلمانوں میں تقسیم کی ہیں جن کا ایک ذخیرہ میرے پاس بھی موجود ہے جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو **بدکار، زانی، شیطان، ڈاکو، لٹیرا، دغاباز، دجّال** وغیرہ دلآزار ناموں سے یاد کیا ہے اور گو ہماری گورنمنٹ مُحسنہ اس بات سے روکتی نہیں کہ مسلمان **بالمقابل** جواب دیں لیکن اسلام کا مذہب مسلمانوں کو **اجازت نہیں دیتا** کہ وہ کسی مقبول القوم نبی کو بُرا کہیں بالخصوص **حضرت عیسیٰ علیہ السلام** کی نسبت جو پاک اعتقاد عام مسلمان رکھتے ہیں اور جس قدر محبت اور تعظیم سے اُن کو دیکھتے ہیں وہ ہماری گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف اُن کتابوں کی بناء پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی **مسلّم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے**۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ **قانون** صادر فرماوے کہ **ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق** پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ مَیں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو اور مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ قوموں میں صلح کاری پھیلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ میری اس **درخواست** کو منظور کرے تو مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دُور ہو جائیں گے اور بجائے بُغض محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دوسرے قانون سے اگرچہ مجرموں سے تمام جیل خانے بھر جائیں

مگراس قانون کا اُن کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑے گا۔

(۳) تیسرا امر جو قابل گذارش ہے یہ ہے کہ مَیں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے جس کا مَیں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لئے ہرگز خطرناک **نہیں** ہے اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلحکاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی۔ جو ہدایتیں اس فرقہ کے لئے مَیں نے مرتب کی ہیں جن کو مَیں نے ہاتھ سے لکھ کر اور چھاپ کر ہر ایک مُرید کو دیا ہے کہ ان کو اپنا دستور العمل رکھے۔ وہ ہدایتیں میرے اُس رسالہ میں مندرج ہیں جو ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء میں چھپ کر عام مُریدوں میں شائع ہوا ہے جس کا نام **تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت**[1] ہے جس کی ایک کاپی اسی زمانہ میں گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی تھی۔ ان ہدایتوں کو پڑھ کر اور ایسا ہی دوسری ہدایتوں کو دیکھ کر جو وقتاً فوقتاً چھپ کر مُریدوں میں شائع ہوتی ہیں گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ کیسے امن بخش اصولوں کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور کس طرح بار بار اُن کو تاکیدیں کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع رہیں اور تمام بنی نوع کے ساتھ بلا امتیاز مذہب وملّت کے انصاف اور رحم اور ہمدردی سے پیش آویں۔ یہ سچ ہے کہ مَیں کسی ایسے مہدی ہاشمی قرشی **خونی** کا قائل نہیں ہوں جو دوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور زمین کو کفّار کے خون سے بھر دے گا میں ایسی حدیثوں کو **صحیح نہیں سمجھتا** اور محض ذخیرہ موضوعات جانتا ہوں۔ ہاں مَیں اپنے نفس کے لئے اس مسیح موعود کا ادّعا کرتا ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح **غربت** کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور

---

[1] ان شرائط میں سے چند شرطوں کی یہاں نقل کی جاتی ہے۔ **شرط دوم** یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور **بغاوت** کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگر چہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ **شرط چہارم** یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ **شرط نہم** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

لڑائیوں اور جنگوں سے بیزار ہوگا اور نرمی صلح کاری اور امن کے ساتھ قوموں کو اس سچّے ذوالجلال خدا کا چہرہ دکھائے گا جو اکثر قوموں سے چھپ گیا ہے۔ میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگجوئی اور فساد کا نہیں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مُرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ مَیں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے اصول پانچ ہیں **اوّل** یہ کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک اور ہر ایک منقصتِ موت اور بیماری اور لاچاری اور درد اور دُکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا۔ **دُوسرے** یہ کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ نبوّت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور **نجات کی حقیقی راہ بتلانے والے** حضرت سیّدنا و مولانا **محمد مصطفٰے** صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین رکھنا۔ **تیسرے** یہ کہ دین اسلام کی دعوت **محض** دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد[1] اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لئے قطعی طور پر **حرام** اور **ممتنع** سمجھنا اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ **چوتھے** یہ کہ اس **گورنمنٹ مُحسنہ** کی نسبت جس کے ہم زیر سایہ ہیں یعنی گورنمنٹ انگلشیہ کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا اور خلوص دل سے اس کی **اطاعت** میں مشغول رہنا۔ **پانچویں** یہ کہ **بنی نوع سے ہمدردی کرنا** اور حتی الوسع ہر ایک شخص کی دُنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے کوشش کرتے رہنا اور امن اور صلح کاری کا مؤید ہونا اور نیک اخلاق کو دُنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اور میری جماعت جیسا کہ مَیں آگے بیان کروں گا جاہلوں اور وحشیوں کی جماعت نہیں ہے بلکہ اکثر اُن میں سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور علوم مروجہ کے حاصل کرنے والے اور سرکاری معزز عہدوں پر سرافراز ہیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے چال چلن اور اخلاق فاضلہ میں بڑی ترقی کی ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ **تجربہ کے وقت** سرکار انگریزی ان کو **اوّل درجہ کے خیر خواہ** پائے گی۔

---

[1] اس جہاد کے برخلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیرو فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں میں تعلیم کی ہے اور کر رہے ہیں جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ منہ

(۴) چوتھی گذارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر اُن میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خوان اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا اُن کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں۔ اور مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُن میں سے اپنے چند مریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھ دوں۔

(۵) میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں مدعا یہ ہے کہ اگرچہ مَیں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو مَیں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں عنایت خاص کا مستحق ہوں لیکن یہ سب امور گورنمنٹ عالیہ کی توجہات پر چھوڑ کر بالفعل ضروری استغاثہ یہ ہے کہ مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بد اندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ اُن کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضٰی اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سر لیپل گرفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میرے اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں سب کی سب ضایع اور برباد نہ جائیں

اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک **قدیم وفادار** اور خیر خواہ خاندان کی نسبت کوئی **تکدر خاطر** اپنے دل میں پیدا کرے۔ اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے کہ جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے **جھوٹی مخبری** پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ صرف یہ **التماس** ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار **جان نثار خاندان ثابت** کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی **چٹھیات** میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس **خود کاشتہ پودہ** کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکّام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک **خاص عنایت** اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور **جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے**۔ لہٰذا ہمارا **حق** ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی **پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں** تا ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے۔ اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں۔

۱	خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جن کے خاندان کی خدمات گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں۔	۳	مرزا خدا بخش صاحب ایچ پی سابق مترجم چیف کورٹ پنجاب حال تحصیلدار علاقہ نواب محمد علی خان صاحب ریاست مالیر کوٹلہ
۲	مولوی سید محمد عسکری خان صاحب رئیس کڑا ضلع الہ آباد پنشنر ڈپٹی کلکٹر و نائب مدار المہام ریاست بھوپال جن کی نمایاں خدمات پر سرکار سے لقب عطا ہوا اور چٹھیات خوشنودی ملیں۔	۴	منشی نبی بخش صاحب سب ہیڈ دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور
		۵	بابو عبدالرحمٰن صاحب کلرک دفتر لوکو محکمہ ریلوے لاہور
		۶	مولوی سید تفضّل حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر علی گڑھ ضلع فرخ آباد
		۷	میاں چراغ دین صاحب پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ پنجاب و رئیس لاہور

۸ قاضی غلام مرتضیٰ صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ مظفر گڑھ

۹ منشی عبدالعزیز صاحب ملازم محکمہ بندوبست ضلع گورداسپور

۱۰ ڈاکٹر سید منصب علی صاحب پنشنر الہ آباد

۱۱ منشی حمیدالدین صاحب ملازم محکمہ پولیس ضلع لودھیانہ

۱۲ منشی تاج دین صاحب اکونٹنٹ محکمہ ریلوے لاہور

۱۳ بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر سپرنٹنڈنگ انجینئر محکمہ انہار انبالہ

۱۴ ڈاکٹر بوڑے خان صاحب ایل ایم ایس انچارج شفاخانہ قصور

۱۵ محمد افضل خان صاحب

۱۶ گامے خان صاحب

۱۷ امام بخش خان صاحب

(۱۵ تا ۱۷) سواران رسالہ نمبر ۱۲ اترب ۸ جو اَب سرحدی خدمات پر مامور ہیں۔

۱۸ خواجہ جمال الدین صاحب بی اے پرنسپل سری رنبیر کالج جموں

۱۹ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایل ایم ایس متعینہ خدمات خاص بندر عباس ملک ایران

۲۰ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ایم بی اسسٹنٹ سول سرجن ریاست پٹیالہ

۲۱ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب ایل ایم ایس سول سرجن چکراتہ متعینہ خدمات خاص

۲۲ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب متعینہ خدمات خاص مشرقی افریقہ

۲۳ منشی محمد علی صاحب صوفی ملازم دفتر ریلوے لاہور

۲۴ ماسٹر غلام محمد صاحب بی اے سیالکوٹ

۲۵ منشی قائم الدین صاحب بی اے سیالکوٹ

۲۶ منشی محمد اسماعیل صاحب نقشہ نویس کالکا ریلوے

۲۷ قاضی یوسف علی صاحب ملازم پولیس ریاست جیند

۲۸ میاں محمد خان صاحب ملازم ریاست کپورتھلہ

۲۹ منشی فیاض علی صاحب محرر ریاست ؍؍

۳۰ منشی گوہر علی صاحب سب پوسٹماسٹر جالندھر

۳۱ ڈاکٹر عبدالشکور صاحب سرسہ

۳۲ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

۳۳ سید خصیلت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر ضلع گوجرانوالہ

۳۴ میاں محمد نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم

۳۵ میاں عبداللہ صاحب پٹواری ریاست پٹیالہ

۳۶ سید امیر علی شاہ صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ

۳۷ سید ناصر شاہ صاحب سب اوورسیر کشمیر

۳۸ پیرزادہ قمرالدین صاحب تحصیلدار راولپنڈی

۳۹ سید عبدالہادی صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس سولن

۴۰ ماسٹر قادر بخش صاحب مدرس لدھیانہ

۴۱ منشی عزیز اللہ صاحب پوسٹماسٹر نادون ضلع کانگڑہ

۴۲ سید رمضان علی صاحب پنشنر ڈپٹی انسپکٹر پولیس الہ آباد

۴۳ منشی گلاب دین صاحب مدرس رہتاس ضلع جہلم

۴۴ منشی محمد نصیرالدین صاحب پیشکار ریونیو بورڈ ریاست حیدرآباد دکن

۴۵ چودھری نبی بخش صاحب سارجنٹ پولیس سیالکوٹ

۴۶ حافظ محمد اسحاق صاحب اوورسیر یوگنڈا ریلوے

۴۷ منشی احمد الدین صاحب نقشہ نویس ملٹری آفس پشاور

۴۸ محمد الدین صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ

۴۹ بابو غلام محمد صاحب سٹیشنری کلارک ریلوے آفس لاہور

۵۰ منشی عطا محمد صاحب سب اوورسیر فیلڈ فوسٹ فرانٹیر

۵۱ بابو غلام محی الدین صاحب گڈز کلرک پھلور

۵۲ بابو نوراحمد صاحب سٹیشن ماسٹر ٹاٹی پور

۵۳ منشی نورالدین صاحب ڈرافسمین گوجرانوالہ

۵۴ بابو چراغ دین صاحب سٹیشن ماسٹر لیّہ

۵۵ مرزا غلام رسول صاحب ٹیلیگراف آفس کراچی

۵۶ مرزا امین بیگ صاحب سوار ریاست جے پور

نمبر	نام
۵۷	منشی عبدالرحمٰن صاحب ملازم ریاست کپورتھلہ
۵۸	مرزا کبیر بیگ سارجنٹ درجہ اوّل حصار
۵۹	سید جیون علی صاحب اکونٹنٹ محکمہ پولیس الہ آباد
۶۰	سید فرزند علی صاحب ملازم پولیس الہ آباد
۶۱	سید دلدار علی صاحب اکونٹنٹ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس الہ آباد
۶۲	میاں عبدالقادر خان صاحب مدرس ضلع لدھیانہ
۶۳	مرزا نیاز بیگ صاحب پنشنر ضلع دار رئیس کلانور
۶۴	مولوی سلطان محمود صاحب اکونٹنٹ میلاپور مدراس
۶۵	مولوی عبدالرحمٰن صاحب ملازم دفتر ضلع جھنگ
۶۶	منشی مولا بخش صاحب کلارک ریلوے لاہور
۶۷	بابو محمد افضل صاحب کلرک ممباسہ یوگنڈا ریلوے
۶۸	منشی روشن دین صاحب سٹیشن ماسٹر ڈنڈوت جہلم
۶۹	میاں کریم اللہ صاحب سارجنٹ پولیس جہلم
۷۰	حبیب اللہ صاحب مرحوم محافظ دفتر پولیس جہلم
۷۱	حافظ فضل احمد صاحب اگزیمینر آفس لاہور
۷۲	منشی اروڑا صاحب نقشہ نویس مجسٹریٹی ریاست کپورتھلہ
۷۳	مولوی وزیرالدین صاحب مدرس کانگڑہ
۷۴	منشی نواب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر دینانگر
۷۵	منشی شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر دینا ضلع جہلم
۷۶	مولوی احمد جان صاحب مدرس گوجرانوالہ
۷۷	منشی فتح محمد صاحب بزدار اسسٹنٹ پوسٹماسٹر ڈیرہ اسماعیل خاں
۷۸	میر ذوالفقار علی صاحب ضلعدار نہر سنگرور
۷۹	منشی وزیر خان صاحب سب اوورسیر بلب گڑھ
۸۰	منشی گلاب خاں صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس
۸۱	صادق حسین صاحب وکیل مرحوم اٹاوہ
۸۲	مولوی عزیز بخش صاحب بی اے ریکارڈ کیپر ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔
۸۳	ڈاکٹر فیض قادر صاحب ویٹرنیری اسسٹنٹ ریاست کپورتھلہ
۸۴	مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر مہندر کالج ریاست پٹیالہ
۸۵	مولوی مرزا صادق علی بیگ صاحب معتمد مصارف ریاست حیدرآباد دکن و استاد مدارالمہام صاحب بہادر ریاست مذکور۔
۸۶	مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل ملازم ہائی سکول جموں۔
۸۷	منشی غلام محمد صاحب دفتر پولیٹیکل ایجنٹ گلگت
۸۸	ڈاکٹر رحمت علی صاحب ممباسہ یوگنڈا ریلوے
۸۹	شیخ محمد اسماعیل صاحب نقشہ نویس محکمہ ریلوے دہلی
۹۰	شیخ فتح محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر کشتواڑ
۹۱	مولوی صفدر علی صاحب مہتمم محکمہ تعمیرات ریاست حیدرآباد دکن
۹۲	حافظ محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریاست جموں
۹۳	شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے مترجم ڈویژنل کورٹ ملتان
۹۴	مولوی ابوعبدالعزیز محمد صاحب دفتر پنجاب یونیورسٹی
۹۵	ڈاکٹر ظہوراللہ احمد صاحب سول سرجن ریاست حیدرآباد دکن
۹۶	ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ہوس سرجن ہسپتال
۹۷	منشی غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر نارووال ضلع سیالکوٹ
۹۸	منشی جلال الدین صاحب پنشنر میر منشی رجمنٹ نمبر ۱۲
۹۹	مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست
۱۰۰	شیخ عبدالرحیم صاحب سابق لیس دفعدار رسالہ نمبر ۱۲

نمبر	نام
۱۰۱	سید میر ناصر نواب صاحب پنشنر نقشہ نویس
۱۰۲	سید حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ۔
۱۰۳	چودھری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر دہلی
۱۰۴	ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب نائب سپرنٹنڈنٹ لیونٹک اسائیلم لاہور
۱۰۵	ڈاکٹر محبوب علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ
۱۰۶	منشی اللہ داد صاحب کلرک دفتر رجسٹرار چھاؤنی شاہ پور
۱۰۷	بابو محمد عظیم صاحب کلرک دفتر ریلوے لاہور
۱۰۸	منشی زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینئر بمبئی
۱۰۹	بابو علی احمد صاحب ریلوے آفس لاہور
۱۱۰	منشی محمد الدین صاحب پٹواری بلانی تحصیل کھاریاں
۱۱۱	میاں مولا داد صاحب سرویر ریلوے
۱۱۲	مولوی سید محمد احسن صاحب سابق منشی واسریگل باڈی گارڈ و مہتمم مصارف ریاست بھوپال رئیس امروہہ
۱۱۳	منشی عطا محمد صاحب سب اوورسیر میونسپل کمیٹی سیالکوٹ
۱۱۴	میاں جان محمد صاحب مرحوم قادیان
۱۱۵	منشی محمد سعید صاحب ٹیلیگراف ماسٹر از خاندان حکماء شاہی
۱۱۶	حکیم محمد حسین صاحب کوچہ کندیگران لاہور
۱۱۷	حکیم محمد حسین صاحب بھاٹی دروازہ لاہور
۱۱۸	میر مردان علی صاحب مہتمم دفتر اکونٹنٹ جنرل ریاست حیدرآباد
۱۱۹	منشی عبدالعزیز صاحب محافظ دفتر نہر جمن غربی دہلی
۱۲۰	بابو مہتاب الدین صاحب ریلیونگ سٹیشن ماسٹر نارتھ ویسٹرن ریلوے۔
۱۲۱	مولوی فتح محمد صاحب اول مدرس مدرسہ خانقاہ ڈوگراں
۱۲۲	منشی محمد یوسف صاحب نائب تحصیلدار کوہاٹ
۱۲۳	منشی رجب علی صاحب پنشنر ساکن جھونسی کہنہ الہ آباد
۱۲۴	منشی قادر علی صاحب کلرک مدراس
۱۲۵	منشی سراج الدین صاحب ترمل کھیڑی کلرک مدراس
۱۲۶	مولوی عبدالقادر صاحب مدرس جمال پور لودیانہ
۱۲۷	شیخ کرم الٰہی صاحب کلرک ریلوے پٹیالہ
۱۲۸	منشی امانت خان صاحب نادون کانگڑہ
۱۲۹	مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مانانوالہ
۱۳۰	خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر
۱۳۱	منشی صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ
۱۳۲	مولوی ابوالحمید صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۳	مولوی سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۴	محمد یعقوب صاحب معلم یورپین ڈیرہ دون
۱۳۵	مرزا فضل بیگ صاحب مختار عدالت قصور ضلع لاہور
۱۳۶	منشی محمد الدین صاحب اپیل نویس سیالکوٹ
۱۳۷	منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس کپورتھلہ
۱۳۸	سید مولوی ظہور علی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۹	چودھری شہاب الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی کلاس لاہور
۱۴۰	مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل فتح گڑھ ضلع فرخ آباد
۱۴۱	سردار محمد جلال الدین خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ گوجرانوالہ
۱۴۲	مولوی غلام حسین صاحب سب رجسٹرار پشاور
۱۴۳	راجہ پائندہ خان صاحب رئیس دارا پور ضلع جہلم
۱۴۴	میاں سراج دین صاحب رئیس کوٹ سراج دین گوجرانوالہ

۱۴۵ سردار محمد باقر خان صاحب قزلباش خلف الصدق سردار محمد اکبر خان صاحب مرحوم سابق تحصیلدار کانگڑہ

۱۴۶ راجہ عبداللہ خان صاحب رئیس ہریانہ برادر محمد نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم

۱۴۷ میاں معراج الدین صاحب رئیس لاہور از خاندان میاں محمد سلطان صاحب مرحوم رئیس اعظم لاہور

۱۴۸ مفتی محمد صادق صاحب رئیس بھیرہ

۱۴۹ مرزا محمد یوسف بیگ صاحب رئیس سامانہ پٹیالہ

۱۵۰ مولوی حکیم نورالدین صاحب رئیس بھیرہ سابق طبیب شاہی ریاست جموں وکشمیر

۱۵۱ نواب سراج الدین صاحب از خاندان ریاست لوہارو

۱۵۲ سردار عبدالعزیز خان صاحب قزلباش خلف الرشید جرنیل عبدالرحمٰن خان صاحب قزلباش ملازم سردار ایوب خان صاحب

۱۵۳ راجہ عطاء اللہ خان صاحب رئیس یاڑی پور کشمیر

۱۵۴ مفتی فضل الرحمٰن صاحب رئیس بھیرہ

۱۵۵ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی رئیس سرساوہ

۱۵۶ حافظ فتح الدین صاحب نمبردار مرار ریاست کپورتھلہ

۱۵۷ میاں شرف الدین صاحب نمبردار کوٹلہ فقیر ضلع جہلم

۱۵۸ میاں محمد خان صاحب نمبردار جستروال ضلع امرتسر

۱۵۹ مخدوم محمد صدیق صاحب رئیس ضلع شاہ پور

۱۶۰ سید محمد انوار حسین خان صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی

۱۶۱ حاجی حافظ مولوی فضل الدین صاحب رئیس بھیرہ وتاجر

۱۶۲ حکیم سیّد حسام الدین صاحب رئیس سیالکوٹ

۱۶۳ منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور۔ کپورتھلہ

۱۶۴ مرزا رسول بیگ صاحب رئیس کلانور

۱۶۵ حکیم فضل الٰہی صاحب رئیس کوٹ بھوانی داس

۱۶۶ چودھری نبی بخش صاحب رئیس بٹالہ

۱۶۷ شہزادہ عبدالمجید خاں صاحب لودھیانہ

۱۶۸ مولوی برہان الدین صاحب گکھڑ جہلم

۱۶۹ میاں غلام دستگیر صاحب سلوتری میلا پور مدراس

۱۷۰ مولوی عبدالکریم صاحب خلف الرشید میاں محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر لودھیانہ

۱۷۱ منشی قمرالدین صاحب مدرس آریہ سکول لدھیانہ

۱۷۲ منشی رحیم بخش صاحب میونسپل کمشنر لودھیانہ

۱۷۳ پیرجی خدا بخش صاحب مرحوم تاجر ڈیرہ دون

۱۷۴ شیخ چراغ علی صاحب نمبردار تھہ غلام نبی گورداسپور

۱۷۵ مرزا ایوب بیگ صاحب خلف الرشید مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور

۱۷۶ شیر محمد خاں صاحب رئیس بھکر محمڈن کالج علی گڑھ

۱۷۷ حافظ عبدالعلی صاحب محمڈن کالج علی گڑھ

۱۷۸ مولوی محمود حسن خان صاحب مدرس پٹیالہ

۱۷۹ منشی عبدالرحمٰن صاحب سنوری پٹواری پٹیالہ

۱۸۰ شیخ رحمت اللہ صاحب جنرل مرچنٹ مالک بمبئی ہوس لاہور

۱۸۱ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا ساجن کمپنی مدراس

۱۸۲ خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر لاہور

۱۸۳ چودھری محمد سلطان صاحب تاجر ومیونسپل کمشنر سیالکوٹ

۱۸۴ سیٹھ صالح محمد صاحب تاجر مدراس

۱۸۵ میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار چوب بٹالہ

۱۸۶ سیٹھ اسماعیل آدم صاحب امبریلا مرچنٹ بمبئی

۱۸۷ میاں نبی بخش صاحب تاجر پشمینہ رفوگر امرتسر

۱۸۸ سیٹھ اسحاق حاجی محمد صاحب تاجر مدراس

۱۸۹ قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکہ دار شکرم لدھیانہ

۱۹۰	منشی محمد جان صاحب تاجر وزیر آباد
۱۹۱	سیٹھ دال جی لال جی صاحب جنرل مرچنٹ مدراس
۱۹۲	سیٹھ موسیٰ صاحب جنرل مرچنٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ
۱۹۳	جمال الدین صاحب وامام الدین وخیرالدین تاجران سیکھواں
۱۹۴	شیخ کرم الٰہی صاحب ایجنٹ شیخ محمد رفیع برادر جنرل مرچنٹ لاہور۔
۱۹۵	حاجی مہدی بغدادی صاحب انڈیگو مرچنٹ مدراس
۱۹۶	خواجہ عزیز الدین صاحب تاجر لاہور
۱۹۷	سیٹھ احمد عبدالرحمٰن صاحب فرم آف ساجن کمپنی مدراس
۱۹۸	خواجہ غلام محی الدین صاحب سوداگر پشمینہ کلکتہ کولوٹولہ
۱۹۹	شیخ نور احمد صاحب سوداگر چرم مدراس
۲۰۰	شیخ مولا بخش صاحب سوداگر چرم ڈنگہ
۲۰۱	خلیفہ نور الدین صاحب تاجر جموں
۲۰۲	میاں جیون بٹ صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر
۲۰۳	میاں محمد اسماعیل صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر
۲۰۴	سید فضل شاہ صاحب ٹھیکہ دار دومیل سڑک کشمیر
۲۰۵	میاں محمد عمر صاحب تاجر ورئیس شوپیاں کشمیر
۲۰۶	ڈاکٹر مراد بخش صاحب پروپرائیٹر نیو میڈیکل ہال کمرشیل بلڈنگ لاہور
۲۰۷	میاں سلطان بخش صاحب تاجر وروب میکر پنجاب یونیورسٹی کمرشیل بلڈنگ لاہور
۲۰۸	میاں امام الدین صاحب پروپرائٹر وتاجر
۲۰۹	سیٹھ علی محمد صاحب حاجی اللہ رکھا جنرل مرچنٹ بنگلور
۲۱۰	میاں محمد الدین صاحب تاجر وپروپرائٹر شومیکنگ جموں
۲۱۱	احمد دین ومحمد بخش تاجران ملتان
۲۱۲	میاں قطب الدین صاحب مس گر امرتسر
۲۱۳	تاج محمد خاں صاحب کلرک میونسپل کمیٹی لودھیانہ
۲۱۴	میاں چراغ الدین صاحب ٹھیکہ دار گجرات
۲۱۵	منشی عطا محمد صاحب تاجر واسٹامپ فروش چنیوٹ
۲۱۶	میاں عبدالخالق صاحب دوکاندار امرتسر
۲۱۷	میاں محمد امین صاحب تاجر کتب جہلم
۲۱۸	شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی
۲۱۹	منشی محمد ابراہیم صاحب تاجر گبرون لدھیانہ
۲۲۰	سیٹھ محمد یوسف صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس
۲۲۱	ڈاکٹر نور محمد صاحب پروپرائٹر شفاخانہ وایڈیٹر رسالہ ہمدرد صحت لاہور
۲۲۲	مولوی حکیم نور محمد صاحب مالک شفاخانہ نوری رئیس موکل ضلع لاہور
۲۲۳	شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان
۲۲۴	مولوی عبدالحق صاحب ایڈیٹر نسیم صبا بنگلور
۲۲۵	شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرتسر
۲۲۶	مولوی قطب الدین صاحب واعظ اسلام بدوملی
۲۲۷	مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب چھاؤنی سیالکوٹ
۲۲۸	حکیم مولوی سید حبیب شاہ صاحب خوشاب
۲۲۹	صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لودیانہ خلف الرشید اخویم حضرت منشی حاجی احمد جان صاحب مرحوم
۲۳۰	صاحبزادہ منظور محمد صاحب سابق اہلمد پولیس دفتر کونسل جموں۔
۲۳۱	قاضی زین العابدین صاحب خانپور ریاست پٹیالہ
۲۳۲	شاہ رکن الدین احمد صاحب سجادہ نشین کڑہ ضلع الہ آباد

۲۳۳	مولوی عبدالرحیم صاحب بنگلور
۲۳۴	مولوی عبدالحکیم صاحب دہاوار علاقہ بمبئی
۲۳۵	مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین منی پور آسام
۲۳۶	رحمٰن شاہ صاحب ناگپور ضلع چاندہ
۲۳۷	حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم لودھیانہ
۲۳۸	مولوی محمد حسین صاحب ریاست کپورتھلہ
۲۳۹	شیخ مولوی فضل حسین صاحب احمد آبادی جہلم
۲۴۰	قاضی محمد یوسف صاحب قاضی کوٹ گوجرانوالہ
۲۴۱	حافظ عبدالرحمٰن صاحب وکیل مدرسہ انوار الرحمٰن ملتان ساکن بٹالہ
//	مولوی رحیم اللہ صاحب مرحوم لاہور
۲۴۲	مستری حاجی عصمت اللہ صاحب لودیانہ
۲۴۳	حاجی محمد امیر خان صاحب مہتمم گاڑی شکرم سہارنپور
۲۴۴	مولوی محمد افضل صاحب ساکن کملہ ضلع گجرات
۲۴۵	مولوی محمد اکرم صاحب فرزند رشید ایضاً
۲۴۶	مولوی خان ملک صاحب موضع کھیوال ضلع جہلم
۲۴۷	مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف الرشید ایضاً
۲۴۸	سید احمد علی شاہ صاحب سفید پوش ضلع سیالکوٹ
۲۴۹	سید احمد حسین صاحب طبیب گوالیار
۲۵۰	حکیم محمد حسین صاحب طبیب ریاست گوالیار
۲۵۱	بابو نور الدین صاحب نقشہ نویس پبلک ورکس گوجرانوالہ
۲۵۲	شیخ ہدایت اللہ صاحب تاجر پشاور
۲۵۳	میاں فضل الٰہی صاحب نمبردار فیض اللہ چک گورداسپور
۲۵۴	احمد علی صاحب نمبردار وزیر چک　//
۲۵۵	مولوی غلام مصطفٰی صاحب پروپرائٹر شعلہ نور پریس بٹالہ
۲۵۶	شیخ حامد علی صاحب زمیندار تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور
۲۵۷	مولوی محمد فضل صاحب چنگوی ضلع راولپنڈی
۲۵۸	ڈاکٹر فیض احمد صاحب ویکسی نیٹر ضلع ہزارہ
۲۵۹	حافظ علاء الدین صاحب کامل پور راولپنڈی
۲۶۰	میاں غلام حسین صاحب رہتاسی قادیاں
۲۶۱	مولوی عبدالقادر صاحب لودھیانہ
۲۶۲	حکیم محمد حسین صاحب مدرس اسلامیہ سکول راولپنڈی
۲۶۳	خوشحال خان صاحب رئیس باریکاب ضلع راولپنڈی
۲۶۴	منشی خادم حسین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ　//
۲۶۵	قاضی غلام حسین صاحب کلرک دفتر اگیزیمنر ریلوے لاہور
۲۶۶	حافظ حکیم قادر بخش صاحب احمد آباد ضلع جہلم
۲۶۷	میاں قطب الدین صاحب ساکن کوٹلہ فقیر جہلم
۲۶۸	قاضی عبدالوہاب خان صاحب نائب قاضی ضلع بلاسپور ممالک متوسط
۲۶۹	حافظ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان
۲۷۰	غلام محی الدین صاحب عرضی نویس جہلم
۲۷۱	عبدالرحمٰن پٹواری سنام ریاست پٹیالہ
۲۷۲	منشی ہاشم علی برنالہ ریاست پٹیالہ
۲۷۳	عبدالحق صاحب ٹیچر بٹالہ
۲۷۴	منشی کرم الٰہی صاحب مدرس نصرت اسلام لاہور
۲۷۵	خطیب نعمت علی صاحب اپیل نویس بٹالہ
۲۷۶	میاں کرم الٰہی صاحب کنسٹبل پولیس لودیانہ
۲۷۷	منشی امام الدین صاحب پٹواری لوچپ
۲۷۸	منشی رحیم الدین صاحب حبیب والہ ضلع بجنور
۲۷۹	امام الدین صاحب کمپونڈر شفاخانہ لالہ موسیٰ

نمبر	نام	نمبر	نام
۲۸۰	شیخ عبداللہ دیوان چند ناظم شفاخانہ حمایت اسلام لاہور	۳۰۰	محمد علی شاہ مدرس غوطہ سیالکوٹ
۲۸۱	حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک گورداسپور	۳۰۱	عبدالمجید صاحب محرر لوکل فنڈ پٹھان کوٹ
۲۸۲	حافظ غلام محی الدین صاحب بھیروی قادیان	۳۰۲	محمد خاں صاحب محرر جیل راولپنڈی
۲۸۳	مسیح اللہ خاں صاحب ملازم اگزکٹو انجینئر صاحب ملتان	۳۰۳	محمد اکبر خان صاحب سنور پٹیالہ
۲۸۴	مولوی سردار محمد صاحب برادر زادہ مولوی صاحب	۳۰۴	مولوی محمد یوسف صاحب مدرس سنور ״
	حکیم نور الدین صاحب بھیرہ	۳۰۵	محمد حسن خان صاحب رئیس سنور ״
۲۸۵	منشی اللہ دتا صاحب یورپین ٹیچر سیالکوٹ	۳۰۶	میاں کریم بخش صاحب مرحوم جمال پوری سابق مرید
۲۸۶	راجہ غلام حیدر خان صاحب رئیس یاڑی پور کشمیر		گلاب شاہ مجذوب پیشگوئی والہ در کتاب نشان آسمانی
۲۸۷	مولوی نظام الدین صاحب رنگ پور ضلع مظفر گڑھ	۳۰۷	ملا نظام الدین صاحب کتب فروش لودیانہ
۲۸۸	مولوی جمال الدین صاحب سید والہ منٹگمری	۳۰۸	میاں اللہ دیا صاحب واعظ لودیانہ
۲۸۹	میاں عبداللہ صاحب زمیندار ٹھٹھہ سفیر کا ״	۳۰۹	میاں شہاب الدین صاحب پنشنر باجہ والہ لودیانہ
۲۹۰	میاں سراج الدین صاحب عطار سرہند	۳۱۰	احمد جان صاحب خیاط پشاور
۲۹۱	محمد حیات صاحب سارجنٹ پولس سیالکوٹ	۳۱۱	میاں محمد اسمٰعیل صاحب سرساوہ
۲۹۲	منشی نیاز علی صاحب ״ ״	۳۱۲	غلام محی الدین خان صاحب خلف الرشید ڈاکٹر بوڑے
۲۹۳	محمد الدین صاحب کنسٹبل ״ ״		خاں صاحب قصور
۲۹۴	حکیم احمد الدین صاحب نقل نویس ״	۳۱۳	میاں غلام قادر صاحب پٹواری مرحوم سنور
۲۹۵	ڈاکٹر کریم بخش ہاسپٹل اسسٹنٹ	۳۱۴	مولوی غلام حسین صاحب لاہور
۲۹۶	حافظ محمد قاری صاحب جہلم	۳۱۵	مولوی حسن علی صاحب مرحوم مسلم مشنری صاحب رسالہ
۲۹۷	میاں نجم الدین صاحب تاجر کتب بھیرہ		نور الاسلام سابق ہیڈ ماسٹر پٹنہ سکول۔ بھاگلپوری
۲۹۸	مستری جمال مالک کارخانہ روئی ״	۳۱۶	سید مظاہر الحق صاحب رئیس اٹاوہ
۲۹۹	مولوی فضل محمد صاحب موضع ہرسیاں گورداسپور		

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۲۴؍فروری ۱۸۹۸ء

ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰/۲۶ کے ۱۶ صفحوں پر درج ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۷ تا ۲۸)

(۱۹۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کیا محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں کُرسی ملی؟

(راستی موجب رضائے خداست)

نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ کے بعض نام کے مولوی محض اپنی عزت بنانے کے لئے یا کسی اورغرض نفسانی کی وجہ سے عمداً جھوٹ بولتے ہیں اوراس بدنمونہ سے عوام کوطرح طرح کے معاصی کی جرأت دیتے ہیں کیونکہ جُھوٹ اُمُّ الۡخَبائِث ہے اور جبکہ ایک شخص مولوی کہلا کر کھلی کھلی بے شرمی سے جھوٹ بولنا اختیار کرے تو بتلاؤ کہ عوام پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ بچارہ میاں شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ کو بمقام بٹالہ کُرسی مانگنے سے کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے تین مرتبہ تین جھڑکیاں دیں اور کُرسی دینے سے انکار کیا اور کہا کہ ’’بک بک مت کر‘‘ اور ’’سیدھا کھڑا ہوجا‘‘ اور یہ بھی فرمایا کہ ’’ہمارے پاس تمہارے کرسی ملنے کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں۔‘‘ لیکن نہایت افسوس ہے کہ شیخ مذکور نے جابجا کُرسی کے بارے میں جھوٹ بولا۔ کہیں تو یہ مشہور کیا کہ مجھے کُرسی ملی تھی اور کسی جگہ یہ کہا کہ کُرسی دیتے تھے مگر مَیں نے عمداً نہیں لی۔ اور کسی جگہ یہ افترا کیا کہ عدالت میں کُرسی کا ذکر ہی نہیں آیا۔ چنانچہ آج میری طرف بھی اس مضمون کا خط بھیجا ہے کہ گویا اس کا کُرسی مانگنا اور کرسی نہ ملنا اور بجائے اس کے چند جھڑکیوں سے پیچھے ہٹائے جانا

یہ باتیں غلط ہیں۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ بات فی الواقعہ سچ ہے کہ شیخ مذکور نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے کرسی مانگی تھی۔ اور اس کا اصل سبب یہی تھا کہ مجھے اس نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے روبروئے کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر بے اختیاری کے عالم میں اپنی طمع خام کو ظاہر کیا اور نہ چاہا کہ میرا دشمن کرسی پر ہو اور مَیں زمین پر بیٹھوں۔ اس لئے بڑے جوش سے کچہری کے اندر داخل ہوتے ہی کُرسی کی درخواست کی اور چونکہ عدالت میں نہ اُس کو اور نہ اُس کے باپ کو کُرسی ملتی تھی۔ اس لئے وہ درخواست زجر اور توبیخ کے ساتھ ردّ کی گئی۔ اور درحقیقت یہ سوال نہایت قابل شرم تھا کیونکہ سچ یہی ہے کہ نہ یہ شخص اور نہ اُس کا باپ رحیم بخش کبھی رئیسان کُرسی نشین میں شمار کئے گئے۔ اور اگر یہ یا اس کا باپ کُرسی نشین تھے تو گویا سر لیپل گریفن نے بہت بڑی غلطی کی کہ جو اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان دونوں کا نام نہیں لکھا غضب کی بات ہے کہ کہلانا مولوی اور اس قدر فاش دروغگوئی اور پھر آپ اپنے خط[1] میں کُرسی نہ ملنے کا مجھ سے ثبوت مانگتے ہیں۔ گویا اپنی ذلّت کو کامل طور پر تمام لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے خط میں وعدہ کرتے ہیں کہ اگر وہ کاذب نکلیں تو اپنے تئیں شکست یافتہ تصور کریں گے اور پھر کبھی ردّ وقدح نہیں کریں گے۔ افسوس کہ اس شخص کو جھوٹ بولتے ذرہ شرم نہیں آئی۔ جھوٹ کہ اَكْبَرُ الْكَبَائِر اور تمام گناہوں کی ماں ہے کس طرح دلیری سے اس شخص نے اس پر زور دیا ہے۔ یہی دیانت اور

[1] خلاصہ خط یہ ہے۔ ’’از مقام بٹالہ مورخہ ۲۸/ماہ فروری ۱۸۹۸ء نمبر ۱۱۴ میاں غلام احمد صاحب خدا آپ کو راہِ راست پر لاوے اور ضلالت والحاد سے نجات بخشے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى آپ کا خط ۲۸/فروری ۹۸ء پہنچا............آپ نے کتاب البریت کے صفحہ ۱۱۴ و ۱۵ میں تین دعویٰ کیے ہیں۔ اوّل یہ کہ محمد حسین نے صاحب ڈپٹی کمشنر سے کرسی طلب کی اور کہا کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی تھی اور اس کے باپ کو عدالت میں کرسی ملتی تھی جس پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے اس کو تین جھڑکیاں دیں اور کہا کہ تو جھوٹا ہے بک بک مت کر۔ دوسرا یہ دعویٰ کہ پھر وہ باہر کے کمرے میں ایک کرسی پر جا بیٹھا تو کپتان صاحب پولیس کی نظر اُس پر جا پڑی اور اسی وقت کنسٹبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ اس کرسی سے اُٹھایا گیا۔ تیسرا یہ دعویٰ کہ پھر وہ ایک شخص کی چادر لے کر اُس پر بیٹھ گیا تو اُس شخص نے چادر نیچے سے کھینچ لی............میرے نزدیک یہ تینوں دعوے محض دروغ ہیں جن میں راستی کا شمہ دخل اور شائبہ بھی نہیں‘‘ الخ

امانت ان لوگوں کی ہے جس سے مجھے اور میری جماعت کو کافر ٹھہرایا اور دُنیا میں شور مچایا۔

واضح رہے کہ ہمارے بیان مذکورہ بالا کا گواہ کوئی ایک دو آدمی نہیں بلکہ اس وقت کہ کچہری کے اردگرد صد ہا آدمی موجود تھے جو کرسی کے معاملہ کی اطلاع رکھتے ہیں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر **ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب** بہادر خود اس بات کے گواہ ہیں جنہوں نے بار بار کہا کہ تجھے کُرسی نہیں ملے گی۔ بک بک مت کر اور پھر **کپتان لیمار چنڈ صاحب** ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ اس بات کے گواہ ہیں کہ کرسی مانگنے پر محمد حسین کو کیا جواب ملا تھا اور کیسی عزت کی گئی تھی۔ پھر **منشی غلام حیدر خاں** صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع جواب تحصیلدار ہیں اور مولوی فضل دین صاحب پلیڈر اور **لالہ رام بھجدت** صاحب وکیل اور **ڈاکٹر کلارک** صاحب جن کی طرف سے یہ حضرت گواہ ہو کر گئے تھے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے **تمام اردلی** یہ سب میرے بیان مذکورہ بالا کے گواہ ہیں اور اگر کوئی شخص اُن میں سے محمد حسین کی حالت پر رحم کر کے اس کی پردہ پوشی بھی چاہے۔ مگر مَیں خوب جانتا ہوں کہ کوئی شخص اس بات پر قسم نہیں کھا سکے گا کہ یہ واقعہ کُرسی نہ ملنے اور جھڑکیاں دینے کا جھوٹ ہے۔ مجھے حیرت پر حیرت آتی ہے کہ اس شخص کو کیا ہو گیا اور اس قدر گندے جھوٹ پر کیوں کمر بستہ کی۔ ذرہ شرم نہیں کی کہ اس واقعہ کے تو صد ہا آدمی گواہ ہیں وہ کیا کہیں گے۔ اس طرح تو آیندہ مولویوں کا اعتبار اُٹھ جائے گا۔ اگر درحقیقت اس شیخ بٹالوی کو کُرسی ملی تھی اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے بڑے اکرام اور اعزاز سے اپنے پاس اُن کو کُرسی پر بٹھا لیا تھا تو پتہ دینا چاہیے کہ وہ کرسی کہاں بچھائی گئی تھی شیخ مذکور کو معلوم ہوگا کہ میری کرسی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بائیں طرف تھی اور دائیں طرف صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کی کُرسی تھی اور اسی طرف ایک کُرسی پر ڈاکٹر کلارک تھا۔ اب دکھلانا چاہیے کہ کون سی جگہ تھی جس میں شیخ محمد حسین بٹالوی کے لیے کُرسی بچھائی گئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جھوٹ بولنے سے مرنا بہتر ہے۔ اس شخص نے میری ذلّت چاہی تھی اور اسی جوش میں پادریوں کا ساتھ کیا۔ خدا نے اُس کو عین عدالت میں ذلیل کیا۔ یہ حق کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ راستباز کی عداوت کا ثمرہ ہے۔ اگر اس بیان میں نعوذ باللہ مَیں نے جھوٹ بولا ہے تو طریق تصفیہ دو ہیں۔

اوّل یہ کہ شیخ مذکور ہر ایک صاحب سے جو ذکر کئے گئے ہیں حلفی رُقعہ طلب کرے جس میں قسم کھا کر

میرے بیان کا انکار کیا ہو اور جب ایسے حلفی رُقعے جمع ہو جائیں تو ایک جلسہ بمقام بٹالہ کر کے مجھ کو طلب کرے۔ مَیں شوق سے ایسے جلسہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ مَیں ایسے شخص کے رقعہ کو دیکھنا چاہتا ہوں جس نے حلفاً اپنے رقعہ میں یہ بیان کیا ہو کہ محمد حسین نے کُرسی نہیں مانگی اور نہ اس کو کوئی جھڑکی ملی بلکہ عزّت کے ساتھ کُرسی پر بٹھایا گیا۔ شیخ مذکور کو خوب یاد رہے کہ کوئی شخص اس کے لئے اپنا ایمان ضائع نہیں کرے گا اور ہرگز ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ کوئی شخص اشخاص مذکورین میں سے اس کے دعویٰ باطل کی تائید میں قسم کھاوے واقعات صحیحہ کو چھپانا بے ایمانوں کا کام ہے۔ پھر کیونکر کوئی معزز شیخ بٹالوی کے لئے مرتکب اس گناہ کا ہوگا اور اگر شیخ بٹالوی کو یہ جلسہ منظور نہیں تو دوسرا طریق تصفیہ یہ ہے کہ بلاتوقف ازالہ حیثیت عرفی میں میرے پر نالش کرے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا ازالہ حیثیت عرفی ہوگا کہ عدالت نے اس کو کُرسی دی اور میں نے بجائے کُرسی جھڑکیاں بیان کیں اور عدالت نے قبول کیا کہ وہ اور اس کا باپ کُرسی نشین رئیس ہیں اور مَیں نے اس کا انکار کیا اور استغاثہ میں وہ یہ لکھا سکتا ہے کہ مجھے عدالت ڈگلس صاحب بہادر میں کُرسی ملی تھی اور کوئی جھڑکی نہیں ملی اور اِس شخص نے عام اشاعت کر دی ہے کہ مانگنے پر بھی کُرسی نہیں ملی بلکہ جھڑکیاں ملیں۔ اور ایسا ہی استغاثہ میں یہ بھی لکھا سکتا ہے کہ مجھے قدیم سے عدالت میں کُرسی ملتی تھی اور ضلع کے کُرسی نشینوں میں میرا نام بھی درج ہے اور میرے باپ کا نام بھی درج تھا لیکن اس شخص نے ان سب باتوں سے انکار کر کے خلاف واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر عدالت خود تحقیقات کر لے گی کہ آپ کو کرسی کی طلب کے وقت کُرسی ملی تھی یا جھڑکیاں ملی تھیں اور دفتر سے معلوم کر لیا جائے گا کہ آپ اور آپ کے والد صاحب کب سے کُرسی نشین رئیس شمار کئے گئے ہیں کیونکہ سرکاری دفتروں میں ہمیشہ ایسے کاغذات موجود ہوتے ہیں جن میں کُرسی نشین رئیسوں کا نام درج ہوتا ہے۔ اگر شیخ مذکور نے ان دونوں طریقوں میں سے کوئی طریق اختیار نہ کیا تو پھر ناچار ہمارا یہی قول ہے کہ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ زیادہ کیا لکھیں۔

اور یاد رہے کہ ہمیں بالطبع نفرت تھی۔ ایسے ایک شخصی معاملہ میں قلم اُٹھائیں اور ذاتیات کے جھگڑوں میں اپنے تئیں ڈالیں اور اگر شیخ محمد حسین بٹالوی صرف اسی قدر جھوٹ پر کفایت کرتا کہ مجالس میں ہمارا ذکر درمیان نہ لاتا اور صرف اپنی پردہ پوشی کے لئے کُرسی مانگنے کے معاملہ سے انکار کرتا رہتا تو ہمیں

کچھ ضرورت نہ تھی کہ اصل حقیقت کو پبلک پر کھولتے۔لیکن اس نے نہایت خیرگی اختیار کرکے ہر ایک مجلس میں ہماری تکذیب شروع کی اور سراسر افتراء سے میری نسبت ہر ایک جگہ یہ دعویٰ کیا کہ یہ شخص کاذب ہے اور اس نے میرے پر کُرسی کے معاملہ میں جھوٹ باندھا ہے اور اس طرح پر عوام کے دلوں پر بُرا اثر ڈالنا چاہا۔تب ہم نے اُس کے اس دروغ کو اکثر نادانوں کے دلوں پر مؤثر دیکھ کر محض حق کی حمایت میں یہ اشتہار لکھا تا بعض ناواقف ایک راست گو کو جھوٹا سمجھ کر ہلاک نہ ہو جائیں اور تا اس کی یہ دجّالی تقریریں حقّانی سلسلہ کی رہزن نہ ہوں۔غرض اسی ضرورت کی وجہ سے ہمیں اس کے اس مکروہ جھوٹ کو کھولنا پڑا۔

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ وہ خط شیخ محمد حسین بٹالوی کا میرے پاس موجود ہے جو آج یکم مارچ ۱۸۹۸ء کو بٹالہ سے اُس نے بھیجا ہے جس میں میرے بیان کُرسی نہ ملنے اور جھڑکی کھانے سے صاف انکار کیا ہے اور ایسا ہی اُن لوگوں کے خط بھی محفوظ ہیں۔جن کے روبروئے طرح طرح کی دروغگوئی سے اس واقعہ کو پوشیدہ کرنا چاہا ہے جیسا کہ اُوپر لکھ چکا ہوں۔اور مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُن معزز گواہوں کے نام بھی اس جگہ درج کر دوں۔جنہوں نے واقعہ مذکورہ بالا بچشم خود دیکھا اور یا عین موقعہ پر سُنا اور جو کچہری میں حاضر تھے اور وہ یہ ہیں۔

حکیم فضل الدین صاحب بھیروی
مرزا ایوب بیگ صاحب سینیئر اینگلوورنیکولر کلاس لاہور
} یہ دونوں صاحب بھی کمرہ عدالت کے اندر تھے باقی اکثر صاحبان دروازہ کے اندر سے دیکھتے تھے۔

مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی
صاحبزادہ منظور محمد صاحب لدھیانوی
مولوی خان ملک صاحب
حافظ احمد اللہ خان صاحب قادیان
قاضی غلام حسین صاحب بھیروی سٹوڈنٹ لاہور
شیخ عبدالرحمٰن صاحب نومسلم قادیان
شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم قادیان
شیخ عبدالعزیز صاحب نومسلم //
صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب لدھیانہ

شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرتسر
سردار عبدالعزیز خان صاحب حال وارد قادیان
میاں کریم داد صاحب وارد قادیان
مرزا عبدالحق صاحب جہلمی
میاں رمضان صاحب آتش باز قادیان
چوہدری نبی بخش صاحب بٹالہ
منشی تاج الدین صاحب دفتر اگزیمنر ریلوے لاہور
منشی عبدالرحمٰن صاحب کلرک لوکو آفس // //
میاں معراج صاحب ٹھکیدار ووارث میاں محمد سلطان
حافظ فضل احمد صاحب کلرک دفتر اگزیمنر ریلوے لاہور

حکیم فضل الٰہی صاحب لاہور
خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر //
منشی خواجہ عزیز الدین صاحب تاجر //
میاں غلام حسین صاحب //
میاں عبدالحق صاحب طالب علم //
شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر //
میاں شیر علی صاحب طالب علم بی اے کلاس لاہور
مرزا یعقوب صاحب اسسٹنٹ سرجن //
مولوی محمد علی صاحب ایم اے //
میاں محمد شریف صاحب طالب علم میڈیکل کالج //
میاں عبیداللہ صاحب // // //
خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے //
مفتی محمد صادق صاحب کلرک //
میاں شیر محمد صاحب طالب علم بی اے کلاس علی گڑھ
حافظ عبدالعلی صاحب // // //
میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرت سر
میاں عبدالخالق صاحب عطار امرت سر
شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر امرتسر حال قادیان
میاں قطب الدین صاحب مس گر امرتسر
شیخ عطاء اللہ صاحب مس گر امرتسر
میاں جیون بٹ رفوگر قلعہ بھنگیاں امرتسر
مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر امرتسر

میاں الٰہ بخش صاحب امرتسر
میاں چراغ الدین صاحب امرت تسر
میاں مولا بخش صاحب پٹوہلی امرت سر
مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹ
سیّد حامد شاہ صاحب مثل خواں //
منشی عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر صدر //
مولوی مبارک علی صاحب //
منشی محمد دین صاحب اپیل نویس //
ماسٹر غلام محمد صاحب بی۔اے //
مستری نظام الدین صاحب //
ڈاکٹر فیض قادر صاحب بٹالہ
محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار //
حکیم محمد اشرف صاحب //
قاضی نعمت علی صاحب عرضی نویس //
میاں برکت علی صاحب نیچہ بند //
میاں اللہ رکھا صاحب شالباف //
مولوی غلام مصطفٰے صاحب مہتمم مطبع شعلہ نور //
محمد افضل خان صاحب یتیم مدرسہ حمایت اسلام لاہور
مولوی برہان الدین صاحب جہلم
عبداللہ خان صاحب برادر نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم
میاں حسن محمد صاحب ٹھیکہ دار //
منشی روڑا صاحب نقشہ نویس عدالت مجسٹریٹی کپورتھلہ
منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس //

میاں محمد خاں صاحب منشی بگھی خانہ کپور تھلہ
منشی عبدالرحمٰن صاحب اہلمد محکمہ جرنیلی //
منشی فیاض علی صاحب منشی پلٹن کپورتھلہ
میاں اللہ دیا صاحب جلد ساز لدھیانہ
میاں امیر الدین صاحب جیانوالہ
مرزا خدا بخش صاحب اتالیق مالیر کوٹلہ
منشی محمد جان صاحب وزیر آباد تاجر
خلیفہ نورالدین صاحب تاجر جموں
مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس پنشنر کلانور
مولوی خدا بخش صاحب جالندھر
شیخ عطا محمد صاحب اسٹامپ فروش چنیوٹ
میاں نجم الدین صاحب بھیرہ
مفتی فضل الرحمٰن صاحب بھیرہ
منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ضلع گورداسپور
شیخ محمد صدیق صاحب تاجر سیکھواں //
میاں جمال الدین صاحب تاجر // //
میاں امام الدین صاحب تاجر // //
میاں خیر الدین صاحب تاجر // //

مہر سون صاحب تاجر سیکھواں گورداسپور
حافظ نور محمد صاحب زمیندار فیض اللہ چک //
شیخ فضل الٰہی صاحب نمبردار // // //
// غلام علی صاحب // // //
// چراغ علی صاحب تھہ غلام نبی //
// شہاب الدین صاحب ککے زئی تھہ غلام نبی //
// امیر صاحب // // //
// امیر صاحب // // //
// شیر علی صاحب // // //
// احمد علی صاحب نمبردار وزیر چک //
میاں چراغ الدین صاحب منڈی کنال //
سیّد باقر علی صاحب بھیل ضلع گجرات
میاں عبدالغنی صاحب اوجلہ ضلع گورداسپور
محمد شفیع صاحب // //
نواب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر دینانگر //
میاں اللہ دیا صاحب //
مرزا سندھی بیگ صاحب //
حافظ محی الدین صاحب بھیرہ
حافظ محمد حسین صاحب واعظ قصبہ ڈنگہ ضلع گجرات

المشتھر ۔ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور

۷؍ مارچ ۱۸۹۸ء

گلزار محمدی پریس لاہور (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ سائز کے ۴ صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۲۸ تا ۳۴)

(۱۹۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جلسۂ طاعون

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ ایک جلسہ درباره ہدایاتِ طاعون قادیان میں منعقد ہو اور اس جلسہ میں گورنمنٹ انگریزی کی ان ہدایتوں کے فوائد جو طاعون کے بارے میں اب تک شائع ہوئی ہیں مع طبّی اور شرعی اُن فوائد کے جو اُن ہدایتوں کی مؤید ہیں اپنی جماعت کو سمجھائے جائیں اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے احباب حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اس جلسہ میں عیدالضحیٰ کے دن شامل ہو سکیں۔ اصل امر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس بات پر اطمینان نہیں ہے کہ ان ایّام گرمی میں طاعون کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ جیسا کہ پہلے اشتہار میں شائع کیا گیا ہے دو جاڑوں تک سخت اندیشہ ہے۔ لہٰذا یہ وقت ٹھیک وہ وقت ہے کہ ہماری جماعت بنی نوع کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی ہدایتوں کی دل وجان سے پیروی کر کے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیر اندیشی کا نمونہ دکھاوے۔ اور نہ صرف یہ کہ خود ہدایات گورنمنٹ کے پابند ہوں بلکہ کوشش کریں کہ دوسرے بھی اُن ہدایتوں کی پیروی کریں اور بد بخت احمقوں کی طرح فتنہ انگیز نہ بنیں۔ افسوس ہمارے ملک میں یہ سخت جہالت ہے کہ لوگ مخالفت کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اب گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے یہ ہدایتیں شائع ہوئیں کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ

گھر خالی کر دیا جائے۔ اس پر بعض جاہلوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ لیکن مَیں خیال کرتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کی طرف سے یہ حکم ہوتا کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ لوگ ہرگز اُس گھر کو خالی نہ کریں اور اسی میں رہیں تب بھی نادان لوگ اُس حکم کی مخالفت کرے اور دو تین واردات کے بعد اُس گھر سے نکلنا شروع کر دیتے۔ سچ تو یہ ہے کہ نادان انسان کسی پہلو سے خوش نہیں ہوتا۔ پس گورنمنٹ کو چاہیے کہ نادانوں کے بے جا واویلا سے اپنی سچی خیرخواہی رعایا کو ہرگز نہ چھوڑے کہ یہ لوگ اُن بچوں کا حکم رکھتے ہیں کہ جو اپنی ماں کی کسی کارروائی کو پسند نہیں کر سکتے۔ ہاں ایسی ہمدردی کے موقعہ پر نہایت درجہ کی ضرورت ہے کہ ایسی حکمت عملی ہو جو رُعب بھی ہو اور نرمی بھی ہو اور نیز اس ملک میں رسوم پردہ داری کی غایت درجہ رعایت چاہیے۔ اور اس مصیبت میں جو طاعون زدہ لوگوں اور اُن کے عزیزوں کو جو مشکلات اوقات بسری کے پیش آئیں شفقتِ پدری کی طرح حتی الوسع ان مشکلات کو آسان کرنا چاہیے بہتر ہے کہ اس وقت سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تا انجام بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔[1]

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۲۲ر اپریل ۱۸۹۸ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۴}$ کے ایک صفحہ پر درج ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۱۴، تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۳۵، ۳۶)

---

[1] **نوٹ**۔ یاد رہے کہ اگرچہ ہماری جماعت کا یہ ایک جلسہ ہے لیکن اگر کوئی شریف نیک اندیش اس جلسہ میں شامل ہونا چاہے تو خوشی سے اس کی شمولیت منظور کی جائے گی۔ منہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

میموریل

بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ

یہ میموریل اس غرض سے بھیجا جاتا ہے کہ ایک کتاب امّہات المومنین نام ڈاکٹر احمد شاہ صاحب عیسائی کی طرف سے مطبع آر پی مشن پریس گوجرانوالہ میں چھپ کر ماہ اپریل ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی اور مصنّف نے ٹائٹل پیج کتاب پر لکھا ہے کہ ’’یہ کتاب ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی تحدّی اور ہزار روپیہ کے انعام کے وعدہ کے معاوضہ میں شائع کی گئی ہے۔‘‘ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محرک اس کتاب کی تالیف کا محمد حسین مذکور ہے۔ چونکہ اس کتاب میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن کو کوئی مسلمان سُن کر رنج سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے لاہور کی انجمن حمایت اسلام نے اس بارے میں حضور گورنمنٹ میں میموریل روانہ کیا تا گورنمنٹ ایسی تحریر کی نسبت جس طرح مناسب سمجھے کارروائی کرے اور جس طرح چاہے کوئی تدبیر امن عمل میں لائے۔ مگر مَیں مع اپنی کثیر اور مع دیگر معزز مسلمانوں کے اس میموریل کا سخت مخالف ہوں۔ اور ہم سب لوگ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ کیوں اس انجمن کے ممبروں نے محض شتاب کاری سے یہ کارروائی کی[1]۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ کتاب اُمّہات المومنین کے مؤلّف نے نہایت دل

[1] انجمن کا ایسے وقت میں میموریل بھیجنا جبکہ ہزار کاپی امہات المومنین کی مسلمانوں میں مفت تقسیم کی گئی اور خدا جانے کئی ہزار اور قوموں میں شائع کی گئی بیہودہ حرکت ہے۔ کیونکہ اشاعت جس کا بند کرنا مقصود تھا کامل طور پر ہو چکی ہے۔ منہ

دکھانے والے الفاظ سے کام لیا ہے اور زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ باوجود ایسی سختی اور بدگوئی کے اپنے اعتراضات میں اسلام کی معتبر کتابوں کا حوالہ بھی نہیں دے سکا۔ مگر ہمیں ہرگز نہیں چاہیے کہ بجائے اس کے کہ ایک خطا کار کو نرمی اور آہستگی سے سمجھاویں اور معقولیت کے ساتھ اس کتاب کا جواب لکھیں یہ حیلہ سوچیں کہ گورنمنٹ اس کتاب کو شائع ہونے سے روک لے تا اس طرح پر ہم فتح پالیں کیونکہ یہ فتح واقعی فتح نہیں ہے بلکہ ایسے حیلوں کی طرف دوڑنا ہمارے عجز اور درماندگی کی نشانی ہوگی اور ایک طور سے ہم جبر سے مُنہ بند کرنے والے ٹھہریں گے۔ اور گو گورنمنٹ اس کتاب کو جلادے تلف کرے، کچھ کرے، مگر ہم ہمیشہ کے لیے اس الزام کے نیچے آجائیں گے کہ عاجز آکر گورنمنٹ کی حکومت سے چارہ جوئی چاہی۔ اور وہ کام لیا جو مغلوب الغضب اور جواب سے عاجز آجانے والے لوگ کیا کرتے ہیں۔ ہاں جواب دینے کے بعد ہم ادب کے ساتھ اپنی گورنمنٹ میں التماس کر سکتے ہیں کہ ہر ایک فریق اس پیرایہ کو جو حال میں اختیار کیا جاتا ہے ترک کر کے تہذیب اور ادب اور نرمی سے باہر نہ جائے۔ مذہبی آزادی کا دروازہ کسی حد تک کھلا رہنا ضروری ہے تا مذہبی علوم اور معارف میں لوگ ترقی کریں اور چونکہ اس عالَم کے بعد ایک اَور عالَم بھی ہے جس کے لئے ابھی سے سامان چاہیے اس لئے ہر ایک حق رکھتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہر ایک مذہب پر بحث کرے اور اس طرح اپنے تئیں اور نیز بنی نوع کو نجات اخروی کے متعلق جہاں تک سمجھ سکتا ہے اپنی عقل کے مطابق فائدہ پہنچاوے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ میں اس وقت ہماری یہ التماس ہے کہ جو انجمن حمایتِ اسلام لاہور نے میموریل گورنمنٹ میں اس بارے میں روانہ کیا ہے۔ وہ ہمارے مشورہ اور اجازت سے نہیں لکھا گیا بلکہ چند شتاب کاروں نے جلدی سے یہ جرأت کی ہے جو درحقیقت قابلِ اعتراض ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ ہم تو جواب نہ دیں اور گورنمنٹ ہمارے لئے عیسائی صاحبوں سے کوئی باز پُرس کرے یا اُن کتابوں کو تلف کرے بلکہ جب ہماری طرف آہستگی اور نرمی کے ساتھ اس کتاب کا ردّ شائع ہوگا تو خود وہ کتاب اپنی قبولیت اور وُقعت سے گر جائے گی اور اس طرح پر وہ خود تلف ہو جائے گی۔ اس لئے ہم بادب ملتمس ہیں کہ اس میموریل کی طرف جو انجمن مذکور کی طرف سے بھیجا گیا

ہے گورنمنٹ عالیہ ابھی کچھ توجہ نہ فرماوے[1] کیونکہ اگر ہم گورنمنٹ عالیہ سے یہ فائدہ اُٹھاویں کہ وہ کتابیں تلف کی جائیں یا اور کوئی انتظام ہوتو اس کے ساتھ ایک نقصان بھی ہمیں اُٹھانا پڑتا ہے کہ ہم اس صورت میں دین اسلام کو ایک عاجز اور فرو ماندہ دین قرار دیں گے کہ جو معقولیت سے حملہ کرنے والوں کا جواب نہیں دے سکتا اور نیز یہ ایک بڑا نقصان ہوگا کہ اکثر لوگوں کے نزدیک یہ امر مکروہ اور نامناسب سمجھا جائے گا کہ ہم گورنمنٹ کے ذریعہ سے اپنے انصاف کو پہنچ کر پھر کبھی اس کتاب کا ردّ لکھنا بھی شروع کر دیں اور درحالت نہ لکھنے جواب کے اس کے فضول اعتراضات ناواقفوں کی نظر میں فیصلہ ناطق کی طرح سمجھے جائیں گے اور خیال کیا جائے گا کہ ہماری طاقت میں یہی تھا جو ہم نے کرلیا سو اس سے ہماری دینی عزت کو اس سے بھی زیادہ ضرر پہنچتا ہے جو مخالف نے گالیوں سے پہنچانا چاہا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کتاب کو ہم نے عمداً تلف کرایا یا روکا پھر اسی کو مخاطب ٹھہرا کر اپنی کتاب کے ذریعہ سے پھر شائع کرنا نہایت نامعقول اور بیہودہ طریق ہوگا۔ اور ہم گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دردناک دل سے اُن تمام گندے اور سخت الفاظ پر صبر کرتے ہیں جو صاحب اُمہات المومنین نے استعمال کئے ہیں اور ہم اس مؤلف اور اس کے گروہ کو ہرگز کسی قانونی مؤاخذہ کا نشانہ بنانا نہیں چاہتے کہ یہ امر اُن لوگوں سے بہت ہی بعید ہے کہ جو واقعی نوع انسان کی ہمدردی اور سچی اصلاح کے جوش کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض کر دینے کے لائق ہے کہ اگرچہ ہماری جماعت بعض امور میں دوسرے مسلمانوں سے ایک جزئی اختلاف رکھتی ہے مگر اس مسئلہ میں کسی سمجھ دار مسلمان کو اختلاف نہیں کہ دینی حمایت کے لئے ہمیں کسی جوش یا اشتعال کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ ہمارے لئے قرآن میں یہ حکم ہے۔ **وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ**[2]

---

[1] ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ انجمن کا یہ میموریل بعد از وقت ہے کیوں کہ مؤلف اُمہات المومنین کی طرف سے جو ضرر روکنے کی لائق تھا وہ ہمیں پہنچ چکا اور پورے طور پر پنجاب، ہندوستان میں اس کتاب کی اشاعت ہوگئی۔ سو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اب ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ سے کیا مانگیں اور وہ کیا کرے۔ منہ

[2] العنکبوت : ۴۷

اور دوسری جگہ یہ حکم ہے کہ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ[1] اس کے معنے یہی ہیں کہ نیک طور پر اور ایسے طور پر جو مفید ہو عیسائیوں سے مجادلہ کرنا چاہیے اور حکیمانہ طریق اور ایسے ناصحانہ طور کا پابند ہونا چاہیے کہ اُن کو فائدہ بخشے۔ لیکن یہ طریق کہ ہم گورنمنٹ کی مدد سے یا نعوذ باللہ خود اشتعال ظاہر کریں ہرگز ہمارے اصل مقصود کو مفید نہیں ہے۔ یہ دنیاوی جنگ و جدل کے نمونے ہیں اور سچے مسلمان اور اسلامی طریقوں کے عارف ہرگز ان کو پسند نہیں کرتے کیونکہ اُن سے وہ نتائج جو ہدایت بنی نوع کے لئے مفید ہیں پیدا نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حال میں پرچہ مخبر دکن میں جو مسلمانوں کا ایک اخبار ہے ماہِ اپریل کے ایک پرچہ میں اسی بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ رسالہ اُمہات المومنین کے تلف کرنے یا روکنے کے لئے گورنمنٹ سے ہرگز التجا کرنی نہیں چاہیے کہ یہ دوسرے پیرایہ میں اپنے مذہب کی کمزوری کا اعتراف ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ہم جانتے ہیں کہ اخبار مذکورہ کی اس رائے کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی جس سے ہم کہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کی یہی رائے ہے کہ اس طریق کو جس کا انجمن مذکور نے ارادہ کیا ہے ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ اس میں کوئی حقیقی اور واقعی فائدہ ایک ذرّہ برابر بھی نہیں ہے۔ اہل علم مسلمان اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بارے میں ایک پیشگوئی ہے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے وصیّت کے طور پر ایک حکم ہے جس کو ترک کرنا سچے مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا. وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[2] سورۂ آل عمران۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تمہارے مالوں اور جانوں پر بلا بھیج کر تمہاری آزمایش کرے گا اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی دُکھ دینے والی باتیں سنو گے سو اگر تم صبر کرو گے اور اپنے تئیں ہر ایک نا کردنی امر سے بچاؤ گے تو خدا کے نزدیک اولوالعزم لوگوں میں سے ٹھہرو گے۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور یہ اس زمانہ کے لئے مسلمانوں کو وصیّت کی گئی ہے کہ جب ایک مذہبی آزادی کا زمانہ ہوگا اور جو کوئی کچھ سخت گوئی کرنا

[1] النحل : ۱۲۶ [2] اٰل عمران : ۱۸۷

چاہے وہ کر سکے گا۔ جیسا کہ یہ زمانہ ہے۔ سو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے لئے تھی اور اسی زمانہ میں پُوری ہوئی۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ جو اس آیت میں اَذًی کَثِیْرًا کا لفظ ایک عظیم الشّان ایذاءِ لسانی کو چاہتا ہے وہ کبھی کسی صدی میں اس سے پہلے اسلام نے دیکھی ہے؟ اس صدی سے پہلے عیسائی مذہب کا یہ طریق نہ تھا کہ اسلام پر گندے اور ناپاک حملے کرے بلکہ اکثر ان کی تحریریں اور تالیفیں اپنے مذہب تک ہی محدود تھیں۔ قریباً تیرھویں صدی ہجری سے اسلام کی نسبت بدگوئی کا دروازہ کھلا جس کے اوّل بانی ہمارے ملک میں پادری فنڈل صاحب تھے۔ بہر حال اس پیشگوئی میں مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ جب تم دلآزار کلمات سے دُکھ دیئے جاؤ اور گالیاں سنو تو اس وقت صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ سو قرآنی پیشگوئی کے مطابق ضرور تھا کہ ایسا زمانہ بھی آتا کہ ایک مقدس رسول کو جس کی اُمت سے ایک حصّہ کثیر دُنیا کا پُر ہے۔ عیسائی قوم جیسے لوگ جن کا تہذیب کا دعویٰ تھا گالیاں دیتے اور اس بزرگ نبی کا نام نعوذ باللہ زانی اور ڈاکو اور چور رکھتے اور دُنیا کے سب بدتروں سے بدتر ٹھہراتے۔ بے شک یہ اُن لوگوں کے لئے بڑے رنج کی بات ہے جو اس پاک رُسول کی راہ میں فدا ہیں اور ایک دانشمند عیسائی بھی احساس کر سکتا ہے کہ جب مثلاً ایسی کتاب اُمہات المومنین میں ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ زنا کار کے نام سے پکارا گیا ہے اور گندے گندے تحقیر کے الفاظ آنجناب کے حق میں استعمال کئے گئے اور پھر عمداً ہزار کاپی کی محض دلوں کے دُکھانے کے لئے عام اور خاص مسلمانوں کو پہنچائی گئی اس سے کس قدر دردناک زخم عام مسلمانوں کو پہنچے ہوں گے۔ اور کیا کچھ اُن کے دلوں کی حالت ہوئی ہوگی۔ اگرچہ بدگوئی میں یہ کچھ پہلی ہی تحریر نہیں ہے۔ بلکہ ایسی تحریروں کی پادری صاحبوں کی طرف سے کروڑہا تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ مگر یہ طریق دل دُکھانے کا ایک نیا طریق ہے کہ خواہ نخواہ غافل اور بے خبر لوگوں کے گھروں میں یہ کتابیں پہنچائی گئیں۔ اور اسی وجہ سے اس کتاب پر بہت شور بھی اُٹھا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ پادری عمادالدین اور پادری ٹھاکرداس کی کتابیں اور نور افشاں کی پچیس سال کی مسلسل تحریریں سختی میں اس سے کچھ کم نہیں ہیں۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ مگر ہمیں تو آیت موصوفہ بالا میں یہ تاکیدی حکم ہے کہ جب ہم

ایسی بدزبانی کے کلمات سُنیں جس سے ہمارے دلوں کو دُکھ پہنچے تو ہم صبر کریں۔ اور کچھ شک نہیں کہ جلد تر حکّام کو اس طرف متوجہ کرنا یہ بھی ایک بے صبری کی قسم ہے اس لئے عقل منداور دوراندیش مُسلمان ہرگز اس طریق کو پسند نہیں کرتے کہ گورنمنٹ عالیہ تک اس بات کو پہنچایا جائے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے قرآن میں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ دین اسلام میں اکراہ اور جبر نہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ[1] اور جیسا کہ فرماتا ہے کہ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ[2]۔ لیکن اس قسم کے حیلے اکراہ اور جبر میں داخل ہیں جس سے اسلام جیسا پاک اور معقول مذہب بدنام ہوتا ہے۔

غرض اس بارے میں مَیں اور میری جماعت اور تمام اہل علم اور صاحب تدبر مسلمانوں میں سے اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ کتاب اُمہات المومنین کی لغو گوئی کی یہ سزا نہیں ہے کہ ہم اپنی گورنمنٹ مُحسنہ کو دست اندازی کے لئے توجہ دلادیں۔ گو خود دانا گورنمنٹ اپنے قوانین کے لحاظ سے جو چاہے کرے۔ مگر ہمارا صرف فرض ہونا چاہیے کہ ہم ایسے اعتراضات کا کہ جو درحقیقت نہایت نادانی یا دھوکہ دہی کی غرض سے کئے گئے ہیں۔ خوبی اور شایستگی کے ساتھ جواب دیں اور پبلک کو اپنی حقیّت اور اخلاق کی روشنی دکھلائیں۔ اسی غرض کی بنا پر یہ میموریل روانہ کیا گیا ہے۔ اور تمام جماعت ہماری معزز مسلمانوں کی اسی پر متفق ہے۔

الراقـــــــــــــــــم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۴؍ ماہِ مئی ۱۸۹۸ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے چار صفحوں پر ہے مطبع کا نام درج نہیں۔ محمد اسمٰعیل پریس مین کا نام اس پر لکھا ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۹، تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۳۶ تا ۴۱)

---

[1] البقرۃ : ۲۵۷ [2] یونس : ۱۰۰

(۱۹۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اپنی جماعت کو متنبّہ کرنے کے لیے ایک ضروری اشتہار

میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سُنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مُریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی اُن کے نزدیک نہ آ سکے۔ وہ پنجوقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر اُن کے وجود میں نہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ جس کے زیر سایہ اُن کے مال اور جانیں اور آبروئیں محفوظ ہیں بصدق دل اس کے وفادار تابعدار رہیں اور تمام انسانوں کی ہمدردی اُن کا اُصول ہو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے

بچاویں اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اِتلافِ حقوق اور بے جا طرف داری سے باز رہیں اور کسی بد صحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو اُن کے ساتھ آمدورفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے یا اس گورنمنٹ مُحسنہ کا خیرخواہ نہیں یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بیوجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دور کرو۔ اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔ اور چاہیے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو اور چاہیے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔

یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو مَیں ابتدا سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ اُن تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہیے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو۔ اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو۔ اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہروگے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دُنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور

پرہیز گاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہوجائے۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سوتم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا۔

چاہے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بَری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزہ ہوں اور تمہارے اندر بجز راستی اور ہمدردیٔ خلائق کے اَور کچھ نہ ہو۔ میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلیٰ نمونہ دکھائیں گے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اَور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سُنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھا ہے یا کسی اَور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔

ابھی مَیں نے چند ایسے آدمیوں کی شکایت سُنی تھی کہ وہ پنجوقت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ اُن کی مجلسوں میں ٹھٹھے اور ہنسی اور حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا اور بعض کی نسبت شک کیا گیا تھا کہ وہ پرہیز گاری کے پاک اُصول پر قائم نہیں ہیں اس لئے میں نے بلا توقف ان سب کو یہاں سے نکال دیا ہے کہ تا دوسروں کے ٹھوکر کھانے کا موجب نہ ہوں۔ اگرچہ شرعی طور پر اُن پر کچھ ثابت نہ ہوا۔ لیکن اس کارروائی کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ شکّی طور پر اُن کی نسبت شکایت ہوئی۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راستبازی میں ایک روشن نمونہ دکھاتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص اُن کے حق میں بول سکتا۔ مَیں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت اُن

لوگوں میں سے نہ تھے جنہوں نے راستبازی کی تلاش میں ہماری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے طیار کیا جاتا ہے اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہوسکتی۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں اُن کے دل خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ لوگوں کے لئے ظاہر کریں گے۔

والسلام

الراقم

خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور

۲۹؍ مئی ۱۸۹۸ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۲}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۴۲ تا ۴۵)

(۱۹۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اپنی جماعت کے لیے ضروری اشتہار

چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم اس کی بزرگ عنایات سے ہماری جماعت کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہے اور اب ہزاروں تک اُس کی نوبت پہنچ گئی اور عنقریب بفضلہٖ تعالیٰ لاکھوں تک پہنچنے والی ہے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اُن کے باہمی اتحاد کے بڑھانے کے لئے اور نیز اُن کو اہل اقارب کے بد اثر اور بد نتائج سے بچانے کے لئے لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاحوں کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصّب اور عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ تک پہنچ گئے ہیں ان سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ وہ توبہ کر کے اسی جماعت میں داخل نہ ہوں اور اب یہ جماعت کسی بات میں اُن کی محتاج نہیں۔ مال میں دولت میں علم میں فضلیت میں خاندان میں پرہیزگاری میں خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجّال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثنا خوان اور تابع ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے

علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔ سو تمام جماعت توجہ سے سن لے کہ راست باز کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے اس لئے مَیں نے انتظام کیا ہے کہ آئندہ خاص میرے ہاتھ میں مستور اور مخفی طور پر ایک کتاب رہے جس میں اس جماعت کی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام لکھے رہیں۔ اور اگر کسی لڑکی کے والدین اپنے کنبہ میں ایسی شرائط کا لڑکا نہ پاویں جو اپنی جماعت کے لوگوں میں سے ہو اور نیک چلن اور نیز اُن کے اطمینان کے موافق لائق ہو۔ ایسا ہی اگر ایسی لڑکی نہ پاویں تو اس صورت میں اُن پر لازم ہوگا کہ وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جماعت میں سے تلاش کریں۔ اور ہر ایک کو تسلّی رکھنی چاہیے کہ ہم والدین کے سچے ہمدرد اور غم خوار کی طرح تلاش کریں گے۔ اور حتی الوسع یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی جو تلاش کئے جائیں اہل رشتہ کے ہم قوم ہوں یا اگر یہ نہیں تو ایسی قوم میں سے ہوں جو عرف عام کے لحاظ سے باہم رشتہ داریاں کر لیتے ہوں۔ اور سب سے زیادہ یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی نیک چلن اور لائق بھی ہوں اور نیک بختی کے آثار ظاہر ہوں۔ یہ کتاب پوشیدہ طور پر رکھی جائے گی اور وقتاً فوقتاً جیسی صورتیں پیش آئیں گی اطلاع دی جائے گی اور کسی لڑکے یا لڑکی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کی جائے گی جب تک اس کی لیاقت اور نیک چلنی ثابت نہ ہو جائے۔ اس لئے ہمارے مخلصوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی ایک فہرست اسماء بقید عمر و قومیّت بھیج دیں تا وہ کتاب میں درج ہو جائے۔ مندرجہ ذیل نمونہ کے لحاظ رہے

نام دختر یا پسر	نام والد	نام شہر بقید محلّہ و ضلع	عمر دختر یا پسر

الراقم خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور

۷؍جون ۱۸۹۸ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۰}{۲۶}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۴۵، ۴۶)

(۱۹۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مرادِ ما نصیحت بود کردیم

دوائے طاعون

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایک دوا علاجِ طاعون کے لئے بصرف مبلغ دو ہزار پانسو روپیہ طیار ہوئی ہے۔[1] اور ساتھ اس کے ظاہر بدن پر مالش کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ بھی بنائی گئی ہے یعنی وہ مرہم جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اُن چوٹوں کے لئے بنائی گئی تھی جبکہ نا اہل یہودیوں نے آپ کو صلیب پر کھینچا تھا۔ یہی مبارک مرہم چالیس دن برابر مسیح علیہ السلام کے صلیبی زخموں پر لگتی رہی اور اسی سے

[1] اگر یہ دوا یعنی تریاق الٰہی ذیابطیس کے لئے یا اختناق الرحم کے لئے یا دماغ اور نخاع اور اعصاب اور معدہ کی کمزوری کے لئے یا معمولی قویٰ کی کمی کے لئے استعمال کرنی ہو تو کافور وغیرہ عرقیات کے ملانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہاں وزن حسب برداشت بڑھا دیں اور یہ دوا حسب الہامِ الٰہی طیار ہوئی ہے۔ عام طور پر تقسیم کی گنجائش نہیں الّا ماشاء اللہ۔ اور یہ دوا نزلات اور کھانسی اور مقدمہ سل کے لئے بہت مفید ہے۔ اور یاد رہے کہ قبل اس کے کہ یہ روپیہ ہماری تحویل میں آئے خود بخود ہمارے سرگرم دوستوں نے حسب تجویز میرے دوائیں خرید لیں۔ اور اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے دو ہزار روپیہ کے یاقوت رمّانی دیئے اور ایسا ہی اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب اور سردار نواب محمد علی خان صاحب نے لِلّٰہ مدد دی اور ڈاکٹر بوڑیخاں صاحب اسسٹنٹ سرجن قصور اور منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ اور کئی اور دوست جن کا ذکر موجب تطویل ہے اس کارِ خیر کی امداد میں شریک ہوئے اور یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ اس وقت جبکہ خدانخواستہ پنجاب میں طاعون کے پھیلنے کا احتمال ہو یہ دوا لِلّٰہ تقسیم کر دی جائے مگر کم سے کم چالیس دن مرض سے پہلے اس کا استعمال چاہیے۔ منہ

خدا تعالیٰ نے آپ کو شفا بخشی گویا دوبارہ زندگی ہوئی۔ یہ مرہم طاعون کے لئے بھی نہایت درجہ مفید ہے بلکہ طاعون کی تمام قسموں کے لئے فائدہ مند ہے۔ مناسب ہے کہ جب **نَعُوْذُ بِاللّٰہ** بیماریِ طاعون نمودار ہو تو فی الفور اس مرہم کو لگانا شروع کر دیں کہ یہ مادۂ سمّی کی مدافعت کرتی ہے اور پھنسی یا پھوڑے کو طیار کر کے ایسے طور سے پھوڑ دیتی ہے کہ اس کی سمیّت دل کی طرف رجوع نہیں کرتی اور نہ بدن میں پھیلتی ہے۔ لیکن کھانے کی دوا جس کا نام ہم نے تریاقِ الٰہی رکھا ہے اس کے استعمال کا طریق یہ ہے کہ اوّل بقدر فلفل گرد کھانا شروع کریں اور پھر حسبِ برداشت مزاج بڑھاتے جائیں اور ڈیڑھ ماشہ تک بڑھا سکتے ہیں اور بچوں کے لئے جن کی عُمر دس برس سے کم ہے ایک یا ڈیڑھ رتی تک دی جا سکتی ہے اور طاعون سے محفوظ رہنے کے لئے جب یہ دوا کھائیں تو مفصّلہ ذیل دواؤں کے ساتھ اس کو کھانا چاہیے۔ کیمفر کو ۱۵ قطرہ، وائنم اپی کاک ۹ قطرہ، سپرٹ کلورا فارم ۱۵ قطرہ، عرق کیوڑہ ۵ تولہ، عرق سلطان الاشجار یعنی سرس ۵ تولہ باہم ملا کر تین چار تولہ پانی ڈال کر گولی کھانے کے بعد پی لیں۔ اور یہ خوراک اوّل حالت میں ہے ورنہ حسب برداشت کیمفر کو ساٹھ[۶۰] بوند تک اور وائنم اپی کاک چالیس[۴۰] بوند تک اور سپرٹ کلورا فارم ساٹھ[۶۰] بوند تک اور عرق کیوڑہ بیس[۲۰] تولہ تک اور عرق سرس یعنی سلطان الاشجار پچیس[۲۵] تولہ تک ہر ایک شخص استعمال کر سکتا ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ وزن بیان کردہ کے اندر اندر حسب تجربہ تحمل طبیعت ان ادویہ کو بڑھاتے جائیں تا پورا وزن ہو کر جلد طبیعت میں اثر کرے مگر بچوں میں بلحاظ عمر کم مقدار دینا چاہیے۔ اور اگر تریاق الٰہی میسر نہ آ سکے تو پھر عمدہ جدوار کو سرکہ میں پیس کر بقدر سات[۷] رتی بڑوں کے لئے اور بقدر دو دو رتی چھوٹوں کے لئے گولیاں بنا لیں۔ اور اس دوا کے ساتھ صبح شام کھاویں۔ حتی المقدور ہر روز غسل کریں اور پوشاک بدلیں اور بدررویں گندی نہ ہونے دیں اور مکان کی اُوپر چھت میں رہیں اور مکان صاف رکھیں اور خوشبودار چیزیں عود وغیرہ جلاتے رہیں اور کوشش کریں کہ مکانوں میں تاریکی اور حبس ہوا نہ ہو اور گھر میں اس قدر ہجوم نہ ہو کہ بدنی عفونتوں کے پھیلنے کا احتمال ہو۔ جہاں تک ممکن ہو گھروں میں لکڑی اور خوشبودار چیزیں بہت جلاویں اور اس قدر گھر کو گرم رکھیں کہ گویا گرمی کے موسم

سے مشابہ ہو اور گندھک بھی جلاویں اور گھر میں بہت سے کچے کوئلے اور چونہ بھی رکھیں اور درونج عقربی کے ہار پرو کر دروازوں پر لٹکاویں۔ اور سب سے ضروری بات یہ کہ خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دل کو صاف کریں اور نیک اعمال میں مشغول ہوں۔ وَالسَّلام

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۳؍ جولائی ۱۸۹۸ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان۔ تعداد ۲۰۰۰ (محمد اسمٰعیل پریس مین)

(یہ اشتہار ۲۰/۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۴۷، ۴۸)

(۱۹۶)

اشتہار واجب الاظہار

متعلق کتب دفتر ضیاء الاسلام قادیان

چونکہ ہمارے مطبع میں ہمیشہ نو تالیف کتابیں جو میری تالیفات میں سے ہیں چھپتی رہتی اس لئے یہ اندیشہ ہمیشہ دامنگیر رہتا ہے۔ کہ کوئی کتاب ہمارے شائع کرنے سے پہلے کسی اتفاق سے دفتر سے نکل جائے یا بطور خیانت کسی بیرونی آدمی کی چالاکی سے کسی کو پہنچ نہ جائے لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اس اندیشہ کے دُور کرنے کے لئے کوئی احسن انتظام کیا جائے اس لئے عام طور پر اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی کتاب جب تک کہ اس پر مُہر اور میرے دستخط موجود نہ ہوں جائز طور پر شائع کردہ نہ سمجھی جائے۔ بلکہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس کتاب پر صرف مُہر ہو اور میرے دستخط ساتھ نہ ہوں وہ بھی مسروقہ ہے اور جس پر مُہر اور میرے خاص دستخط دونوں موجود ہوں وہ کتاب مسروقہ نہیں ہے۔ اور جس پر نہ مُہر اور نہ دستخط ہو وہ اس انتظام سے پہلے کی ہے اور بہر حال اُس کو جائز طور پر شائع شدہ سمجھنا چاہیے اور یہ انتظام آیندہ کے لئے ہے کیونکہ اب دفتر کی تمام موجود کتابوں پر مُہر لگا دی گئی ہے اور دستخط نہیں کئے۔ آیندہ ہر ایک کتاب جو جائز طور پر ہماری مرضی اور اجازت سے کسی طرف روانہ ہوگی تو اس پر دستخط کر دیئے جائیں گے اس لئے جو کتاب بغیر ہمارے دستخط کے صرف مہر ہی رکھتی ہوگی وہ کتاب اگر کسی اور کے پاس پائی جائے تو اس کو مسروقہ سمجھا جائے گا اور مُہر میں یہ الفاظ

ہوں گے۔ (اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ [۱۳۱۶ھ] [۱۸۹۷ء]) اور دستخط میں ہمارا نام مع تاریخ ہوگا۔ اور اب جو چند کتابیں جیسے کتاب ایّام الصُّلح اردو و فارسی اور کتاب **ترغیب المؤمنین** اور کتاب فریادِ درد اور کتاب **نجم الھُدیٰ** زیر تالیف ہیں۔ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ جب یہ شائع ہوں گی تو دستخط اور مُہر کے ساتھ شائع کی جائیں گی۔ اور ان کتابوں میں سے جو کتاب بغیر دستخط اور مُہر کے کسی کے پاس پائی جائے تو اس کو مسروقہ سمجھنا چاہیے۔ اور ایسا آیندہ جو کتاب اگست ۱۸۹۸ء کے بعد کی نئی تصنیف نکلے اس کے لئے بھی یہی قاعدہ تصور کرنا چاہیے یعنی مُہر اور دستخط دونوں کا ہونا ضروری ہوگا اور جس کتاب پر جو اس تاریخ سے بعد کی تالیف ہو مُہر اور دستخط دونوں نہ ہوں گے یا اُن میں سے صرف مُہر ہی ہوگی تو وہ بہرحال مسروقہ قرار دی جائے گی۔ یاد رہے کہ مُہر اور دستخط پہلے صفحہ پر ہوں گے جہاں سے مضمون شروع ہوتا ہے۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان

۲۰ ستمبر ۱۸۹۸ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (اسمٰعیل)

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

تعداد ۷۰۰

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۴۹، ۵۰)

(۱۹۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

رَحِمَ اللّٰہُ عَبۡدًا سَمِعَ کَلَامَنَا

خدا اُس پر رحم کرے جو ہماری بات کو سُنے

ہماری جماعت میں ہمارے ایک دوست ہیں نو جوان اور نوعمر اور خوش شکل اور قوی اور پُورے تندرست۔ قریباً بائیس یا تئیس برس کی اُن کی عُمر ہوگی۔ اور جہاں تک مَیں نے اُن کے حالات میں غور کیا ہے مَیں انہیں ایک جوان صالح اور مہذب اور نیک مزاج اور خوش خلق اور غریب طبع اور نیک چلن اور دیندار اور پرہیزگار خیال کرتا ہوں۔ وَاللّٰہُ حَسِیۡبُہٗ ۔ ماسوا اس کے وہ ایک ہونہار جوان ہیں۔ تعلیم یافتہ جو ایم اے کا درجہ حاصل کر چکے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب وہ کسی معزز عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ کے مستحق ہیں۔ اُن کو اپنی شادی کے لئے ایک ایسے رشتہ کی ضرورت ہے۔ جہاں بیہودہ رسوم اور اسراف نہ ہو۔ اور لڑکی میں عقل اور شکل اور نیک چلنی اور کسی قدر نوشت خواند کی ضروری شرطیں پائی جائیں۔

میری رائے میں اس لڑکی کی بڑی خوش نصیبی ہوگی جو ایسے جوان صالح ہونہار کے گھر میں آئے۔ مَیں بہت خوش ہوں گا اگر کوئی شخص میرے دوستوں اور میری جماعت میں سے صفات مذکورہ کے ساتھ اپنی لڑکی رکھتا ہوں اور اس تعلق کو قبول کرے۔ مجھے اس جوان ایم اے پر نہایت نیک ظن ہے

اورمَیں گمان کرتا ہوں کہ یہ رشتہ مبارک ہوگا یہ تمام خط وکتابت مجھ سے کرنی چاہیئے مگر اس صورت میں جبکہ پختہ ارادہ ہو۔اور نیز بات فی الواقع شرائط کے موافق ہوتا کہ میرا وقت ضائع نہ ہو۔

وَالسَّلام

۲۷/ اکتوبر ۱۸۹۸ء

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبع ضیاء الاسلام قادیان (اسمٰعیل)

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵۰، ۵۱)

(۱۹۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم
رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡفَاتِحِیۡنَ [۱]

اٰمین

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں

اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں

جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السّنہ دیکھے ہوں گے وہ اگر چاہیں تو محض لِلّٰہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ ایک وہ زمانہ تھا جو اُن کا پرچہ اشاعۃ السنہ کَفِّ لِسَان اور تقویٰ اور پرہیز گاری کے طریق کا مؤید تھا اور کفر کے ننانوے وجوہ کو ایک ایمان کی وجہ پائے جانے سے کالعدم قرار دیتا تھا اور آج وہی پرچہ ہے جو ایسے شخص کو کافر اور دجّال قرار دے رہا ہے جو کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کا قائل اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء سمجھتا اور تمام ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہے اور اہلِ قبلہ میں سے ہے۔ اور ان کلمات کو سُن کر شیخ صاحب اور اُن کے ہم زبان یہ جواب دیتے ہیں کہ تم لوگ دراصل کافر اور منکر اسلام اور دہریہ ہو

---

[۱] الاعراف:۹۰

صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنا اسلام ظاہر کرتے ہو۔ گویا شیخ صاحب اور اُن کے دوستوں نے ہمارے سینوں کو چاک کر کے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے اندر کفر بھرا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کی تائید میں اپنے نشان بھی دکھلائے مگر وہ نشان بھی حقارت اور بے عزتی کی نظر سے دیکھے گئے اور کچھ بھی ان نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ مسلمانوں میں آپ کے فتویٰ کفر کی وجہ سے روز بروز تفرقہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اب اس بات سے نومیدی کلّی ہے کہ آپ مباحثات سے کسی بات کو مان لیں اور نہ ہم آپ کی بے ثبوت باتوں کا مان سکتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر لیں۔ کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا فیصلہ ہے جس کو مباہلہ کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لیے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے اور یہ شرط الہام کی بنا پر ہے لیکن تاہم آپ کو اختیار ہے کہ اپنے مباہلہ کا اثر تین دن یا ایک دم ہی رہنے دیں کیونکہ مباہلہ دونوں جانب کی لعنت اور بددُعا کا نام ہے۔ آپ اپنے بددُعا کے اثر کی مدّت قرار دینے میں اختیار رکھتے ہیں۔ ہماری بددُعا کے اثر کا وقت ٹھہرانا آپ کا اختیار نہیں ہے۔ یہ کام ہمارا ہے کہ ہم وقت ٹھہراویں اس لئے آپ کو ضِد نہیں کرنی چاہیے۔ آپ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ شخص ملہم کو جہاں تک شریعت کی سخت مخالفت پیدا نہ ہو اپنے الہام کی متابعت ضروری ہے لہٰذا ایک سال کی شرط جو الہام کی بنا پر ہے اس وجہ سے ردّ نہیں ہو سکتی کہ حدیث میں ایک سال کی شرط بصراحت موجود نہیں۔ کیونکہ اوّل تو حدیث مباہلہ میں ایک سال کا لفظ موجود ہے اور اس سے انکار دیانت کے برخلاف ہے۔ پھر اگر فرض کے طور پر حدیث میں سال کا لفظ موجود بھی نہ ہوتا تو چونکہ حدیث میں ایسا لفظ بھی موجود نہیں جو سال کی شرط کی حرام اور ممنوع ٹھیراتا ہو اس لئے آپ ہی حرام اور ناجائز قرار دے دینا امانت سے بعید ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی عادت فوری عذاب تھا تو قرآن شریف میں یا تعلیم رسُول صلے اللہ علیہ وسلم میں اُس کی تصریح ہونی چاہیے تھی لیکن

تصریح تو کیا اس کے برخلاف عمل درآمد پایا گیا ہے۔ دیکھو مکّہ والوں کے عذاب کے لئے ایک برس کا وعدہ دیا گیا تھا اور یونسؑ کی قوم کے عذاب کے لئے چالیس دن مقرر ہوئے تھے بلکہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بعض عذابوں کی پیشگوئی صدہا برس کے وعدوں پر کی گئی ہے۔ پھر خواہ کچّے اور بیہودہ بہانے کر کے اور سراسر بددیانتی کو شیوہ ٹھہرا کر طریق فیصلہ سے گریز کرنا اُن علماء کا کام نہیں ہو سکتا جو دیانت اور امانت اور پرہیزگاری کا دم مارتے ہوں۔ اگر ایک شخص درحقیقت مفتری اور جھوٹا ہے تو خواہ مباہلہ ایک سال کی شرط پر ہو خواہ دس سال کی شرط پر افترا کرنے والا کبھی فتح یاب نہیں ہو سکتا۔

غرض نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مُباہلہ کو جو نہایت نیک نیّتی سے کی گئی تھی شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں زیادہ نہیں[1] حالانکہ حدیث شریف میں سال کا لفظ تو ہے مگر تین دن کا نام و نشان نہیں اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حدیث میں جیسا کہ تین دن کی کہیں تحدید نہیں۔ ایسا ہی ایک سال کی بھی نہیں۔ تاہم ایک شخص جو الہام کا دعویٰ کر کے ایک سال کی شرط پیش کرتا ہے علماء اُمّت کا حق ہے کہ اُس پر حجت پوری کرنے کے لئے ایک سال ہی منظور کر لیں۔ اس میں تو حمایتِ شریعت ہے تا مدّعی کو آئندہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ ’’خدا لکھ چکا ہے کہ مَیں اور میرے نبی اور میرے پر ایمان لانے والے غالب رہیں گے۔‘‘ سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہِ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے نیک نیّتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق اختیار کیا ایک گندہ اور گالیوں سے پُر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے۔ اور مَیں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ جو مَیں نے کی ہے یہ کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر مَیں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ **اشاعة السُّنه** میں بار بار مجھ کو کذّاب اور دجّال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اُس نے

---

[1] عجیب بات ہے کہ ایک طرف مباہلہ سے انکار اور پھر گالیاں دینے میں اصرار ہے۔ منہ

اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰؍ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولیٰ اگر مَیں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ[۱۳] ماہ کے اندر یعنی پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵؍ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلّت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولیٰ میرے منعم میری اُن نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور مَیں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو مَیں عاجزی سے دُعا کرتا ہوں کہ ان **تیرہ[۱] (۱۳) مہینوں میں جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵؍ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کیے جائیں گے** شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلّت کی مار سے دُنیا میں رُسوا کر غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور مَیں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلّت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل رُسوا اور **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ** کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین۔

یہ دُعا تھی جو مَیں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ **مَیں ظالم کو ذلیل اور رُسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا[۲]** اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ **اِنَّ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سَيَنَا لُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ . ضَرْبُ اللّٰهِ اَشَدُّ مِنْ ضَرْبِ النَّاسِ. اِنَّمَا اَمْرُنَا اِذَا اَرَدْنَا شَيْئًا اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ. أَتَعْجَبُ لِاَمْرِىْ. اِنِّىْ مَعَ الْعُشَّاقِ. اِنِّىْ اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُوالْمَجْدِ وَالْعُلٰى . وَيَعُضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ. وَيُطْرَحُ بَيْنَ يَدَىَّ. جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا. وَ تَرْ هَقُهُمْ ذِلَّةٌ. مَالَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ فَاصْبِرْ**

---

[۱] یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے۔ منه

[۲] ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ منه

حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ .اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ.

یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ اُن پر کھولے گا۔[1]

اب ہم ذیل میں شیخ محمد حسین کا وہ اشتہار لکھتے ہیں جو جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام پر شائع کیا گیا ہے تا خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے وقت دونوں اشتہارات کے پڑھنے سے حق کے طالب عبرت اور نصیحت پکڑ سکیں۔ اور عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سچے کی ذلّت کے لیے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا اُن کو ذلیل کرے گا اور میعاد پندرہ[۱۵] دن دسمبر ۱۸۹۸ء سے تیرہ[۱۳] مہینے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور ۱۴؍دسمبر ۱۸۹۸ء تک جو دن ہیں وہ توبہ اور رجوع کے لئے مُہلت ہے۔ فقط

۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تعداد ۱۴۰۰

---

[1] اس فیصلہ کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے۔ جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کرے گا۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا۔ خدا تعالیٰ سچوں کو فتح بخشے۔ آمین۔ منہ

نقل کفر کفر نباشد
الامر فوق الادب
راقم کاتب

نقل مطابق اصل

’’سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب‘‘

’’دجّال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب‘‘

’’دجّال کادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا[۱] اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دل آزار الفاظ کو بند رکھے (چنانچہ **اشاعة السّنہ** نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں بہ تفصیل بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دل آزاری سے زبان کو بند کرنا پڑا۔ اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دُکانداری میں نقصان واقع ہوا تو یہ کام اُس نے اپنے نائبین (......) کے ذریعہ شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اُس کے نائب کر رہے ہیں۔ اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دل آزاری میں مصروف ہیں۔ ازانجملہ بعض کا ذکر **اشاعة السّنہ** نمبر ۳ جلد نمبر ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ وازانجملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے کہ اس کے چند نائبین............ لاہور ولدھیانہ و پٹیالہ وشملہ نے مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کئے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دل آزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور کادیانی کی نیابت **اشاعة السّنہ** نمبر ۸ و ۱۲ جلد ۱۵

---

[۱] اس کے جواب میں بجز لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ کیا کہیں۔ کپتان ڈگلس صاحب نے شیخ محمد حسین کو دبایا تھا اور کرسی کی درخوست پر جھڑکیاں دی تھیں مگر مجھے کُرسی دی اور عزت کی۔ **من المشتہر**

کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لئے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس مُنہ سے مولانا مولوی صاحب کو مُباہلہ کے لئے بُلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگذاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اُن لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے البتہ اُن کے مرشد دجّال اکبر کذّاب العصر سے مباہلہ کرنے کے لئے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد وتیار ہیں۔ اگر کادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اُس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے صرف کادیانی کی شروط ومیعاد ایک سال کو اُڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں[1] (جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لئے اس نے تسلیم کئے تھے اور قبل از مباہلہ کادیانی اُس اثر کی تعیین بھی کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ ودلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعة السّنه نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلافت سُنت[2] ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی و فریب بازی کی بڑی گنجایش ہے اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام نہیں لینا چاہتے صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لئے خود تجویز کی تھی کہ اس کا منہ[3] کالا کیا جاوے اُس کو ذلیل کیا

---

[1] اصل عبارت پرچہ مذکورہ یہ ہے ’’مَیں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے روسیاہ کیا جاوے میرے گلے میں رسّہ دال دیا جاوے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔‘‘ [2] تعجب کہ یہ لوگ کس قدر چالاکی سے کام لیتے ہیں۔ اگر مباہلہ کا اثر فوری ضروری ہے تو کیوں اپنی بددُعا کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ فی الفور ہماری بددعا کا اثر ہو جائے گا۔ من المشتہر [3] اس کے جواب میں بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ من المشتھر

جاوے (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ قادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے لیکن اس رُوسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے ....حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔ جن کو انھیں چاروں مواضع کے مرید......آپ کی نذر کریں اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد بھی گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی یہ مصرع پڑھتے جاویں۔ ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔[1] اور یہ شعر صائب کا بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را۔ عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند۔ اور یہ رُباعی مُرسل یزدانی وعیسیٰ نبی اللہ شدی۔ بازمی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار۔ کفشہا۔ برسر خوری ازافترائے ناسزا۔ روسیہ گشتی میان مردم قرب وجوار اور یہ بیت اردو

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

”راقم سید ابوالحسن تبّتی حال وارد کوہ شملہ۔ سنجولی ۳۱/اکتوبر ۱۸۹۸ء“

---

[1] بدذاتوں کی بدذاتی اور بدکاری کو خدا تعالیٰ دیکھتا ہے سو جو شخص اُس کی نظر میں بدکار اور کذّاب ہے وہ اس کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔ من المشتہر

’’ضروری نوٹ (یادداشتیں)‘‘

’’(۱)............نائبین دجّال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبد القادر لودہانوی مولوی صاحب موصوف کا ہم مکتب ہے یہ محض دروغ ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نور الحسن صاحب مرحوم سے شمس بازعہ پڑھتے تھے ہم سے شرح ملّا پڑھتا تھا۔ اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے جس کی شکایت اس شعر میں ہے ؎

کس نیا موخت علم تیر از من که مرا عاقبت نشانہ نکرد‘‘

’’(۲) یہ بھی مُریدان دجّال نے مشتہر کیا ہے کہ عبد القادر نے قلمی خط مولوی صاحب کے پاس بھیجا ہے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے **لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ** ہم کو عبد القادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔ قلمی خط تو یکطرف رہا کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا یہ خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مُرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب وہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجّال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب وہ چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔‘‘

’’(۳) عربی نویسی میں دجّال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو اِن نائبین دجّال نے مولوی صاحب موصوف کی طرف منسوب کیا ہے اس میں بھی ان گمناموں نے دجّال اکبر کی سُنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ **اشاعة السنّہ** نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لئے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی

عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بےشکوہ نے شرم وحیا کو نصیب اعدا سمجھ کر ان دعاوی باطلہ واغلیط عاطلہ کا دیانی کا اعادہ کر کے گڑے مُردے اُکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ **اشاعة السنّہ** کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب کر مَر جاتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔ مگر یہاں شرم کہاں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے کہ شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید۔''

''(۴) کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اُن شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی صاحب سے مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی صاحب **اشاعة السنّہ** نمبر ا جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ا جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر اُن ہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرے جاویں۔''

''(۵) مولوی سیّدابوالحسن صاحب تبّتی نے جو امام عصہ ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس ۸۲۵ جوتے کادیانی کے لئے تجویز کئے ہیں اس پر حضور اینجانب کا صاد ہے لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنھوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس پر اصرار نہیں کہ وہ سب کے سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کئے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت **لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا** ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اخلاق کے بھی مخالف ہے۔'' [1]

الراقم احقر العباد ملہم ربّانی مُلّا محمد بخش لاہور ۱۰؍ نومبر ۱۸۹۸ء

محمد بخش قادری مینیجر اخبار جعفرزٹلی تاج الہند پریس لاہور

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵۱ تا ۶۰)

---

[1] ذرہ صبر کرو کہ خدا تعالیٰ جو دیکھ رہا ہے یہ سب ذلّت جھوٹے کی کرے گا۔ من المشتہر

لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ھٰذَا وَ اَبٰی وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ قَبِلَ وَاَتٰی

مولوی محمد حسین بٹالوی پر آخری حجت
یعنی
بلاشرط مباہلہ کی دعوت
اور
دو ہزار[1] پانچسو پچیس روپیہ آٹھ آنہ کا انعام

یہ امر بوضاحت بیان ہو چکا ہے کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہی جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تکفیر کا اصل محرک اور بانی ہوا اور باقی تمام مکفّرین نے اُس کی یا اس کے استاد میاں نذیر حسین دہلوی کی پیروی کی ہے۔ اس لئے اسی کو اس درخواست مباہلہ میں مخاطب کیا گیا ہے چونکہ اس نے حضرت اقدس مرزا صاحب سَلَّمَہٗ رَبُّہٗ کی تکفیر اور تکذیب پر حد سے زیادہ زور مارا ہے۔ اور باوجودیکہ وہ اپنی ناکامیوں اور حضرت اقدس کی کامیابیوں کو بارہا دیکھ چکا اور بہت سے نشانات بھی ملاحظہ کر چکا ہے مگر اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتا۔ اس لئے اس کو مباہلہ کی دعوت کی جاتی ہے جو آسمانی اور خدائی فیصلہ ہے۔ یہ مباہلہ بدوں کسی قسم کی شرط کے ہوگا اور اگر ایک سال کے اندر نتیجہ مباہلہ ہمارے حق میں نہ ہوا۔ اور ایک اثر قابل اطمینان ہماری تائید میں ظہور میں نہ آیا تو رقم مندرجہ بالا جو پہلے سے جمع کرادی جاوے گی ان کو بطور نشان کامیابی ان

[1] یہ رقم اخیر نومبر تک جس قدر بڑھ جائے گی وہ بذریعہ الحکم مشتہر ہوتی رہے گی اور ۳۰؍نومبر کو جو رقم ہوگی وہ آخری ہوگی (ایڈیٹر)

صاحبوں کی طرف سے دی جاوے گی جنہوں نے وہ مقرر کی ہے

لہٰذا اب ہم پنجاب کے **ان معززین** کو جو میاں محمد حسین کو جانتے ہیں اور اُن سر برآوردہ حضرات کو جن کی شیخ صاحب سے آشنائی ہے اور اُن **خدا ترس** لوگوں کو جو اسلام میں تفرقہ اور فتنہ پسند نہیں کرتے مخاطب کر کے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ خلق اللہ پر رحم کریں اور ان کو پریشانی اور گھبراہٹ میں نہ رہنے دیں وہ **میاں محمد حسین** صاحب کو **مباہلہ** پر آمادہ کریں تا کہ یہ آئے دن کا جھگڑا ایک سال کے اندر طے ہو جاوے کاذب مفتری خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے آ کر دنیا سے اٹھ جاوے یا کسی شدید عذاب میں مبتلا ہو کر **صداقت** پر مُہر کر دے۔ اس پر بھی اگر میاں محمد حسین انکار کریں اور مباہلہ کے لئے مرد میدان ہو کر نہ نکلیں تو پھر

اے آسمان گواہ رہ اور اے زمین سُن رکھ

کہ حجت پُوری کر دی گئی۔ اور ہم تمام **اہل اسلام** کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اب بھی میاں **محمد حسین** صاحب فیصلہ کی سیدھی راہ پر نہ آئیں تو پھر آپ خود انصاف کر لیں کہ سچ کس کے ساتھ ہے اور آیندہ اپنی زندگی کے چند عارضی اور بے بنیاد دنوں کے لئے اس سلسلہ سے فائدہ اُٹھائیں جس کو خدا تعالیٰ نے محض تمہارے ہی رُوحانی فائدہ کے لئے قائم کیا ہے۔

بالآخر ہم پھر میاں محمد حسین صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ بدوں کسی قسم کی شرط کے عالی جناب مرزا غلام احمد صاحب اَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَہُمْ آپ سے مباہلہ کرنے کے لئے طیار ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا خوف اور یوم الجزاء پر ایمان ہے اور مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو **پھر آ ؤ اور مرد میدان بن کر مباہلہ کر لو۔**

ضروری یادداشت

ا۔ میاں محمد حسین بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ اخیر نومبر ۹۸ء تک کسی وقت منظوری مباہلہ کی درخواست مطبوعہ یا تحریری بصیغہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں۔

۲۔ ان کی درخواست کے موصول ہونے بعد تین ہفتہ کے اندر کل روپیہ انجمن حمایت اسلام لاہور یا اگر وہ چاہیں تو بنگال بنک میں جمع کرادیا جاوے گا۔

۳۔ روپیہ جمع کرادینے کے بعد ایک ہفتے کے اندر تاریخ مقرر ہو کر بمقام بٹالہ بلا کسی قسم کی شرط کے مباہلہ ہو جاوے گا۔

مباہلہ میں میاں محمد حسین کے کامیاب ہونے پر انعام دینے والوں کی فہرست

مولوی عبدالقادر لودہانوی......	مار	حکیم منشی نور محمد منشی فاضل مالک ہمدم صحت لاہور	صہ
جماعت لاہور خادمان حضرت اقدس..	مار	جماعت بٹالہ..................	ماصہ
جماعت شملہ...........	مار	جماعت الہ آباد..................	ماصہ
منشی کرم الٰہی ریکارڈ کیپر پٹیالہ......	مار	مستری احمد الدین بھیرہ...........	صعہ
شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم...........	صعہ	حافظ محمد حسین نابینا ڈنگوی...........	۸ر
مولوی حکیم نور الدین صاحب.....	ماصعہ	کل......................	۲۳۵
مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی	مار	جماعت امرتسر...........	ماصعہ
مرزا خدا بخش صاحب................	صمار	میزان......................	صماصعہ ۸ر
جماعت سیالکوٹ.................	ماصعہ		

شیخ یعقوب علی (تراب) ایڈیٹر الحکم قادیان

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۷۹، ۸۰)

(۱۹۹)

اعلان

دسمبر میں تعطیلوں کے دنوں میں ہمیشہ جلسہ ہوتا تھا لیکن اب کے دسمبر میں میں اور میرے گھر کے لوگ اور اکثر خادمہ عورتیں اور مرد موسمی بیماری سے بیمار ہیں۔ خدمت مہمانوں میں فتور ہوگا۔ اور بھی کئی اسباب ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اب کی دفعہ کوئی جلسہ نہیں ہے۔ ہمارے سب دوست مطلع رہیں۔ وَالسّلام۔

المعلن مرزا غلام احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ [1]

مبادا دل آں فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد [2]

مَیں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعة السُّنّہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔

اور مَیں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یا وہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں۔ اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سُنیں گے جیسا کہ وہ سُن رہے ہیں۔ مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ

---

[1] النحل: ۱۲۹

[2] ترجمہ۔ خدا کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کی خاطر دین کو برباد کرلیا۔

خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مؤاخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مؤاخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکابِ جُرم کرتا ہے۔ اس لئے مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو۔ اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اُس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقویٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ اُن کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اُس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ اُن کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک رُوح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگاویں کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اس کا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دُور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہِ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔ اس لئے لعین شیطان کا نام ہے اور یہ نہایت بدمنصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالایق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے۔ اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان و دل بیزار اور خدا اس سے بیزار ہے۔ لیکن خدائے قادر قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامُراد رکھا اور اپنے

پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اُس کو ایک سو بیس[1] برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اس کے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی اُس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی

[1] حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر ہوئی تھی۔ لیکن تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت ممدوح کی عمر صرف تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالیٰ نجات پا کر باقی عمر سیاحت میں گزاری تھی۔ احادیث صحیحہ سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی سیاح تھے۔ پس اگر وہ صلیب کے واقعہ پر مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے تو سیاحت کس زمانہ میں کی۔ حالانکہ اہل لُغت بھی مسیح کے لفظ کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لفظ مسح سے نکلا ہے اور مسح سیاحت کو کہتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عقیدہ کہ خدا نے یہودیوں سے بچانے کے لئے حضرت عیسیٰ کو دوسرے آسمان پر پہنچا دیا تھا سراسر لغو خیال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کے اس فعل سے یہودیوں پر کوئی حجت پوری نہیں ہوتی۔ یہودیوں نے نہ تو آسمان پر چڑھتے دیکھا اور نہ آج تک اُترتے دیکھا۔ پھر وہ اس مہمل اور بے ثبوت قصے کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حملہ کے وقت جو یہودیوں کی نسبت زیادہ بہادر اور جنگ جُو اور کینہ ور تھے صرف اسی غار کی پناہ میں بچا لیا جو مکہ معظّمہ سے تین میل سے زیادہ نہ تھی تو کیا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو بزدل یہودیوں کا کچھ ایسا خوف تھا کہ بجز دوسرے آسمان پر پہنچانے کے اُس کے دل میں یہودیوں کی دست درازی کا کھٹکا دُور نہیں ہوسکتا تھا بلکہ یہ قصہ سراسر افسانہ کے رنگ میں بنایا گیا ہے۔ اور قرآن کریم کے صریح مخالف اور نہایت زبردست دلائل سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت شناخت کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ ایک علمی ذریعہ اور اعلیٰ درجہ کا معیار حق شناسی ہے اور اس واقعہ سے پورے طور پر مجھے اس لئے واقفیت ہے کہ مَیں ایک انسان خاندان طبابت میں سے ہوں اور میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم جو اس ضلع کے ایک معزز رئیس تھے ایک اعلیٰ درجہ کے تجربہ کار طبیب تھے جنہوں نے قریباً ساٹھ سال اپنی عمر کے اس تجربہ میں بسر کئے تھے اور جہاں تک ممکن تھا ایک بڑا ذخیرہ طبّی کتابوں کا جمع کیا تھا۔ اور مَیں نے خود طب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا۔ اس لئے مَیں اپنی ذاتی واقفیت سے بیان کرتا ہوں کہ ہزار کتاب سے زیادہ ایسی کتاب ہوگی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے۔ اور ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لیے بنائی گئی تھی۔ ان کتابوں میں سے بعض یہودیوں کی کتابیں ہیں اور بعض

اولوا العزم نبی ایسا نہیں گذرا جس نے قوم کی ایذا کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبّت میں آئے ہوئے

بقیہ حاشیہ۔ عیسائیوں کی اور بعض مجوسیوں کی۔ سو یہ ایک علمی تحقیقات سے ثبوت ملتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے رہائی پائی تھی اگر انجیل والوں نے اس کے برخلاف لکھا ہے تو اُن کی گواہی ایک ذرّہ اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ اوّل تو وہ لوگ واقعہ صلیب کے وقت حاضر نہیں تھے اور اپنے آقا سے طرز بے وفائی اختیار کر کے سب کے سب بھاگ گئے تھے اور دوسرے یہ کہ انجیلوں میں بکثرت اختلاف ہے یہاں تک کہ برنباس کی انجیل میں حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان ہی انجیلوں میں جو بڑی معتبر سمجھی جاتی ہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد اپنے حواریوں کو ملے۔ اور اپنے زخم اُن کو دکھلائے۔ پس اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت زخم موجود تھے جن کے لئے مرہم طیار کرنے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ ایسے موقعہ پر وہ مرہم طیار کی گئی تھی۔ اور انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس روز اُسی گرد و نواح میں بطور مخفی رہے اور جب مرہم کے استعمال سے بکلّی شفا پائی تب آپ نے سیاحت اختیار کی۔ افسوس کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے راولپنڈی سے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں اُن کو اس بات کا انکار ہے کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ مختلف قوموں کی کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اس واقعہ کے سننے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ مگر مجروح ہونے کی حالت میں رہائی پائی بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی اور خیال کیا کہ اس سے تمام منصوبہ کفارہ کا باطل ہوتا ہے۔ لیکن یہ قابل شرم بات ہے کہ اُن کتابوں کے وجود سے انکار کیا جائے جن میں یہ نسخہ مرہم عیسیٰ موجود ہے۔ اگر وہ طالب حق ہیں تو ہمارے پاس آ کر اُن کتابوں کو دیکھ لیں۔ اور صرف عیسائیوں کے لئے یہی مصیبت نہیں کہ مرہم عیسیٰ کی علمی گواہی اُن عقائد کو ردّ کرتی ہے اور تمام عمارت کفارہ و تثلیث وغیرہ کی یکدفعہ گر جاتی ہے بلکہ ان دنوں میں اس ثبوت کی تائید میں اَور ثبوت بھی نکل آئے ہیں کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیبی واقعہ سے نجات پا کر ضرور ہندوستان کا سفر کیا ہے اور نیپال سے ہوتے ہوئے آخر تبّت تک پہنچے اور پھر کشمیر میں ایک مدت تک ٹھہرے۔ اور وہ بنی اسرائیل جو کشمیر میں بابل کے تفرقہ کے وقت میں سکونت پذیر ہوئے تھے اُن کو ہدایت کی اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں سری نگر میں انتقال فرمایا اور محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے اور عوام

تھے۔ خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر آخر کار خاک کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خانیار کے محلّہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے یُزَارُ وَیُتَبَرَّکُ بِہٖ ۔ایسا ہی خدا تعالیٰ نے ہمارے سیّد و مولیٰ نبی آخر الزّمان کو جو سیّد المتقین تھے انواع اقسام کی تائیدات سے مظفر اور

بقیہ حاشیہ۔ کی غلط بیانی سے **یوزآسف نبی**[1] کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اس واقعہ کی تائید وہ انجیل بھی کرتی ہے جو حال میں تبّت سے برآمد ہوئی ہے۔ یہ انجیل بڑی کوشش سے لندن سے ملی ہے۔ ہمارے مخلص دوست شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر قریباً تین ماہ تک لندن میں رہے اور اس انجیل کو تلاش کرتے رہے۔ آخر ایک جگہ سے میسّر آ گئی۔ یہ انجیل بدھ مذہب کی ایک پُرانی کتاب کا گویا ایک حصّہ ہے۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک ہند میں آئے اور ایک مدت تک مختلف قوموں کو وعظ کرتے رہے۔ اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو اُن کے ان ملکوں میں آنے کا ذکر لکھا گیا ہے اُس کا وہ سبب نہیں جو لانے بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے گوتم بدھ کی تعلیم استفادہ کے طور پر پائی تھی ایسا کہنا ایک شرارت ہے، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے نجات بخشی تو انہوں نے بعد اس کے اس ملک میں رہنا قرینِ مصلحت نہ سمجھا اور جس طرح قریش کے انتہائی درجہ کے ظلم کے وقت یعنی جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک سے ہجرت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کے انتہائی ظلم کے وقت یعنی قتل کے ارادہ کے وقت ہجرت فرمائی۔

[1] **نوٹ۔** ایک نادان مسلمان نے اپنے دل سے ہی یہ بات پیش کی ہے کہ شاید یوزآسف سے زوجہ آصف مراد ہو جو سلیمان کا وزیر تھا۔ مگر اُس جاہل کو یہ خیال نہیں آیا کہ زوجہ آصف نبی نہیں تھی اور اُس کو شہزادہ نہیں کہہ سکتے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ دونوں مذکر نام ہیں۔ مؤنث کے لئے اگر وہ یہ صفات بھی رکھتی ہو نبیّہ اور شہزادی کہا جائے گا۔ نہ نبی اور شہزادہ۔ اس سادہ لوح نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اُنیس سو کی مدت حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے ہی مطابق آتی ہے۔ سلیمان تو حضرت عیسیٰ سے کئی سو برس پہلے تھا۔ ماسوا اِس کے اس نبی کی قبر کو جو سری نگر میں واقع ہے بعض یوزآسف کے نام سے پکارتے ہیں مگر اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ ہمارے مخلص مولوی عبد اللہ صاحب کشمیری نے جب سری نگر میں اس مزار کی نسبت تفتیش کرنا شروع کیا تو بعض لوگوں نے یوزآسف کا نام سُن کر کہا کہ ہم میں وہ قبر عیسیٰ صاحب کی قبر مشہور ہے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے یہی گواہی دی جو اب تک سری نگر میں زندہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ خود کشمیر میں جا کر کئی لاکھ انسان سے دریافت کر لے اب اس کے بعد انکار بے حیائی ہے۔ منہ

منصور کیا۔ گو اوائل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی طرح داغ ہجرت آپ کے بھی نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔

سو اَے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے

بقیہ حاشیہ۔ اور چونکہ بنی اسرائیل بخت النصر کے حادثہ میں متفرق ہو کر بلادِ ہند اور کشمیر اور تبّت اور چین کی طرف چلے آئے تھے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے ان ہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔ اور تواریخ سے اس بات کا بھی پتہ ملتا ہے کہ بعض یہودی اس ملک میں آ کر اپنی قدیم عادت کے موافق بدھ مذہب میں بھی داخل ہو گئے تھے۔ چنانچہ حال میں جو ایک مضمون سول ملٹری گزٹ پرچہ تاریخ ۲۳؍ نومبر ۱۸۹۸ء میں چھپا ہے اُس میں ایک محقق انگریز نے اس بات کا اقرار بھی کیا ہے اور اس بات کو بھی مان لیا ہے کہ بعض جماعتیں یہودیوں کی اس ملک میں آئی تھیں اور اس ملک میں سکونت پذیر ہو گئی تھیں اور اُسی پرچہ سول میں لکھا ہے کہ ’’دراصل افغان بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں‘‘ غرض جب کہ بعض بنی اسرائیل بدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے تو ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آ کر بدھ مذہب کے ردّ کی طرف متوجہ ہوتے اور اس مذہب کے پیشواؤں کو ملتے۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوانح بدھ مذہب میں لکھے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس ملک میں بدھ مذہب کا بہت زور تھا اور بید کا مذہب مر چکا تھا اور بدھ مذہب بید کا انکار کرتا تھا[1] خلاصہ یہ کہ ان تمام امور کو جمع کرنے سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے تھے۔ یہ بات یقینی اور پختہ ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں اُن کے اس ملک میں آنے کا ذکر ہے اور جو مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر میں ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ قریباً انیس سو (۱۹۰۰) برس سے ہے۔ یہ اس امر کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے۔ غالباً اُس مزار کے ساتھ کچھ کتبے ہوں گے جو اب مخفی ہیں۔ ان تمام امور کی مزید تحقیقات کے لئے ہماری جماعت میں سے ایک علمی تفتیش کا قافلہ طیار ہو رہا ہے جس کے پیشرو اخویم مولوی حکیم حاجی حرمین نور الدین صاحب سَلّمہٗ ربّہٗ قرار پائے ہیں یہ قافلہ اس کھوج اور تفتیش کے لئے مختلف ملکوں میں پھرے گا اور ان سرگرم دینداروں کا کام ہوگا کہ پالی زبان کی کتابوں کو بھی دیکھیں کیونکہ یہ بھی پتہ لگا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اُس نواح میں بھی اپنی گُم شدہ بھیڑوں کی تلاش

[1] صرف یہی بات نہیں کہ بدھ مذہب کی بعض کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہندوستان اور تبّت میں آنے کا تذکرہ ہے بلکہ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کشمیر کی پُرانی تحریروں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ منہ

ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پاجاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سیّد و مولیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسی کمزوری کی حالت میں مکّہ میں ظاہر

بقیہ حاشیہ۔ میں گئے تھے۔ لیکن بہرحال کشمیر میں جانا اور پھر تبت میں جاکر بدھ مذہب کی پستکوں سے یہ تمام پتہ لگانا اس جماعت کا فرض منصبی ہوگا۔ اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور نے ان تمام اخراجات کو اپنے ذمہ قبول کیا ہے۔ لیکن اگر یہ سفر جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بنارس اور نیپال اور مدراس اور سوات اور کشمیر اور تبّت وغیرہ ممالک تک کیا جائے جہاں جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی بودوباش کا پتہ ملا ہے تو کچھ شک نہیں کہ یہ بڑے اخراجات کا کام ہے اور امید کی جاتی ہے کہ بہرحال اللہ تعالیٰ اس کو انجام دے دے گا۔ ہر ایک دانش مند سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک ایسا ثبوت ہے کہ اس سے یک دفعہ عیسائی مذہب کا تمام تانا بانا ٹوٹتا ہے اور انیس سو برس کا منصوبہ یکدفعہ کالعدم ہوجاتا ہے۔ اس بات کا اطمینان ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس ملک ہند اور کشمیر وغیرہ میں آنا ایک واقعی امر ہے۔ اور اس کے بارے میں ایسے زبردست ثبوت مل گئے ہیں کہ اب وہ کسی مخالف کے منصوبہ سے چھپ نہیں سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان بیہودہ اور غلط عقائد کی اِسی زمانہ تک عمر تھی۔ ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا ہے صلیب کو توڑے گا اور آسمانی حربہ سے دجّال کو قتل کرے گا۔ اس حدیث کے اب یہ معنے کھلے ہیں کہ اُس مسیح کے وقت میں زمین و آسمان کا خدا اپنی طرف سے بعض ایسے امور اور واقعات پیدا کردے گا جن سے صلیب اور تثلیث اور کفارہ کے عقائد خود بخود نابود ہوجائیں گے مسیح کا آسمان سے نازل ہونا بھی ان ہی معنوں سے ہے کہ اُس وقت آسمان کے خدا کے ارادہ سے کسرِ صلیب کے لئے بدیہی شہادتیں پیدا ہوجائیں گی۔ سو ایسا ہی ہوا۔ یہ کس کو معلوم تھا کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ صدہا طبّی کتابوں میں لکھا ہوا پیدا ہوجائے گا اس بات کی کس کو خبر تھی کہ بدھ مذہب کی پرانی کتابوں سے یہ ثبوت مل جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلادِ شام کے یہودیوں سے نومید ہوکر ہندوستان اور کشمیر اور تبّت کی طرف آئے تھے[1] یہ بات کون جانتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر

[1] نوٹ۔ حال میں مسلمانوں کی تالیف بھی چند پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں صریح یہ بیان موجود ہے کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ بھی تھا۔ اور کشمیر میں اُس نے انتقال کیا۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی چھ سو ۶۰۰ برس پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گزرا ہے۔ منہ

ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جانی ہو گئے تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔سو بھائیو! اس

بقیہ حاشیہ۔ میں قبر ہے۔کیا انسان کی طاقت میں تھا کہ ان تمام باتوں کو اپنے زور سے پیدا کرسکتا۔اب یہ واقعات اس طرح سے عیسائی مذہب کو مٹاتے ہیں جیسا کہ دن چڑھ جانے سے رات مٹ جاتی ہے۔اس واقعہ کے ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کو وہ صدمہ پہنچتا ہے جو اُس چھت کو پہنچ سکتا ہے جس کا تمام بوجھ ایک شہتیر پر تھا۔شہتیر ٹوٹا اور چھت گری۔ پس اسی طرح اس واقعہ کے ثبوت سے عیسائی مذہب کا خاتمہ ہے۔خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ انہی قدرتوں سے وہ پہچانا گیا ہے۔ دیکھو کیسے عمدہ معنے اس آیت کے ثابت ہوئے کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ[1] یعنی قتل کرنا اور صلیب سے مسیح کا مارنا سب جھوٹ ہے۔اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو دھوکا لگا ہے اور مسیح خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق صلیب سے بچ کر نکل گیا۔اور اگر انجیل کو غور سے دیکھا جائے تو انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے۔کیا مسیح کی تمام رات کی دردمندانہ دُعا رد ہوسکتی تھی۔کیا مسیح کا یہ کہنا کہ میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہوں گا اِس کے یہ معنے ہوسکتے ہیں کہ وہ مردہ قبر میں رہا۔کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں تین دن مرا رہا تھا۔کیا پیلاطوس کی بیوی کے خواب سے خدا کا یہ منشا نہیں معلوم ہوتا کہ مسیح کو صلیب سے بچالے۔ ایسا ہی مسیح کا جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھائے جانا اور شام سے پہلے اتارے جانا اور رسم قدیم کے موافق تین دن تک صلیب پر نہ رہنا اور ہڈی نہ توڑے جانا اور خون کا نکلنا کیا یہ تمام وہ امور نہیں ہیں جو بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ تمام اسباب مسیح کی جان بچانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور دُعا کرنے کے ساتھ ہی یہ رحمت کے اسباب ظہور میں آئے۔ بھلا مقبول کی ایسی دُعا جو تمام رات رو رو کر کی گئی کب رد ہوسکتی تھی۔ پھر مسیح کا صلیب کے بعد حواریوں کو ملنا اور زخم دکھلانا کس قدر مضبوط دلیل اس بات پر ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو بھلا اب مسیح کو پکارو کہ تمہیں آکر مل جائے جیسا کہ حواریوں کو ملا تھا۔غرض ہر ایک پہلو سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی صلیب سے جان بچائی گئی اور وہ اس ملک ہند میں آئے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے ان ہی ملکوں میں آگئے تھے جو آخر کار مسلمان ہو گئے اور پھر اسلام کے بعد بموجب وعدہ توریت کے اُن میں کئی بادشاہ بھی ہوئے۔اور یہ ایک دلیل صدق نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کیونکہ توریت میں وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل نبی موعود

---

[1] النساء : ۱۵۸

پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لو گے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے۔ جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اُس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لَب جُھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔

اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھوڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذرّیت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو۔ حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اَور عزیز بھی ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ اگر چاہتے ہو کہ اسی دُنیا میں خدا کو دیکھ لو۔ کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں

بقیہ حاشیہ۔ کے پیرو ہو کر حکومت اور سلطنت پائیں گے۔ غرض مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا یہ ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اور یہی وہ خیال ہے کہ جو نصاریٰ کے چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں سرایت کر گیا ہے۔ اور اس کے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے کہ ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اُٹھے تو جو گروہ چالیس کروڑ انسان کا انیس سو برس میں تیار ہوا ہے ممکن ہے کہ اُنیس ماہ کے اندر دست غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہو جائے۔ کیونکہ صلیبی اعتقاد کے بعد یہ ثابت ہونا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مارے گئے بلکہ دوسرے ملکوں میں پھرتے رہے یہ ایسا امر ہے کہ یکدفعہ عیسائی عقائد کو دلوں سے اڑاتا ہے اور عیسائیت کی دنیا میں انقلاب عظیم ڈالتا ہے۔

اے عزیزو! اب عیسائی مذہب کو چھوڑو کہ خدا نے **حقیقت کو دکھا دیا**۔ اسلام کی روشنی میں آؤ تا نجات پاؤ اور خدائے علیم جانتا ہے کہ یہ تمام نصیحت نیک نیتی سے تحقیق کامل کے بعد کی گئی ہے۔ منہ

آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے۔ تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں۔ یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے وہ خدا کی ایک خاص نُصرت ہوتی ہے جو اُن بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیّت میں جان نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں ذلیل کئے جاتے اور اُن کو بُرا کہا جاتا اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجّال اور ٹھگ اور فریبی ان کا نام رکھا جاتا ہے اور اُن کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپ کو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ ان کی تائید میں کوئی نشان دکھاوے تب یک دفعہ ان کا دل دُکھتا اور اُن کا سینہ مجروح ہوتا ہے۔ تب وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور اُن کی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے اور جس طرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہہ بہ تہہ بادل پیدا ہو کر یک دفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی مخلصین کے دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اُٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت میں زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہا تک پہنچ جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است　　　زیر آں گنج کرم بنہادہ است[۱]

مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ

[۱] ترجمہ۔ ہر آزمائش جو خدا کسی قوم کے لئے مقرر کرتا ہے اس کے نیچے رحمتوں کا خزانہ چھپا ہوتا ہے۔

شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا۔ یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رُسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب کا تھا جو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے قائم کیا تھا۔ اور چاہیے تھا کہ یہ لوگ اُس اشتہار کے شایع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اس اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیشگوئی اس شخص یعنی اس عاجز کی پُوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ **لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ**۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بھی بجز **لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ** کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اصل تو یہ ہے کہ جب انسان کا دل بخل اور عناد سے سیاہ ہو جاتا ہے تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور سنتے ہوئے نہیں سنتا۔ اُس کے دل پر خدا کی مُہر لگ جاتی ہے۔ اس کے کانوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ یہ بات اب تک کس پر پوشیدہ ہے کہ آتھم کی پیشگوئی شرطی تھی اور خدا کے الہام نے ظاہر کیا تھا کہ وہ **رجوع اِلَی الحق** کی حالت میں میعاد کے اندر مرنے سے بچ جائے گا اور پھر آتھم نے اپنے افعال سے اپنے اقوال سے اپنی سراسیمگی سے اپنے خوف سے اپنے قسم نہ کھانے سے اپنے نالش نہ کرنے سے ثابت کر دیا کہ ایّام پیشگوئی میں اس کا دل عیسائی مذہب پر قائم نہ رہا اور اسلام کی عظمت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور یہ کچھ بعید نہ تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھا اور اسلام سے بعض اغراض کی وجہ سے مُرتد ہوا تھا۔ اسلامی چاشنی رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو پورے طور پر عیسائیوں کے عقیدہ سے اتفاق بھی نہیں تھا اور میری نسبت وہ ابتدا سے نیک ظن رکھتا تھا۔ لہٰذا اس کا اسلامی پیشگوئی سے ڈرنا قرینِ قیاس تھا۔ پھر جبکہ اُس نے قسم کھا کر اپنی عیسائیت ثابت نہ کی اور نہ نالش کی اور چور کی طرح ڈرتا رہا اور عیسائیوں کی سخت تحریک سے بھی وہ اُن کاموں کے لئے آمادہ نہ ہوا تو کیا اس کی یہ حرکات ایسی نہ تھیں کہ اس

سے یہ نتیجہ نکلے کہ وہ اسلامی پیشگوئی کی عظمت سے ضرور ڈرتا رہا۔ غافل زندگی کے لوگ تو نجومیوں کی پیشگوئیوں سے بھی ڈر جاتے ہیں چہ جائیکہ ایسی پیشگوئی جو بڑے شدّ و مدّ سے کی گئی تھی جس کے سُننے سے اسی وقت اس کا رنگ زرد ہوگیا تھا جس کے ساتھ درصورت نہ پورے ہونے کے مَیں نے اپنے سزایاب ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ پس اس کا رُعب ایسے دلوں پر جو دینی سچائی سے بے بہرہ ہیں۔ کیونکر نہ ہوتا۔ پھر جبکہ یہ بات صرف قیاسی نہ رہی بلکہ خود آتھم نے اپنے خوف اور سراسیمگی اور دہشت زدہ ہونے کی حالت سے جس کو صدہا لوگوں نے دیکھا اپنی اندرونی بے قراری اور اعتقادی حالت کے تغیر کو ظاہر کر دیا اور پھر معیادِ قسم نہ کھانے اور نالش نہ کرنے سے اس تغیر کی حالت کو اور بھی یقین تک پہنچایا اور پھر الہام الٰہی کے موافق ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر مر بھی گیا تو کیا یہ تمام واقعات ایک منصف اور خدا ترس کے دل کو اس یقین سے نہیں بھرتے کہ وہ پیشگوئی کی معیاد کے اندر الہامی شرط سے فائدہ اُٹھا کر زندہ رہا اور پھر الہام الٰہی کی خبر کے موافق اخفائے شہادت کی وجہ سے مَر گیا۔ اب دیکھو تلاش کرو کہ آتھم کہاں ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ کئی برس سے مر چکا مگر جس شخص کے ساتھ اس نے ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر بمقام امرتسر مقابلہ کیا تھا وہ تو اب تک زندہ موجود ہے جواب یہ مضمون لکھ رہا ہے۔

اے حیا و شرم سے دُور رہنے والو! ذرہ اس بات کو تو سوچو کہ وہ شہادت کے اخفاء کے بعد کیوں جلد مَر گیا؟ مَیں نے تو اُس کی زندگی میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر مَیں کاذب ہوں تو مَیں پہلے مروں گا ورنہ مَیں آتھم کی موت کو دیکھوں گا۔ سو اگر شرم ہے تو آتھم کو ڈھونڈ کر لاؤ کہاں ہے۔ وہ میری عمر کے قریب قریب تھا اور عرصہ تیس ۳۰ برس سے مجھ سے واقفیت رکھتا تھا۔ اگر خدا چاہتا تو وہ تیس برس تک اور زندہ رہ سکتا تھا۔ پس یہ کیا باعث ہوا کہ وہ انہیں دنوں میں جبکہ اس نے عیسائیوں کی دلجوئی کے لئے الہامی پیشگوئی کی سچائی اور اپنے دلی رجوع کو چھپایا خدا کے الہام کے موافق فوت ہوگیا۔ خدا اُن دلوں پر لعنت کرتا ہے جو سچائی کو پا کر پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور چونکہ یہ انکار جو اکثر عیسائیوں اور بعض شریر مسلمانوں نے کیا خدا تعالیٰ کی نظر میں ظلم صریح تھا اس لئے اس نے ایک دوسری

عظیم الشان پیشگوئی کے پُورا کرنے سے یعنی پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی سے منکروں کو ذلیل اور رسُوا کر دیا۔ یہ پیشگوئی اس مرتبہ پر فوق العادت تھی کہ اس میں قبل از وقت یعنی پانچ برس پہلے بتلایا گیا تھا کہ لیکھرام کس دن اور کس قسم کی موت سے مرے گا۔ لیکن افسوس کہ بخیل لوگوں نے جن کو مرنا یاد نہیں۔ اس پیشگوئی کو بھی قبول نہ کیا اور خدا نے بہت سے نشان ظاہر کئے مگر یہ سب سے انکار کرتے ہیں۔ اب یہ اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک طالبِ صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں، کذّابوں، دجالوں کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے۔ زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اُس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ السَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

المشتهر

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء

(یہ اشتہار الحکم جلد ۲ نمبر ۴۰ کے صفحہ ۶ پر اور رسالہ راز حقیقت مطبوعہ ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء کے صفحہ الغایت ۱۴ پر درج ہے۔)

(روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۶۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ۔ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

میری وہ پیشگوئی جو الہام ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں فریق کاذب کے بارے میں تھی یعنی اس الہام میں جس کی عربی عبارت یہ ہے کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثۡلِھَا

وہ مولوی محمد حسین بٹالوی پر

پوری ہوگئی

میری التماس ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس اشتہار کو توجہ سے دیکھے

مندرجہ عنوان امر کی تفصیل یہ ہے کہ ہم دو فریق ہیں۔ ایک طرف تو مَیں اور میری جماعت اور دوسری طرف مولوی محمد حسین اور اس کی جماعت کے لوگ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی وغیرہ ...... محمد حسین نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے مجھے دجّال اور کذّاب اور ملحد اور کافر ٹھہرایا تھا اور اپنی جماعت کے تمام مولویوں کو اس میں شریک کر لیا تھا اور اسی بنا پر وہ لوگ میری نسبت بدزبانی کرتے تھے اور گندی گالیاں دیتے تھے۔ آخر مَیں نے تنگ آ کر اسی وجہ سے مباہلہ کا اشتہار ۲۱؍نومبر ۹۸ء جاری کیا جس کی الہامی عبارت جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثۡلِھَا میں یہ ایک پیشگوئی تھی کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق ظلم اور زیادتی کرنے والا ہے اُس کو اُسی قسم کی ذلّت پہنچے گی جس قسم کی ذلّت

فریق مظلوم کی کی گئی۔ سو آج وہ پیشگوئی پوری ہوگئی کیونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ سے مجھے یہ ذلّت پہنچائی تھی کہ مجھے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کا مخالف ٹھہرا کر ملحد اور کافر اور دجّال قرار دیا اور مسلمانوں کو اپنی اس قسم کی تحریروں سے میری نسبت بہت اُکسایا کہ اس کو مسلمان اور اہل سنّت مت سمجھو کیونکہ اس کے عقائد تمہارے عقائد سے مخالف ہیں اور اب اس شخص کے رسالہ ۱۴؍ اکتوبر ۱۸۹۸ء کے پڑھنے سے جس کو محمد حسین نے اس غرض سے انگریزی میں شائع کیا ہے کہ تا گورنمنٹ سے زمین لینے کے لئے اس کو ایک ذریعہ بناوے۔ مسلمانوں اور مولویوں کو معلوم ہوگیا ہے کہ یہ شخص خود اُن کے اجماعی عقیدہ کا مخالف ہے کیونکہ وہ اس رسالہ میں مہدی موعود کے آنے سے قطعی منکر ہے جس کی تمام مسلمانوں کو انتظار ہے جو اُن کے خیال کے موافق حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے پیدا ہوگا اور مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا اور نیز اُن کے مذہب کا پیشوا اور دوسرے فرقوں کے مقابل پر مذہبی لڑائیاں کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی مدد اور تائید کے لئے آسمان سے اُتریں گے اور ان دونوں کا ایک ہی مقصد ہوگا اور وہ یہ کہ تلوار سے دین کو پھیلاویں گے اور اب مولوی محمد حسین نے ایسے مہدی کے آنے سے صاف انکار کر دیا ہے اور اس انکار سے نہ صرف وہ مہدی کے وجود کا منکر ہوا بلکہ ایسے مسیح سے بھی انکار کرنا پڑا جو اس مہدی کی تائید کے لئے آسمان سے اُترے گا اور دونوں باہم مل کر مخالفین اسلام سے لڑائیاں کریں گے اور یہ وہی عقیدہ ہے جس کی وجہ سے محمد حسین نے مجھے دجّال اور ملحد ٹھہرایا تھا اور اب تک مسلمانوں کو یہی دھوکہ دے رہا تھا کہ وہ اس عقیدہ میں اُن سے اتفاق رکھتا ہے اور اب یہ پردہ کھل گیا کہ وہ دراصل میرے عقیدہ سے اتفاق رکھتا ہے یعنی ایسے مہدی اور ایسے مسیح کے وجود سے انکاری ہے اس لئے مسلمانوں کی نظر میں اور اُن کے تمام علماء کی نظر میں ملحد اور دجّال ہوگیا۔ سو آج پیشگوئی **جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا** اس پر پوری ہو گئی۔ کیونکہ اس کے یہی معنے ہیں کہ فریق ظالم کو اسی بدی کی مانند سزا ہوگی جو اس نے اپنے فعل سے فریق مظلوم کو پہنچائی۔

رہی یہ بات کہ اس نے مجھے گورنمنٹ انگریزی کا باغی قرار دیا۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ عنقریب گورنمنٹ پر بھی یہ بات کھل جائے گی کہ ہم دونوں میں سے کس کی باغیانہ کارروائیاں ہیں۔ ابھی سُلطانِ رُوم کے ذکر میں اس نے میرے پر حملہ کر کے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ میں ایک خطرناک اور باغیانہ مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’سلطان روم کو خلیفہ برحق سمجھنا چاہیے اور اس کو دینی پیشوا مان لینا چاہیے اور اس مضمون میں میرے کافر ٹھہرانے کے لئے یہ ایک وجہ پیش کرتا ہے کہ یہ شخص سلطانِ روم کے خلیفہ ہونے کا قائل نہیں ہے۔‘‘ سو اگرچہ یہ درست ہے کہ مَیں سلطان رُوم کو اسلامی شرائط کے طریق سے خلیفہ نہیں مانتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے اور ایسے خلیفوں کا قریش میں سے ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ میرا قول اسلامی تعلیم کے مخالف نہیں بلکہ حدیث الائمۃ من قریش سے سراسر مطابق ہے۔ مگر افسوس کہ محمد حسین نے باغیانہ طرز کا بیان کر کے پھر اسلام کی تعلیم کو بھی چھوڑا حالانکہ پہلے خود بھی یہی کہتا تھا کہ سلطان خلیفہ مسلمین نہیں ہے اور نہ ہمارا دینی پیشوا ہے اور اب میری عداوت سے سلطان روم اس کا خلیفہ اور دینی پیشوا بن گیا۔ اور اس جوش میں اُس نے انگریزی سلطنت کا بھی کچھ پاس نہ کیا اور جو کچھ دل میں پوشیدہ تھا وہ ظاہر کر دیا اور سلطان روم کی خلافت کے مُنکر کو کافر ٹھہرایا اور یہ تمام جوش اس کو اس لئے پیدا ہوا کہ مَیں نے انگریزی سلطنت کی تعریف کی اور یہ کہا کہ یہ گورنمنٹ نہ محض مسلمانوں کی دُنیا کے لئے بلکہ ان کے دین کے لئے بھی حامی ہے۔ اب وہ بغاوت پھیلانے کے لئے اس بات سے انکار کرتا ہے کہ کوئی دینی حمایت انگریزوں کے ذریعہ سے ہمیں پہنچی ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ دین کا حامی فقط سلطان رُوم ہے مگر یہ سراسر خیانت ہے۔ اگر یہ گورنمنٹ ہمارے دین کی محافظ نہیں تو پھر کیونکر شریروں کے حملوں سے ہم محفوظ ہیں۔ کیا یہ امر کسی پر پوشیدہ ہے کہ سکھوں کے وقت میں ہمارے دینی امور کی کیا حالت تھی اور کیسے ایک بانگ نماز کے سُننے سے ہی مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے۔ کسی مسلمان مولوی کی مجال نہ تھی کہ ایک ہندو کو مسلمان کر سکے۔ اب محمد حسین ہمیں جواب دے کہ اس وقت سلطان روم کہاں تھا اور اس نے ہماری اس مصیبت کے وقت ہماری کیا مدد کی تھی؟

پھر وہ ہمارا دینی پیشوا اور خدا کا سچا خلیفہ کیونکر ہوا۔ آخر انگریز ہی تھے جنہوں نے ہم پر یہ احسان کیا کہ پنجاب میں آتے ہی یہ ساری روکیں اُٹھا دیں۔ ہماری مسجدیں آباد ہو گئیں۔ ہمارے مدرسے کھل گئے اور عام طور پر ہمارے وعظ ہونے لگے اور ہزارہا غیر قوموں کے لوگ مسلمان ہوئے۔ پس اگر ہم محمد حسین کی طرح یہ اعتقاد رکھیں کہ ہم صرف پولیٹیکل طور پر اور ظاہری مصلحت کے لحاظ سے یعنی منافقانہ طور پر انگریزوں کے مطیع ہیں ورنہ دل ہمارے سلطان کے ساتھ ہیں وہ خلیفہ اسلام اور دینی پیشوا ہے۔ اُس کے خلیفہ ہونے کے انکار سے اور اس کی نافرمانی سے انسان کافر ہو جاتا ہے تو اس اعتقاد سے بلاشبہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے چھپے باغی اور خدا تعالیٰ کے نافرمان ٹھہریں گے۔ تعجب ہے کہ گورنمنٹ ان باتوں کی تہہ تک کیوں نہیں پہنچتی اور ایسے منافق پر کیوں اعتبار کیا جاتا ہے کہ جو گورنمنٹ کو کچھ کہتا ہے اور مسلمانوں کے کانوں میں کچھ پھونکتا ہے۔ مَیں گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ غور سے اس شخص کے حالات پر نظر کرے کہ یہ کیسے منافقانہ طریقوں پر چل رہا ہے اور جن باغیانہ خیالات میں آپ مبتلا ہے وہ میری طرف منسوب کرتا ہے۔

بالآخر یہ بھی لکھنا ضروری ہے کہ جس قدر اس شخص نے مجھے گندی گالیاں دیں اور محمد بخش جعفر زٹلی سے دلائیں اور طرح طرح کے افترا سے میری ذلّت کی اس میں میری فریاد جناب الٰہی میں ہے جو دلوں کے خیالات کو جانتا ہے اور جس کے ہاتھ میں ہر ایک کا انصاف ہے۔ مَیں یہی چاہتا ہوں کہ جس قسم کی ذلّت جھوٹے بہتانوں سے اس شخص نے کی یہاں تک کہ گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں مجھے باغی ٹھہرانے کے لئے خلاف واقعہ باتیں بیان کیں۔ وہی ذلّت اس کو پیش آوے۔ میرا ہرگز یہ مدّعا نہیں ہے کہ بجز طریق جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا کے کسی اور ذلّت میں یہ مبتلا ہو بلکہ مَیں مظلوم ہونے کی حالت میں یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرے لئے اس نے ذلّت کے سامان کیے ہیں اگر اُن تہمتوں سے پاک ہوں تو وہ ذلّتیں اس کو پیش آویں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ بہت حلیم اور حتی المقدور چشم پوشی کرنے والی ہے۔ لیکن اگر میں بقول محمد حسین باغی ہوں یا جیسا کہ میں نے

معلوم کیا ہے کہ خود محمد حسین کے ہی باغیانہ خیالات ہیں تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کامل تحقیقات کر کے جو شخص ہم دونوں میں سے درحقیقت مجرم ہے اس کو قرار واقعی سزا دے تا مُلک میں ایسی بدی پھیلنے نہ پاوے۔ حفظ امن کے لئے نہایت سہل طریق یہی ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے نامی مولویوں سے دریافت کیا جائے۔ کہ یہ شخص جو اُن کا سرگروہ اور ایڈووکیٹ کہلاتا ہے اس کے کیا اعتقاد ہیں؟ اور کیا جو کچھ گورنمنٹ کو اپنے اعتقاد بتلاتا ہے۔ اپنے گروہ کے مولویوں پر بھی ظاہر کرتا ہے؟ کیونکہ ضرور ہے کہ جن مولویوں کا یہ گروہ اور ایڈووکیٹ ہے ان کے اعتماد بھی یہی ہوں جو سر گروہ کے ہیں۔

بالآخر ایک اَور ضروری امر گورنمنٹ کی توجہ کے لئے یہ ہے کہ محمد حسین نے اپنی **اشاعة السّنه** جلد ۱۸ نمبر ۳ صفحہ ۹۵ میں میری نسبت اپنے گروہ کو اُکسایا ہے کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ پس جبکہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت واجب القتل ہونے کا فتویٰ[۱] دیتا ہے تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیے وہ بلا توقف ظہور میں آوے۔ تا اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے لئے اقدام قتل کے منصوبے نہ کریں۔ فقط

راقـــــــــــــــــــــــم

خاکسار مرزا غلام احمد قادیان تعداد ۷۰۰

۲۷؍دسمبر ۱۸۹۸ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان (یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے ۴ صفحوں پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۶، تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۶۶ تا ۷۰)

---

[۱] نوٹ۔ محمد حسین نے اس قتل کے فتویٰ کے وقت یہ جھوٹا الزام میرے پر لگایا ہے کہ گویا مَیں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی توہین کی ہے اس لئے مَیں قتل کرنے کے لائق ہوں مگر یہ سراسر محمد حسین کا افترا ہے جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ مَیں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ مَیں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بُرا کہتا تو اپنی مشابہت اُن سے کیوں بتلاتا کیونکہ اس سے تو خود میرا بُرا ہونا لازم آتا ہے۔ منه

(۲۰۱)

نہایت ضروری عرضداشت
قابل توجہ گورنمنٹ

چونکہ ہماری گورنمنٹ برطانیہ اپنی رعایا کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے اور اس کی شفقت اور رحمت ہر ایک قوم کے شامل حال ہے لہذا ہمارا حق ہے کہ ہم ہر ایک درد اور دُکھ اس کے سامنے بیان کریں اور اپنی تکالیف کی چارہ جوئی اس سے ڈھونڈیں۔ سو اِن دنوں میں بہت تکلیف جو ہمیں پیش آئی وہ یہ ہے کہ پادری صاحبان یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہر ایک طرح سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کریں گالیاں نکالیں بیجا تہمتیں لگاویں اور ہر ایک طور سے توہین کر کے ہمیں دُکھ دیں اور ہم اُن کے مقابل پر بالکل زبان بند رکھیں اور ہمیں اس قدر بھی اختیار نہ رہے کہ اُن کے حملوں کے جواب میں کچھ بولیں۔ لہذا وہ ہماری ہر ایک تقرر کو گو کیسی ہی نرم ہو سختی پر حمل کر کے حکّام تک شکایت پہنچاتے ہیں حالانکہ ہزارہا درجہ بڑھ کر ان کی طرف سے سختی ہوتی ہے۔

ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راست باز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں لیکن پادری صاحبان چونکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے جو چاہتے ہیں مُنہ پر لاتے ہیں۔ یہ ہمارا حق تھا کہ ہم اُن کے دل آزار کلمات کی اپنی گورنمنٹ عالیہ میں شکایت پیش کرتے اور دادرسی چاہتے۔ لیکن انہوں نے اوّل تو خود ہی ہزاروں سخت کلمات سے ہمارے دلوں کو دُکھایا اور پھر ہم پر

ہی اُلٹی عدالت میں شکایت کی کہ گویا سخت کلمات اور توہین ہماری طرف سے ہے اور اسی بناء پر وہ خون کا مقدمہ اُٹھایا گیا تھا جو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے محکمہ سے خارج ہو چکا ہے۔

اس لئے قرین مصلحت ہے کہ ہم اپنی عادل گورنمنٹ کو اس بات سے آگاہ کریں کہ جس قدر سختی اور دل آزاری پادری صاحبوں کی قلم اور زبان سے اور پھر اُن کی تقلید اور پیروی سے آریہ صاحبوں کی طرف سے ہمیں پہنچ رہی ہے ہمارے پاس الفاظ نہیں جو ہم بیان کر سکیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے مقتدا اور پیغمبر کی نسبت اس قدر بھی سُننا نہیں چاہتا کہ وہ جھوٹا اور مفتری ہے اور ایک باغیرت مسلمان بار بار کی توہین کو سن کر پھر اپنی زندگی کو بے شرمی کی زندگی خیال کرتا ہے تو پھر کیونکر کوئی ایماندار اپنے ہادی پاک نبی کی نسبت سخت سخت گالیاں سُن سکتا ہے۔ بہت سے پادری اس وقت برٹش انڈیا میں ایسے ہیں کہ جن کا دن رات پیشہ ہی یہ ہے کہ ہمارے نبی اور ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہیں۔ سب سے گالیاں دینے میں پادری عماد الدین امرت سری کا نمبر بڑھا ہوا ہے۔ وہ اپنی کتابوں تحقیق الایمان وغیرہ میں کھلی کھلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور دغا باز، پرائی عورتوں کو لینے والا وغیرہ وغیرہ قرار دیتا ہے اور نہایت سخت اور اشتعال دینے والے لفظ استعمال کرتا ہے۔ ایسا ہی پادری ٹھاکرداس سیرۃ المسیح اور ریویو براہین احمدیہ میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام شہوت کا مطیع اور غیر عورتوں کا عاشق، فریبی، لٹیرا، مکّار، جاہل، حیلہ باز، دھوکہ باز، رکھتا ہے اور رسالہ دَافِعُ الْبُهْتَان میں پادری انکلین نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ شہوت پرست تھا۔ محمد کے اصحاب زناکار، دغاباز، چور تھے۔ اور ایسا ہی تفتیش الاسلام میں پادری راجرس لکھتا ہے کہ محمد شہوت پرست، نفس امّارہ کا از حد مطیع، عشق باز، مکّار، خونریز اور جھوٹا تھا اور رسالہ نبی معصوم مصنفہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی میں لکھا ہے محمد گہنگار، عاشق حرام یعنی زنا کا مرتکب، مکّار، ریاکار تھا۔ اور رسالہ مسیح الدجال میں ماسٹر رامچندر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے کہ محمد سرغنہ ڈکیتی

تھا۔ اور لوٹیرا، ڈاکو، فریبی، عشقباز، مفتری، شہوت پرست، خونریز، زانی۔ اور کتاب سوانح عمری محمد صاحب مصنّفہ واشنگٹن اردنگ صاحب میں لکھا ہے کہ محمد کے اصحاب قزاق اور لٹیرے تھے اور وہ خود طامع، جھوٹا، دھوکہ باز تھا۔ اور اندرونہ بائبل مصنّفہ آتھم عیسائی میں لکھا ہے کہ محمد دجّال تھا اور دھوکہ باز۔ پھر کہتا ہے کہ محمدیوں کا خاتمہ بڑا خوفناک ہے۔ یعنی جلد تباہ ہو جائیں گے۔ اور پرچہ نور افشاں لُدھیانہ میں لکھا ہے کہ محمد کو شیطانی وحی ہوتی تھی۔ اور ناجائز حرکات کرتا تھا اور نفسانی آدمی، گمراہ، مکّار فریبی، زانی، چور، خونریز، لوٹیرا، رہزن، رفیق شیطان اور اپنی بیٹی فاطمہ کو نظرِ شہوت سے دیکھنے والا تھا۔

اب یہ تمام الفاظ غور کرنے کے لائق ہیں جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پادری صاحبوں کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ اور سوچنے کے لایق ہے کہ ان کے کیا کیا نتائج ہو سکتے ہیں۔ کیا اس قسم کے الفاظ کبھی کسی مسلمان کے مُنہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نسبت نکل سکتے ہیں کیا دنیا میں ان سے سخت تر الفاظ ممکن ہیں جو پادری صاحبوں نے اس پاک نبی کے حق میں استعمال کئے ہیں جس کی راہ میں کڑورہا خدا کے بندے فدا شدہ ہیں اور وہ اس نبی سے سچی محبت رکھتے ہیں جس کی نظیر دوسری قوموں میں تلاش کرنا سخت لا حاصل ہے پھر باوجود ان گستاخیوں ان بدزبانیوں اور ان ناپاک کلمات کے پادری صاحبان ہم پر الزام سخت گوئی کا رکھتے ہیں۔ یہ کس قدر ظلم ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ ان کے اس طریق کو پسند کرتی ہو یا خبر پاکر پھر پسند کرے اور نہ ہم باور کر سکتے ہیں کہ آئندہ پادریوں کے کسی ایسے بیجا جوش کے وقت کہ جو کلارک کے مقدمہ میں ظہور میں آیا۔ ہماری گورنمنٹ پادریوں کو ہندوستان کے چھ کڑور مسلمانوں پر ترجیح سے کوئی رعایت ان کی کرے گی۔ اس وقت جو ہمیں پادریوں اور آریوں کی بدزبانی پر ایک لمبی فہرست دینی پڑی وہ صرف اس غرض سے ہے کہ تا آیندہ وہ فہرست کام آئے اور کسی وقت گورنمنٹ عالیہ اس فہرست پر نظر ڈال کر اسلام کی ستم رسیدہ رعایا کو رحم کی نظر سے دیکھے۔

اور ہم مسلمانوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی اب تک خبر نہیں ہے کہ کیونکر

پادریوں کی بدزبانی نہایت تک پہنچ گئی ہے اور ہم دلی یقین سے جانتے ہیں کہ جس وقت گورنمنٹ عالیہ کو ایسی سخت زبانی کی خبر ہوئی تو وہ ضرور آیندہ کے لئے کوئی احسن انتظام کرے گی۔

نوٹ از مرتب ہذا

(یہ عرضداشت کتاب البریّہ مطبوعہ باراوّل کے صفحہ ۹۳ تا ۹۵ پر درج ہے اس کے آگے صفحہ ۹۶ سے لے کر صفحہ ۱۲۴ تک مخالفین اسلام وسلسلہ کی گالیوں کی فہرست نقل کی گئی ہے جس کو چھوڑ دیا ہے اور اگلا اعلان بھی اسی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۲ پھر صفحہ ۱۲۲ تا ۱۵۲ پر مخالفین کی گالیوں کی فہرست دی گئی ہے جو یہاں شامل اشاعت نہیں ہے)

(۲۰۲)

بیس ہزار روپیہ تاوان[1]

عنہ ۲۰۰۰۰

ان لوگوں نے اس عقیدہ کو اختیار کرنے سے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام زندہ آسمان پر چلے گئے اور وہاں قریباً اُنیس سو برس سے زندہ بجسم عنصری موجود ہیں اور پھر کسی وقت زمین پر واپس آئیں گے۔ قرآن شریف کی چار جگہ مخالفت کی ہے۔ **اوّل** یہ کہ قرآن شریف صریح لفظوں سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی وفات ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اور یہ کہ لوگ اُن کے زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ وہ فرماتا ہے **فِيۡهَا تَحۡيَوۡنَ وَ فِيۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَ مِنۡهَا تُخۡـرَجُوۡنَ**۔[2] یعنی تم زمین میں ہی زندہ رہو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ’’نہیں اس زمین اور کرہ ہوا سے باہر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ اب تک جو قریباً انیسویں صدی گذرتی ہے حضرت عیسٰی علیہ السّلام آسمان پر زندہ ہیں۔‘‘ حالانکہ زمین پر جو قرآن کے رو سے انسانوں کے زندہ رہنے کی جگہ ہے۔ باوجود زندگی کے قائم رکھنے کے سامانوں کے کوئی شخص اُنیس سو برس تک ابتدا سے آج تک کبھی زندہ نہیں رہا تو پھر آسمان

---

[1] یہ عنوان حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ کا قائم کردہ ہے۔ اصل کتاب میں کوئی عنوان نہ تھا۔ (عبداللطیف بہاولپوری)

[2] الاعراف : ۲۶

پر اُنیس سو برس تک زندگی بسر کرنا باوجود اس امر کے کہ قرآن کی رُو سے ایک قدر قلیل بھی بغیر زمین کے انسان زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کس قدر خلاف نصوص صریح قرآن ہے جس پر ہمارے مخالف ناحق اصرار کر رہے ہیں۔ **تیسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ کسی انسان کا آسمان پر چڑھ جانا عادۃ اللہ کے مخالف ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ **قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا** [1] لیکن ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کو ان کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھاتے ہیں۔ **چوتھے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں۔ مگر ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خاتم انبیا ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم انبیا ٹھہر سکتے ہیں؟ نبی ہونے کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے لوازم سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں؟!

غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاوراتِ عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اُترے ہیں۔ اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اُترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی

---

[1] بنی اسراء یل : ۹۴

حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا جس طرح چاہیں تسلّی کر لیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے سادہ لوح علما صرف نزول کا لفظ احادیث میں دیکھ کر اس بلا میں گرفتار ہو گئے ہیں کہ خواہ نخواہ امیدیں باندھ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے واپس آئیں گے اور وہ دن ایک بڑے تماشے اور نظارہ کا دن ہوگا کہ اُن کے دائیں بائیں فرشتے ساتھ ساتھ ہوں گے جو اُن کو آسمان سے اُٹھا کر لائیں گے۔ افسوس کہ یہ لوگ کتابیں تو پڑھتے ہیں مگر آنکھ بند کر کے۔ فرشتے تو ہر ایک انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور بموجب حدیث صحیح کے طالب العلموں پر اپنے پروں کا سایہ ڈالتے ہیں۔ اگر مسیح کو فرشتے اُٹھائیں تو کیوں نرالے طور پر اس بات کو مانا جائے۔ قرآن شریف سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ ہر ایک شخص کو خدا تعالیٰ اُٹھائے پھرتا ہے حَمَلْنَاهُم فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ[1] مگر کیا خدا کسی کو نظر آتا ہے؟ یہ سب استعارات ہیں مگر ایک بیوقوف فرقہ چاہتا ہے کہ اُن کو حقیقت کے رنگ میں دیکھیں اور اس طرح پر ناحق مخالفوں کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر حدیثوں کا مقصد یہ تھا کہ وہی مسیح جو آسمان پر گیا تھا واپس آئے گا تو اس صورت میں نزول کا لفظ بولنا بے محل تھا۔ ایسے موقعہ پر یعنی جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے۔ عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ نزول ۔ پھر کیونکہ ایسا غیر فصیح اور بے محل لفظ اس اَفْصَحُ الْفُصَحَاء اور اَعْرَفُ النَّاس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح منسوب کیا جائے جو تمام فصحاء کا سردار ہے۔

(یہ اعلان کتاب البریّہ کے حاشیہ صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۳ پر درج ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۶ حاشیہ)

---

[1] بنی اسراءیل: ۷۱

اشتہار عام اطلاع کے لیے

اگرچہ یہ کتاب بعض متفرق مقامات میں عیسائیوں کے حملوں کا جواب دیتی اور ان کو مخاطب کرتی ہے لیکن یاد رہے کہ باوجود اس بات کے کہ عیسائیوں کی کتاب امہات المومنین نے دلوں میں سخت اشتعال پیدا کیا ہے مگر پھر بھی ہم نے اس کتاب میں جہاں کہیں عیسائیوں کا ذکر آیا ہے بہت نرمی اور تہذیب اور لطفِ بیان سے ذکر کیا ہے۔ اور گو ایسی صورت میں کہ دل دکھانے والی گالیاں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ ہمارا حق تھا کہ ہم مدافعت کے طور پر سختی کا سختی سے جواب دیتے لیکن ہم نے محض اس حیا کے تقاضا سے جو مومن کی صفت لازمی ہے ہر ایک تلخ زبانی سے اعراض کیا اور وہی امور لکھے ہیں جو موقعہ اور محل پر چسپاں تھے اور قطع نظر ان سب باتوں کے ہماری اس کتاب میں اور رسالہ فریاد درد میں وہ نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں ہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دُکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور نہ اُن کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کو بلا شبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہماری کسی تقریر کے مخاطب نہیں ہیں۔ بلکہ صرف وہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں خواہ وہ بگفتن مسلمان کہلاتے یا عیسائی ہیں جو حد اعتدال سے بڑھ گئے ہیں اور ہماری ذاتیات پر گالی اور بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین اور ہتک آمیز باتیں مُنہ پر

لاتے اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔ ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ نے سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُن کی شانِ بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار ایّام الصلح مطبوعہ باراوّل کے ٹائٹل پر ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۸)

(۲۰۴)

واپسی قیمت براہین احمدیہ [1]

قولہ۔ براہین احمدیہ کا بقیہ نہیں چھاپتے۔

اقول۔ اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن شریف بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے تیئیس[۲۳] برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کونسا حرج ہوا۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا گیا تھا تو ایسا خیال کرنا بھی حُمق اور ناواقفی کے باعث ہوگا۔ کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم کیا گیا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لی گئی ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جن سے دس روپے لئے گئے ہوں اور جن سے پچیس روپے لئے گئے وہ صرف چند آدمی ہیں۔ پھر باوجود اس قیمت کے جو اس حصص براہین احمدیہ کے مقابل پر جو منطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے ہیں کچھ بہت نہیں ہے بلکہ عین موزوں ہے۔ اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے۔ لیکن پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق کے شوروغوغا کا خیال کر کے دومرتبہ [2] اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے حوالے کرے اور اپنی

---

[1] یہ عنوان مضمون کی مناسبت سے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے قائم کیا ہے۔ اصل کتاب میں کوئی عنوان نہ تھا۔ (عبد اللطیف بہاولپوری)

[2] دیکھئے جلد اوّل صفحہ ۴۲۳ اشتہار نمبر ۱۰۵ (مرتب)

قیمت لے لے چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں بھیج دیں اور قیمت واپس لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر پھر بھی ہم نے قیمت دے دی۔ اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس کر دینے پر طیار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسے دنیّ الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔ مگر پھر بھی اب مجدداً ہم یہ چند سطور بطور اشتہار لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی ایسا خریدار چھپا ہوا موجود ہے کہ جو غائبانہ براہین کی توقف کی شکایت رکھتا ہے تو وہ فی الفور ہماری کتابیں بھیج دے ہم اس کی قیمت جو کچھ اس کی تحریر سے ثابت ہوگی اس کی طرف روانہ کر دیں گے اور اگر کوئی باوجود ہمارے ان اشتہارات کے اب اعتراض کرنے سے باز نہ آوے تو اس کا حساب خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور شہزادہ صاحب یہ تو جواب دیں کہ انہوں نے کونسی کتاب ہم سے خریدی اور ہم نے اب تک وہ کتاب پوری نہ دی اور نہ قیمت واپس کی۔ یہ کس قدر ناخداترسی ہے کہ بعض پُرکینہ مُلّانوں کی زبانی بے تحقیق اس بات کو سُننا اور پھر اس کو بطور اعتراض پیش کر دینا۔

الراقم خاکسار **غلام احمد** از قادیان

(یہ اشتہار ایام الصلح اردو طبع اوّل کے صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴ پر درج ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲)

(۲۰۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ

اس میں یہ بیان ہے کہ پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثۡلِھَا وَ تَرۡھَقُھُمۡ ذِلَّۃٌ آج پوری ہوگئی۔ اس پیشگوئی کا حاصل مطلب یہی تھا کہ فریق ظالم نے فریق مظلوم کو جس قسم کی ذلّت پہنچائی ہے اسی قسم کی ذلّت فریق ظالم کو پہنچے گی کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ سو وہ ذلّت فریق ظالم کو پہنچ گئی۔

آج میں اس خدائے قادر قدّوس کے ہزار ہزار شکر کے بعد جو مظلوموں کی فریاد کو پہنچتا اور سچائی کی حمایت کرتا اور اپنے پاک کلمات کو پورے کرتا ہے، عام مسلمانوں اور دوسرے لوگوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ جو مَیں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السُّنہ کے مقابل پر اس کی

بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجّال کذّاب کافر کہنے کے بعد اور اُس کی اس پلید گندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور اپنے دوست محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کے ذریعہ سے میری نسبت کی تھی ایک اشتہار بطور مباہلہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ عربی الہام تھا کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا وَ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ یعنی جس قسم کی فریق مظلوم کو مدی پہنچائی گئی ہے اسی قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچے گی۔ سو آج یہ پیشگوئی کامل طور پر پُوری ہو گئی کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلّت کی تھی اور میرا نام کافر اور دجّال اور کذّاب اور ملحد رکھا تھا اور یہی فتویٰ کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہور وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے۔ سو اب یہی فتویٰ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے اُستاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا یعنی یہ کہ وہ کذّاب اور دجّال اور مفتری اور کافر اور بدعتی اور اہل سُنت سے خارج بلکہ اسلام سے خارج ہے اور اس فتویٰ کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اُس مہدی موعود کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا اور مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اس کی خونریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اُترے گا اور اُس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ ’’پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدیؑ کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں مگر مَیں نے اب اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب مَیں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئے گا اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑے گا اور اس کی تائید کے لئے عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے اُتریں گے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں۔‘‘ یہ اعتقاد اُس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا جبکہ اس نے میرے کافر

ٹھہرانے کے لئے ایک فتویٰ لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے لیکن جب ان دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے پوشیدہ طور پر ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا ہے کہ مَیں اُس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اس کے آنے کی خبر ہے اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارے میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سُناتا ہے کہ مَیں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔ تب مَیں نے اس کے بارے میں استفتاء لکھا اور فتویٰ لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب مولویوں اور نذیر حسین اُس کے اُستاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اُسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجّال ٹھیرایا جیسا کہ مجھے ٹھیرایا تھا اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔ سو اس طرح یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہ سچ ہے کہ مَیں ایسے خونی مہدی کو نہیں مانتا کہ جو تلوار سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہے گا اور نہ ایسے مسیح کے آسمان سے اُترنے کا میں قائل ہوں جو ناحق اس خونریزی میں شریک ہوگا۔ اور مَیں نے دلائل قویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتقاد خونی مہدی اور ایسے مسیح کے آسمان سے اُترنے کا سراسر جھوٹ اور لغو اور بے اصل ہے اور قرآن اور حدیث سے سراسر مخالف ہے۔ اب ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کارروائی سے جو محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا۔ کامل درجہ پر اس کی ذلّت ہوگئی ہے اور مولویوں کی طرف سے وہ بُرے خطاب بھی اس کو مل گئے ہیں جو سراسر ظلم سے اس نے مجھے دیئے تھے یعنی

ہر ایک نے اس کو کذّاب اور دجّال کہا ہے۔[1]

رہا یہ امر کہ اب گورنمنٹ عالیہ اس کی نسبت کیا رائے رکھتی ہے۔ سو ہماری دانا گورنمنٹ ادنیٰ توجہ سے سوچ سکتی ہے کہ ایسا منافق جس نے گورنمنٹ کے سامنے جُھوٹ بولا کہ مَیں یہ کارروائی کررہا ہوں کہ خونی مہدی کے آنے کے خیالات لوگوں کے دل سے مٹادوں اور مولویوں کو یہ لکھ لکھ کر دیتا رہا کہ اس اعتقاد پر پختہ رہو کہ مہدی خونی فاطمہ کی اولاد سے ضرور آئے گا۔ اور کہتا رہا کہ جو شخص یہ اعتقاد چھوڑتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے ایسے منافق کے قول اور فعل کا کیا اعتبار ہے اور کون سا فائدہ اس کے وجود سے گورنمنٹ کو پہنچ سکتا ہے۔

پھر دوسری خیانت جو اس کی ذلّت کا موجب ہے یہ ہے کہ اس نے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ مَیں سلطان روم کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر اپنی اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۳ سطر ۶ میں میری مخالفت کے لئے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ ’’حضرت سلطان المعظّم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور خلیفہ برحق ہیں ان سے استغنا موجب کفر ہے اب اس جگہ اس نے سلطان روم کو خلیفہ برحق مان لیا ہے اور انگریزی سلطنت کی نسبت اُسی صفحہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اُن کی اطاعت پولیٹیکل نظر سے یعنی محض منافقانہ طور پر اور مصلحتِ وقت کے لحاظ سے کرنی چاہیے۔ مگر مذہبی نظر سے یعنی دلی اخلاص صرف سلطان ہی واجب الاطاعت ہے۔‘‘ اس تقریر میں اس نے یہ خیانت کی ہے کہ جو مذہبی آزادی اور مذہبی فوائد ہمیں سلطنت انگریزی سے پہنچے ہیں ان سب کا انکار کردیا ہے اور سرکار انگریزی کے ایک ثابت شدہ احسان کا خون کردیا ہے اور یہ نہیں سوچا کہ سکّھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی فرائض روکے گئے تھے اور مذہبی احکام

---

[1] یہ شخص یعنی محمد حسین اپنے تئیں اہلحدیث علماء کا سرگروہ اور ایڈووکیٹ ظاہر کرتا ہے۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ جو گروہ کا اعتقاد ہو وہی سرگروہ کا ہو چنانچہ وہ خود بھی رسالہ اشاعۃ السنّہ نمبر ۵ جلد ۱۳ میں مہدی خونی کی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ منہ

کے بجالانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اندیشہ تھا یہاں تک کہ بلند آواز میں بانگ دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے۔ اس وقت سُلطان روم کہاں تھا؟ آخر انگریز ہی تھے جو ہمارے چھوڑانے کے لئے عُقاب کی طرح دُور سے آئے اور صدہا دینی روکوں سے ہمیں آزادگی دی۔ یہ بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے وجود سے دینی فوائد ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا۔ بلا شبہ پہنچا ہے بلکہ سُلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے۔ اس گورنمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائضِ مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے۔ ہمارے مذہبی مدرسے کھُل گئے۔ ہمارے واعظ خوب تسلّی سے وعظ کرنے لگے۔ سکھوں کے وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے اکثر خون ہوجاتے تھے۔ صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے بلکہ آگ میں جلائے گئے اور درندوں کے آگے ڈالے گئے۔ اب انگریزی عمل داری کا جھنڈا ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزارہا ہندو مسلمان ہوگئے ہزارہا دینی کتابیں شائع ہوگئیں اور مسلمانوں نے اعلیٰ درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔ اب کس قدر ناشکری بلکہ بدذاتی ہوگی کہ ہم ان تمام احسانوں کو اندر ہی اندر دبا دیں اور اس شکر کا اقرار نہ کریں جو انصاف کے رو سے ہمیں کرنا لازم ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ انگریزی سلطنت سے ہمیں امن اور آزادی اور دینی فائدہ نہیں پہنچا؟ ہرگز سچ نہیں۔ پھر محمد حسین کا یہ قول کہ وہ یہ تمام احسانات سلطان روم کی طرف منسوب کرتا ہے کس قدر بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ''ہم لوگ انگریزوں کی اطاعت محض پولیٹیکل نظر سے کرتے ہیں ورنہ دینی حمایت ان کی طرف سے کچھ بھی نہیں یہ سب سلطان کی طرف سے ہے۔'' یہ دونو فقرے اس کے ایسے بُرے اور گندے اور فتنہ انگیز ہیں کہ اگر میرے مُنہ سے بھی نکلتے تو مَیں ضرور اپنے اُوپر فتویٰ دیتا کہ مَیں نے سرکار انگریزی کے بے شمار دینی احسانوں کے مقابل سخت ناشکرگزاری اور نمک حرامی کا

کلمہ استعمال کیا ہے۔ ان لوگوں نے اسی بنا پر مجھے کافر ٹھہرایا تھا جبکہ مَیں نے سلطان روم کے مقابل گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کو ترجیح دی تھی جس کی نسبت سید احمد خانصاب کے سی ایس آئی نے اپنے علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مع تہذیب الاخلاق ۲۴؍ جولائی ۱۸۹۷ء میں میری گواہی تھی۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ حیادار آدمی کے لئے یہ ذلت بھی کچھ تھوڑی نہیں کہ گورنمنٹ کے سامنے جھوٹ بولا اور اپنی قوم سے بھی اپنی نسبت کافر اور کذّاب اور مفتری کا فتویٰ سُنا۔ سو بلاشبہ وہ الہامی پیشگوئی اس پر پوری ہوگئی جس میں لکھا تھا کہ فریق ظالم اسی قسم کی ذلّت دیکھے گا جو اُس نے فریق مظلوم کی۔ اب ذیل میں مولویوں کا وہ فتویٰ جس میں مولوی نذیر حسین محمد حسین کا اُستاد بھی شامل ہے لکھتا ہوں اور ناظرین پر اس بات کا انصاف چھوڑتا ہوں کہ میرے الہام ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء کو غور سے پڑھ کر خود گواہی دیں کہ خدا تعالیٰ نے کیسے وہی الفاظ محمد حسین کی نسبت مولویوں کے مُنہ سے نکالے جو محمد حسین نے میری نسبت کہے تھے اور یہی معنے اس الہامی فقرہ کے ہیں کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ م بِمِثْلِھَا. نقل فتویٰ شامل ہذا ہے۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳؍ جنوری ۱۸۹۹ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اِسۡتِفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئے گا۔ اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا۔ اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ کو کہ جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں سراسر لغو اور بیہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے۔ کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے اور راہِ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذّاب اور اجماع کا چھوڑنے والا اور ملحد اور دجّال ہے۔ بَیِّنُوۡا تُوۡجَرُوۡا۔ المرقوم ۲۹؍دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق ۱۵؍شعبان المبارک ۱۳۱۶ھ

السائل المعتصم باللہ الاحد مرزا غلام احمد عافاہ اللہ وایّد

الجواب

(۱) جو شخص عقیدہ ثابتہ مسلّمہ اہل سُنت و جماعت سے خلاف کرے تو وہ صریح اور بے شک اس آیت کریمہ کے وعید کا مستحق ہے۔ **قال عز من قال و من یشاقق الرسل من بعد ما تبین له الهدی و یَتَّبِعُ غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّی و نصله جهنم و ساء ت مصیرًا. قال صلّی الله علیه وسلم من فارق الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الاسلام من**

عنقہ رواہ احمد و ابو داؤد . قال صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شَذّ شُذّ فی نار رواہ ابن ماجہ . قال صلّی اللّٰہ علیہ و سلم ان اللّٰہ لا یجمع امتی علٰی ضلالۃ و ید اللّٰہ علی الجماعۃ و من شَذّ شُذّ فی النار . رواہ الترمذی. اور جمہور اہلِ سُنت اس پر متفق ہیں کہ مہدی علیہ السّلام اخیر زمانہ میں تشریف لاویں گے اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور اس کے ہاتھ سے دین غالب ہوگا اور ظاہر باطنی خلافت کرے گا۔ **وَمَنْ خَالَفَ عَنْ ذَالِکَ فَقَدْ ضَلَّ وَاَضَلَّ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ سَبِیْلٍ۔**

حَرَّرَہٗ عبدالحق الغزنوی تلمیذ مولوی عبداللہ غزنوی

(۲) درباب مہدی معہود و نزول عیسٰی بن مریم رسول اللہ و خروج دجّال اکبر احادیث متواترہ وارد اند و بریں است اجماع اہل سُنت و جماعت منکر احادیث متواترہ کافر و مخالف اہل سنّت و جماعت مبتدع و ضال و مضل است۔ فقط

عبد الجبّار بن عبد اللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما

(۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا شخص جس کا ذکر سوال میں مندرج ہے۔ مبتدع اور دائرہ اہل سُنت و جماعت سے خارج ہے۔ کما حررہ المجیب انا عبداللہ الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ۔ امرت سری

(۴) جو کچھ مولوی عبدالحق صاحب نے جواب میں لکھا ہے میرا اس سے اتفاق ہے۔ ایسے آدمی کے ملنے والوں سے پرہیز چاہیے و نشست برخاست ترک کرنی چاہیے۔ وانا ابو عبے احمد اللہ امرت سری (مہر)[1]

(۵) علماء عظام کا جواب صحیح ہے۔ بیشک شخص مذکور السوال ضال اور مضل ہے اور اہلسنت سے خارج ہے۔

فقیر غلام محمد البگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود

---

[1] یہ مہر انجمن تائید الاسلام امرت سر کی ہے جس کے ممبر تین سو کے قریب علماء و رئیس وغیرہ ہیں۔ منہ

(۶) امام مہدی علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت میں ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور جمہور اُمت نے اسے تسلیم کیا ہے۔ اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہلسنت والجماعت سے انحراف کرنا ہے۔ **عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم لاتذھب الدنیا حتّٰی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطئُ اسمہ اسمی. رواہ الترمذی و ابو داؤد و روایۃ لہ قال لولم یبق من الدنیا الا یومٌ یطول اللہ ذٰلک الیوم حتی یبعث اللّٰہ فیہ رجلا منی اومن اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما و جورا.** مشکوٰۃ شریف۔ **قال العلامۃ التفتازانی فی المقاصد قد وردت الاحادیث الصحیحۃ فی ظھور امام من ولد فاطمۃ الزھراء رضی اللّٰہ عنھا یملأ الدنیا قسطاً وعدلا کما ملئت جورًا و ظلمًا. ھذا ما عندی و اللّٰہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المذنب المفتی** محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و پریسیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور وسیکرٹری انجمن مستشار العلماء)۔

(۷) یہ شخص مذکور سوال مفتری کذّاب وضال ومضل وخارج اہلسنّت سے ہے الراقم سیّد محمد نذیر حسین دہلوی۔ بقلم خود

(۸) الجواب صحیح وصواب (۹) صحیح الجواب

محمد یعقوب	حمزہ النقوی الدہلوی غفر اللہ القوی	سید محمد عبدالسلام غفرلہٗ	سید محمد نذیر حسین	سید محمد ابوالحسن

(۱۰) جو عقیدہ خلاف اہلسنّت والجماعت ہو وہ اہل اسلام کے نزدیک کس طرح معتبر ہو سکتا ہے۔ فقیر حشمت علی عفی اللہ عنہ

مہر	محمد عبدالغفار ابو یسار	ابوالحسن محمد اسماعیل	خلیل الرحمٰن المنان غفرلہٗ	مہر

(۱۱) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے اور احادیث نبوی صلعم کا منکر ہے۔ فقط

العبد النحیف محمد وصیت علی مدرس مدرسہ حسین بخش صاحب [محمد وصیت علی]

(۱۲) اَصَابَ مَنْ اَجَابَ۔ محمد شاہ عفا عنہ [محمد شاہ عفی عنہ]

(۱۳) جو شخص کہ احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے انکار کرے اس کی ضلالت اور گمراہی میں کچھ شک نہیں کیونکہ سینکڑوں حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کا آنا اخیر زمانہ میں ثابت ہے اور یہ شخص کذّاب اور دجّال ہے۔ فقط محمد یونس

مدرس مدرسہ مولوی عبد الواحد صاحب [محمد یونس]

(۱۴) الجواب صحیح۔ فتح محمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی [فتح محمد]

(۱۵) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ عبد الغفور مدرس مدرسہ حسین بخش [عبد الغفور]

(۱۶) جو شخص حضرت مہدی علیہ السلام کے وجود باجود کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے مغشوش الرائے یا وہ گو عبد الدنیا کے کلام کا اعتبار نہیں۔ ایسا شخص منکر احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا مقام نار ہے۔ محمد عبد الغنی الہ آبادی مدرس مدرسہ فتح پوری

(۱۷) واقعی یہ شخص مخالف حدیث نبوی کے عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا مکان بلا شک نار ہے کیونکہ یہ فعل اہل بدعت کا ہے۔ محمد ہدایت اللہ عفی عنہ فلتی علاقہ کانپور مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

(۱۸) جو شخص امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور احادیث صحاح کا منکر ہے۔ مثلاً ترمذی وغیرہ میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔ عبد اللہ خاں بچھرایونی بقلم خود۔ [مہر]

(۱۹) الجواب الصحیح واقعی حدیث نبوی صلعم کا منکر ہے اور ایسے عقیدہ کا شخص کذاب لوگوں میں سے ہے۔ فقط۔

مولوی محمد عبد الرزاق خلف حاجی خدا بخش المتخلص ناچیز ساکن قصبہ خورجہ ضلع بلند شہر

(۲۰) الجواب۔ اَقُوْلُ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ. معلوم ہو کہ انکار ظہور امام مہدی سے جیسے احادیث میں ہے اور سلفاً وخلفاً اہل اسلام کے نزدیک مسلّم ہے صرف ضلالت اور گمراہی ہے۔ اور یہ انکار کسی دجّال کا کام ہے۔ فقط۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

دستخط الراقم عبدالعزیز عفی عنہ لودیانوی

(۲۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند

مسیح موعود کا آنا اور مہدی کا آنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چنانچہ ابوداؤد میں ان الفاظ میں وارد ہوئی۔ **لولم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذٰلک الیوم حتی یبعث رجلًا منّی او من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطًا و عدلًا کما ملئت ظلمًا و جورًا انتھٰی.** پس جو شخص اس سے منکر ہے وہ مخالف عقیدہ سنت جماعت اور خاطی ہے اس کو ہرگز متبع سنّت نہ جاننا چاہیے۔ فقط۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

رشید احمد

مورخہ ۱۸؍ شعبان ۱۶ ہجری

تعداد　۲۰۰۰　مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان　۷؍ جنوری ۱۸۹۹ء

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۱ تا ۹)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

جس سے علماء پنجاب و ہندوستان دینی واخلاقی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں

اے علماء پنجاب و ہندوستان خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے حالات پر رحم کرے۔ آپ کو معلوم ہو کہ اس وقت اس خدا نے جو سچائی کو پسند کرتا اور نفاق اور جھوٹ سے نفرت کرتا ہے۔ آپ لوگوں کے لئے بڑا عمدہ موقعہ دیا ہے کہ آپ اس فتوے پر نظر کر کے جو آپ نے ۱۵ ؍شعبان ۱۳۱۶ھ کے استفتاء کے پیش ہونے کے وقت دیا ہے آئندہ اس طریق کو اختیار کریں جو تقویٰ اور دیانت اور امانت کے مناسب حال ہے۔

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ مولوی محمد حسین ایڈیٹر **اشاعۃ السنۃ** جو آپ لوگوں کا سرگروہ کہلاتا ہے۔ کئی سال سے مجھے مہدی معہود کا منکر قرار دے کر کیسی بدگوئی اور بدزبانی کی کارروائی میری نسبت کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اب اس نے گالیوں اور طرح طرح کے افتراؤں اور تہمتوں کو انتہا تک پہنچا دیا اور میری توہین اور ازالہ حیثیت عرفی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور ایک شخص محمد بخش جعفر زٹلی نام کو کوئی قسم کی طمع دے کر اس بات کے لئے مقرر کیا کہ وہ اس بات کا برابر سلسلہ جاری رکھے کہ طرح طرح کے گندے اشتہار گالیوں سے بھرے ہوئے میری نسبت

جاری کرے۔ پس بے عزتی اور توہین اور ازالہ حیثیت عرفی میں کوشش کی گئی اور اب تک برابر بلا ناغہ یہ سلسلہ جاری رہا اور بار بار اشتہاروں اور خطوط کے ذریعہ سے مباہلہ کی درخواست بھی کی گئی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ ناپاک کارروائی محمد حسین اور اس کے رفیقوں کی کسی فتنہ کی موجب نہ ہو اور میرے گروہ کو اس سے اشتعال پیدا نہ ہو اس لئے مَیں نے اپنی جماعت کو گورنمنٹ میں میموریل بھیجنے کی صلاح دی تا کہ گورنمنٹ کی طرف سے انتظاماً اس گندی کارروائی کے انسداد کے لئے کوئی حکم جاری ہو اور اس طرح پر ایک مظلوم فرقہ اپنا انصاف پا کر خاموشی اختیار رکھے۔ لیکن گورنمنٹ کی طرف سے اس میموریل کا صرف اس قدر جواب آیا کہ بذریعہ عدالت چارہ جوئی کرنی چاہیے اور اس جواب کا یہ نتیجہ ہوا کہ محمد حسین اور اس کے رفیق محمد بخش نے اپنی بدگوئی کے اشتہار شائع کرنے میں اَور بھی ترقی کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عدالتوں میں نالش کرنا ہمارا طریق نہیں ہے۔ سو انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ تیزی اور گندہ زبانی سے میری نسبت گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار شائع کرنے شروع کر دیئے اور اس پر جعفر زٹلی محمد حسین کی ایما سے مباہلہ پر بھی زور دیتا رہا۔ چنانچہ کئی اشتہار مباہلہ کے لئے بھیجے اور ہمارے دل کو بار بار دکھایا۔ چونکہ ان فتنہ انگیز تحریروں کے بداثر کا اندیشہ تھا اس لئے مَیں نے ان فتنوں کے روکنے کی غرض سے یہ مصلحت سمجھی کہ مباہلہ کے طور پر نہایت نرم الفاظ میں ایک اشتہار لکھوں۔ سو مَیں نے ایک اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ اس اشتہار کا خلاصہ مطلب صرف ایک دعا تھی یعنی یہ کہ ہم دونوں فریق میں سے جو ظالم ہے خدا اس کو ذلیل کرے۔ اور اس دُعا پر ایک الہام ہوا تھا جس میں ارادہ الٰہی ان الفاظ سے بتلایا گیا تھا کہ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ. یعنی جس فریق ظالم کی طرف سے فریق مظلوم کو کوئی بدی پہنچی ہے اسی قسم کی بدی فریق ظالم کو پہنچے گی سو یہ پیشگوئی محمد حسین کے حق میں بہت جلدی پوری ہوگئی۔ کیونکہ پیشگوئی کا اصل مطلب اس شخص کو ذلّت پہنچنا تھا جو کاذب اور ظالم ہو۔ اور الہام الٰہی میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اُسی قسم کی ذلّت اس کو پہنچے گی جو اس نے پہنچائی ہو۔ سو یہ الہام کامل طور پر ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پورا ہوگیا۔ کیونکہ اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے بعد تاریخ مذکورہ میں محمد حسین کی یہ ایک خیانت آمیز

کارروائی پکڑی گئی کہ اس نے محض دروغ گوئی کی راہ سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ یقین دلایا کہ وہ اس مہدی کے آنے کا منکر ہے جو بنی فاطمہ میں سے آئے گا اور کافروں سے لڑے گا۔ اور اس بارے میں زمین کی طمع کے لئے ایک تحریر انگریزی میں ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء کو شائع کی اور اس میں گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں مہدی کے آنے کی تمام حدیثیں غلط سمجھتا ہوں اور پہلے سے گورنمنٹ کو یہ دھوکہ بھی دے رکھا کہ مَیں اہل حدیث کا سرگروہ ہوں یعنی میرا اور ان کا ایک عقیدہ ہے اور ادھر پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کو یوں خراب کیا کہ ان کو بار بار یہی سبق دیا کہ مہدی معہود ضرور آئے گا اور وہ خلیفہ وقت اور صاحب السیف والامر ہوگا اور بار بار ان کو یہی کہتا رہا کہ میرا اور تمہارا مہدی کے بارے میں عقیدہ ایک ہے اور مَیں اس مہدی کا قائل ہوں جو تلوار کے ساتھ دین کو پھیلائے گا اور خلیفۃ المسلمین ہوگا اور اسی بنا پر اس نے میری تکفیر کے لئے استفتاء طیار کر کے شورِ قیامت برپا کیا۔ سو جب مولوی محمد حسین کا اس قسم کا رسالہ مجھے دستیاب ہوا تو اسی وقت مَیں نے سمجھ لیا کہ اب اس بنا پر پیشگوئی اشتہار مباہلہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کامل طور پر پوری ہوگئی تب میں نے بلاتوقف اسی تاریخ یعنی ۲۹؍دسمبر ۱۸۹۸ء کو ایک استفتاء لکھا اور علماء پنجاب اور ہندوستان سے یہ فتویٰ طلب کیا کہ ایسا شخص جو مہدی کے وجود سے منکر ہے اس کے حق میں تمہارا کیا فتویٰ ہے سو نذیر حسین دہلوی اس کے اُستاد نے جیسا کہ مجھے کذاب دجّال مفتری لکھا تھا ایسا ہی بلاتوقف محمد حسین کی نسبت فتویٰ دے دیا کہ وہ کذّاب دجّال مفتری ہے اور مولوی عبدالجبار غزنوی نے اس کی نسبت یہ فتویٰ دیا کہ وہ کافر اور گمراہ اور ضال مضل ہے اور عبدالحق غزنوی نے اپنے فتویٰ میں اس کو جہنمی اور گمراہ ٹھہرایا اور مولوی احمد اللہ امرتسری نے اپنے فتویٰ میں عبدالحق سے اتفاق کیا مگر اتنا زیادہ لکھا کہ ایسے گمراہ کے ساتھ میل ملاقات اور نشست برخواست جائز نہیں۔ لدھیانہ اور لاہور کے مولویوں نے بھی ان فتووں سے اتفاق کیا اور مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے بڑے شدّ و مد سے حدیثوں کے حوالہ سے اس خیانت پیشہ کی خبر لی اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد یعقوب دہلوی اور دیگر علماء نامدار نے جیسا کہ ایسے شخص کی سزا تھی بڑی

شدّ و مد سے فتوے لکھے اور تمام علماء کے فتووں کا خلاصہ یہی ہے کہ انہوں نے اس خیانت پیشہ اور مہدی معہود کے منکر کو کافر دجّال بے ایمان مفتری کذّاب جہنمی دائرہ اسلام سے خارج گمراہ ضالّ مضلّ اور ایسا ہی دوسرے الفاظ سے یاد کیا اور اس طرح پر اس پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پُورا کیا کہ جو مَیں نے اشتہار مباہلہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی۔

اب مَیں ان تمام مولویوں کو جنہوں نے منکر مہدی معہود کی نسبت یہ فتویٰ دیا ہے یہ نیک صلاح دیتا ہوں کہ اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان پر منافقانہ طریق کا کوئی دھبہ نہ لگے اور ان کی دیانت اور امانت اور تقویٰ اور دینداری میں فرق نہ آوے تو وہ بلاتوقف ایک جلسہ کر کے محمد حسین بٹالوی صاحب **اشاعۃ السنہ** کو اس جلسہ میں بلاویں اور اس کو صاف طور پر کہہ دیں کہ آج تک تم ہم سب پر یہ اپنا اعتقاد ظاہر کرتے رہے کہ تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ تم اس مہدی معہود کے قائل ہو جو بنی فاطمہ میں سے آئے گا اور لڑائیاں کرے گا اور دین کو پھیلائے گا اور اب تمہاری نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم نے زمین لینے کی طمع سے گورنمنٹ کو یہ احسان جتلانا چاہا ہے کہ تم ان تمام حدیثوں کو جو مہدی معہود کے بارے میں آئی ہیں جھوٹی سمجھتے ہو اور تم نے صریح طور پر ایک انگریزی فہرست مورخہ ۱۴ر اکتوبر ۱۸۹۸ء میں مہدی کی حدیثوں کی نسبت لفظ **موضوع** لکھ کر اپنا عقیدہ انکار مہدی ظاہر کر دیا ہے۔ اب یا تو صاف طور پر اپنا توبہ نامہ چھاپ کر شائع کرو تا گورنمنٹ عالیہ کو بھی تمہارے اندرونی حالات معلوم ہوں اور یا اس بات کو مان لو کہ تم اس ہمارے فتوے کے مستحق اور اہلحدیث کے عام عقیدہ کے مخالف اور دجّال اور کذّاب اور ملحد اور بے دین ہو۔

غرض اب تمام علماء کا فرض ہے کہ محمد حسین سے ضرور فیصلہ کریں اور اگر وہ فیصلہ چھاپ کر شائع نہ کریں تو ان کی مولویت اور تقویٰ اور طہارت کا یہی نمونہ کافی ہے کہ وہ فتویٰ جس کو انہوں نے اپنی قلم سے لکھا اب محض نفسانی مصالح سے اس کے پابند رہنا نہیں چاہتے اور جس کو اپنے فتووں میں کافر اور بے دین اور کذّاب اور دجّال اور مفتری قرار دیا اور اس سے کنارہ کرنے کا بھی حکم دیا۔ پھر اس سے مخالطت اور موانست رکھتے ہیں۔ یہ کس قدر بدچلنی اور بدامانتی اور ناپاکیٔ نفس کا طریق ہوگا

کہ جب مَیں نے ایسے مہدی سے انکار کیا تو مجھے کافر اور دجّال ٹھیرانے میں اب تک برابر کوششیں ہورہی ہیں اور جب محمد حسین نے نفسانی طمع کے لئے ایسے مہدی سے انکار کیا تو اس کے ساتھ برابر میل ملاقات جاری رہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ مَیں منافقوں اور کافروں کو ایک ہی جگہ جمع کروں گا۔

پس اب آپ لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اس فتویٰ کے بعد خاموشی اختیار کر کے منافقوں کے ذیل میں نہ آجائیں۔ **وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** [1] اگر ممکن ہوتو محمد حسین کا دامن اس الزام سے اسی کے صریح اقرار سے پاک کرنا چاہیے۔ ورنہ بآواز بلند اپنے فتویٰ کی جابجا اشاعت کرنی چاہیے۔ خاص کر مولوی نذیر حسین دہلوی کہ اب قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں بڑے الزام کے نیچے ہیں کیونکہ انہوں نے اس استفتاء میں موٹی قلم سے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ ایسا شخص مفتری کذّاب اور دائرہ اہل سنت سے خارج ہے۔ اب چاہیے کہ وہ اس فتوے کے بعد محمد حسین اپنے شاگرد سے پورا فیصلہ کریں۔ یا اس سے توبہ نامہ لیں اور شائع کریں اور یا اس کا وہ عقیدہ جو اہل حدیث کا اجماعی عقیدہ ہے اس کی قلم سے لکھوا کر شائع کرادیں تا گورنمنٹ بھی اُس کے منافقانہ حالات سے دھوکہ میں نہ رہے۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات نہ ہوتو اپنے فتوے کو اس کی نسبت عام طور پر شائع کردیں۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو پھر یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جاویں گے۔

بالآخر ہم مردانہ طور پر اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیالات ان تمام مولویوں کے کہ خونی مہدی کسی وقت آنے والا ہے جو بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور وہ جبر کے ساتھ دین کو غالب کرے گا اور خلیفہ یعنی بادشاہ ہوگا بالکل لغو اور باطل اور جھوٹا عقیدہ ہے جو قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ ثابت ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اور غفلت پھیل جائے گی۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق پر اور بروزی طور پر ایک شخص آئے گا

---

[1] النساء : ۱۴۶

جو نہ لڑے گا اور نہ خونریزی کرے گا اور نہ زمین کی بادشاہی اور خلافتِ ظاہری سے اس کو کچھ سروکار ہوگا۔ اور محض روحانی طور پر سچے دین کی دلائل اور نشانوں کے ساتھ مدد کرے گا اور نیک دل اور غریب طبع انسان اس کے ساتھ شامل ہو جاویں گے۔ سو یاد رکھو کہ وہ پیشگوئی تمہارے ملک میں پوری ہوگئی۔ اب کسی خونی مہدی کی انتظار عبث ہے۔ دلوں کو صاف کرو اور نفسانی جوشوں کے تابعدار مت بنو اور سچائی کے ساتھ اور علمی طاقت کے ساتھ اور رُوحانی برکتوں کے ساتھ دین کی مدد کرو نہ یہ کہ تلوار کے زمانہ کی انتظار کرو۔ اُس دین میں کیا خوبی ہوسکتی ہے جو اپنی ترقی میں تلوار کا محتاج ہے؟ سو یقیناً سمجھو کہ اسلام تلوار کا محتاج نہیں۔ اسلام اُسی خدا کی طرف ہدایت کرتا ہے جو زمین و آسمان کے دیکھنے سے بھی اس کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سو ایسے خیالات سے توبہ کرو اور رُوحانیت کے طالب بنو تا تمہارے دل روشن اور پاک ہوں اور تا ہر ایک قسم کا فساد اور فتنہ تم سے دُور ہو اور تا تم پاک دل ہو کر اس خدا کو دیکھ سکو جو بغیر حقیقی پاکیزگی کے نظر نہیں آسکتا۔ یہی راہ خدا کے پانے کی راہ ہے۔ خدا ہر ایک کو اس کی توفیق دے۔ آمین

الراقم الناصح میرزا غلام احمد از قادیان ۶؍جنوری ۱۸۹۹ء

ضمیمہ اشتہار ہذا

مورخہ ۶؍جنوری ۱۸۹۹ء

محمد حسین کی فہرست انگریزی مورخہ ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء کا عنوان یہ ہے۔

The following is a list of articles in the Ishat- us-Sunnah where in the illegality of rebellion against or apposition to the govt and the true nature of Jehad (crescentade) is explained.

ترجمہ۔ ذیل میں فہرست اُن مضامین اشاعۃ السنّہ کی ہے جن میں گورنمنٹ کی مخالفت اور اس کے برخلاف بغاوت کا ناجائز ہونا اور جہاد کی اصل حقیقت کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد شیخ محمد حسین ایک ایک دو دو سطر میں نتیجہ اور لُب لباب ان مضامین کا دیتا ہے جو اس نے مذکورہ بالا غرض کے لئے ۱۸۶۹ء سے لے کر ۱۸۹۶ء تک لکھے۔ ان ہی مضامین میں وہ مہدی کے متعلق مضامین کا ذکر کرتا ہے جن کا وہ لب لباب صفحہ ۵ میں اس طرح پر درج کرتا ہے۔

Criticism of Traditions regarding the Mehdi and arguments showing their incorrectness.

ترجمہ۔ ان حدیثوں پر جرح کی گئی ہے جو مہدی کے متعلق ہیں اور دلائل دیئے گئے ہیں جن سے ان حدیثوں کا غلط اور نادرست ہونا ثابت ہوتا ہے۔

Questioning the authenticity of traditions describing the signs of the Mehdi.

ترجمہ۔ جن حدیثوں میں مہدی کی علامات دی گئی ہیں اُن کے غیر وضعی ہونے پر شُبہ ہے۔

اس فہرست کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں صرف وہی مضمون درج کرنے مدّ نظر ہیں کہ جن کے ذریعہ سے محمد حسین نے اہلِ اسلام کے دلوں سے گورنمنٹ کے برخلاف مخالفانہ اور باغیانہ خیالات کو دُور کرنا چاہا ہے۔ ایسی فہرست میں اپنے مضامین متعلقہ مہدی کا ذکر کرنا اور پھر اُن کا یہ لب لباب دینا کہ وہ سب احادیث جو مہدی کے متعلق ہیں وہ غلط اور نادرست اور بے اعتبار اور وضعی ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ محمد حسین مہدی کے متعلق احادیث ماننے والوں کو گورنمنٹ کا مخالف اور باغیانہ خیال رکھنے والا سمجھتا ہے ورنہ مہدی کی حدیثوں کو غلط اور موضوع قرار دے کر ان کو اس فہرست میں درج کرنے سے اور کیا غرض ہوسکتی ہے۔ اس کے نزدیک مہدی پر ایمان گورنمنٹ کی نگاہ میں ایک باغیانہ خیال ہے جس کی تردید اس نے اس طرح سے کر دی ہے۔

بالآخر ہم ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں جیسے محمد احمد اللہ صاحب امرتسری وغیرہ کہ جو محمد حسین کو ہماری مخالفت کرنے پر یہ سمجھتے تھے کہ اس نے انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے۔ وہ یقین رکھیں کہ وہ اندرونی طور سے ہمیشہ مہدی کا منکر رہا ہے۔ ورنہ وہ آج اس فہرست میں گورنمنٹ کے آگے ان حدیثوں کا غلط ہونا ظاہر نہ کرتا۔ منہ

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۱۰ تا ۱۷)

(۲۰۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پنجاب اور ہندوستان کے اُن مولویوں کی ایمانداری کا نمونہ جنہوں نے میری نسبت کفر کا فتویٰ دیا تھا۔خاص کر مولوی نذیر حسین دہلوی استاد شیخ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے تقویٰ اور دیانتداری کی حقیقت اور ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر **اشاعة السنّہ** کا گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو صریح جھوٹ بول کر سخت دھوکہ دینا اور اُس کی اور اُس کے گروہ کی اس قابلِ شرم کارروائی سے اُس میری پیشگوئی کا پورا ہونا جو اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی۔

یعنی یہ پیشگوئی کہ جَزَآءُ سَیِّئَةٍ بِمِثۡلِهَا وَ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ . مَالَهُمۡ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ ۔ یعنی فریق ظالم کو اُسی قسم کی ذلّت پہنچے گی جو اس نے فریق مظلوم کو پہنچائی ہو۔

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد ۔۔۔ کہ از بہرِ دنیا دہد دیں بباد[1]

اس بات سے تو ہم کو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبد الجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنّہ** کو جس نے مہدی خونی کے آنے کی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا بوجہ

[1] ترجمہ۔ خدا کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کی خاطر دین کو برباد کرلیا۔

اس کے اس عقیدہ کے اس کو کذاب اور مفتری اور دجّال اور کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اپنے فتووں میں لکھا اور اس طرح پر اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیشگوئی پوری کی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی۔ اور نیز ان احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں اور اپنے طریق عمل سے ان کی صحت پر گواہی دے دی۔ مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا کہ ان لوگوں کے یہ فتوے دیانت اور ایمانداری پر مبنی نہیں بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی اغراض اور تعصّبات اور کینہ وری پر مبنی ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہی کارروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتاء مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ فتویٰ طلب کی گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کے نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا۔ اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز ہے محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی کہ آؤ اب بھی اس فتوے کے رو سے اس کو کافر اور دجّال اور مفتری قرار دیں۔ تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے اور اگر ان کو پہلے سے خبر ہوتی کہ یہ استفتاء شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنه** کے لئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتوے نہ دیتے۔ اب اس حقیقت کو سن کر کہ وہ شخص جس کی نسبت فتویٰ طلب کیا گیا تھا ان کا دلی دوست محمد حسین ہے جس قدر ان کو ندامت ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہی علماء دین اور حامیان شرع متین ہیں جن کی دیانت پر لوگ بھروسہ کیے بیٹھے ہیں اور جن کی نسبت عوام خیال کرتے ہیں کہ وہ دین کے پیشوا اور دیندار بلکہ شیخ الکل ہیں۔ اب خدائے غیور کی غیرت نے ان سب کے پردے پھاڑ دیئے۔ خدا کے الہام میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ **شَاهَتِ الْوُجُوْهُ** سو پورا ہو گیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنه** کی بعض خفیہ تحریریں ہمارے ہاتھ آ گئی ہیں جن میں وہ گورنمنٹ کے سامنے زمین لینے کی طمع سے یہ بیان کرتا ہے کہ جس مہدی قرشی کی لوگوں کو انتظار ہے جو ان کے زعم میں خلیفہ ظاہر و باطن ہوگا اس مہدی کے بارے میں

جس قدر حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور غلط اور نادرست ہیں یعنی میں ان کو نہیں مانتا دیکھو **محمد حسین کی فہرست انگریزی مورخہ ۱۴؍ اکتوبر ۱۸۹۸ء** جس کو ابھی محمد حسین نے پوشیدہ طور پر شائع کیا ہے اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ جتلانا چاہا ہے کہ میں اس مہدی کے آنے سے منکر ہوں۔ سو محمد حسین کا یہ وہ عقیدہ ہے جس کے لیے ان مولویوں سے فتویٰ طلب کیا گیا تھا اور انہوں نے اس عقیدہ والے کو کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری قرار دیا اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کیا۔ محمد حسین نے نہایت پوشیدہ طور پر یہ اپنا عقیدہ گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا۔ مگر خدا نے اس کا پردہ پھاڑا۔ یہ شخص یعنی محمد حسین دوسرے مولویوں کو یہی کہتا رہا ہے کہ میں تمہارا ہی ہم عقیدہ ہوں اور گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرتا رہا کہ میں ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔ اور ظاہر ہے کہ دو مختلف اور متناقض عقیدے ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یقیناً یہی سچ ہے کہ جو عقیدہ اس نے اب انگریزی رسالہ میں گورنمنٹ کے سامنے ظاہر کیا ہے۔ یہی اس کا عقیدہ ہے۔ سو اس کے رو سے کفر کا فتویٰ اس پر لگ گیا۔ کیونکہ جب کہ محمد حسین کے نزدیک وہ تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے متعلق ہیں۔ موضوع اور غلط اور جھوٹی ہیں جیسا کہ وہ بطور احسان نمائی کے گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر کرتا ہے تو بلا شبہ اس منافق کا یہی مذہب ہے کہ ایسا مہدی ہرگز نہیں آئے گا۔ تو اس صورت میں ان مولویوں کا یہ فتویٰ اس پر بلا شبہ وارد ہو گیا کہ وہ کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن ایک قلمی تحریر جو مولوی احمد اللہ امرتسری سے میرے ایک دوست کو ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فہرست انگریزی سے پہلے مولوی محمد حسین نے مولوی احمد اللہ کے آگے ایک تقریب پر اشارۃً یہ ظاہر کر دیا تھا جس سے یہی معنے نکلتے تھے کہ اب میں نے اعتقاد انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے۔[1] یہ تحریر جو مولوی احمد اللہ صاحب سے ملی ہے ثابت کرتی ہے کہ یہ شخص بہت ہی فریبی اور

[1] اس جگہ ہم رقعہ دستخطی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو اطلاع ناظرین کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں جس میں مولوی احمد اللہ صاحب نے محمد حسین کے اعتقاد مہدی کی نسبت بدظن ہو کر اس سے دریافت کیا تھا۔ وہ رقعہ یہ ہے۔ ''۹؍ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ کے مطابق ۵؍ مئی۔ میرے سامنے مولوی محمد حسین صاحب نے میرے پاس صاف ظاہر کیا کہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا معتقد ہوں (یعنی اب معتقد ہو گیا ہوں) مانتا ہوں جو وہ سوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں جن کے بعد حضرت مسیح آویں گے۔

دھوکہ دہ آدمی ہے۔ کیونکہ اس رجوع کے بعد پھر اس نے وہی اعتقاد انکار مہدی گورنمنٹ پر ظاہر کیا اور ثابت ہوا کہ یہ تمام تحریریں گورنمنٹ انگریزی کو دھوکہ دینے کے لئے اس نے شائع کی ہیں۔ اس خیال سے کہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کو خطرناک سمجھتی ہے جو ایسے مہدی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ پس بلاشبہ اس نے یہ سخت فریب کی کارروائی کی ہے اور یہ اُن شریف اور نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے۔ جن کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچتی اور جس قدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور اگر جاہل اور بے وقوف اور خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمانداری اور راست گوئی سے خالی ہیں۔ ایسی مجروح اور مردود حدیثوں کے ردّ کرنے والے اور ایسے مہدی کے منکر کی نسبت کافر اور دجّال اور کذّاب اور مفتری ہونے کا فتویٰ دیں جیسا کہ نذیر حسین اور عبدالجبار اور رشید احمد اور عبدالحق وغیرہ نے فتویٰ دیا۔ تو یہ فتویٰ محض بد دیانتی کی راہ سے ہے۔ لیکن محمد حسین نے جس پیمانہ سے ہمیں ناپ کر دیا تھا۔ خدا نے وہی پیمانہ اس کی ذلّت کے لئے اس کے آگے رکھا تا الہام جَـزَآءُ سَيِّئَةٍ بِـمِثْلِهَا کامل طور پر پورا ہو جائے۔ غرض محمد حسین کو صرف یہی سزا نہیں ملی کہ اس کے دوستوں نے ہی اس کا نام کافر اور دجّال رکھا بلکہ جس تعدی اور زیادتی کے ساتھ میری نسبت اس نے فتوے دلائے تھے۔ اسی طرح فتوے دینے والوں نے اس کے ساتھ بھی اپنے فتووں میں تعدی اور زیادتی کی تا دونوں پہلو سے مثل کی شرط پوری ہو جائے جو الہام جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا میں پائی جاتی تھی۔

اب ان مولویوں کے لئے جنھوں نے یہ فتویٰ دیا کہ مہدی معہود کا انکار کرنے والا کافر اور دجّال اور مفتری اور دائرہ اسلام کے خارج ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایک جلسہ کر کے اس جلسہ میں محمد حسین کو طلب کریں۔ پھر اگر وہ صاف طور پر اقرار کرے کہ وہ بھی اس خونی مہدی کے آنے کا منتظر ہے جو اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے پھیلائے گا تو اس کی دستخطی تحریر لے کر چھپوا دیں اور یاد رکھیں کہ وہ ہرگز ایسی تحریر نہیں دے گا اگرچہ یہ لوگ اس کو ذبح کر دیں کیونکہ یہ اس کے دنیوی مقاصد کے برخلاف ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرے تو پھر گورنمنٹ کو کیا منہ دکھاوے۔ ابھی تو وہ لکھ چکا

ہے کہ وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں تو پھر اب ان کو صحیح کیونکر بناوے۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ ایسا کرے۔ پس اگر یہ علماء جو اس کو کافر اور دجّال اور مفتری اور جہنمی ٹھہرا چکے ہیں بغیر ایسی تحریر شائع کرانے کے اس سے اختلاط رکھیں اور حسب منشا اپنے فتووں کے اس کو کافر اور دجّال اور کذّاب اور مفتری نہ سمجھیں اور اس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں تو پھر یہ خود دجّال اور مفتری ہیں لیکن ہم نہایت نیک نیتی سے گورنمنٹ عالیہ کو اس بات کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ وہ محمد حسین کے چال چلن سے خبردار رہے اور اس وقت تک اس کی حالت کو قابل اعتماد نہ سمجھے جب تک وہ ان مولویوں سے جو ایسے خطرناک مہدی کے منتظر ہیں بکلّی علیحدگی اختیار نہ کرے۔ گورنمنٹ عالیہ سمجھ سکتی ہے کہ کیسا ان لوگوں کا خطرناک عقیدہ ہے کہ ایسے خونی مہدی کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں اور کذّاب اور دجّال اور مفتری نام رکھتے ہیں۔ اور مَیں گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ محمد حسین مذکور کا یہ کہنا کہ مَیں ایسے مہدی کے آنے کا قائل نہیں اور مَیں ایسی حدیثوں کے صحیح نہیں سمجھتا بالکل منافقانہ پیرایہ میں ہے اور وہ انکارِ مہدی میں سراسر منافقانہ طریق اختیار کرتا اور گورنمنٹ کو دھوکہ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ دیکھ لے گی کہ یہ فتویٰ جو منکرِ مہدی کی نسبت مولویوں نے لکھا ہے یہ محمد حسین کی نسبت ہرگز جاری نہیں کیا جاوے گا کیونکہ وہ در پردہ فی الفور ان کو کہہ دے گا کہ مَیں اُس خونی مہدی کے آنے کا قائل ہوں۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس قدر اختلاف کے ساتھ کہ وہ مہدی کے آنے سے انکاری ہو اور وہ لوگ اس کو کافر اور دجّال کہیں اور مفتری اور کذّاب اور جہنمی اس کا نام رکھیں۔ اور پھر ان کا باہمی میل ملاقات جاری رہے بجز اس صورت کے کہ در پردہ ایک ہی اعتقاد پر متفق ہوں۔ وہ تو فتویٰ میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ایسے آدمی کے ساتھ کہ اس خونی مہدی کے آنے کا منتظر نہیں میل ملاقات ہرگز جائز نہیں کیونکہ وہ کافر ہے۔

غرض اب اگر اس کے بعد مولوی محمد حسین کے تعلقات ان مولویوں کے ساتھ قائم نہ رہے اور میل ملاقات سب ترک ہو گیا اور ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے تب تو اس بات کو مان لیا جائے گا کہ محمد حسین کا گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یہ ظاہر کرنا کہ مَیں اس مہدی کا آنا نہیں مانتا جو بزعم اہلِ حدیث خلیفہ اور بادشاہ ہو کر آئے گا اور سخت لڑائیاں کرے گا درست اور صحیح ہے لیکن اگر محمد حسین مذکور کا میل ملاقات ان فتویٰ

دینے والوں سے موقوف نہ ہوا۔ اور بدستور باہم شیر وشکر رہے تو پھر گورنمنٹ عالیہ کو قطعی اور یقینی طور پر سمجھنا چاہیے کہ ان کے باہمی تعلقات قائم ہیں اور یہ سب اُس خونی مہدی کے منتظر ہیں۔

اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے ان مولویوں کے ایسے چال چلن پر غور کریں یہ ان کے کشتی بان کہلاتے ہیں اور سوچیں کہ کیا ایسے لوگوں کی پیروی کر کے کسی نیکی کی امید ہوسکتی ہے۔ اب ذرا فتویٰ ہاتھ میں لے کر نذیر حسین کو پوچھیں کہ کیا ہم محمد حسین کو کذّاب دجّال، مفتری کہیں؟ پھر عبدالجبار غزنوی کے پاس جائیں اور اس سے دریافت کریں کہ کیا آپ کے فتویٰ کے مطابق محمد حسین کو ہم کافر قرار دیں؟ اور پھر عبدالحق غزنوی کو بھی اسی جگہ مل لیں اور اس سے پوچھیں کہ کیا تمہارے فتویٰ کے رُو سے ہم محمد حسین کو جہنمی اور ناری کہا کریں۔ اور پھر ذرا تکلیف اُٹھا کر اسی جگہ امرتسر میں مولوی احمد اللہ صاحب کے پاس جائیں اور ان سے دریافت کریں کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کا فتویٰ عبدالحق کے فتویٰ کے مطابق ہے؟ کیا ہم آیندہ محمد حسین کو جہنّمی کہا کریں اور کیا ہم آیندہ اس کی ملاقات چھوڑ دیں۔

اے مسلمانو! یقیناً سمجھو کہ یہ وہی مولوی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے۔ تم ان کو اسی نمونہ سے شناخت کرلو گے کہ بعد اس کے جو انہوں نے شیخ محمد حسین ایڈیٹر **اشاعۃ السنّہ** کو کافر اور دجّال اور مفتری اور جہنمی قرار دیا۔ پھر کیا حقیقت میں اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یا وہ صرف دکھانے کے دانت تھے۔

اب مَیں وہ استفتاء[1] جس پر ایسے شخص کے کافر اور دجّال ہونے کی نسبت مولویوں نے فتوے لکھے ہیں گورنمنٹ عالیہ کے گوش گزار کرنے کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں تا کہ گورنمنٹ کو یاد رہے کہ یہ لوگ ان خیالات کے آدمی ہیں۔ فقط

الـــــــــــــــراقم

خاکسار **مرزا غلام احمد** از قادیان

۷؍جنوری ۱۸۹۹ء

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۱۷ تا ۲۴)

---

[1] یہ فتویٰ جلد ہذا کے صفحہ ۴۹۴، ۴۹۵ پر زیر اشتہار نمبر ۲۰۵ پر درج ہو چکا ہے اس لئے دوبارہ نقل نہیں کیا گیا (مرتب)

(۲۰۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

نقل اس ڈیفنس کی جو انگریزی میں چھاپا گیا

مَیں عدالت میں اپنی بریت ثابت کرنے کے لئے بطور ڈیفنس یہ عریضہ لکھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر تمام واقعات کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو اس الزام سے جو مجھ پر لگایا جاتا ہے میرا بری ہونا صاف طور پر کھل جائے گا۔

مَیں سب سے اوّل اس بات کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے اپنے اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی جس سے محمد حسین یا اس کے کسی اَور شریک کی جان یا مال یا عزت کو خطرہ میں ڈالا ہو۔ یا خطرہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہو۔ میرا اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء جو فریق مخالف کی کئی چھپی ہوئی درخواست مباہلہ اور کئی قلمی خطوط طلبی مباہلہ کے بعد لکھا گیا اور ایسا ہی دوسرا اشتہار جو ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء کو شایع ہوا۔ یہ دونوں اشتہار صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ اس پیشگوئی میں یعنی جو عربی الہام مندرجہ اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں ذلّت کا لفظ ہے۔ اس سے فریق کاذب کی ذلّت مراد ہے۔ اور ذلّت بھی اس قسم کی ذلّت جو فریق کاذب نے دوسرے فریق کو بذریعہ اپنے کسی فعل کے پہنچائی ہو۔ یہ اس الہامی فقرہ کی تشریح ہے۔ جو اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے۔ یعنی یہ فقرہ کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا وَ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ. جس کے لفظی معنے یہی ہیں کہ بدی کی سزا ذلّت

ہے مگر اسی ذلّت کی مانند اور مشابہ جو فریق ظالم نے فریق مظلوم کو پہنچائی ہو۔ اب اگر اس الہامی فقرہ کو جو ملہم کے ارادہ اور نیّت کا ایک آئینہ ہے۔ ایک ذرّہ تدبر اور فکر سے سوچا جائے تو بدیہی طور پر معلوم ہوگا کہ اس فقرہ کے اس سے بڑھ کر اور کوئی معنے نہیں کہ ظالم کو اسی قسم کی ذلّت پہنچنے والی ہے جو فی الواقعہ مظلوم کو اس کے ہاتھ سے پہنچ چکی ہے۔ یہ معنے امر بحث طلب کو بالکل صاف کر دیتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ اس پیشگوئی کو کسی مجرمانہ ارادہ سے کچھ بھی لگاؤ نہیں۔ اور یہ معنے صرف اسی وقت نہیں کئے گئے، بلکہ اشتہار ۲۱ ؍نومبر ۱۸۹۸ء اور ۳۰ ؍نومبر ۱۸۹۸ء اور دوسرے اشتہارات میں جو پیش از اطلاع یابی مقدمہ شائع ہو چکے ہیں اُن سب میں کامل طور پر یہی معنے کئے گئے ہیں۔ عدالت کا فرض ہے کہ ان سب اشتہارات کو غور سے دیکھے کیونکہ میرے پر وہی الزام آ سکتا ہے جو میری کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر جبکہ مَیں نے الہامی عبارت کے معنوں کی قبل از وقوع یابی اپنے اشتہارات میں بخوبی تشریح کر دی ہے۔ بلکہ ۳۰ ؍نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں ذلّت کی ایک مثال بھی لکھ دی ہے اور بار بار تشریح کر دی ہے تو پھر یہ الہام قانونی زد کے نیچے کیونکر آ سکتا ہے۔ ہر ایک مظلوم کا حق ہے کہ وہ ظالم کو یہ بد دُعا دے کہ جیسا تو نے میرے ساتھ کیا خدا تیرے ساتھ بھی وہی کرے۔ اصول انصاف عدالت پر یہ فرض کرتا ہے کہ عدالت اس عربی الہام کے معنے غور سے دیکھے جس پر تمام مقدمہ کا مدار ہے۔ اگر میرے عربی الہام میں ایسا لفظ ہے جو ہر ایک قسم کی ذلّت پر صادق آ سکتا ہے تو پھر بلاشُبہ مَیں قانونی الزام کے نیچے ہوں لیکن اگر الہام میں مثلی ذلّت کی شرط ہے تو پھر اس الہامی فقرہ کو قانون سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اس صورت میں یہ بات تنقیح طلب ہوئی کہ فریق مظلوم کو کس قسم کی ذلّت ظالم سے پہنچی ہے اور فریق مخالف اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرے گا کہ اس نے کبھی مجھ کو ایسی ذلّت پہنچائی ہے جو فوجداری قوانین کے نیچے آ سکتی ہے مگر مثلی ذلّت کے لئے جو الہام نے قرار دی ہے یہی شرط ہے کہ ظالم کی اسی قسم کی ذلّت ہو جو بذریعہ اس کے مظلوم کو پہنچی ہو۔ اگر یہ پیشگوئی ایسے طور سے پوری ہوتی جو وہ طور مثلی ذلّت کے برخلاف ہوتا تو ہر ایک کو کہنا پڑتا کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ کیونکہ ضرور ہے کہ پیشگوئی اپنے اصل معنے کے رو سے پوری ہو چنانچہ یہ پیشگوئی

اپنے اصل معنے کے رو سے پوری بھی ہوگئی کیونکہ محمد حسین نے مع اپنے گروہ کے جو فتویٰ کفر کا میری نسبت دیا تھا اور میرا نام دجّال اور کذّاب اور مفتری رکھا تھا ایسا ہی اس کی نسبت اُس کے ہم مشرب علماء نے فتویٰ دے دیا۔ یعنی اس کی وجہ اُس فہرست انگریزی کے نکلنے کے بعد جس میں اس نے مہدی کے آنے کی احادیث کو غلط اور نادرست لکھا ہے اس کی نسبت اسی کی قوم کے مولویوں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ وہ کافر اور کذّاب اور دجّال ہے۔ سو وہ فقرہ الہامی جس میں لکھا تھا کہ ظالم کو ذلّت اُسی قسم کی پہنچے گی جو اس نے مظلوم کو پہنچائی ہو اور وہ بعینہٖ پورا ہو گیا۔ کیونکہ محمد حسین اپنی منافقانہ طبیعت کی وجہ سے جس کا وہ قدیم سے عادی ہے گورنمنٹ کو یہ دھوکا دیتا رہا کہ وہ اس خطرناک اور خونی مہدی کا منکر ہے جس کے آنے کے لئے وحشیانہ حالت کے مسلمان منتظر ہیں۔ مگر تمام مولویوں کو یہ کہتا رہا کہ مَیں اس مہدی کا قائل ہوں جیسا کہ تم قائل ہو۔ اور یہ اس کا طریق نہایت قابل شرم تھا۔ جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا۔ اگر وہ دل کی سچائی سے ایسے خطرناک مہدی کے آنے کا منکر ہوتا تو میری نظر میں اور ہر ایک منصف کی نظر میں قابل تعریف ٹھیرتا۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور نفاق سے کام لیا۔ اس لئے الہام کے مطابق اس کی ذلّت ہوئی اور جس اعتقاد کی وجہ سے قوم کی نظر میں مجھے اس نے کافر ٹھیرایا اور میرا نام دجّال اور ملحد اور مفتری رکھا اب وہی القاب قوم کی طرف سے اس کو بھی ملے۔ اور بالکل الہام کے منشاء کے موافق پیشگوئی اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء پوری ہوگئی کیونکہ جیسا کہ مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں پیشگوئی میں ذلّت کے لفظ کے ساتھ مثل کی شرط تھی سو اُس شرط کے موافق الہام پورا ہو گیا اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔ مَیں حکّام انصاف پسند سے چاہتا ہوں کہ ذرا ٹھہر کر سوچ کر اس مقام کو پڑھیں یہی وہ مقام ہے جس پر غور کرنا انصاف چاہتا ہے۔

اصل جواب اسی قدر ہے جو مَیں نے عرض کر دیا۔ لیکن اس وقت یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرے حملوں کا دفعیہ بھی جو الزام کو قوت دینے کے لئے پیش کئے گئے ہیں گزارش کر دوں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عدالت میں میری نسبت یہ الزام پیش کیا گیا ہے کہ گویا میری قدیم سے یہ عادت

ہے کہ خود بخود کسی کی موت یا ذلّت کی پیشگوئی کیا کرتا ہوں اور پھر اپنی جماعت کے ذریعہ سے پوشیدہ طور پر اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ کسی طرح وہ پیشگوئی پُوری ہو جائے۔ گویا مَیں ایک قسم کا ڈاکو یا خونی یا رہزن ہوں۔ اور گویا میری جماعت بھی اس قسم کے اوباش اور خطرناک قسم کے لوگ ہیں جن کا پیشہ اس قسم کے جرائم ہیں۔ لیکن مَیں عدالت پر ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء سے خمیر کیا گیا ہے اور نہایت بُری طرح **میری اور میری معزز جماعت کی ازالۂ حیثیت عرفی** کی گئی ہے میں اس وقت کو زیادہ بیان کرنا غیر محل سمجھتا ہوں، لیکن عدالت پر واضح کرتا ہوں کہ میں ایک شریف اور معزز خاندان میں سے ہوں۔ میرے باپ دادے ڈاکو اور خونریز نہ تھے اور نہ کبھی کسی عدالت میں میرے پر کوئی جُرم ثابت ہوا۔ اگر ایسے بد اور ناپاک ارادہ سے جو میری نسبت بیان کیا گیا ہے ایسی پیشگوئیاں کرنا میرا پیشہ ہوتا تو اس بیس برس کے عرصہ میں جو براہین احمدیہ کی تالیف سے شروع ہوا ہے۔ کم سے کم دو تین سو پیشگوئی موت وغیرہ کی میری طرف سے شائع ہوتی حالانکہ اس مدّت دراز میں بجز ان دو تین پیشگوئیوں کے ایسی پیشگوئی اَور کوئی نہیں کی گئی۔

مَیں عرض کر چکا ہوں کہ یہ پیشگوئیاں لیکھرام اور عبداللہ آتھم کے بارے میں مَیں نے اپنی پیش دستی سے نہیں کیں بلکہ ان دونوں صاحبوں کے سخت اصرار کے بعد ان کی دستخطی تحریریں لینے کے بعد کی گئیں اور لیکھرام نے میری اشاعت سے پہلے خود ان پیشگوئیوں کو شائع کیا تھا اور مَیں نے بعد میں شائع کیا۔ چنانچہ لیکھرام کو اپنی کتاب تکذیب صفحہ ۳۳۲ میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ پیشگوئیوں کے لیے دو ماہ تک قادیان میں ٹھہرا رہا اور اس نے خود پیشگوئی کے لئے اجازت دی اور اپنی دستخطی تحریر کر دی وہ اس صفحہ میں میری نسبت یہ بھی لکھتا ہے کہ ’’وہ موت کی پیشگوئی کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے جب تک اجازت نہ ہو۔‘‘ اور پھر اسی صفحہ میں اپنی طرف سے اجازت کا اعلان کرتا ہے۔ اس کی کتاب موجود ہے۔ یہ مقام پڑھا جائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے میری اشاعت سے پہلے میری پیشگوئی کی آپ اشاعت کر دی ہے اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کی ایک تحریر مثل مقدمہ ڈاکٹر کلارک کے ساتھ شامل ہے اور لیکھرام کی خط و کتابت جو مجھ سے ہوئی اور جس اصرار سے اپنے لئے اُس

نے پیشگوئی طلب کی وہ رسالہ مدت سے چھپ چکا ہے اور قادیان کے ہندو بھی قریب دوسو کے اس بات کے گواہ ہیں کہ لیکھرام قریباً دو ماہ تک پیشگوئی کے تقاضا کے لئے پشاور سے آ کر قادیان میں رہا۔ مَیں کبھی اس کے پاس پشاور نہیں گیا اس کے سخت اصرار اور بدزبانی کے بعد اور اس کی تحریر لینے کے بعد اس کے حق میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ اور یہ دونوں پیشگوئیاں چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھیں اس لئے پوری بھی ہوگئیں۔ اور مجھے اس سے خوشی نہیں بلکہ رنج ہے کہ کیوں ان دونوں صاحبوں نے اس قدر اصرار کے ساتھ پیشگوئی حاصل کی جس کا نتیجہ ان دونوں کی موت تھی۔ مگر مَیں اس الزام سے بالکل الگ اور جدا ہوں کہ کیوں پیشگوئی کی گئی۔ لیکھرام نے اپنی تحریروں سے یہ ارادہ بار بار ظاہر کیا تھا کہ اس وجہ سے مَیں نے یہ پیشگوئی اصرار سے طلب کی ہے کہ تا جھوٹا ہونے کی حالت میں ان کو ذلیل کروں۔ مَیں نے اس کو اور عبداللہ آتھم کو یہ بھی کہا تھا کہ پیشگوئیاں طلب کرنا عبث ہے کیونکہ اس سے پہلے تین ہزار کے قریب مجھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو چکے ہیں جن کے گواہ بعض قادیان کے آریہ بھی ہیں۔ اُن سے حلفاً دریافت کرو اور اپنی تسلّی کر لو مگر مجھے اب تک ان دونوں کی نسبت یہ ہمدردی جوش مارتی ہے کہ کیوں انہوں نے ایسا نہ کیا اور کیوں مجھے اس بات پر سخت مجبور کر دیا کہ مَیں ان کے بارے میں کوئی پیشگوئی کروں۔ یہ کہنا انصاف اور دیانت کے برخلاف ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ نہایت صفائی سے الفاظ کے منشاء اور شرط مندرجہ پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق پوری ہوگئی۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم سے بہت مدت سے میری ملاقات تھی اور میرے حالات سے وہ بہت واقف تھا۔ مجھ کو اس کی نسبت زیادہ افسوس اور درد ہے کہ کیوں اس نے ایسی پیشگوئی کو جس میں اس کی موت کی خبر تھی طلب کیا جس کے آخری اشتہار سے چھ مہینے بعد عین منشاء کے مطابق وہ فوت ہوگیا۔ صرف یہی نہیں کہ یہ دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں بلکہ انیس برس کے عرصہ میں تین ہزار کے قریب ایسے نشان ظاہر ہوئے اور ایسی غیبت کی باتیں قبل از وقت بتلائی گئیں اور نہایت صفائی سے پوری ہوئیں جن پر غور کر کے گویا انسان خدا کو دیکھ لیتا ہے اگر یہ انسان کا منصوبہ ہوتا تو اس قدر نشان کیونکر ظاہر ہو سکتے جن کی وجہ سے میری جماعت کے دل پاک

اور خدا کے نزدیک ہو گئے۔ میری جماعت ان تمام باتوں پر گواہ ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ نے عجیب در عجیب نشان دکھلا کر اس طرح پر ان کو اپنی طرف کھینچا جس طرح پہلے اس سے خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں پر ایمان لانے والے پاک دلی اور صاف باطنی اور خدا تعالیٰ کی محبت کی طرف کھینچے گئے تھے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ جھوٹ سے پرہیز کرتے اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے اور اس گورنمنٹ کے جس کے وہ زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں سچے خیر خواہ اور بنی نوع کے ہمدرد ہیں۔ یہ ان آسمانی نشانوں کا اثر ہے جو انہوں نے دیکھے اور وہ نشان خدا کی رحمت ہے جو اس وقت اور اس زمانہ میں لوگوں کو خدا کا یقین دلانے کے لئے اس بندۂ درگاہ کے ذریعہ سے نازل ہو رہے ہیں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک جو ان نشانوں کو دل کی سچائی سے طلب کرے گا دیکھے گا امن اور سلامتی کے نشان اور امن اور سلامتی کی پیشگوئیاں جن کو آسودگی عامہ خلائق میں کچھ دست اندازی نہیں ہمیشہ ایک بارش کی طرح نازل ہو رہے ہیں لیکن خدا کی قدیم سُنّت کے موافق ضرور تھا کہ مَیں بھی اسی طرح عوام کی زبان سے دُکھ دیا جاتا جیسا کہ پہلے پاک نبی دُکھ دیئے گئے خاص کر وہ اسرائیلی نبی سلامتی کا شہزادہ جس کے پاک قدموں سے شعیر کے پہاڑ کو برکت پہنچی اور جو قوم کی ناانصافی اور نابینائی سے مجرموں کی طرح پیلاطوس اور ہیرودوس کے سامنے عدالت میں کھڑا کیا گیا تھا سو مجھے اس بات سے فخر ہے کہ اس پاک نبی کی مشابہت کی وجہ سے مَیں بھی عدالتوں کی طرف کھینچا گیا۔ اور میرے پر بھی خود غرض لوگوں نے گورنمنٹ کو ناراض کرنے کے لئے اور مجھے جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے افتراء کئے جیسا کہ اس مقدس نبی پر کئے تھے تا وہ سب کچھ پورا ہو جو ابتدا سے لکھا گیا تھا۔ واقعی یہ سچ ہے کہ آسمانی برکتیں زمین سے نزدیک آ رہی ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی جس کی نیّت نہایت نیک ہے اور جو رعایا کے لئے امن اور سلامتی کی پناہ ہے۔ خدا نے پسند کیا کہ اس کے زیر سایہ مجھے مامور کیا۔ مگر کاش اس گورنمنٹ محسنہ کو نشان دیکھنے کے ساتھ کچھ دلچسپی ہوتی اور کاش مجھ سے گورنمنٹ کی طرف سے یہ مطالبہ ہوتا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی آسمانی نشان یا کوئی ایسی پیشگوئی جو امن اور سلامتی کے اندر محدود ہو دکھلاؤ تو جو میرے پر افترا کیا گیا ہے کہ گویا مَیں ڈاکوؤں کا کام کر رہا ہوں یہ سب حقیقت کھل

جاتی۔ آسمان پر ایک خدا ہے جس کی قدرتوں سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ سو ایک مدعی الہام کی سچائی معلوم کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی میعار نہیں کہ اس سے پیشگوئی طلب کی جائے توریت میں خدا تعالیٰ نے سچے ملہم کے لئے یہی نشانی قرار دی ہے۔ پھر اگر اس میعار کے رُو سے وہ سچا نہ نکلے تو جلد پکڑا جائے گا اور خدا اُسے رُسوا کرے گا لیکن اگر وہ رُوح القدس سے تائید یافتہ ہے اور خدا اس کے ساتھ ہے تو ایسے امتحان کے وقت اس کی عزت اسی طرح ظاہر ہوگی جیسا کہ دانیال نبی کی عزت بابل کی اسیری کے وقت ظاہر ہوئی تھی۔ ایک برس سے کچھ زیادہ عرصہ گذرتا ہے کہ مَیں نے اس عہد کو چھاپ کر شائع کر دیا ہے کہ مَیں کسی کی موت وضرر وغیرہ کی نسبت ہرگز کوئی پیشگوئی شائع نہ کروں گا۔ پس اگر یہ پیشگوئی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ /نومبر ۱۸۹۸ء میں ہے۔ کسی کی موت یا اس قسم کی ذلّت کے متعلق ہوتی تو مَیں ہرگز اس کو شائع نہ کرتا لیکن اس پیشگوئی کو کسی کی ایسی ذلّت سے جو قانونی حد کے اندر آ سکتی ہے کچھ تعلق نہ تھا۔ جیسا کہ مَیں نے اپنے اشتہار میں مثال کے طور پر اس کی نظیر صَرفی اور نَحوی غلطی لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی مولوی کو اس طرح پر نادم کیا جائے کہ اس کے کلام میں صرفی یا نحوی غلطی ہے تو اس قسم کی ذلّت سے جو اس کو پہنچے گی قانون کو کچھ علاقہ نہیں۔

میرے اس الہام میں مثلی ذلّت کی ایک شرط ایسی شرط ہے کہ اس شرط کے دیکھنے کے بعد حکّام کو پھر زیادہ غور کرنے کی حاجت نہیں۔ میری نیک نیتی کو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور جو شخص غور سے میری اس پیشگوئی کو پڑھے گا اور اس کی تشریحات کو دیکھے گا جو مَیں نے قبل از مقدمہ شائع کر دی ہیں تو اس کا کانشنس اور اس کی حق شناس رُوح میرے بے خطا ہونے پر ضرور گواہی دے گی۔ مَیں عدالت کو اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ مَیں نے یہ اشتہار مباہلہ ایک مدّت تک وہ الفاظ سن کر جو دل کو پاش پاش کرتے ہیں لکھا تھا۔ اور میرا اس تحریر سے ایک تو یہ ارادہ تھا کہ بدی کا بدی سے مقابلہ نہ کروں اور خدا تعالیٰ پر فیصلہ چھوڑوں اور دوسرے یہ بھی ارادہ تھا کہ اُن فتنہ انگیز تحریروں کے اشتعال دِہ اثر سے جن کا اس ڈیفنس میں کچھ ذکر کر چکا ہوں اپنی جماعت کو بچا لوں اور جوش اور اشتعال کو دبا دوں تا میری جماعت صبر اور پاک دلی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی منتظر رہے۔

مَیں اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ میری کارروائی محمد حسین کے مقابل پر اخیر تک سلامت روشنی کے ساتھ رہی ہے اور مَیں نے بہت سے گندے اشتہار دیکھ کر جو اس کی تعلیم سے لکھے گئے تھے۔ جن کا بہت سا حصہ خود اس نے اپنی **اشاعۃ السُّنہ** میں نقل کیا ہے وہ صبر کیا ہے جو دنیا داروں کی فطرت سے ایسا صبر ہونا غیر ممکن ہے محمد حسین نے میرے ننگ و ناموس پر نہایت قابل شرم کمینگی کے ساتھ اور سراسر جھوٹ سے حملہ کیا ہے اور میری بیوی کی نسبت محض افترا سے نہایت ناپاک کلمے لکھے ہیں اور مجھے ذلیل کرنے کے لئے بار بار یہ کلمات شائع کئے کہ ''یہ شخص لعنتی اور کُتّے کا بچہ ہے اور دوسو جوتہ اس کے سر پر لگانا چاہیے اور اس کو قتل کر دینا ثواب کی بات ہے۔'' لیکن کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی مَیں نے اس کے یا اس کے گروہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کئے۔ مَیں ہمیشہ ایسے الفاظ استعمال کرتا رہا جو ایک شریف انسان کو تہذیب کے لحاظ سے کرنے چاہییں۔ ہاں جیسا کہ مذہبی مباحثات میں باوجود تمام تر نیک نیتی اور نرمی اور تہذیب کے ایسی صورتیں پیش آ جایا کرتی ہیں کہ ایک فریق اپنے فریق مخالف کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو عین محل پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اس مہذبانہ طریق سے مَیں انکار نہیں کرسکتا۔ مباحثات میں ضرورت کے وقت بہت سے کلمات ایسے بھی استعمال ہوتے ہیں جو فریق مخالف کو طبعاً ناگوار معلوم ہوتے ہیں مگر محل پر چسپاں اور واقعی ہوتے ہیں مثلاً جو شخص اپنے مباحثات میں عمداً خیانت کرتا ہے یا دانستہ روایتوں کے حوالہ میں جھوٹ بولتا ہے اس کو نیک نیتی اور اظہار حق کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے کہ تم نے طریقِ خیانت یا جھوٹ کو اختیار کیا ہے اور ایسا بیان کرنا نرمی اور تہذیب کے برخلاف نہیں ہوتا بلکہ اس حد تک جو سچائی اور نیک نیتی کا التزام کیا گیا ہو۔ حق کے ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ایسے طریق کو یورپ کے ممتاز محققوں نے بھی جو طبعاً تہذیب اور نرمی کے اعلیٰ اصولوں کے پابند ہوتے ہیں اختیار کیا ہے۔ یہاں تک کہ سر میور سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے اپنی کتاب لائف آف محمد میں اس مذہبی تحریر میں ایسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں کہ مَیں ایسے الفاظ کا ذکر بھی سخت نامناسب سمجھتا ہوں۔ اور میرے ایک مُرید نے جو محمد حسین کی نسبت ایک مضمون اخبار الحکم میں لکھا ہے جو

مسل مقدمہ میں شامل کیا گیا ہے۔ گو وہ مذہبی مباحثات کی طرز کو خیال کر کے ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ سمجھا گیا ہے تاہم یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مجھے اُس اخبار سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ چنانچہ اخبار الحکم کے پرچہ ۸؍دسمبر ۱۸۹۸ء اور ۱۳؍دسمبر ۱۸۹۸ء اور ۱۰؍جنوری ۱۸۹۹ء میں خود اس اخبار کے مالک شیخ یعقوب علی نے اس کی بخوبی تصریح کر دی ہے۔

میری نیک نیتی اس سے ظاہر ہے کہ قریباً ڈیڑھ برس کے عرصہ تک محمد حسین نے نہایت سخت اور گندے الفاظ کے ساتھ مجھے دکھ دیا۔ پہلے ایسے ناپاک اشتہار محمد بخش جعفر زٹلی کے نام پر شائع کئے اور پھر نقل کے طور پر اُن کو اپنی اشاعۃ السُّنہ میں لکھا اور کئی دوسرے لوگوں سے بھی یہ کام کرایا مگر مَیں چپ رہا اور اپنی جماعت کو بھی ایسے گندے الفاظ بالمقابل بیان کرنے سے روک دیا۔ یہ واقعی اور سچی بات ہے۔ خدا کے اختیار میں ہے کہ عدالت کو اس تفتیش کی طرف توجہ دے جب میری جماعت ایسی گالیوں سے نہایت درجہ دردمند ہوئی اور ایسے اشتہار لاہور کی گلی کوچوں اور مسجدوں میں محمد حسین نے چسپاں کرا دیئے تو مَیں نے اپنی جماعت کو یہ صلاح دی کہ وہ بحضور نواب گفٹیننٹ[1] گورنر بہادر بالقابہ اس بارے میں میموریل بھیجیں۔ چنانچہ میموریل بھیجا گیا۔ جس کے چند پرچے میرے پاس موجود ہیں۔ پھر جب اس ذریعہ سے اس فتنہ کا انسداد نہ ہوا تو ایک اَور میموریل پندرہ ہزار یا شاید سولہ ہزار معزز لوگوں کے دستخط کرا کر بحضور وائسرائے بالقابہ اسی غرض کے حصول کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس کے چند پرچے بھی موجود ہیں مگر اس کا بھی کوئی جواب نہ آیا۔ تب گندی گالیوں کے دینے میں اور بھی محمد حسین نے نہایت بے باکی سے قدم آگے رکھا، چنانچہ ان گالیوں کا نمونہ محمد بخش جعفر زٹلی کے اس اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے جو اس نے ۱۱؍جون ۱۸۹۷ء میں شائع کیا ہے۔ اس اشتہار میں اس کی عبارت جو دراصل محمد حسین کی عبارت ہے، یہ ہے ’’مرزا عیسائیوں کا کوڑا اور گندگی اُٹھانے کے لئے تیار اور راضی ہے اور اپنا منہ ان کی جوتیوں پر ملنے کے لئے اس نے برٹش گورنمنٹ کو خدا کا درجہ دے یا ہے۔ اس خر دجّال نے حضرت سلطان المعظم یعنی سلطان رُوم کی

---

[1] نقل مطابق اصل ہے (مرتب)

نسبت ایسی بیہودہ گوئی کی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ یہ خبیث باطنی شیطان سامنے بٹھایا جائے اور دوسو جوتے مارے جائیں۔اور جب شمار کرتے وقت عدد بھول جائے تو پھر از سرِ نو گننا شروع کیا جائے۔ اس کُتے کے بچے پر لعنت۔سلطان کی نسبت حقارت آمیز لفظ استعمال کرنے سے تو یہی اچھا ہوتا ہے کہ وہ کھلا کھلا عیسائی ہو جاتا۔مَیں نے مرزا کے متعلق پانچ پیشگوئیاں کی ہیں۔اور وہ یہ ہیں۔

(۱) قادیانی ایک سخت مقدمہ میں پھنس جائے گا اور جلا وطن کیا جائے گا۔یا بیڑیاں پڑیں گی اور قید خانہ میں ڈالا جائے گا۔

(۲) قید میں وہ دیوانہ ہو جائے گا۔

(۳) ایک ناسُور نکلے گا۔

(۴) وہ جذامی ہو جائے گا اور خودکشی کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔‘‘

ایسا ہی اُس اشتہار کے ساتھ ایک تصویر لکھی ہے جس میں مجھے شیطان بنایا ہے محمد حسین کا یہی طریق ہے کہ یہ گندے اشتہار پہلے اُس کے نام پر شائع کرتا ہے اور پھر نقل کے طور پر اپنی **اشاعۃ السنّہ** میں شائع کرتا ہے تا اگر کوئی اعتراض کرے کہ تو نے مولوی کہلا کر ایسی گندی اور قابل شرم کارروائی شروع کر رکھی ہے تو فی الفور اس کا جواب دیتا ہے کہ مَیں تو صرف اپنی **اشاعۃ السنّہ** میں دوسرے کے کلام کو نقل کرتا ہوں۔اس میں کیا حرج ہے۔لیکن اگر محمد بخش زٹلی وغیرہ کو عدالت خود بُلا کر دریافت کرے تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سارا پردہ کھُل جائے گا۔

غرض محمد حسین کی ایسی گندی کارروائیوں کے پہلے مَیں نے مجازی حکام کی طرح رجوع کیا یعنی میموریل بھیجے اور پھر اس حقیقی حاکم کی طرف توجہ کی جو دلوں کے خیالات کو جانتا اور مفسد اور نیک خیال آدمی میں فرق کرتا ہے یعنی مباہلہ کو جو اسلام میں قدیم سنّت اور نماز روزہ کی طرح فرائضِ مذہب میں بوقت ضرورت داخل ہے، تجویز کر کے اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء لکھا اور خدائے علیم جانتا ہے جس پر افتراء کرنا بدذاتی ہے کہ بعد دعا یہی الہام ہوا کہ مَیں ظالم کو ذلیل کروں گا مگر اُسی قسم کی ذلّت ہوگی جو فریق مظلوم کو پہنچائی گئی ہو۔

میرے حالات میری انیس برس کی تعلیم سے ظاہر ہو سکتے ہیں کہ مَیں اپنی جماعت کو کیا تعلیم دے رہا ہوں۔ ایسا ہی میرے حالات میری جماعت کے چال چلن سے معلوم ہو سکتے ہیں اور بہتیرے ان میں سے ایسے ہیں جو گورنمنٹ کی نظر میں نہایت نیک نام اور معزز عہدوں پر سرفراز ہیں۔ ایسا ہی میرے حالات قصبہ قادیان کے عام لوگوں سے دریافت کرنے کے وقت معلوم ہو سکتے ہیں کہ میں نے اُن میں کس طرز کی زندگی بسر کی ہے۔ ایسا ہی میرے حالات میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ کی طرز زندگی سے معلوم ہو سکتے ہیں کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی نظر میں کیسے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ محمد حسین جو ہر وقت میری ذلّت کے درپئے ہے وہ اپنی **اشاعة السنّہ** نمبر۹ جلد نمبر۷ میں میری نسبت اقرار کرتا ہے کہ یہ ’’شخص اعلیٰ درجہ کا پاک باطن اور نیک خیال اور سچائی کا حامی اور گورنمنٹ انگریزی کا نہایت درجہ خیر خواہ ہے۔‘‘ یہ بھی گزارش کرنا ضروری ہے کہ اگر لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میں میری نسبت آریوں کو شکوک پیدا ہوئے تھے تو ان شکوک کی بنا بجز اس پیشگوئی کے اور کچھ نہ تھا جس کو لیکھرام نے آپ مانگا تھا اور مجھ سے پہلے آپ مشتہر کیا تھا۔ پھر اس میں میرے پر کیا الزام ہے۔ نہ مَیں نے خود بخود پیشگوئی کی اور نہ مَیں نے اس کو مشتہر کیا۔ اور اگر صرف شک پر لحاظ کیا جائے تو ہندوؤں نے سر سید احمد خان کے سی ایس آئی پر بھی قتلِ لیکھرام کا شُبہ کیا تھا۔ فقط

راقـــــــــــــــــــم

خاکسار **مرزا غلام احمد از قادیان**

۲۰؍جنوری ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تعداد اشاعت (۱۰۰)

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۲۴ تا ۳۶)

(۲۰۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

ہمارے استفتاء کی نسبت ایک منصفانہ گواہی

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہمیں اس بات پر اطلاع پاکر کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنّہ نے مہدی کے آنے کے بارے میں اپنے ہم جنس مولویوں کو تو یہ کہا کہ ضرور وہ مہدی معہود آئے گا جو قریش میں سے ہوگا اور خلافت ظاہری و باطنی سے سرفراز ہوگا۔ اور لڑائیاں اور سخت خونریزیاں کرکے تمام روئے زمین پر دین اسلام کو غالب کر دے گا اور اُس کے آنے کا منکر لعنتی اور کافر اور دجّال اور ضال اور مضل ہے اور پھر پوشیدہ طور پر گورنمنٹ عالیہ انگریزی پر یہ ظاہر کرتا رہا کہ مسلمانوں کا یہ خیال بالکل بیہودہ ہے کہ ایسا مہدی آئے گا اور اس کے خونریزی کے کاموں کی تائید کے لئے مسیح موعود آسمان سے اُترے گا اور وہ دونوں مل کر جبر اور اکراہ سے لوگوں کو مسلمان کریں گے۔ یہ حالت محمد حسین کی عام مسلمانوں سے پوشیدہ تھی۔ آخر ان دنوں میں ایک طمع کی وجہ سے محمد حسین نے ایک فہرست انگریزی رسالہ کے طور پر شائع کی اور اس میں صاف طور پر اس نے لکھ دیا کہ جس خونی مہدی کے آنے کے عام مسلمان منتظر ہیں۔ اس کے متعلق کی جس قدر حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور غلط اور نادرست ہیں۔ اور اس تحریر سے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ ایسے مہدی

کے آنے سے منکر ہے۔ یہ رسالہ ۱۴/ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو وکٹوریہ پریس میں چھپا ہے۔

غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے چاہا تھا کہ ہمارے اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء کی الہامی پیشگوئی کے مطابق محمد حسین کو مثلی ذلّت پہنچاوے جیسا کہ الہام جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ کا منشاء تھا۔ اس لئے محمد حسین نے پوشیدہ طور پر یہ انگریزی رسالہ شائع کر دیا اور مولویوں کو اس رسالہ کے مضمون سے بالکل خبر نہ دی۔ مگر تاہم خدا تعالیٰ کے انصاف اور غیرت نے وہ رسالہ ظاہر کر دیا۔ تب ہم نے فی الفور سمجھ لیا کہ ہماری پیشگوئی پورا کرنے کے لئے یہ سامان غیب سے ظہور میں آرہا ہے۔ تب اسی بنا پر استفتاء لکھا گیا اور مولوی نذیر حسین دہلوی سے لے کر تمام مشہور علماء نے اس پر مہریں اور دستخط کر دیئے۔ اور ایسے منکر کی نسبت کسی نے کافر اور کسی نے دجّال اور کسی نے کذّاب اور مفتری کے لفظ استعمال کئے اور عبد الجبار غزنوی اور عبد الحق غزنوی نے جو وحشیانہ جوش کی وجہ سے صدق اور دیانت سے کچھ بھی غرض نہیں رکھتے نہ صرف نرم الفاظ میں فتویٰ دیا بلکہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ ایسا شخص جو مہدی سے مُنکر ہو کافر اور جہنمی ہے۔ اور جب ان پر یہ بات کھلی کہ فتویٰ تو ابو سعید محمد حسین بٹالوی کی نسبت پوچھا گیا تھا تب مارے غم اور غصہ کے دیوانہ ہو گئے اور اشتہار کے ذریعہ سے یہ شور مچایا کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا اور محمد حسین کا نام ظاہر نہ کیا۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب نے اس مضمون کا اشتہار جاری کیا تھا کہ یہ شور اور جزع فزع سراسر بد دیانتی سے ہے۔ فتویٰ صورت مسئلہ اور کیفیت سوال پر دیا جاتا ہے۔ اس میں یہ ضرور نہیں کہ سائل کا نام لکھا جائے یا اس شخص کا نام جس کی نسبت فتویٰ ہے۔ ہم منتظر تھے کہ ایسے صاف امر میں کوئی صاحب دیانت کی پابندی سے عبد الحق اور عبد الجبار غزنوی کے خائنانہ طریق سے مخالفت کر کے ہمارے اس بیان کی تصدیق کریں۔ سو ہمیں اس استفتاء کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہوئی ہے جو آج ہمیں ملا ہے۔ جس میں مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور اور مولوی

غلام محمد صاحب بگوی امام مسجد شاہی لاہور، عبدالحق اور عبدالجبار کے برخلاف اسی اپنے پہلے فتوے پر قائم رہ کر ہمارے بیان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہیں اور صاف طور پر لکھتے ہیں کہ جو استفتاء پیش ہوا تھا اس میں کوئی شخص دھوکہ نہیں کھا سکتا تھا۔ فتویٰ دینے والے کو اس بات سے کام نہیں کہ فتویٰ زید کی نسبت پوچھا گیا ہے یا بکر کی نسبت اور ظاہر کیا کہ ہم اپنے فتویٰ پر قائم ہیں سو اس وقت محض عبدالحق اور عبدالجبار غزنوی کی پُر خیانت کارروائی کو عام لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے اس اشتہار کے ساتھ اُس استفتاء کی نقل مع ان دونوں بزرگوں کے فتوے کے شامل کی جاتی ہے۔ فقط

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۲۱؍جنوری ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تعداد اشاعت ۷۰۰

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۳۶ تا ۳۸)

نقل فتویٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

السلام علیکم

۱۵؍ ماہِ شعبان المبارک ۱۳۱۶ھ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بوساطت اپنے مرید ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب ملازم فوج ملک افریقہ کے ایک استفتاء عام موافق سنت علماء خلف وسلف جس میں کسی شخص کا نام نہیں تھا۔ آپ صاحبان کی خدمت میں بڑے ادب سے پیش کیا۔ اب اعادہ الفاظ استفتا کی کچھ ضرورت نہیں۔ صرف اگر کوئی شخص انکار امام مہدی موعود کرے اور عقیدہ اپنا تحریری ایک مقام بطور دستاویز دے کر اطمینان دلاوے کہ جو جو احادیث اسلام میں بحق مہدی علیہ السّلام لکھی گئی ہیں وہ سراسر جھوٹ اور لغو ہیں تو اس پر علماء کیا فتویٰ فرماتے ہیں۔ سو علمائے نامدار پنجاب و ہندوستان نے اپنی اپنی فہم سے ایسے عقیدے والے کو جس کا ذکر استفتاء میں موجود ہے کافر، ضال، خارج از اسلام وغیرہ اپنی اپنی مواہیر اور دستخط سے قرار دیا تھا۔ چنانچہ وہ استفتاء چھپ کر عام طور پر شائع ہو چکا یہاں تک کہ گورنمنٹ عالیہ تک بھی بھیجا گیا۔

اب ایک مولوی عبدالحق نام نے جس کی مہر یا دستخط اُس کُفر نامہ پر ثبت ہیں۔ اپنے ہاتھوں کی تحریر پر سخت افسوس کھا کر بڑے حسرت اور غضب سے ایک اشتہار نکال کر مشتہر کیا ہے کہ فتویٰ دینے میں مَیں نے دھوکہ کھایا ہے یعنی وہ فتویٰ زید کے بارے میں ہم نے دیا ہے نہ عَمرو کے حق میں نیز بے اختیار ہو کر اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے فتویٰ پیش کرنے والے اور کرانے والے پر بے جا

الزام دغا اور فریب بد دیانتی بے ایمانی وغیرہ وغیرہ کا لگایا ہے وہ اس واسطے کہ بالواسطہ فتویٰ کیوں لیا گیا اور جس پر فتویٰ دینا ہے اس کا نام کیوں نہیں لیا گیا۔ لہٰذا آپ صاحبان کی خدمت شریف میں انصاف اور عدل کے خواہاں ہو کر التماس ہے کہ کیا آپ نے بھی اس مولوی موصوف کی طرح دھوکہ سے مُہریں یا دستخط کفر نامہ پر لگائے ہیں یا عام طور پر خواہ زید ہو خواہ عمر، جو شخص ایسا عقیدہ برخلاف اہلِ سنت والجماعت کے رکھتا ہے اس پر کفر کی مُہریں لگائی ہیں جیسا کہ مفہوم آیات قرآن مجید ہے اور ایسا عالم فتویٰ دینے کے لائق شرعاً ہے۔

راقم خیر خواہ مومنین

اَلْجَوَاب وَ هُوَالْمُوَفِّقُ لِلصَّوَاب

(۱) وہ استفتاء جس کا اس سوال میں ذکر کیا گیا ہے اور جواب چھپ کر مشہور ہو چکا ہے میرے سامنے بھی پیش ہوا تھا۔ اس کا جواب مَیں نے مندرجہ ذیل لفظوں میں دیا تھا۔

’’امام مہدی علیه وَ عَلٰی آبَائِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا قربِ قیامت میں ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل وانصاف سے پر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور جمہورِ اُمت نے اسے تسلیم کیا ہے اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہل سنت والجماعت سے انحراف کرنا ہے۔‘‘ مَیں نے اس جواب دینے میں کسی قسم کا دھوکا اور فریب نہیں کھایا ہے۔ اور میرے نزدیک اس وقت بھی استفتائے مذکور کا یہی جواب ہے اور مَیں اس شخص کو جس کا استفتاء مذکور میں ذکر ہے اس وقت بھی مسلک اہل سنت والجماعت سے منحرف جانتا ہوں خواہ وہ زید ہو یا بکر۔ فقط مفتی محمد عبداللہ عفا الخ (ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، پریزیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور وسیکرٹری انجمن مستشار العلماء)۔

(۲) جو استفتاء مطبوعہ مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق ۱۵ر شعبان ۱۳۱۶ھ معرفت ڈاکٹر

محمد اسمٰعیل خان مثبت بہ مواہیر اور دستخط علماءِ امرتسر تھا میرے روبرو پیش ہوا۔ اس کے اوپر مَیں نے یہ عبارت لکھی ہے۔ علماء مظام کا جواب صحیح ہے۔ بے شک شخص مذکور السّوال ضالّ اور مضلّ ہے۔ اور اہلِ سنت سے خارج ہے۔ پس یہ جواب بشرط صدق سوال صحیح ہے مصداق علیہ اس کا خواہ زید ہو یا عَمرو کسی خاص آدمی پر فتویٰ نہیں ہے۔ عام طور پر عقیدہ اہلِ سنّت کا لکھا گیا ہے اور اس میں کسی شخص کا کسی قسم کا دھوکہ نہیں ہے۔

فقیر غلام محمد البگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور ۱۲

مورخہ ۲۰؍جنوری ۱۸۹۹ء

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۳۹ تا ۴۱)

(۲۱۰)

گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ کے پہچاننے کے لئے ایک کھلا کھلا طریق آزمائش

(گورنمنٹ عالیہ سے بادب التماس ہے کہ اس مضمون کو غور سے دیکھا جائے اور حسب منشائے درخواست ہر دو فریق کا امتحان لیا جائے)

چونکہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنہ** ہمیشہ پوشیدہ طور پر کوشش کرتا رہا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو میرے پر بدظن کرے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ کئی سال سے اس کا یہی شیوہ ہے۔ اس لئے مَیں نے مناسب دیکھا ہے کہ محمد حسین اور میری نسبت ایک ایسا طریق آزمایش قائم ہو جس سے گورنمنٹ عالیہ کو سچا خیر خواہ اور چھپا ہوا بدخواہ معلوم ہو جائے اور آئندہ ہماری دانا گورنمنٹ اسی پیمانہ کے رو سے دونوں میں سے مخلص اور منافق میں امتیاز کر سکے۔ سو وہ طریق میری دانست میں یہ ہے کہ چند ایسے عقائد جو غلط فہمی سے اسلامی عقائد سمجھے گئے ہیں اور ایسے ہیں کہ ان کو جو شخص اپنا عقیدہ بناوے وہ گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔ عقائد کو اس طرح پر آلہء شناخت مخلص و منافق بنایا جائے کہ عرب یعنی مکہ اور مدینہ وغیرہ عربی بلاد اور کابل اور ایران وغیرہ میں شائع کرنے کے لئے عربی فارسی میں وہ عقائد ہم دونوں فریق لکھ کر اور چھاپ کر سرکارِ انگریزی کے حوالہ کریں تا کہ وہ اپنے اطمینان کے موافق شائع کر دے۔ اس طریق سے جو شخص منافقانہ طور پر برتاؤ رکھتا ہے اس کی حقیقت کھل جائے گی کیونکہ وہ ہرگز ان عقائد کو صفائی سے نہیں لکھے گا اور ان کا اظہار کرنا اس کو موت

معلوم ہوگی اور ان عقائد کا شائع کرنا اس کے لئے محال ہوگا اور مکہ اور مدینہ میں ایسے اشتہار بھیجنا تو اس کو موت سے بدتر ہوگا۔ سو اگرچہ میں عرصہ بیس برس سے ایسی کتابیں عربی اور فارسی میں تالیف کر کے ممالک عرب اور فارس میں شائع کر رہا ہوں لیکن اس امتحان کی غرض سے اب بھی اس اشتہار کے ذیل میں ایک تقریر عربی اور فارسی میں اپنے پُرامن عقائد کی نسبت اور مہدی اور مسیح کی غلط روایات کی نسبت اور گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت شائع کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ ضروری ہے کہ اگر محمد حسین جو اہل حدیث کا سرگروہ کہلاتا ہے میرے عقائد کی طرح امن اور صلح کاری کے عقائد کا پابند ہے تو وہ اپنا اشتہار عربی اور فارسی میں چھاپ کر دو سو کاپی اس کی میری طرف روانہ کرے تا مَیں اپنے ذریعہ سے مکّہ اور مدینہ اور بلادِ شام اور روم اور کابل وغیرہ میں شائع کروں۔ ایسا ہی مجھ سے دو سو کاپی میرے اشتہار عربی اور فارسی کی لے لے تا بطور خود اُن کو شائع کرے۔

ہماری دانا گورنمنٹ کو بخوبی یاد رہے کہ یونہی گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے صرف بگفتن کوئی رسالہ ذو معنیین لکھنا اور پھر اچھی طرح اس کو شائع نہ کرنا یہ طریق اخلاص نہیں ہے یہ اَور بات ہے اور سچے دل سے اور پورے جوش سے کسی ایسے رسالہ کو جو عام خیالات مسلمانوں کے برخلاف ہو درحقیقت غیر ممالک تک بخوبی شائع کر دینا یہ اَور بات ہے اور اس بہادر کا کام ہے جس کا دل اور زبان ایک ہی ہوں اور جس کو خدا نے درحقیقت یہی تعلیم دی ہے۔ بھلا اگر یہ شخص نیک نیت ہے تو بلاتوقف اس کو یہ کارروائی کرنی چاہیے۔ ورنہ گورنمنٹ یاد رکھے اور خوب یاد رکھے کہ اگر اس نے میرے مقابل پر ایسا رسالہ عربی اور فارسی میں شائع نہ کیا تو پھر اس کا نفاق ثابت ہو جائے گا۔ یہ کام صرف چند گھنٹہ کا ہے اور بجز بدنیتی کے اس کا کوئی مانع نہیں۔ ہماری عالی گورنمنٹ یاد رکھے کہ یہ شخص سخت درجہ کے نفاق کا برتاؤ رکھتا ہے اور جن کا یہ سرگروہ کہلاتا ہے وہ بھی اسی عقیدے اور خیال کے لوگ ہیں۔

اب مَیں اپنے وعدہ کے موافق اشتہار عربی اور فارسی ذیل میں لکھتا ہوں اور سچائی کے اختیار کرنے میں بجز خدا تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور مَیں نے حسن ترتیب اور دونوں اشتہاروں کی

موافقت تامہ کے لحاظ سے قرین مصلحت سمجھا ہے کہ عربی میں اصل اشتہار لکھوں اور فارسی میں اسی کا ترجمہ کردوں تا دونوں اشتہار اپنے اپنے طور پر لکھے جائیں اور نیز عربی اشتہار جس کو ہر ایک غیر زبان کا آدمی بآسانی پڑھ نہیں سکتا اس کا ترجمہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ اب وہ دونوں اشتہار لکھ کر اس رسالہ کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

الراقـــــــــــم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں

۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء

(حقیقت المہدی مطبوعہ ۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۳، ۱۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸)

(۲۱۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

اپنے مُریدوں کی اطلاع کے لیے

جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کے لئے اعلان جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی سعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السُّنہ پر عدالت جے ایم۔ ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپورہ میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر اس کا فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دل آزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے۔ کوئی کسی کو کافر اور دجّال اور مفتری اور کذّاب نہ کہے۔ کوئی کسی کو مباہلہ کے لئے نہ بلاوے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں۔ اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔“ لہٰذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر یک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے

بکلّی قطع کلام اور ترکِ ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہِ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دُکھ نہ دیں۔ کہ یہ کافر ہے یا دجّال ہے یا کذّاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہیں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔ اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر اُن کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے اُن پر مقدمہ چلانے سے اُن کو معافی دی ہے لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہل حدیث امرتسری، لاہوری، لدہانوی، دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسبِ ہدایت صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپورہ اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر اور دجّال اور مفتری اور کذاب کہنے سے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ وہ آیندہ نہ مجھے کافر کہیں گے نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہیں گے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا دیں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دِہ ہوں گے۔

غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دلی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو اُن کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبہ کریں کہ اب وہ کافر، دجّال، کذّاب کہنے سے باز آ جائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔ اور ہم تو ایک عرصہ گزر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے، کہ آیندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیشگوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو

۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا، ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیشگوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی۔ محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالیٰ سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری یہ درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجّال کہنے سے باز آجائیں یہاں تک کہ عدالت کو اب امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور سے چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا کہ وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔ اس لئے مَیں شیخ محمد حسین اور اُن کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے مُنہ کو تھام لیں۔ اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا یہ فہمایش کی، اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ مَیں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان

۲۶؍فروری ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تعداد ۷۰۰

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۴۴ تا ۴۶)

اشتہار

اپنی جماعت کے نام اور نیز ہر ایک رشید کے نام جو خواہشمند ہو

ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی علی صاحب ایم۔اے ہیں جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے اور بہت سا اپنا حرج اُٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام کے لئے یعنی بعض میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں۔ اور یقین ہے کہ جب وہ بعد فراغت اس کام کے اپنے کام وکالت پر جائیں گے تو کسی قریب ضلع میں ہی کام شروع کریں گے۔ اور مَیں اس مدّت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر اُن کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کے رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ مَیں نے اُن کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع باحیا نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے ان دنوں میں ان کو شادی کی ضرورت ہے عمر تخمیناً چوبیس ۲۴ برس کے قریب ہوگی۔ خاندان کے زمیندار شریف اور موضع مرار علاقہ ریاست کپورتھلہ کے باشندے ہیں۔ پہلے بھی مَیں نے اُن کے لئے اپنی جماعت میں تحریک[۱] کی

[۱] جن صاحبوں نے پہلے اشتہار کے وقت اس بارہ میں اپنے خط بھیجے تھے وہ خط محفوظ نہیں رہے لہٰذا ان کو بھی چاہیے کہ دوبارہ اطلاع دیں۔ منہ

تھی مگر بعض وجوہ کے سبب اُس وقت اس کام کی انجام دہی میں معذوری پیش آئی۔اور اب وہ وقت ہے کہ بخیر وخوبی وہ کام کیا جائے۔لہذا دوبارہ یہ اشتہار جاری کیا گیا۔میرے نزدیک جہاں تک مجھے علم ہے ہماری جماعت کا ایسا انسان یا کوئی اور شخص بہت ہی خوش قسمت ہوگا جس کی لڑکی یا ہمشیرہ کا رشتہ مولوی صاحب موصوف سے ہو جائے گا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہونہار لڑکے جو بہمہ صفت موصوف ہوں اور بہر طرح لائق اور معزز درجہ کے آدمی تلاش کرنے سے نہیں ملتے اور لوگ اکثر دھوکہ کھا لیتے ہیں اور اپنی لڑکیوں پر ظلم کرتے ہیں چاہیے کہ ہر ایک صاحب بہت جلد مجھے اطلاع دیں۔اور یہ بات ضروری ہے کہ لڑکی علاوہ شکل صورت خداداد کے سنجیدگی اور عورتوں کی ضرورت کے موافق علم اور لیاقت سے کافی بہرہ رکھتی ہو۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

والسلام

المشتہــــــــــــــــــــر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۹؍ اگست ۱۸۹۹ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان۔تعداد ۲۰۰) (محمد اسمٰعیل)

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۴۷ تا ۴۸)

(۲۱۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الاشتہار للانصار

نحمد اللہ و نصلی علی رسولہ الکریم الامین. واٰلہ الطاھرین الطیّبین.
ہم خدا کی حمد کرتے ہیں اور اس کے رسول پر درود بھیجتے ہیں جو کریم اور امین ہے اور اس کے آل پر درود بھیجتے

واصحابہ الکاملین المکمّلین. الذین سعوا فی سُبل ربّ العالمین .
ہیں جو طیّب اور طاہر ہیں اور نیز اس کے اصحاب پر جو کامل مکمل ہیں۔ وہ اصحاب جو خدا تعالیٰ کی راہ میں دوڑے

واعرضوا عن الدنیا وما فیھا و اقبلوا علی اللہ مُتبتّلین منقطعین. امّا بعد
اور دنیا اور مافیہا سے کنارہ کیا اور خدا کی طرف دوسروں سے بکلی توڑ کر جھک گئے۔ بعد اس کے

فاعلموا ایّھا الاحباب رحمکم اللہ انّ داعی اللہ قدجاء کم فی وقتہٖ و
اے دوستو! تمہیں معلوم ہو خدا تم پر رحم کرے کہ خدا کی طرف سے ایک بُلانے والا تمہارے پاس اپنے وقت پر

ادرککم رحم اللہ علی رأس المائۃ وکنتم من قبل تنتظرون کالعُطاشٰی
آیا ہے اور خدا کے رحم نے صدی کے سر پر تمہاری دستگیری کی اور تم پہلے اس سے اس بُلانے والے کا انتظار پیاسوں کی

اوکالجائعین. فقد جاء کم فضلًا من اللہ لینذرقومًا ماانذر آباء ھم ولتستبین
طرح یا بھوکوں کی طرح کر رہے تھے۔ سو وہ خدا کے فضل سے آ گیا تا اُن لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ

سبیل المجرمین. و اِنّہ اُمِرلیَدُعوکُم الی الصدق والایمان. ولیھدیکم الٰی
دادے نہیں ڈرائے گئے تھے اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے اور اس کو حکم ہے کہ تم کو صدق اور ایمان کی طرف بلاوے

سبیل العرفان. والٰی کل ماینفعکم فی یوم الدین. فعلمکم مالم تکونوا
اورمعرفت کی راہوں کی طرف تمہیں ہدایت کرے اور ہر ایک امر جو جزا کے دن تمہیں کام آوے سمجھاوے۔پس اس نے تمہیں وہ
تعلمون و اتم علیکم حجة اللّٰہ و جعلکم من المبصرین. وانکم رأیتم
حقایق اور مصارف سکھلا دیئے کہ تم خود بخود ان کو نہیں جان سکتے تھے اور خدا تعالیٰ کی حجت تم پر پوری کر دے اور تمہیں بینا بنایا
مالم یرآباء کم الاوّلون. واتاکم مالم یا تھم من نور و یقین .فلا تردّ و انعم اللّٰہ
اور تم نے وہ دیکھا جو تمہارے پہلے باپ دادوں نے نہیں دیکھا تھا اور وہ نور اور یقین تم کو ملا جو انہیں نہیں ملا تھا پس خدا کی نعمتوں کو
و لاتکونوا من الغافلین. وانی اریٰ فیکم قومًا ماقدروا اللّٰہ حق قدرہ و
ردّ مت کرو اور غافل مت ہو۔ اور مَیں تم میں ایسے لوگ بھی دیکھتا ہوں جنہوں نے اپنے خدا کا ایسا قدر نہیں کیا جو کرنا
قالوا آمنّا و ماھم بمؤمنین. أیمنّون علی اللّٰہ والمنة کلّھا لِلّٰہ ان کانوا عالمین.
چاہیے تھا۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔ کیا یہ لوگ خدا پر احسان کرتے ہیں اور سب احسان خدا
لہ العزة والکبریاء ان لم تقبلوا فیصرف عنکم وجھہ ویأت بقوم اٰخرین
کے ہی ہیں اگر یہ جانتے ہوں۔ اسی کے لئے عزت اور بزرگی ہے۔ اگر تم قبول نہیں کرو گے تو وہ تم سے اپنا منہ پھیر لے گا اور ایک
ولاتضرونہ شیئا واللّٰہ غنی عن العٰلمین. وانّ ھٰذہٖ ایام اللّٰہ و ایام حججہ
اور قوم لائے گا اور تم اس کا کچھ بھی حرج نہیں کر سکو گے اور یہ خدا کے دن ہیں اور اس کی حجتوں کے دن۔
فاتقوا اللّٰہ وایّامہ ان کنتم متقین. وستردّون الی اللّٰہ وتُسئلون و مانریٰ
پس خدا سے اور اس کے دنوں سے ڈرو اگر متقی ہو۔ اور عنقریب تم خدا کی طرف واپس کئے جاؤ گے اور پوچھے جاؤ گے اور ہم نہیں
معکم اموالکم ولا املاککم فتیقّظوا ولاتکونوا من الجاھلین. وجاھدوا
دیکھتے کہ تمہارے ساتھ تمہارے مال اور املاک جائیں گے پس ہوش میں آ جاؤ اور جاہل مت بنو۔ اور اپنے مالوں کے ساتھ
باموالکم و انفسکم وقوموا للّٰہ قانتین. أحسبتم ان یرضٰی عنکم ربّکم
اور جانوں کے ساتھ خدا کی راہ میں کوشش کرو اور اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ خدا تم سے راضی ہو
ولماتفعلوا فی سُبُلہ ماخلٰی من سنن الصادقین. لن تنالوا البرّ حتٰی تنفقوا
جائے گا حالانکہ ابھی تم نے وہ کام نہیں کئے جو صادقوں کے کام ہیں۔ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے جب تک کہ وہ چیزیں خرچ نہیں کرو

بـمـاتـحبـون. مـالـكـم لاتـفهـمـون. أتُتْـركـون احيـاءً ابـداً غيـر ميّتين. إنّـى

گے جو تمہیں پیاری ہیں۔ کیا سبب جو تم نہیں سمجھتے۔ کیا تم ہمیشہ زندہ چھوڑے جاؤ گے اور نہیں مرو گے۔ مجھے

أمـرتُ ان انبّهـكـم فـاعـلـمـوا ان الله يـنـظـر الٰـى اعـمـالـكم وانما انانذير مبين.

حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں متنبہ کروں۔ پس جان لو کہ خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور

والله يـدعـوكـم لتـنـصـروه بـامـوالـكـم وجهـد انـفسـكم فهل انتم من الطائعين.

خدا تمہیں بلاتا ہے تا اپنے مالوں اور جانوں کی کوششوں کے ساتھ تم اس کی مدد کرو۔ پس کیا تم فرمانبرداری اختیار کرو گے

و مـن يـنـصـر الله يـنـصـره ويـردّ اليـه مـا ارسـل اليـه ويزيد و هو خير المحسنين.

اور جو تم میں سے خدا کی مدد کرے گا خدا اس کی مدد کرے گا۔ اور جو کچھ اس نے خدا کو دیا خدا کچھ زیادہ کے ساتھ اس کو واپس دے دے گا اور وہ

فـقـومـوا ايّهـا الـنّـاس وليسبـق بـعـضـكـم بـعـضًـا والله يـعـلـم مـن كـان مـن

سب محسنوں سے بہتر محسن ہے۔ سو اٹھو لوگو اور چاہیے کہ ایک دوسرے پر سبقت لے جائے اور خدا جانتا ہے ان کو جو

السـابـقيـن. والـذيـن اٰمـنـوا ورعـوا يـد البيـعة ومـا عـاهدوا وعملوا الصـالحـات

سبقت لے جائیں گے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور بیعت کے ہاتھ اور اپنے عہد کی رعایت رکھی اور اچھے کام کئے

ثـم جـاهـدوا فيهـا ثـم استـقـامـوا فـلهـم مـغفرة و رزق كريم و رضوان من الله

پھر ترقیات کرتے رہے پھر استقامت اختیار کی ان کے لئے مغفرت اور رزق بزرگ اور خدا کی رضا ہے

واولٰئک هم المؤمنون حقا و اولٰئک من عباد الله الصالحين ۔

اور وہی سچے مومن ہیں اور وہی ہیں جو خدا کے نیک بندوں میں سے ہیں۔

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اے دوستو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے حالات پر رحم فرماوے اور آپ کے دل میں الہام کرے کہ ہماری تمام ضرورتوں کے لئے آپ صاحبوں کے دلوں میں سچے جوش پیدا ہوں۔ حال یہ ہے کہ بہت سا حصہ عمر کا ہم طے کر چکے ہیں اور جو کچھ باقی ہے وہ معمولی قانون قدرت کے سہارے پر نہیں بلکہ محض اس کے ان وعدوں پر نظر ہے جن میں سے کسی قدر براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام میں بھی درج ہیں کیونکہ اس نے محض اپنے فضل سے وعدہ دیا ہے کہ وہ مجھے نہیں چھوڑے گا اور نہ مجھ سے الگ ہوگا جب تک پاک اور خبیث میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔ اور تیس برس کے قریب اس الہام کو ہو گیا کہ اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ مَیں ان کاموں کے لئے تجھے اسی برس تک یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال اسی برس[1] سے زیادہ عمر دوں گا۔ اب جب مَیں خدا تعالیٰ کے اس پاک الہام پر نظر کرتا ہوں تو بے اختیار ایک زلزلہ میرے دل پر پڑتا ہے اور بسا اوقات میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور ایک موت کی سی حالت نمودار ہو جاتی ہے کیونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصہ اس میعاد کا گذر گیا اور اب میں بہ نسبت اس دنیا کی ہمسایگی کے قبر سے زیادہ نزدیک ہوں۔ میرے اکثر کام ابھی ناتمام ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مَیں اس خدا تعالیٰ کو جانتا اور پہچانتا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اندھا ہے وہ دل جو خدا کو نہیں جانتا اور مردہ ہے وہ جسم جو یقینی الہام اور وحی سے منور نہیں اور نہ منور ہونے والوں کے ساتھ ہم صحبت اور ہم نشین ہے۔ سو مَیں اس پاک وحی سے ایسا ہی کامل حصہ رکھتا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کامل قرب کی حالت میں انسان رکھ سکتا ہے۔ جب انسان ایک پُر جوش محبت کی آگ میں ڈالا جاتا ہے جیسا کہ تمام نبی ڈالے گئے تو پھر

---

[1] یہ الہام مدت ہوئی کہ میری کتاب ازالہ اوہام میں بھی درج ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ منہ

اس کی وحی کے ساتھ اضغاث احلام نہیں رہتے بلکہ جیسا کہ خشک گھاس تنور میں جل جاتا ہے ویسا ہی وہ تمام اوہام اور نفسانی خیالات جل جاتے ہیں اور خالص خدا کی وحی رہ جاتی ہے اور یہ وحی صرف اُنہی کو ملتی ہے جو دنیا میں کمال صفاءِ محبت اور محویّت کی وجہ سے نبیوں کے رنگ میں ہو جاتے ہیں جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۴ اٹھارھویں سطر میں یہ الہام میری نسبت ہے۔ جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ یعنی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حُلّہ میں۔ سو مَیں شکّی اور ظنّی الہام کے ساتھ نہیں بھیجا گیا بلکہ یقینی اور قطعی وحی کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے نزدیک سب بدبختوں سے زیادہ تر وہ بدبخت ہے جو شکّی اور ظنی الہامات کے ابتلا میں بلعم کی طرح چھوڑا گیا ہے کیونکہ شک اور ظن علم میں داخل نہیں اور ممکن ہے کہ ایسا شخص کسی صادق کی تکذیب سے جلد تر جہنم میں گرے کیونکہ شک ہمیشہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے دلائل قاطعہ سے یہ علم دیا گیا ہے اور ہر ایک وقت میں دیا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھے القاء ہوتا ہے اور جو وحی میرے پر نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے نہ شیطان کی طرف سے۔ مَیں اس پر ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ آفتاب اور ماہتاب کے وجود پر یا جیسا کہ اس بات پر کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ ہاں جب مَیں اپنی طرف سے کوئی اجتہاد کروں یا اپنی طرف سے کسی الہام کے معنے کروں تو ممکن ہے کہ کبھی اس معنی میں غلطی بھی کھاؤں۔ مگر مَیں اس غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا اور خدا کی رحمت جلد تر مجھے حقیقی انکشاف کی راہ دکھا دیتی ہے اور میری رُوح خدا کے فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے۔

اب وہ غرض جس کے لئے مَیں نے یہ اشتہار لکھا ہے یہ ہے کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ عمر کم اور کئی مقاصد میرے التوا میں پڑے ہوئے ہیں جن کا اہتمام بجز مالی مدد کے غیر متصور ہے سب سے پہلے مَیں اس بات کا ذکر کرتا ہوں کہ میرے نزدیک خدا تعالیٰ کے حکم اور امر کے موافق جو متواتر مجھے بتلایا گیا ہے اس انتظام کا قائم رکھنا ضروری ہے بلکہ سب سے بڑھ کر ضروری ہے کہ مہمانوں کی آمدورفت بکثرت جاری رہے اور ہمیشہ ایک جماعت حق کے طالبوں اور انصار کی معارف دینی میرے مُنہ سے سُننے کے لئے قادیان میں حاضر رہتی ہے چنانچہ اب تک یہ انتظام قائم رہا۔ خدا تعالیٰ

کا احسان ہے کہ باوجودیکہ کوئی احسن انتظام اس لنگر خانہ کے چلانے کے لیے اب تک نہیں تھا۔ مگر کوئی ابتلا پیش نہ آیا اور باوصیکہ لنگر خانہ کے تمام متعلقات کا خرچ جس کی تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں اکثر سات سو روپیہ ماہوار تک یا کبھی اس سے بھی بڑھ کر اور کبھی دو ہزار ماہوار تک بھی پہنچ گیا مگر خدا تعالیٰ کی پوشیدہ مدد کا ہاتھ شامل حال رہا کہ کوئی امتحان پیش نہ آیا۔ اب یہ صورت ہے کہ بباعث ایامِ قحط خرچ بہت بڑھ گیا ہے اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ مثلاً ہم جو اس سے پہلے دو سو روپیہ ماہواری یا اڑھائی سو روپیہ یا اس سے کم کا لنگر خانہ کے لئے آٹا منگوایا کرتے تھے۔ اب شاید پانسو روپیہ تک نوبت پہنچے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کے لئے ہمارے پاس کچھ بھی سامان نہیں اور اسی خرچ کے قریب قریب لکڑی اور گوشت اور روغن اور تیل وغیرہ کا خرچ ہے۔ میرے نزدیک یہ انتظام ہمارے اس تمام سلسلہ کی بنیاد ہے۔ اور دوسری تمام باتیں اس کے بعد ہیں کیونکہ فاقہ اُٹھانے والے معارف اور حقائق بھی سُن نہیں سکتے۔ سو سب سے اوّل اس انتظام کے لئے ہماری جماعت کو متوجہ ہونا چاہیے۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ اس راہ میں روپیہ خرچ کرنے سے ہمارا کچھ نقصان ہے کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے لئے وہ خرچ کریں گے۔ اور مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خسارہ کی حالت میں وہ لوگ ہیں جو ریاکاری کے موقعوں میں تو صدہا روپیہ خرچ کریں اور خدا کی راہ میں پیش و پس سوچیں۔ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر پھر اپنی خسّت اور بخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے۔ سو مردانہ ہمّت سے امداد کے لئے بلا توقف قدم اٹھانا چاہیے۔ ہر ایک اپنی مقدرت کے موافق اس لنگر خانہ کے لئے مدد کرے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک ایسا انتظام ہو کہ ہم لنگر خانہ کے سردرد سے فارغ ہو کر اپنے کام میں بافراغت لگے رہیں اور ہمارے اوقات میں کچھ حرج نہ ہو جو ہمیں مدد دیتے ہیں۔ آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔

مَیں اس بات کے لکھنے سے رہ نہیں سکتا کہ اس نصرت اور جانفشانی میں اوّل درجہ پر ہمارے

خالص مخلص حبّی فِی اللّٰہ مولوی حکیم نور الدین صاحب[1] ہیں جنہوں نے نہ صرف مالی امداد کی بلکہ دُنیا کے تمام تعلقات سے دامن جھاڑ کر اور فقیروں کا جامہ پہن کر اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے قادیان میں موت کے دن تک آ بیٹھے اور ہر وقت حاضر ہیں۔ اگر مَیں چاہوں تو مشرق میں بھیج دوں یا مغرب میں۔ میرے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسب براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے۔ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ وَمَا اَدْرَاکَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّةِ اور حضرت ممدوح سے دوسرے درجہ پر حبّی فِی اللّٰہ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی ہیں۔ اور ان کو تو پہلے ہی خدا تعالیٰ نے دنیا کے مناصب اور جاہ طلبی کی مناسبت نہیں دی مگر اب وہ بالکل دنیوی خیالات کو بھی استعفاء دے کر اس دروازہ پر بیٹھے ہیں اور دن رات اپنے دماغ سے فوق الطاقت کام لے کر خدمت دین کر رہے ہیں اور جمعہ کی نماز میں بہت سے حقائق معارف قرآن شریف بیان کرتے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور مولوی حکیم نور الدین صاحب کے ہم شہر حکیم فضل دین ہیں اور وہ بھی قریباً اسی جگہ رہتے اور خدمات میں مشغول ہیں۔ اور ایک مخلص دوست ہمارے ڈاکٹر بوڑے خان صاحب دُنیا سے گزر گئے مگر جائے شکر ہے کہ چار اور مخلص ڈاکٹر یعنی خلیفہ رشید الدین صاحب لاہوری اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کلانوری اور ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب اور ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ ایسا ہی نہایت با اخلاص بعض وہ مخلص ہیں جنہوں نے اس جگہ بود و باش اختیار کی ہے۔ منجملہ ان کے مرزا خدا بخش صاحب بھی ہیں۔ اور نیز صاحبزادہ سراج الحق صاحب سرساوی اپنے وطن سرساوہ سے ہجرت کر کے قادیان میں آ گئے ہیں۔ اور کئی اور صاحب ہیں۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ ان تمام صاحبوں کے لئے یہ ہجرتیں مبارک ہوں۔ اور مولوی حکیم نور الدین صاحب تو ہمارے اس سلسلہ کے ایک شمع روشن ہیں۔ ہر روز قرآن شریف اور حدیث کا درس دیتے ہیں اور اس قدر معارف حقائق قرآن شریف بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ خدا کی مدد نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب اور حبّی فِی اللّٰہ مولوی عبد الکریم دونوں دلی صدق سے چاہتے ہیں کہ قادیان میں

[1] سفر نصیبین کے خرچ کے لئے بھی جس کا ذکر تیسری شاخ میں آئے گا۔ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب نے ایک آدمی کے جانے کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ منہ

ہی ان کا جینا ہو اور قادیان میں ہی مرنا۔ اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا تعالیٰ کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے یعنی حبّی فِی اللّٰہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے پلیڈر۔ میں اُن کے آثار بہت پاتا ہوں۔ اور وہ ایک مدّت سے اپنے دنیائی کاروبار کا حرج کر کے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے حقائق معارف قرآن شریف سُن رہے ہیں۔ اور مجھے یقین[1] ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا ایسا ہی کر آمین ثم آمین۔ اور بھی کئی دوست مخلص انگریزی خوان ہیں جیسے عزیزی مرزا ایوب بیگ صاحب برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے اور خواجہ جمال الدین صاحب بی۔اے اور مولوی شیر علی صاحب بی۔اے، ان سب پر مجھے نیک ظن ہے۔ خدا اس ظن کو بحال رکھے اور یہ لوگ اپنے وقتوں پر خدمات میں مستعد ہیں۔ اور میرے خیال میں مولوی شیر علی غریب طبع نیک مزاج اور حلیم اور سلامت طبع مولوی محمد علی صاحب سے مشابہ ہیں اور ایسی جگہ قادیان میں رہتے ہیں۔ اور وہ گروہ مخلص جو ہماری جماعت میں سے کاروبار تجارت میں مشغول ہیں ان میں ایک حِبّی فِی اللّٰہ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس قابل تعریف ہیں اور انہوں نے بہت سے موقعہ ثواب کے حاصل کئے ہیں۔ وہ اس قدر پُر جوش محبّ ہیں کہ اتنی دور رہ کر پھر نزدیک ہیں اور ہمارے سلسلہ کے لنگر خانہ کی بہت سی مدد کرتے ہیں اور ان کا صدق اور ان کی مسلسل خدمات جو محبت اور اعتقاد اور یقین سے بھری ہوئی ہیں تمام جماعت کے ذی مقدرت لوگوں کے لئے ایک نمونہ ہیں۔ کیونکہ تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ وہ ایک ۱۰۰ سو روپیہ ماہواری بلا ناغہ بھیجتے ہیں اور آج تک کئی دفعہ پانسو روپیہ تک یکمشت محض اپنی محبت اور اخلاص کے

---

[1] وہ تمام کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہماری طرف سے نکلتی ہیں ان کا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے ہی کرتے ہیں۔ منہ

جوش سے بھیجتے رہے ہیں۔ اور جو ایک سو روپیہ ماہواری ہے وہ اس سے علاوہ ہے۔ اسی طرح حِبّی فِی اللّٰہ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور سیٹھ صاحب مصرع ثانی ہیں۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ شیخ صاحب موصوف دل و جان سے ہمارے محبّ ہیں۔ انہوں نے فوجداری مقدمات میں جو میرے پر کئے گئے تھے۔ اپنے بہت سے روپیہ سے میری مدد کی اور جوشِ محبت سے دیوانہ وار سرگردان ہوکر میری ہمدردی کرتے رہے۔ اب وہ ہمارے کام کے لئے صدہا روپیہ کا خرچ اُٹھا کر لندن میں بیٹھے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو جلد تر خیر و عافیت سے واپس لائے۔ یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ حِبّی فِی اللّٰہ سردار نواب محمد علی خان صاحب بھی محبت اور اخلاص میں بہت ترقی کر گئے ہیں اور فراست صحیحہ شہادت دیتی ہے کہ وہ بہت جلد قابل رشک اخلاص اور محبت کے منار تک پہنچیں گے اور وہ ہمیشہ حتی الوسع مالی امداد میں بھی کام آتے رہے ہیں۔ اور امید ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو فدا کریں گے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کے عملوں کو دیکھتا ہے۔ مجھے کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔

ان کے سوا اور بھی مخلص ہیں۔ جنہوں نے حال میں ہی بیعت کی ہے جیسا کہ ان دنوں حِبّی فِی اللّٰہ ڈاکٹر رحمت علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ ممباسہ جو ہزارہا کوس سے اپنا اخلاص ظاہر کر رہے ہیں اور انہوں نے اور ان کے دوستوں نے ممباسہ ملک افریقہ سے اپنی مالی امداد سے بہت سا ثواب حاصل کیا ہے۔[1] اور ڈاکٹر صاحب پر امید ہے کہ وہ آئندہ بھی بہت توجہ سے خود اور اپنی جماعت سے یہ نصرت دین کا کام لیں گے۔ ایسا ہی میری جماعت میں سے شیخ حامد علی تھہ غلام نبی اور میاں عبدالعزیز پٹواری سکنہ اوجلہ اور میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیریان ساکنان سیکھواں اور صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانہ اور حِبی فی اللہ منشی چودھری نبی بخش صاحب رئیس بٹالہ جو بطور ہجرت اسی جگہ قادیان میں آ گئے ہیں۔ اور منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ شہر اور میاں عبداللہ صاحب پٹواری ساکن سنور ریاست پٹیالہ اور سیّد فضل شاہ صاحب اور سیّد ناصر شاہ

---

[1] افسوس کہ ہم اختصار کی وجہ سے ان تمام مخلصوں کے نام اس اشتہار میں نہیں لکھ سکے جو ممباسہ اور اس کے نواح میں موجود ہیں۔ منہ

صاحب سب اورسیر اور میاں محمد علی صاحب ملہم لاہور اور شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی اور سیدامیر علی شاہ صاحب مُلہم اور سیّدامیر علی شاہ صاحب سارجنٹ اور بابوتاج دین صاحب اکونٹنٹ لاہوراور حِبّی فِی اللّٰہ حکیم سیّدحسام الدین صاحب سیالکوٹی جومیرے پُرانے دوست ہیں۔اور منشی زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینئر بمبئی اور مولوی غلام امام صاحب برہما ملک آسام اور مولوی سیّدمحمد احسن صاحب امروہہ ضلع مرادآباداورسید حامدشاہ صاحب سیالکوٹی اور خلیفہ نوردین صاحب ہیں جوابھی محض لِلّٰہ ایک خدمت پر مامور ہوکرکشمیر بھیجے گئے تھے۔اور چندروز ہوئے جو فائزالمرام ہو کر واپس آ گئے ہیں اوراسی طرح اور بہت سے مخلص ہیں مگرافسوس کہ اگرمَیں ان کے نام لکھوں تو یہ اشتہار اشتہارنہیں رہے گا۔ان سب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو دونوں جہان کی خوشی عطا کرے۔جوکچھ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں یاآئندہ کریں گے وہ سب خداتعالیٰ کی آنکھ کے نیچے ہے۔

مگر بطور شکر احسان باری تعالیٰ کے اس بات کا ذکر کرنا واجبات سے ہے کہ میرے اہم کام تحریر تالیفات میں خدا تعالیٰ کے فضل نے مجھے ایک عمدہ اور قابل قدر مخلص دیا ہے یعنی عزیزی میاں منظور محمد کاپی نویس جونہایت خوشخط ہے جو نہ دنیا کے لئے بلکہ محض دین کی محبت سے کام کرتا ہے اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے اسی جگہ قادیان میں اقامت اختیار کی ہے۔اور یہ خدا تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ میری مرضی کے موافق ایسامخلص سرگرم مجھے میسّر آیا ہے کہ مَیں ہر ایک وقت دن کو یا رات کوکاپی نویسی کی خدمت اس سے لیتا ہوں۔اور وہ پوری جان فشانی سے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اس خدمت کوانجام دیتا ہے۔یہی سبب ہے کہ اس روحانی جنگ کے وقت میں میری طرف سے دشمنوں کوشکست دینے والے رسالوں کے ذریعہ سے تاڑ تاڑ مخالفوں پر فیر ہورہے ہیں۔اور درحقیقت ایسے مؤیّد اسباب میسّر کر دینا یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔جس طرف سے دیکھا جائے تمام نیک اسباب میرے لئے میسّر کئے گئے ہیں۔اورتحریر میں مجھے وہ طاقت دی گئی کہ گویا مَیں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے جاتے ہیں گو بظاہر میرے ہی ہاتھ ہیں۔

دوسری شاخ اخراجات کی جس کے لئے ہر وقت میری جان گدازش میں ہے سلسلہ تالیفات

ہے۔ اگر یہ سلسلہ سرمایہ کے نہ ہونے سے بند ہو جائے تو ہزار ہا حقائق اور معارف پوشیدہ رہیں گے۔ اس کا مجھے کس قدر غم ہے؟ اس سے آسمان بھر سکتا ہے۔ اسی میں میرا سرور اور اسی میں میرے دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور معارف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے مَیں خدا کے بندوں کے دلوں میں ڈالوں۔ دور رہنے والے کیا جانتے ہیں مگر جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکر مَیں دن رات تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو اس راہ میں فدا کر رہا ہوں۔ میں ہر دم اس خدمت میں لگا ہوا ہوں۔ لیکن اگر کتابوں کے چھپنے کا سامان نہ ہو اور عملہ مطبع کے خرچ کا روپیہ موجود نہ ہو تو مَیں کیا کروں۔ جس طرح ایک عزیز بیٹا کسی کا مَر جاتا ہے اور اس کو سخت غم ہوتا ہے اسی طرح مجھے کسی ایسی اپنی کتاب کے نہ چھپنے سے غم دامنگیر ہوتا ہے۔ جو وہ کتاب بندگان خدا کو نفع رساں اور اسلام کی سچائی کے لئے ایک چراغ روشن ہو۔

تیسری شاخ اخراجات کی جس کی ضرورت مجھے حال میں پیش آئی ہے جو نہایت ضروری بلکہ اشد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچا تا رہا ہے کہ مَیں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گذرا ہو بلکہ اگر ہم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہِ راست لے کر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں اور پھر اس کے ساتھ یہ دِقّت تھی کہ رسمی مباحثات ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرتے اور پرانے مشرکانہ خیالات اس قدر دل پر غالب آ گئے ہیں کہ ہیئت اور فلسفہ اور طبعی پڑھ کر ڈبو بیٹھے ہیں اور ان کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اسّی ۸۰ برس کا بڈھا ہندو ہر چند دل میں تو خوب

جانتا ہے کہ گنگا صرف ایک پانی ہے جو کسی کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ضرر کر سکتا ہے۔تب بھی وہ اس بات کے کہنے سے باز نہیں آتا کہ گنگا مائی میں بڑی بڑی ست اور طاقتیں ہیں۔اور اگر اس پر دلیل پوچھی جائے تو کوئی بھی دلیل بیان نہیں کر سکتا۔تاہم منہ سے یہ کہتا ہے کہ اس کی تسلی کی دلیل میرے دل میں ہے جس کے الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے۔مگر وہ کیا دلیل ہے۔صرف پُرانے خیالات جو دل میں جمے ہوئے ہیں۔یہی حالات ان لوگوں کے ہیں کہ نہ ان کے پاس کوئی معقول دلیل حضرت عیسیٰؑ کی خدائی پر ہے اور نہ کوئی تازہ آسمانی نشان ہے جس کو وہ دکھا سکیں[۱] اور نہ توریت کی تعلیم جس پر انہیں ایمان لانا ضروری ہے اور جس کو یہودی حفظ کرتے چلے آئے ہیں۔اس مشرکانہ تعلیم کی مصدّق ہے مگر تاہم محض تحکم اور دھکّے کی راہ سے یہ لوگ اس بات پر ناحق اصرار کر رہے ہیں کہ یسوع مسیح خدا ہی ہے۔خدا نے قرآن کریم میں سچ فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ اس افترا سے آسمان پھٹ جائیں کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا جاتا ہے۔اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ مَیں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں اور میری رُوح ہر وقت دعا کرتی ہے کہ اے خدا اگر میں تیری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اُٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنجوقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کر لیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کریں۔چنانچہ ان دُعاؤں کا یہ اثر ہوا ہے کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ

---

[۱] افسوس کہ عیسائیوں کے ہاتھ میں صرف صدہا برس کے مشکوک اور مشتبہ قصے ہیں جن کا نام نشان اور معجزات رکھا ہوا ہے۔لیکن اگر حقیقت میں ان کے مذہب میں معجزہ نمائی کی طاقت ہے تو میرے مقابل پر کیوں نہیں دکھلاتے۔یقیناً سمجھو کہ کچھ بھی طاقت نہیں کیونکہ خدا ان کے ساتھ نہیں۔منہ

آسمان پر گئے بلکہ صلیب سے نجات پاکر اور پھر مرہم عیسیٰ سے صلیبی زخموں سے شفا حاصل کر کے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان سے کوہ نعمان میں گئے اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے جہاں شہزادہ نبی کا ایک چبوترہ کہلاتا ہے جو اَب تک موجود ہے اور پھر وہاں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر میں گئے اور ایک سَو پچیس برس کی عمر پاکر کشمیر میں ہی فوت ہوئے اور سری نگر خانیار کے محلّہ کے قریب دفن کئے گئے اور مَیں اس تحقیقات کے متعلق ایک کتاب تالیف کر رہا ہوں جس کا نام ہے **مسیح ہندوستان میں**۔ چنانچہ مَیں نے اس تحقیق کے لئے مخلصی محبّی خلیفہ نور دین صاحب کو جن کا ذکر کر آیا ہوں کشمیر میں بھیجا تھا[۱] تو وہ موقعہ پر حضرت مسیح کی قبر کی پوری تحقیقات کر کے اور موقعہ پر قبر کا ایک نقشہ بنا کر اور پانسو چھپن آدمیوں کی اس پر تصدیق کرا کر کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے جس کو عام لوگ شہزادہ نبی کی قبر اور بعض یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں۔ ۱۷؍ستمبر ۱۸۹۹ء کو واپس میرے پاس پہنچ گئے۔ سو کشمیر کا مسئلہ تو خاطر خواہ انفصال پا گیا اور پانسو چھپن شہادت سے ثابت ہو گیا کہ درحقیقت یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے کہ جو سری نگر محلّہ خانیار کے قریب موجود ہے۔

لیکن اب ایک اور خیال باقی رہا ہے کہ اگر پورا ہو جائے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہوگا اور وہ دو[۲] باتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ مَیں نے سُنا ہے کوہِ نعمان میں جو شہزادہ نبی کا چبوترہ ہے اس کے نام ریاست کابل میں کچھ جاگیر مقرر ہے۔ لہٰذا اس غرض کے لیے بعض احباب کا کوہ نعمان میں جانا اور بعض احباب کا کابل میں جانا اور جاگیر کے کاغذات کی ریاست کے دفتر سے نقل لینا فائدہ سے خالی معلوم نہیں ہوتا[۲]۔ دوسرے یہ کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام افغانستان کی طرف نصیبین کی راہ سے آئے تھے اور کتاب رَوْضَۃُ الصَّفَا سے پایا جاتا ہے کہ اس فتنہ صلیب کے وقت نصیبین کے بادشاہ

---

[۱] خلیفہ نور دین صاحب کو خدا تعالیٰ اجر بخشے اس تمام سفر اور رہائش کشمیر میں اُنہوں نے اپنا خرچ اُٹھایا اپنی جان کو تکلیف میں ڈالا اور اپنے مال سے سفر کیا۔ منه

[۲] ایک ہمارے مخلص کا نام عبدالعزیز ہے جو اوجلہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں اور اس ضلع کے پٹواری ہیں جن کا نام پہلے مَیں لکھ چکا ہوں اپنے جوش اخلاص سے نصیبین کے سفر کے لئے ایک آدمی کے جانے کا آدھا خرچ اپنے پاس سے

نے حضرت مسیحؑ کو بلایا تھا اور ایک انگریز اس پر گواہی دیتا ہے کہ ضرور حضرت مسیحؑ کو اس کا خط آیا تھا بلکہ وہ خط بھی اس انگریز نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اس صورت میں یہ یقینی امر ہے کہ نصیبین میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے اس سفر کی اب تک کچھ یادگار قائم ہوگی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ وہاں بعض کتبے بھی پائے جائیں یا آپ کے بعض حواریوں کی وہاں قبریں ہوں جو شہرت پا چکی ہوں لہذا میرے نزدیک یہ قرین مصلحت قرار پایا ہے کہ تین دانشمند اور الوالعزم آدمی اپنی جماعت میں سے نصیبین میں بھیجے جائیں۔ سو اُن کی آمد و رفت کے اخراجات کا انتظام ضروری ہے۔ ایک اُن میں سے مرزا خدا بخش صاحب ہیں اور یہ ہمارے ایک نہایت مخلص اور جان نثار مرید ہیں جو اپنے شہر جھنگ سے ہجرت کر کے قادیان میں آ رہے ہیں اور دن رات خدمتِ دین میں سرگرم ہیں۔ اور ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مرزا صاحب موصوف کا تمام سفر خرچ ایک مخلص باہمت نے اپنے ذمّہ لے لیا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے۔ مگر دو[۲] اور آدمی ہیں جو مرزا خدا بخش صاحب کے ہم سفر ہوں گے۔ اُن کے سفر خرچ کا بندوبست قابل انتظام ہے۔ سو امور متذکرہ بالا میں سے ایک یہ تیسرا امر ہے کہ ایسے نازک وقت میں جو پہلی دو شاخیں بھی امداد مالی کی سخت محتاج ہیں پیش آ گیا ہے۔ اور یہ سفر میرے نزدیک ایسا ضروری ہے کہ گویا کسی شاعر کا یہ شعر اسی موقع کے حق میں ہے ؎

گر جاں طلبد مضائقہ نیست زر می طلبد سخن دریں ست[۱]

خدا تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ ممکن ہے کہ چند آدمی ہی ان تینوں شاخوں کا بندوبست کر سکیں[۲]۔ غرض انہی تینوں شاخوں کے لئے نہایت ضروری سمجھ کر یہ اشتہار لکھا گیا ہے۔ اے عقل مندو! خدا کے راضی کرنے کا یہ وقت ہے کہ پھر نہیں ملے گا۔ مَیں تاکیداً لکھتا ہوں کہ جو

بقیہ حاشیہ۔ دیا ہے عالی ہمتی اس کو کہتے ہیں کہ اس تھوڑی سی دنیوی معاش کے ساتھ اس قدر خدمتِ دینی کو شجاعت ایمانی سے بجالائے ہیں اور ایسا ہی میاں خیر الدین کشمیری سیکھواں نے اس سفر کے لئے اپنی حیثیت سے زیادہ ہمت کر کے دس روپیہ[عے] دیئے ہیں۔

[۱] اگر محبوب جان مانگے تو کچھ پرواہ نہیں مشکل یہ ہے کہ وہ مال مانگتا ہے۔

[۲] کابل اور کوہ نعمان میں بھیجنے کے لئے اسی نواح کے بعض آدمی تجویز کئے گئے ہیں کیونکہ وہ اس ملک اور اُن پہاڑوں کے خوب واقف ہیں۔

صاحب اہل مقدرت ہوں اور کوئی بڑی رقم بھیجنا چاہیں تو بہتر ہے کہ وہ بذریعہ تار بھیج دیں کہ تینوں شاخوں کے سوا اور کئی شاخیں مصارف کی بھی ہیں جیسا کہ مدرسہ کی شاخ جس کو محض اس غرض سے قادیان میں قائم کیا گیا ہے کہ تالڑ کے اپنی ابتدائی حالت میں ہی راہ راست سے واقفیت پیدا کرلیں اور نادان مولویوں یا پادریوں کے پنجہ میں نہ پھنس جاویں۔ اور ایسا ہی وہ دوسری تمام شاخیں ہیں جن کا ذکر میرے رسالہ فتح اسلام میں ہے۔ لیکن یہ اشتہار بالفعل انہی تینوں شاخوں کے لئے جن کی سخت ضرورتیں پیش آ گئی ہیں شائع کیا جاتا ہے۔ اب جو شخص صدق دل سے ہماری تحریر کی اطاعت کرنا چاہے اس کو چاہیے ہمارے اس اشتہار کی تعمیل میں ایک ذرّہ توقف نہ کرے اور موجودہ مشکلات کے دُور کرنے کے لئے جو کچھ اس سے ہو سکے اور جو کچھ بَن پڑے مگر خدا کے علم سے خوف کر کے بلا توقف اس کو بھیج دے۔ یہ سچ ہے کہ یہ دن ایام قحط ہیں اور ہماری جماعت کے اکثر افراد سقیم الحال اور نادار اور عیال دار ہیں مگر خدا کی راہ میں صدق دل سے خدمت کے لئے حاضر ہو جانا ایک ایسا مبارک امر ہے جو درحقیقت اور تمام مشکلات اور آفات کا علاج ہے۔ پس جس کو یقین ہے کہ خدا برحق ہے اور دین و دنیا میں اس کی عنایات کی حاجت ہے اس کو چاہیے کہ اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ دے اور بخل کے دق میں مبتلا ہو کر اس ثواب سے محروم نہ رہے۔ اس عالی سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے وہی لائق ہے جو ہمت بھی عالی رکھتا ہو اور نیز آئندہ کے لئے ایک تازہ اور سچا عہد خدا تعالیٰ سے لے کر حتی الوسع بلا ناغہ ہر ایک مہینہ میں اپنی مالی امداد سے ان دینی مشکلات کے رفع کرنے کے لئے سعی کرتا رہے گا۔ یہ منافقانہ کام ہے کہ اگر کوئی مصیبت پیش آوے تب خدا اور اہل خدا یاد آ جائیں۔ اور جب آرام اور امن دیکھیں تو لاپرواہ ہو جائیں۔ خدا غنی بے نیاز ہے اس سے ڈرو اور اُس کا فضل پانے کے لئے اپنے صدق کو دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ والسّلام۔ ۴؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء

راقم مرزا غلام احمد از قادیان

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۶۱ تا ۷۵)

جلسۃ الوداع

(ضمیمہ اشتہار للانصار ۴؍اکتوبر ۱۸۹۹ء)

ہم اس اشتہار میں لکھ چکے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے تین آدمی اس کام کے لئے منتخب کئے گئے کہ وہ نصیبین اوراس کی نواح میں جاویں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آثار اس ملک میں تلاش کریں۔ اب حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سفر کے خرچ کا امر تقریباً انتظام پذیر ہو چکا ہے۔ صرف ایک شخص کی زادراہ کا انتظام باقی ہے یعنی اخویم مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ایک آدمی کے لئے ایک طرف کا خرچ دے دیا ہے اور اخویم منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپورہ نے باوجود قلت سرمایہ کے ایک سو پچیس ۱۲۵ روپیہ دیئے ہیں اور میاں جمال الدین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپورہ اور اُن کے دو برادر حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیرالدین نے پچاس ۵۰ روپیہ دیئے ہیں۔ ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔ ایسا ہی مرزا خدا بخش صاحب نے بھی اس سفر خرچ کے لئے پچاس ۵۰ روپیہ چندہ دیا ہے خدا تعالیٰ سب کو اجر بخشے۔ آج ۱۰؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے وہ دو شخص تجویز کئے

۱؎ ترجمہ۔ اٹھو اس محبوب کے در سے اپنی مراد مانگیں، دوست کے دروازہ پر دھونی رمائیں اور کشائش طلب کریں۔

۲؎ مدتوں سے ہم زمین کو فساد سے بھرا ہوا دیکھتے ہیں بہتر یہی ہے آؤ ہم دعا مانگ کر صدق اور راستی طلب کریں۔

گئے ہیں جو مرزا خدا بخش صاحب کے ساتھ نصیبین کی طرف جائیں گے۔اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عزیزوں کی روانگی کے لئے ایک مختصر سا جلسہ کیا جائے کیونکہ یہ عزیز دوست ایمانی صدق سے تمام اہل وعیال کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کر کے اور وطن کی محبت کو خیر باد کہہ کر دُور دراز ملکوں میں جائیں گے اور سمندر کو چیرتے ہوئے اور جنگلوں پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے نصیبین یا اس سے آگے بھی سَیر کریں گے اور کربلا معلّٰی کی زیارت بھی کریں گے۔اس لئے یہ تینوں عزیز قابل قدر اور تعظیم ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے ایک بڑا تحفہ لائیں گے۔آسمان اُن کے اس سفر سے خوشی کرتا ہے کہ محض خدا کے لئے قوموں کو شرک سے چھوڑانے کے لئے یہ تین عزیز ایک منجی کی صورت پر اُٹھے ہیں۔اس لئے لازم ہے کہ ان کے وداع کے لئے ایک مختصر سا جلسہ قادیان میں ہو اور ان کی خیر وعافیت اور ان کے متعلقین کی خیر وعافیت کے لئے دعائیں کی جائیں۔لہٰذا میں نے اس جلسہ کی تاریخ ۱۲؍نومبر ۱۸۹۹ء مقرر کر کے قرین مصلحت سمجھا ہے کہ ان تمام خالص دوستوں کو اطلاع دوں جن کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عید نہیں کہ جس کام کے لئے اس سردی کے ایام میں اپنے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر اور اپنے عیال اور دوستوں سے علیحدہ ہو کر جاتے ہیں اس مراد کو حاصل کر کے واپس آویں اور فتح کے نقارے ان کے ساتھ ہوں۔

مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اے خدا جس نے اس کام کے لئے مجھے بھیجا ہے ان عزیزوں کو فضل اور عافیت سے منزل مقصود تک پہنچا اور پھر بخیر وخوبی فائز المرام واپس آئیں۔آمین ثم آمین۔اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ میرے وہ عزیز دوست جو دین کے لئے اپنے تئیں وقف کر چکے ہیں حتی الوسع فرصت نکال کر اس جلسہ وداع پر حاضر ہوں گے اور اپنے ان مسافر عزیزوں کے لئے رو رو کر دعائیں کریں گے۔ والسلام

۱۰؍اکتوبر ۱۸۹۹ء

راقـــــــــــــــم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (اسمٰعیل پریس مین)

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۷۶، ۷۷)

(۲۱۵)

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ایک الہامی پیشگوئی کا اشتہار

چونکہ مجھے ان دنوں میں چند متواتر الہام ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ عنقریب آسمان سے کوئی ایسا نشان ظاہر کرے گا جس سے میرا صدق ظاہر ہو۔ اس لئے مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے حق کے طالبوں کو امید دلاتا ہوں کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب آسمان سے کوئی تازہ شہادت میری تائید کے لئے نازل ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ کے مامور دنیا میں آئے ہیں گو ان کی تعلیم نہایت اعلیٰ تھی اور اُن کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے اور ان کی زیرکی اور فراست بھی اعلیٰ درجہ پر تھی لیکن ان کا خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونا لوگوں نے قبول نہ کیا جب تک کہ ان کی تائید میں آسمان سے کوئی نشان نازل نہیں ہوا۔ اسی طرح خد تعالیٰ اس جگہ بھی بارش کی طرح اپنے نشان ظاہر کر رہا ہے تا دیکھنے والے دیکھیں اور سوچنے والے سوچیں۔ اور اب مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک برکت اور رحمت اور اعزاز کا نشان ظاہر ہوگا جس سے اکثر لوگ تسلّی پائیں گے جیسا کہ ۱۴؍ستمبر ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا۔ **ایک عزّت کا خطاب ایک عزّت کا خطاب لَکَ خِطَابُ الْعِزَّۃِ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔** یہ تمام خدائے پاک قدیر کا کلام ہے جس کو مَیں نے موٹی قلم سے لکھ دیا ہے۔ اگرچہ انسانوں کے لئے بادشاہوں اور سلاطینِ وقت سے

بھی خطاب ملتے ہیں مگر وہ صرف ایک لفظی خطاب ہوتے ہیں جو بادشاہوں کی مہربانی اور کرم اور شفقت کی وجہ سے یا اور اسباب سے کسی کو حاصل ہوتے ہیں اور بادشاہ اس کے ذمہ دار نہیں ہوتے کہ جو خطاب انہوں نے دیا ہے اس کے مفہوم کے موافق وہ شخص اپنے تئیں ہمیشہ رکھے جس کو ایسا خطاب دیا گیا ہے مثلاً کسی بادشاہ نے کسی کو شیر بہادر کا خطاب دیا تو وہ بادشاہ اس بات کا متکفّل نہیں ہوسکتا کہ ایسا شخص ہمیشہ اپنی بہادری دکھلاتا رہے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ ایسا شخص ضعف قلب کی وجہ سے ایک چوہے کہ تیز رفتاری سے بھی کانپ اُٹھتا ہو چہ جائیکہ وہ کسی میدان میں شیر کی طرح بہادری دکھلاوے لیکن وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ سے شیر بہادر کا خطاب ملے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ درحقیقت بہادر ہی ہو کیونکہ خدا انسان نہیں ہے کہ جھوٹ بولے یا دھوکہ کھاوے یا کسی پولیٹیکل مصلحت سے ایسا خطاب دیدے جس کی نسبت وہ اپنے دل میں جانتا ہے کہ دراصل اس خطاب کے لائق نہیں ہے اس لئے یہ بات محقق امر ہے کہ فخر لائق وہی خطاب ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ اور وہ خطاب دو قسم کا ہے۔ اوّل وہ جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے عطا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبیوں میں سے کسی کو صَفِیُّ اللّٰه کا لقب دیا اور کسی کو کَلِیْمُ اللّٰه کا اور کسی کو رُوْحُ اللّٰه کا اور کسی کو مصطفٰے اور حَبِیْبُ اللّٰه کا ان تمام نبیوں پر خدا تعالیٰ کا سلام اور رحمتیں ہوں۔ اور دوسری قسم خطاب کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض نشانوں اور تائیدات کے ذریعہ سے بعض اپنے مقبولین کی اس قدر محبت لوگوں کے دلوں میں یک دفعہ ڈال دیتا ہے کہ یا تو اُن کو جھوٹا اور کافر اور مفتری کہا جاتا ہے اور طرح طرح کی نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں اور ہر ایک بدعادت اور عیب اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یا ایسا ظہور میں آتا ہے کہ ان کی تائید میں کوئی ایسا پاک نشان ظاہر ہو جاتا ہے جس کی نسبت کوئی انسان کوئی بدظنی نہ کر سکے اور ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکے کہ یہ نشان انسانی ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے پاک ہے اور خاص خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ تب ایسا نشان ظاہر ہونے سے ہر ایک سلیم طبیعت بغیر کسی شک و شبہ کے اس انسان کو قبول کر لیتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ بات پڑ جاتی ہے کہ یہ شخص درحقیقت سچا ہے۔ تب لوگ اُس

الہام کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اس شخص کو صادق کا خطاب دیتے ہیں[1] کیونکہ لوگ اُس کو صادق صادق کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور لوگوں کا یہ خطاب ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ نے آسمان سے خطاب دیا کیونکہ خدا تعالیٰ آپ ان کے دلوں میں یہ مضمون نازل کرتا ہے کہ لوگ اس کو صادق کہیں۔ اب جہاں تک مَیں نے غور اور فکر کی ہے، مَیں اپنے اجتہاد سے نہ کسی الہامی تشریح سے اس الہام کے جس کو مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے یہی معنے کرتا ہوں کیونکہ ان معنوں کے لئے اس الہام کا آخری فقرہ ایک بڑا قرینہ ہے کیونکہ آخری فقرہ یہ ہے کہ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا لہٰذا میں اپنے اجتہاد[2] سے اس کے یہ معنے سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے جو کسی حد تک پُرانا ہو گیا ہے۔ اور حد سے زیادہ تکذیب اور تکفیر ہو چکی ہے کوئی ایسا برکت اور رحمت اور فضل اور صلح کاری کا نشان ظاہر کرے گا کہ وہ انسانی ہاتھوں سے برتر اور

---

[1] اس خطاب کی مثال یہ ہے کہ جیسا کہ مصر کے بادشاہ فرعون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کا خطاب دیا کیونکہ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اِس شخص نے صدق اور پاک باطنی اور پرہیز گاری کے محفوظ رکھنے کے لئے باراں ۱۲ برس کا جیلخانہ اپنے لئے منظور کیا مگر بدکاری کی درخواست کو نہ مانا بلکہ ایک لحظہ کے لئے بھی دل پلید نہ ہوا۔ تب بادشاہ نے اس راست باز کو صدیق کا خطاب دیا جیسا کہ قرآن شریف سورۃ یُوسف میں یُوسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی خطابوں میں سے پہلا خطاب وہی تھا جو حضرت یوسف کو ملا۔ منہ

[2] جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ وحی اور الہام کے ساتھ ہو وہ خوب جانتا ہے کہ ملہمین کو کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنے الہام کے معنے کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح کے الہام بہت ہیں جو مجھے کئی دفعہ ہوئے ہیں اور بعض وقت ایسا الہام ہوتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں اور ایک مدّت کے بعد اس کے معنے کھلتے ہیں۔ مثلاً ۱۹؍ستمبر ۱۸۹۹ء کو خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے اپنا کلام مجھ پر نازل کیا۔ اِنَّا اَخْرَجْنَا لَکَ زُرُوْعًا یَا اِبْرَاھِیْمُ یعنی اے ابراہیم ہم تیرے لئے ربیع کی کھیتیاں اگائیں گے۔ زُرُوْعٌ زَرْعٌ کی جمع ہے اور زَرْعٌ عربی زبان میں ربیع کی کھیتی یعنی کنک وجَو وغیرہ کو کہتے ہیں مگر آثار ایسے نہیں ہیں کہ یہ الہام اپنے ظاہر معنوں کی رُو سے پورا ہو کیونکہ ربیع کی تخم ریزی کے ایام گویا گزر گئے لہٰذا مجھے صرف اجتہاد سے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ تجھے کیا غم ہے

پاک تر ہوگا۔ تب ایسی کھلی کھلی سچائی کو دیکھ کر لوگوں کے خیالات میں ایک تبدیلی واقع ہوگی اور نیک طینت آدمیوں کے کینے یک دفعہ رفع ہو جائیں گے۔ مگر جیسا کہ مَیں نے ابھی بیان کیا ہے یہ میرا ہی خیال ہے ابھی کوئی الہامی تشریح نہیں ہے۔ میرے ساتھ خدا تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ کبھی کسی پیشگوئی میں مجھے اپنی طرف سے کوئی تشریح عنایت کرتا ہے اور کبھی مجھے میرے فہم پر ہی چھوڑ دیتا ہے۔ مگر یہ تشریح جو ابھی مَیں نے کی ہے اس کی ایک خواب بھی مؤید ہے جو ابھی ۲۱؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مَیں نے دیکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مَیں نے خواب میں محبّی اخویم مفتی محمد صادق کو دیکھا ہے اور قبل اس کے جو مَیں اس خواب کی تفصیل بیان کروں اس قدر لکھنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کہ مفتی محمد صادق میری جماعت میں سے اور میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں جن کا گھر بھیرہ ضلع شاہ پور میں ہے مگر ان دنوں میں ان کی ملازمت لاہور میں ہے۔ یہ اپنے نام کی طرح ایک محبِّ صادق ہیں مجھے افسوس ہے کہ مَیں اپنے اشتہار ۶؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں سہواً اُن کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔ وہ ہمیشہ میری دینی خدمات میں نہایت جوش سے مصروف ہیں خدا ان کو جزاءِ خیر دے۔ اب خواب کی تفصیل یہ ہے کہ مَیں نے مفتی صاحب موصوف کو خواب میں دیکھا کہ نہایت روشن اور چمکتا ہوا اُن کا چہرا ہے اور ایک لباسِ فاخرہ جو سفید ہے پہنے ہوئے ہیں اور ہم دونوں ایک بگھی میں سوار ہیں اور وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی کمر پر مَیں نے ہاتھ رکھا ہوا ہے، یہ خواب ہے اور اس کی تعبیر جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے یہ ہے کہ ِ صدق جس سے مَیں محبت رکھتا ہوں ایک چمک کے ساتھ ظاہر ہوگا اور جیسا کہ مَیں نے صادق کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چمکتا ہے اسی طرح وہ وقت قریب ہے کہ مَیں

بقیہ حاشیہ۔ تیری کھیتیاں تو بہت نکلیں گی یعنی ہم تیری تمام حاجات کے متکفل ہیں۔ ایسا ہی ایک اور دوسرا الہام متشابہات میں سے ہے۔ جو ۴؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مجھے ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ **قیصر ہند کی طرف سے شکریہ** اب یہ ایسا لفظ ہے کہ حیرت میں ڈالتا ہے کیونکہ مَیں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں اور ہر یک قابلِ پسند خدمت سے عاری اور قبل از موت اپنے تئیں مُردہ سمجھتا ہوں۔ میرا شکریہ کیسا۔ سو ایسے الہام متشابہات میں سے ہوتے ہیں جب تک خود خدا ان کی حقیقت ظاہر نہ کرے۔ منہ

صادق سمجھا جاؤں گا اور صِدق کی چمک لوگوں پر پڑے گی اور ایسا ہی ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے[1] اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا مَیں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔ مَیں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ عزیز عزت پانے والے کو کہتے ہیں اور سلطان جو خواب میں لڑکے کا باپ سمجھایا گیا ہے۔ یہ لفظ یعنی سلطان عربی زبان میں اس دلیل کو کہتے ہیں کہ جو ایسی بیّن الظہور ہو جو بباعث اپنے نہایت درجہ کے روشن ہونے کے دلوں پر اپنا تسلّط کرلے۔ گویا سلطان کا لفظ تسلّط سے لیا گیا ہے۔ اور سلطان عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیّت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کرلے۔ اور طبائع سلیمہ پر اس کا تسلّطِ تام ہو جائے۔ پس اس لحاظ سے کہ خواب میں عزیز جو سلطان کا لڑکا معلوم ہوا اُس کی یہ تعبیر ہوئی کہ ایسا نشان جو لوگوں کے دلوں پر تسلّط کرنے والا ہوگا ظہور میں آئے گا اور اس نشان کے ظہور کا نتیجہ جس کو دوسرے لفظوں میں اس نشان کا بچہ کہہ سکتے ہیں دلوں میں میرا عزیز ہونا ہوگا جس کو خواب میں عزیز کے تمثّل سے ظاہر کیا گیا۔ پس خدا نے مجھے یہ دکھلایا ہے کہ قریب ہے جو سلطان ظاہر ہو یعنی دلوں پر تسلّط کرنے والا نشان جس سے سلطان کے لفظ کا اشتقاق ہے اور اس کا لازمی نتیجہ جو اس کے فرزند کی طرح ہے عزیز ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس انسان سے وہ نشان ظاہر ہو جس کو سلطان کہتے ہیں جو دلوں پر ایسا تسلّط اور قبضہ رکھتا ہے جیسا کہ ظاہری سلطان جس کو بادشاہ کہتے ہیں۔ رعایا پر تسلّط رکھتا تو ضرور ہے کہ ایسے نشان کے ظہور سے اس کا اثر بھی ظاہر ہو۔ یعنی دلوں پر تسلّط اس نشان کا ہو کر صاحب نشان لوگوں کی نظر میں عزیز بن جائے اور جبکہ عزیز بننے کا موجب اور علّت سلطان ہی ہوا یعنی ایسی دلیلِ روشن جو دلوں پر تسلّط کرتی ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ عزیز ہونا سلطان کے لئے بطور فرزند کے ہوا۔ کیونکہ عزیز ہونے کا باعث سلطان ہی ہے جس

[1] یہ رؤیا لفظاً پوری ہوئی کہ جناب مرزا عزیز احمد صاحب خلف مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے دادا برگزیدہ کو صادق مان کر بیعت کر لی (الحکم ۱۰؍ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم ۲)

نے دلوں پر تسلط کیا اور تسلّط سے پھر یہ عزیز کی کیفیت پیدا ہوئی سو خدا تعالیٰ نے مجھ کو دکھلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور ایک نشان دلوں کو پکڑنے والا اور دلوں پر قبضہ کرنے والا اور دلوں پر تسلّط رکھنے والا ظاہر ہوگا جس کو سلطان کہتے ہیں۔ اور اس سلطان سے پیدا ہونے والا عزیز ہوگا۔ یعنی عزیز ہونا سلطان کا لازمی نتیجہ ہوگا کیونکہ نتیجہ بھی عربی زبان میں بچہ کو کہتے ہیں۔ فقط

الراقـــــــــــم

مرزا غلام احمد از قادیان

۲۲/ اکتوبر ۱۸۹۹ء

تعداد ۱۰۰۰ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۰۱ تا ۵۰۶)

(۲۱۶)

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں نہیں راہ اُس کے عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دُعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر وقدّوس حیّ وقیّوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے۔ تیری قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔تو نے ہی اس چودہویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ ’’اٹھ کہ مَیں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلام کی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ کرنے کے لئے چنا‘‘ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ ’’تو میری نظر میں منظور ہے۔مَیں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں‘‘ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ’’تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا‘‘ اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ ’’تو مجھ سے ایسا ہے کہ جیسا کہ میری توحید اور

تفرید‘‘ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ’’مَیں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا۔ ان کو کہہ دے کہ مَیں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں‘‘ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ ’’میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب ان تمام مذہبوں میں سے جو زمین پر ہیں برکات میں معارف میں تعلیم کی عمدگی میں خدا کی تائیدوں میں خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے۔‘‘ اور تو نے ہی مجھے فرمایا ’’ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ مَیں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا۔‘‘ مگر اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذّاب اور دجّال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی دلآزار باتوں سے مجھے ستایا گیا اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ ’’حرام خور لوگوں کا مال کھانے والا وعدوں کا تخلّف کرنے والا حقوق کو تلف کرنے والا لوگوں کو گالیاں دینے والا عہدوں کو توڑنے والا اپنے نفس کے لئے مال کو جمع کرنے والا اور شریر اور خونی ہے۔‘‘ یہ وہ باتیں ہیں جو خود اُن لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے اور اپنے تئیں اچھے اور اہل عقل اور پرہیزگار جانتے ہیں اور ان کا نفس اس بات کی طرف مائل ہے کہ درحقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے مگر پھر بھی قبول نہیں کیا۔ وہ میری جماعت کو نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک ان میں جو بدزبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے سواے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ مَیں تیرا مقبول ہوں اور جس سے اُن کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اس بندے کے ساتھ ہے اور دُنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اُس بجلی کی طرح دکھلائی دے کہ جو ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور شمال و جنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے۔ لیکن اگر اے پیارے

مولیٰ میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اس صفحہ دُنیا سے مٹا دے تا مَیں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔ مَیں اس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا تا مَیں خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں۔ لیکن مَیں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر مَیں اس عالی جناب کا منظورِ نظر ہوں تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دُعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ آفتاب کے طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ اے میرے خداوند یہ سچ ہے کہ تیرے نشان انسانی ہاتھوں سے بھی ظہور میں آتے ہیں لیکن اس وقت مَیں اسی بات کی اپنی سچائی کا معیار قرار دیتا ہوں کہ وہ نشان انسانوں کی تصرفات سے بالکل بعید ہو۔ تا کوئی دشمن اس کو انسانی منصوبہ قرار نہ دے سکے۔ سوائے میرے خدا تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اگر تو چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو میرا ہے جیسا کہ مَیں تیرا ہوں۔ تیری جناب میں الحاح سے دُعا کرتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ مَیں تیری طرف سے ہوں اور اگر یہ سچ ہے کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے تو تُو میری تائید میں اپنا کوئی ایسا نشان دکھلا جو پبلک کی نظر میں انسانوں کے ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے برتر یقین کیا جائے تا لوگ سمجھیں کہ مَیں تیری طرف سے ہوں۔ اے میرے قادر خدا! اے میرے توانا اور سب قوتوں کے مالک خداوند! تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جنّ اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں۔ دنیا میں ہر ایک فریب ہوتا ہے اور انسانوں کو شیاطین بھی اپنے جھوٹے الہامات سے دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبت ناک ہاتھ کے آگے ٹھہر سکے یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے کیونکہ تو وہ ہے جس کی شان لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور جو اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْم ہے جو لوگ شیطان سے الہام پاتے ہیں ان کے الہاموں کے ساتھ کوئی قادرانہ غیب گوئی کی روشنی نہیں ہوتی جس میں الوہیت کی قوت اور عظمت اور ہیبت بھری ہوئی ہو۔ وہ تو ہی ہے جس کی قوت سے تمام تیرے نبی تحدّی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھلاتے رہے ہیں۔ اور بڑی بڑی پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے سے ظاہر کی جاتی تھی تیری پیشگوئیوں میں تیرے

جلال کی چمک ہوتی ہے اور تیری الوہیت کی قدرت اور عظمت اور حکومت کی خوشبو آتی ہے اور تیرے مُرسلوں کے آگے فرشتہ چلتا ہے تا ان کی راہ میں کوئی شیطان مقابلہ کے لئے ٹھہر نہ سکے۔ مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین۳ برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰عیسوی سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲عیسوی تک پورے ہو جائیں گے، میری تائید میں اور تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندہ کو اُن لوگوں کی طرح ردّ کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذّاب اور دجّال اور خائن اور مفسد ہیں تو مَیں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ مَیں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ دیکھ! میری رُوح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرح ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے سو مَیں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں اور جس کو تو نے بھیجا ہے اس کی تکذیب کر کے ہدایت سے دُور نہ پڑ جائیں۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میری تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں یہاں تک کہ سورج اور چاند کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں پیشگوئی کی تاریخوں کے موافق گرہن میں آویں اور تو نے وہ تمام نشان جو ایک سو سے زیادہ ہیں میری تائید میں دکھلائے جو میرے رسالہ تریاق القلوب میں درج ہیں۔ تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت مَیں نے پیشگوئی کی تھی کہ عبدالحق غزنوی حال امرت سری نہیں مرے گا جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہو لے۔ سو وہ لڑکا اس کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا۔ مَیں اُن نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں۔ مَیں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری رُوح تیرے نام سے ایسی اُچھلتی ہے جیسا کہ شیرخوار بچہ ماں کے دیکھنے سے لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ مَیں نے بلکہ میری رُوح نے اس بات پر زور دیا کہ مَیں یہ دعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے اور اگر مَیں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندہ کے لئے گواہی دے

جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے دیکھ! مَیں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں کہ تُو ایسا ہی کر۔ اگر مَیں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو جبکہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ مَیں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ تبھی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دُعا قبول نہ ہو تو مَیں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بیدین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ اگر مَیں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلح کاری پھیلے اور تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سُنتا اور جو ان کی طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے۔ اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو اور میں کسی مخالف کو اس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ اُن کو کسی مقابلہ کے لئے بُلاتا ہوں۔ یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے میری رُوح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پا سکتا اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدّی کرتے ہیں۔ اور اُن کی تائید اور نصرت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ راستبازنبیوں کی۔ وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں۔ بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے۔ اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔ آمین ثم آمین۔

المشتــــــــــــــــــــــہر

مرزا غلام احمد از قادیاں۔ ۵ ؍نومبر ۱۸۹۹ء

تعداد ۳۰۰۰۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۰۷ تا ۵۱۲)

(۲۱۷)

اپنی جماعت کے لیے اطلاع

یادرہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشان دیکھ کر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور ان کو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا۔ اور تا وہ راست بازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور اُن کا پاک نمونہ دنیا میں چمکے۔ ان دنوں میں وہ چاروں طرف سے سُن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف سے مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار سے مجھ کو کافر اور دجّال اور کذّاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لئے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں۔ اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں۔ کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ اُن کے مقابل پر کی جاتی ہے۔ تو پھر ان میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اس لئے مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقویٰ اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ اُن میں نہ پائی جائے۔ اگر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا ہی نہیں کہا گیا؟ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسُولوں اور راستبازوں پر الزام نہیں لگائے گئے؟ کیا حضرت موسیٰؑ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اُس نے دھوکہ دے کر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لئے جاتے ہیں اور جلد واپس آئیں گے اور عہد توڑا اور کئی شیر خوار بچوں کو قتل کیا۔ اور کیا حضرت داؤدؑ کی نسبت نہیں کہا گیا کہ اس

نے ایک بیگانہ عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اور یا نام ایک سپہ سالار کو قتل کرا دیا اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارونؑ کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ مَیں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اس نے اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ مَیں واپس آ ؤں گا مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ اب تک واپس نہیں آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض امور پر جاہلوں کے اعتراض ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہو گئے تھے۔ اور کیا اب تک پادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سیّد و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت شائع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ غرض مخالفوں کا کوئی بھی میرے پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے نبیوں پر نہیں کیا گیا۔ اس لئے مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین اور دلگیر مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سُنّتیں اور عادتیں جو نبیوں کی نسبت وقوع میں آ چکی ہیں ہم میں پوری ہوں۔ ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جب کہ ہم دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اس کی جناب میں تضرعات کریں اور اس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جس کی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اسی بنا پر مَیں نے یہ دعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو مَیں تیری سنوں گا۔ سو مَیں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ مگر بغیر فَانْتَصِرْ کے۔ اور میری رُوح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سنے گا اور میرے لئے ضرور کوئی ایسا رحمت

اور امن کا نشان ظاہر کر دے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا۔ میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لئے نہیں بُلا تا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں۔ بلکہ جیسا کہ مَیں تمام اُن لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے۔ ایسا ہی مَیں عام اغراض کی بنا پر بغیر اس کے کہ کسی زید یا بکر کا میرے دل میں تصور ہو خدا تعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ یہ فقط دعائیہ اشتہار ہے جو خدا تعالیٰ کی شہادت طلب کرنے لئے مَیں لکھتا ہوں۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ اگر مَیں اس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو ۱۹۰۲ء تک ختم ہوں گے میری تائید میں ایک ادنیٰ قسم کا نشان بھی ظاہر نہیں ہوگا اور اس طرح پر میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مخلصی پائیں گے۔ اور اگر اس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دلوں پر ہیں اُٹھ جائیں گے میری یہ دعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دُعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنجوقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنی ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔ نبیوں کا کمال، صدیقوں کا کمال، شہیدوں کا کمال، صلحاء کا کمال، سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو۔ اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دُکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے۔ اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دُور ہو جائے اور مجسّم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔

سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنجوقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین پلید نہ کرے۔ اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا۔ دیکھو متی باب ۸ آیت ۹ پس تم اسی طرح دُعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ والسّلام

راقـــــــــــــــــم

مرزا غلام احمد از قادیاں ضلع گورداسپور پنجاب

۵؍نومبر ۱۸۹۹ء

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۱۳ تا ۵۱۶)

(۲۱۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار

ایّھا النّاس قدظھرت اٰیات اللّٰہ لتائیدی و تصدیقی و شھدت لی شھداء اللّٰہ من تحت ارجلکم و من فوق رؤوسکم و من یمینکم و من شمالکم و من انفسکم و من آفاقکم فھل فیکم رجل امین و من المستبصرین. اتقوا اللّٰہ و لاتکتموا شھادات عیونکم و لاتؤثروا الظنون علی الیقین. و لاتقدموا قصصًا غیر ثابتۃ عَلٰی مارأیتم بأعینکم ان کنتم متقین. و اعلموا ان اللّٰہ یعلم بما فی صدورکم و نیاتکم و لایخفی علیہ شیءٌ من حسناتکم و سیّئاتکم و ان اللّٰہ علیم بما فی صدور العالمین۔[1]

[1] **ترجمہ از ناشر۔** اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے نشانات میری تائید اور میری تصدیق کے لیے ظاہر ہوئے ہیں اور اللہ کے گواہوں نے تمہارے پاؤں کے نیچے سے اور تمہارے سروں کے اوپر سے اور تمہاری دائیں طرف سے اور تمہاری بائیں طرف سے اور تمہارے نفوس میں سے اور تمہارے آفاق میں سے میرے لئے گواہی دی ہے۔ پس کیا تم میں سے کوئی شخص امین یا بصیرت رکھنے والوں میں سے ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی آنکھوں کے مشاہدات کو مت چھپاؤ اور ظنون کو یقین پر ترجیح نہ دو۔ اگر تم متقی ہو تو اپنی چشم دید باتوں پر غیر مصدقہ قصے کہانیوں کو مقدم نہ کرو اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے سینوں اور نیتوں میں ہے اور تمہاری نیکیوں اور برائیوں میں سے کوئی بھی اس پر مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو تمام جہانوں کے سینوں میں ہے۔

انکم رأیتم اٰیات اللّٰہ ثم نبذتم دلائل الحق وراء ظهورکم و اعرضتم عنها متعمّدین وقد کنتم منتظرین مجدّدًا من قبل فاذاجاء داعی اللّٰہ فولّیتم وجوهکم مستکبرین. أتنتظرون مجدّدًا هو غیری و قد مرّعلٰی رأس المائة من سنین. وقد مُلئت الارض جورًا و ظلمًا و سبق مساجد اللّٰہ مایُعبد فی دیور الضالین. ففکروا فی انفسکم أتجعلون رزقکم انکم تکذبون الصادقین. انکم کفرتم بمسیح اللّٰہ و آیاتهٖ وما کان لکم ان تتکلموا فیه و فیها الّاخائفین.

بقیہ ترجمہ۔ یقیناً تم نے اللہ کے نشانات کو دیکھا پھر تم نے حق کے دلائل کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور تم نے جانتے بوجھتے ہوئے ان سے اعراض کیا حالانکہ اس سے پہلے تم ایک مجدد کے منتظر تھے پس جب اللہ کی طرف سے بلانے والا آیا تو تم نے تکبر کرتے ہوئے اس سے اپنے منہ پھیر لئے کیا تم میرے علاوہ کسی اور مجدد کی انتظار میں ہو حالانکہ صدی شروع ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں اور زمین ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی اور جو کچھ گمراہوں کے دَیر ومعبد میں ہوتا ہے اللہ کی مساجد اس میں سبقت لے گئی ہیں۔ پس تم اپنے نفسوں کے بارہ میں غور کرو کیا تم نے سچوں کو جھٹلانا اپنی کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے۔ یقیناً تم نے اللہ کے مسیح اور اُس کے نشانات کا انکار کیا ہے حالانکہ تمہیں مسیح اور اس کے نشانات کے بارہ میں ڈرتے ڈرتے ہی کلام کرنا چاہیے تھا۔

رومی سلطنت ایک معزز عہدہ دار حسین کامی کی نسبت جو پیشگوئی اشتہار ۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء اور اشتہار ۲۵؍ جون ۱۸۹۷ء میں درج ہے وہ کامل صفائی سے پُوری ہوگئی۔

مَیں نے اپنے اشتہار ۲۴؍فروری مئی ۱۸۹۷ء میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ رُومی سلطنت میں جس قدر لوگ ارکان دولت سمجھے جاتے ہیں اور سلطنت کی طرف سے کچھ اختیار رکھتے ہیں اُن میں ایسے لوگ بکثرت ہیں جن کا چال چلن سلطنت کو مضر ہے کیونکہ ان کی عملی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کے لکھنے اور شائع کرنے کا باعث جیسا کہ مَیں نے اسی اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء میں بہ تفصیل لکھا ہے یہ ہوا تھا کہ ایک شخص مسمّی حسین بِک کامی وائس قونصل مقیم کراچی قادیان میں میرے پاس آیا جو اپنے تئیں سلطنت روم کی طرف سے سفیر ظاہر کرتا تھا اور اپنی نسبت اور اپنے باپ کی نسبت یہ خیال رکھتا تھا کہ گویا یہ دونوں اوّل درجہ کے سلطنت کے خیر خواہ اور دیانت اور امانت میں دونوں مقدس وجود اور سراپا نیکی اور راست بازی کا تدیّن اور خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں بلکہ جیسا کہ پرچہ اخبار ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں لکھا ہے اس شخص کی ایسی ایسی لاف وگزاف سے لوگوں نے اس کو نائب حضرت سلطان روم سمجھا اور یہ مشہور کیا گیا کہ یہ بزرگوار محض اس غرض سے لاہور وغیرہ نواح اس ملک میں تشریف لائے ہیں کہ تا اس ملک کے غافلوں کو اپنی پاک زندگی کا نمونہ دکھلاویں اور تا لوگ ان کے مقدس اعمال کو دیکھ کر ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بناویں اور اس تعریف میں یہاں تک اصرار کیا گیا تھا کہ اسی ایڈیٹر ناظم الہند نے اپنے پرچہ مذکورہ یعنی ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں جھوٹ اور بے شرمی کی کچھ بھی پرواہ نہ کر کے یہ بھی شائع کر دیا تھا کہ نائب خلیفۃ اللہ سلطان روم جو پاک باطنی اور دیانت اور امانت کی وجہ سے سراسر نور ہیں یہ اس لئے قادیان میں بُلائے

گئے ہیں کہ یا مرزائے قادیاں اپنے افترا سے اس نائب الخلافت یعنی مظہر نور الٰہی کے ہاتھ پر توبہ کرے اور آئندہ اپنے تئیں مسیح موعود ٹھہرانے سے باز آجائے اور ایسا ہی اَور بھی بعض اخباروں میں میری بدگوئی کو مدنظر رکھ کر اس قدر اس شخص کی تعریفیں کی گئیں کہ قریب تھا کہ اس کو آسمان چہارم کا فرشتہ بنا دیتے۔ لیکن جب وہ میرے پاس آیا تو اس کی شکل دیکھنے سے ہی میری فراست نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص امین اور دیانت دار اور پاک باطن نہیں اور ساتھ ہی میرے خدا نے مجھ کو القا کیا کہ رومی سلطنت انہی لوگوں کی شامت اعمال سے خطرہ میں ہے کیونکہ یہ لوگ کہ جو علیٰ حسب مراتب قرب سلطان سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور اس سلطنت کی نازک خدمات پر مامور ہیں یہ اپنی خدمات کو دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اس اسلامی سلطنت کی جو حرمین شریفین کے محافظ اور مسلمانوں کے لئے مغتنمات میں سے ہے کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ سو مَیں اس الہام کے بعد محض القاء الٰہی کی وجہ سے حسین بِک کامی سے سخت بیزار ہو گیا۔ لیکن نہ رومی سلطنت کے بُغض کی وجہ سے بلکہ محض اس کی خیر خواہی کی وجہ سے۔ پھر ایسا ہوا کہ ترک مذکور نے درخواست کی کہ مَیں خلوت میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ مہمان تھا اس لئے میرے دل نے اخلاقی حقوق کی وجہ سے جو تمام بنی نوع کو حاصل ہیں یہ نہ چاہا کہ اس کی اس درخواست کو رد کروں۔ سو مَیں نے اجازت دی کہ وہ میرے خلوت خانہ میں آیا تو اس نے جیسا کہ مَیں نے اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء کے پہلے اور دوسرے صفحہ میں لکھا ہے مجھ سے یہ درخواست کی کہ مَیں اُن کے لئے دعا کروں۔ تب مَیں نے اس کو وہی جواب دیا جو اشتہار مذکور کے صفحہ ۲ میں درج ہے جو آج سے قریباً دو برس پہلے تمام برٹش انڈیا میں شائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲ کی یہ عبارت ہے جو میری طرف سے سفیر مذکور کو جواب ملا تھا اور وہ یہ ہے کہ جو مَیں موٹی قلم سے لکھتا ہوں ’’**سلطان روم کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور مَیں کشفی طریق سے اُس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں**‘‘ دیکھو صفحہ دو سطر ۵ و ۶۔ اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان۔

پھر میں نے اسی اشتہار کے صفحہ۲ سطر ۹ کے مطابق اُس ترک کو نصیحت دی اور اشارہ سے اس کو یہ سمجھایا کہ اس کشف کا اوّل نشانہ تم ہو اور تمہارے حالات الہام کی رو سے اچھے معلوم نہیں ہوتے توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ چنانچہ یہی لفظ کہ ’’**توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ**۔‘‘ اس اشتہار کے صفحہ۲ سطر میں اب تک موجود ہے جو سفیر مذکور کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا۔ پس یہ تقریر میری جو اس اشتہار میں سے اس جگہ لکھی گئی ہے دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی (۱) ایک یہ کہ مَیں نے اس کو صاف لفظوں میں سمجھا دیا کہ تم لوگوں کا چال چلن اچھا نہیں ہے اور دیانت اور امانت کی نیک صفات سے تم محروم ہو (۲) دوسرے یہ کہ اگر تیری یہی حالت رہی تو تجھے اچھا پھل نہیں ملے گا اور تیرا انجام بد ہوگا۔ پھر مَیں نے صفحہ۳ میں بطور پیشگوئی سفیر مذکور کی نسبت لکھا ہے۔ ’’اُس کے لئے (یعنی سفیر مذکور کے لئے) بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اس کی سخت بدقسمتی ہے۔‘‘ دیکھو صفحہ۳ سطر نمبر ا۔ اشتہار ۲۴ ؍مئی ۱۸۹۷ء۔ پھر اسی صفحہ کی سطر ۹ میں یہ پیشگوئی ہے ’’اللہ جل شانہ جانتا ہے جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے‘‘ پھر مَیں نے اشتہار ۲۵ ؍جون ۱۸۹۷ء کے صفحہ میں مذکورہ پیشگوئیوں کا اعادہ کر کے دسویں سطر سے سولہویں سطر تک یہ عبارت لکھی ہے۔

’’ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب[۱] اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اُس خدا داد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود ان کے مفہوم کے خوفناک اثر سے

[۱] نہایت افسوس کی بات ہے کہ جس عادت زبوں نے ترکوں کی یہ روز بد دکھایا اور عیسائی سلطنتوں کے ہاتھوں اُسے برباد کرایا، وہ عادت ابھی تک ان میں کم وبیش پائی جاتی ہے۔ یہ عادت ملک وقوم کی اغراض پر اپنی ذاتی اغراض کو ترجیح دینا ہے۔ حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ یہ تباہی بخش مرض عام لوگوں کے طبقہ سے گذر کر مقتدر اور سر برآوردہ طبقہ کے اشخاص میں گھر کر گیا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ کسی نہ کسی نمک حرام ترک افسر کی غدّاری کی خبریں مشہور نہ ہوتی ہوں۔

ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری وہ تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے

ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔

پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۴ میں یعنی سطر ۱۹ سے ۲۱ تک یہ عبارت ہے۔ ’’**کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ مَیں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔**‘‘ یاد رہے کہ ابھی میں اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء کے حوالہ سے بیان کر چکا ہوں کہ یہ غدّاری اور نفاق کی سرشت بذریعہ الہام الٰہی حسین بِک کامی میں معلوم کرائی گئی ہے۔ غرض میرے ان اشتہارات میں جس قدر پیشگوئیاں ہیں جو مَیں نے اس جگہ درج کر دی ہیں اُن سب سے اوّل مقصود بالذات حسین کامی مذکور تھا۔ ہاں یہ بھی پیشگوئی سے مفہوم ہوتا تھا کہ اس مادہ کے اَور بھی بہت سے لوگ ہیں جو سلطنت روم کے ارکان اور کارکن سمجھے جاتے ہیں۔ مگر بہر حال الہام کا اوّل نشانہ یہی شخص حسین کامی تھا جس کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ وہ ہرگز امین اور دیانت دار نہیں اور اس کا انجام اچھا نہیں جیسا کہ ابھی مَیں نے اپنے اشتہار

بقیہ حاشیہ۔ اب جو شخص ملک وقوم کی اغراض کو ایک طرف پھینک کر غدّاری کے میدان میں نکلا ہے۔ کمال الدین پاشا فرزند عثمان پاشا ہے۔ یہ نوجوان سلطان المعظم کا داماد تھا مگر کچھ عرصہ سے اس کی ہوا ایسی بگڑی ہے اور کسی دشمن نے اُس پر ایسا جادو چلایا ہے کہ وہ علانیہ سرکشی پر کمربستہ ہو گیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر دختر سلطان المعظم نے اس سے کنارہ کر لیا **اور زوجیت کے تمام تعلقات قطع کر دیئے۔** اب یہ نوجوان بروسا میں نظر بند کیا گیا ہے اور اس کے تمام تمغہ جات وجاگیر وغیرہ ضبط ہوگئی۔ **کیسا دردناک سبق ہے کہ جس شخص کو سلطنت کی ترقی واقبال میں ساعی ہونا چاہیے تھا وہ سازش** کے جرم میں زندان میں ڈالا جائے۔ جب تک ترکوں میں اس قسم کے آدمی ہیں وہ اپنے آپ کو کبھی بھی خطرہ سے باہر نہیں نکال سکتے۔

(منقول از اخبار وکیل نمبر ۶۴ جلد ۱۰ مورخہ ۲۷ راگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۲)

۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حسین کامی کی نسبت مجھے الہام ہوا کہ یہ آدمی سلطنت کے ساتھ دیانت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے اور اسی کو مَیں نے مخاطب کر کے کہا کہ توبہ کر وتا نیک پھل پاؤ۔

یہ تو میرے الہامات تھے جو مَیں نے صاف دلی سے لاکھوں انسانوں میں بذریعہ اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء اور اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء شائع کر دیئے۔ مگر افسوس کہ ان اشتہارات کے شائع کرنے پر ہزارہا مسلمان میرے پر ٹوٹ پڑے۔ بعض کو تو قلّتِ تدبّر کی وجہ سے یہ دھوکہ لگا کہ گویا مَیں نے سلطان روم کی ذات پر کوئی حملہ کیا ہے حالانکہ وہ میرے اشتہارات اب تک موجود ہیں۔ سلطان کی ذات سے اُن پیشگوئیوں کو کچھ تعلق نہیں۔ صرف بعض ارکان سلطنت اور کارکن لوگوں کی نسبت الہام شائع کیا گیا ہے کہ وہ امین اور دیانت دار نہیں ہیں۔ اور کھلے کھلے طور پر اشارہ کیا گیا ہے کہ اوّل نشانہ ان الہامات کا وہی حسین کامی ہے اور وہی دیانت اور امانت کے پیرایہ سے محروم اور بے نصیب ہے۔ اور ان اشتہاروں کے شائع ہونے کے بعد بعض اخبار والوں نے حسین کامی کی حمایت میں میرے پر حملے کئے کہ ایسے امین اور دیانت دار کی نسبت یہ الہام ظاہر کیا ہے کہ وہ سلطنت کا سچا امین اور دیانتدار عہدہ دار نہیں ہے اور اس کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے اور اس کو ڈرایا گیا ہے کہ توبہ کر و ورنہ تیرا انجام اچھا نہیں حالانکہ وہ مہمان تھا۔ انسانیت کا یہ تقاضا تھا کہ اس کی عزت کی جاتی۔ ان تمام الزامات کا میری طرف سے یہی جواب تھا کہ مَیں نے اپنے نفس کے جوش سے حسین کامی کو کچھ نہیں کہا بلکہ جو کچھ میں نے اس پر الزام لگایا تھا وہ الہام الٰہی کے ذریعہ سے تھا نہ ہماری طرف سے مگر افسوس کہ اکثر اخبار والوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ درحقیقت حسین کامی بڑا امین اور دیانت دار بلکہ نہایت بزرگوار اور نائب خلیفۃ المسلمین سلطان روم تھا۔ اس پر ظلم ہوا کہ اس کی نسبت ایسا کہا گیا اور اکثر نے تو اپنی بات کو زیادہ رنگ چڑھانے کے لئے میرے تمام کلمات کو سلطان المعظم کی طرف منسوب کر دیا تا مسلمانوں میں جوش پیدا کریں۔ چنانچہ میرے ان

الہامات سے اکثر مسلمان جوش میں آ گئے اور بعض نے میری نسبت لکھا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔اب ہم ذیل میں بتلاتے ہیں کہ ہماری یہ پیشگوئی سچی نکلی یا جھوٹی واضح ہو کہ عرصہ تخمیناً دو ماہ یا تین ماہ کا گذرا ہے کہ ایک معزز ترک کی معرفت ہمیں یہ خبر ملی تھی کہ حسین کامی مذکور کو ایک ارتکاب جُرم کی وجہ سے اپنے عہدہ سے موقوف کیا گیا ہے اور اُس کی املاک ضبط کی گئی۔مگر مَیں نے اس خبر کو ایک شخص کی روایت خیال کر کے شائع نہیں کیا تھا کہ شاید غلط ہو۔آج اخبار نیّر آصفی مدراس مورخہ ۱۲؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کے ذریعہ سے ہمیں مفصل طور پر معلوم ہو گیا کہ ہماری وہ پیشگوئی حسین کامی کی نسبت نہایت کامل صفائی سے پوری ہو گئی۔ہماری وہ نصیحت جو ہم نے اپنے خلوت خانہ میں اس کو کی تھی کہ **توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ**۔جس کو ہم نے اپنے اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا تھا اس پر پابند نہ ہونے سے آخر وہ اپنی پاداش کردار کو پہنچ گیا۔اور اب وہ ضرور اس نصیحت کو یاد کرتا ہوگا مگر افسوس یہ ہے کہ وہ اس ملک کے بعض ایڈیٹران اخبار اور مولویان کو بھی جو اس کو نائب خلیفۃ المسلمین اور رکن امین سمجھ بیٹھے تھے اپنے ساتھ ہی ندامت کا حصہ دے گیا۔اور اس طرح پر انہوں نے ایک صادق کی پیشگوئی کی تکذیب کا مزہ چکھ لیا۔اب ان کو چاہیے کہ آئندہ اپنی زبانوں کو سنبھالیں۔کیا یہ سچ نہیں کہ میری تکذیب کی وجہ سے بار بار ان کو خجالت پہنچ رہی ہے۔اگر وہ سچ پر ہیں تو کیا باعث کہ ہر ایک بات میں آخر کار کیوں ان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔اب ہم اخبار مذکور میں سے وہ چٹھی مع تمہیدی عبارت کے ذیل میں نقل کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

’’چندۂ مظلومان کریٹ اور ہندوستان‘‘

’’ہمیں آج کی ولایتی ڈاک میں اپنے ایک معزز اور لائق نامہ نگار کے پاس سے ایک قسطنطنیہ والی چٹھی ملی ہے جس کو ہم اپنے ناظرین کی اطلاع کے لئے درج ذیل کئے دیتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ہمیں کمال افسوس ہوتا ہے۔افسوس اس وجہ سے کہ ہمیں اپنی ساری امیدوں

کے برخلاف اس مجرمانہ خیانت کو جو سب سے بڑی اور سب سے زیادہ منتظم و مہذب اسلامی سلطنت کے وائس قونصل کی جانب سے بڑی بے دردی کے ساتھ عمل میں آئی اپنے ان کانوں سے سننا اور پبلک پر ظاہر کرنا پڑا ہے جو کیفیت جناب مولوی حافظ عبدالرحمٰن صاحب الہندی نزیل قسطنطنیہ نے ہمیں معلوم کرائی ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حسین بِک کامی نے بڑی بے شرمی کے ساتھ مظلومان کریٹ کے روپیہ کو بغیر ڈکار لینے کے ہضم کرلیا اور کارکن کمیٹی چندہ نے بڑی فراست اور عرقریزی کے ساتھ ان سے روپیہ اگلوایا۔ مگر یہ دریافت نہیں ہوا کہ وائس قونصل مذکور پر عدالت عثمانیہ میں کوئی نالش کی گئی یا نہیں۔ ہماری رائے میں ایسے خائن کو عدالتانہ کارروائی کے ذریعہ عبرت انگیز سزا دینی چاہیے۔ بہرحال ہم امید کرتے ہیں کہ یہی ایک کیس غبن کا ہوگا جو اس چندہ کے متعلق وقوع میں آیا ہو۔ اور جو رقوم چندہ جناب مُلاّ عبدالقیوم صاحب اوّل تعلقہ دار لنگسگور اور جناب عبدالعزیز بادشاہ صاحب ٹرکش قونصل مدراس کی معرفت حیدرآباد اور مدراس سے روانہ ہوئیں وہ بلاخیانت قسطنطنیہ کو کمیٹی چندہ کے پاس برابر پہنچ گئی ہوں گی۔''

''قسطنطنیہ کی چٹھی''

''ہندوستان کے مسلمانوں نے جو گذشتہ دو سالوں میں مہاجرین کریٹ اور مجروحین عساکر حرب یونان کے واسطے چندہ فراہم کرکے قونصل ہائے دولت علیہ ترکیہ مقیم ہند کو دیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زر چندہ تمام و کمال قسطنطنیہ میں نہیں پہنچا۔ اور اس امر کے باور کرنے کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ حسین بِک کامی وائس قونصل مقیم کراچی کو جو ایک ہزار چھ سو روپیہ کے قریب مولوی انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر اور مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے مختلف مقامات سے وصول کرکے بھیجا تھا وہ سب غبن کر گیا۔ ایک کوڑی تک قسطنطنیہ میں نہیں پہنچائی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ سلیم پاشا ملحمہ کارکن کمیٹی چندہ کو جب خبر پہنچی تو اس نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اس روپیہ کے

اگلوانے کی کوشش کی اور اس کی اراضی مملوکہ کو نیلام کرا کر وصولی رقم کا انتظام کیا اور باب عالی میں غبن کی خبر بھجوا کر نوکری سے موقوف کرایا۔ اس لئے ہندوستان کے جملہ اصحابِ جرائد کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس اعلان کو قومی خدمت سمجھ کر چار مرتبہ متواتر اپنے اخبارات میں مشتہر فرمائیں اور جس وقت ان کو معلوم ہو کہ فلاں شخص کی معرفت اس قدر روپیہ چندہ کا بھیجا گیا تو اس کو اپنے جریدہ میں مشتہر کرائیں اور نام مع عنوان کے ایسا مفصّل لکھیں کہ بشرط ضرورت اس سے خط و کتابت ہو سکے اور ایک پرچہ اس جریدہ کا خاکسار کے پاس بمقام قاہرہ اس پتہ سے روانہ فرماویں۔ حافظ عبدالرحمٰن الہندی الامرتسری۔ سکّہ جدیدہ۔ وکالہ صالح آفندی قاہرہ (ملک مصر)''

المشـــــــــتہر

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۸؍نومبر ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (اسمٰعیل)

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۹۱ تا ۱۰۰)

(۲۱۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار

ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا

اور نیز

ان لوگوں کا جواب جنہوں نے نافہمی سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے انکار کیا ہے۔

اس بات کی زیادہ تصریح کی ضرورت نہیں کہ مَیں نے ایک پیشگوئی مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت اپنے اشتہار مجریہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی جس کا خلاصہ یہی تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اپنی قلم سے انواع واقسام کے بہتانوں سے میری ذلّت کی ہے اور نیز اسی قسم کی ذلّت بیجا تحریروں سے جعفرزٹلی اور ابوالحسن تبّتی اپنے دوستوں سے کرائی ہے۔ یہ کارروائی اس کی جناب الٰہی میں موردِ اعتراض ہوکر مجھے الہام ہوا ہے کہ جس قسم کی اس نے میری ذلّت کی اور مذکورہ بالا دو اپنے دوستوں سے کرائی اسی قسم کی ذلّت اس کی بھی ہو جائے گی۔ یہ الہام ہزاروں انسانوں میں شائع ہوا۔ یہاں تک کہ اسی کی بناء پر ایک مقدمہ میرے پر ہوکر اس بہانہ سے عدالت تک بھی اس الہام کی شہرت ہوگئی مگر افسوس کہ اب تک بعض کوتہ اندیش اور نادان دوست محمد حسین کے محض خلاف واقعہ طور پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور جو پیشگوئی

میں ذلت کا وعدہ تھا وہ اب تک ظہور میں نہیں آیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب ثناء اللہ نام امرت سری نے بھی پرچہ اخبار عام نومبر ۱۸۹۹ء میں اعتراض پیش کیا ہے۔ اور چونکہ ان مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک خلاف واقعہ بات پر جم کر پھر ہزاروں انسانوں کو وہی سبق دیتے ہیں اور اس طرح پر ایک شخص کی غلط فہمی ہزاروں انسانوں کو غلطی میں ڈالتی ہے۔ لہٰذا میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ وہ پیشگوئی مع تمام اس کے لوازم کے تحریر کر کے پبلک کے سامنے رکھوں تا لوگ خود انصاف کر لیں کہ آیا وہ پیشگوئی پوری ہو گئی یا کچھ کسر باقی ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں مبسوط طور پر اوّل سے آخر تک اس کو لکھتے ہیں۔

سو واضح ہو کہ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے میرے ذلیل کرنے کی غرض سے تمام لوگوں میں مشہور کیا تھا کہ یہ شخص مہدی معہود اور مسیح موعود سے منکر ہے اس لئے بے دین اور کافر اور دجّال ہے بلکہ اسی غرض سے ایک استفتاء لکھا تھا اور علماء ہندوستان اور پنجاب کی اس پر مہریں ثبت کرائیں تھیں تا عوام مسلمان مجھ کو کافر سمجھ لیں۔ اور پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ گورنمنٹ تک خلافِ واقعہ یہ شکایتیں پہنچائیں کہ یہ شخص گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیالات رکھتا ہے اور عوام کے بیزار کرنے کے لئے یہ بھی جابجا مشہور کیا کہ یہ شخص جاہل اور علم عربی سے بے بہرہ ہے اور ان تینوں قسم کے جھوٹ کے استعمال سے اس کی غرض یہ تھی کہ تا عوام مسلمان مجھ پر بدظن ہو کر مجھے کافر خیال کریں اور ساتھ ہی یہ بھی یقین کر لیں کہ یہ شخص درحقیقت علم عربی سے بے بہرہ ہے اور نیز گورنمنٹ بدظن ہو کر مجھے باغی قرار دے یا اپنا بدخواہ تصور کرے۔ جب محمد حسین کی بداندیشی اس حد تک پہنچی کہ اپنی زبان سے بھی میری ذلّت کی اور لوگوں کو بھی خلاف واقعہ تکفیر سے جوش دلایا اور گورنمنٹ کو بھی جھوٹی مخبریوں سے دھوکہ دینا چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ وجوہ متذکرہ بالا کو عوام اور گورنمنٹ کے دل میں جما کر میری ذلّت کراوے تب مَیں نے اس کی نسبت اور اس کے دو دوستوں کی نسبت جو محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی ہیں وہ بدعا کی جو اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے اور جیسا کہ اشتہار مذکور میں مَیں نے لکھا ہے یہ الہام مجھ کو ہوا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ

سَبِیْلِ اللّٰہِ سَیَنَا لُھُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ. ضَرْبُ اللّٰہِ اَشَدُّ مِنْ ضَرْبِ النَّاسِ . اِنَّمَا اَمْرُنَا اِذَا اَرَدْنَا شَیْئًا اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. أَ تَعْجَبُ لِاَمْرِیْ. اِنِّیْ مَعَ الْعُشَّاقِ. اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُوالْمَجْدِ وَالْعُلٰی. وَیَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ. وَیُطْرَحُ بَیْنَ یَدَیَّ. جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا وَ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ. مَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ. فَاصْبِرْ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ. اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ. ترجمہ اس الہام کا یہ ہے کہ جولوگ خدا تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔عنقریب خدا تعالیٰ کا غضب ان پر وارد ہوگا۔خدا کی مار انسانوں کی مار سے سخت تر ہے۔ ہمارا حکم تو اتنے میں ہی نافذ ہوجاتا ہے کہ جب ہم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس چیز کو کہتے ہیں کہ ہوجا تو وہ چیز ہوجاتی ہے۔کیا تو میرے حکم سے تعجب کرتا ہے۔میں عاشقوں کے ساتھ ہوں۔میں ہی وہ رحمان ہوں جو بزرگی اور بلندی رکھتا ہے۔اور ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا اور میرے آگے ڈال دیا جائے گا۔بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے اور ان کو ذلّت پہنچے گی یعنی اسی قسم کی ذلّت اور اسی مقدار کی ذلّت جس کے پہنچانے کا انہوں نے ارادہ کیا ان کو پہنچ جائے گی۔خلاصہ منشاء الہام یہ ہے کہ وہ ذلّت مثلی ہوگی کیونکہ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے۔اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے کوئی ان کو بچانے والا نہیں۔پس صبر کر جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے۔خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکی کرنے والے ہیں۔

یہ پیشگوئی ہے جو خدا تعالیٰ نے محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت کی تھی اور اس میں ظاہر کیا تھا کہ اسی ذلّت کے موافق ان کو ذلّت پہنچائی جائے گی جو انہوں نے پہنچائی۔سو یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ محمد حسین نے اس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر اپنے ایک انگریزی[۱]

[۱] بعض نادان ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دھوکہ دے کر مولوی محمد حسین پر فتویٰ کفر اور الحاد لکھوایا لیکن افسوس کہ یہ لوگ اپنے قدیم تعصب اور بخل سے باز نہیں آتے۔یاد رہے کہ اصل جڑھ ذلّت کی وہ انگریزی فہرست تھی جو پوشیدہ طور پر محمد حسین نے چھاپ کر گورنمنٹ کی طرف بھیجی تھی۔پس جب یہ ذلّت کا مادہ ہمارے ہاتھ میں آیا تو ہم نے استفتاء طیار کر کے اور اس فہرست میں انگریزی کا مضمون پیش کر کے مولویوں سے

فہرست اپنی ان کارروائیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے مقاصد کی تائید ہے اور اس فہرست میں یہ جتلانا چاہا کہ منجملہ میری خدمات کے ایک یہ بھی خدمت ہے کہ میں نے اپنے رسالہ **اشاعة السنہ** میں لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں اور اس فہرست کو اس نے بڑی احتیاط سے پوشیدہ طور پر شائع کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ قوم کے روبرو اس فہرست کے برخلاف اس نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے اور اس دورنگی کے ظاہر ہونے سے وہ ڈرتا تھا کہ اپنی قوم مسلمانوں کے روبرو تو اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ایسے مہدی کو بدل و جان مانتا ہے کہ جو دنیا میں آ کر لڑائیاں کرے گا اور ہر ایک قوم کے مقابل پر یہاں تک کہ عیسائیوں کے مقابل پر بھی تلوار اُٹھائے گا اور پھر اس فہرست انگریزی کے ذریعہ سے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ خونی مہدی کے متعلق تمام حدیثوں کو مجروح اور نا قابل اعتبار جانتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ پوشیدہ کارروائی اس کی پکڑی گئی اور نہ صرف قوم کو اس سے اطلاع ہوئی بلکہ گورنمنٹ تک بھی یہ بات پہنچ گئی کہ اس نے اپنی تحریروں میں دونوں فریق گورنمنٹ اور رعایا کو دھوکا دیا ہے اور ہر ایک ادنیٰ عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ پردہ دری محمد حسین کی ذلّت کا باعث تھی اور وہی انکار مہدی جس کی وجہ سے اس مُلک کے نادان مولوی مجھے دجّال اور کافر کہتے تھے۔ محمد حسین کے انگریزی رسالہ سے اس کی نسبت بھی ثابت ہو گیا یعنی یہ کہ وہ بھی اپنے دل میں ایسی حدیثوں کو موضوع اور بے ہودہ اور لغو جانتا ہے۔ غرض یہ ایک ایسی

بقیہ حاشیہ۔ اس پر کفر کی مہریں لگوائیں۔ سو اس میں ہماری طرف سے کوئی اختراع نہ تھا۔ اصل مادہ جو ہم دکھلانا چاہتے تھے وہ فہرست تھی جو ہمارے ہاتھ آ گئی۔ اگر ہم استفتاء بھی طیار نہ کرتے تاہم وہ فہرست محمد حسین کی ذلّت کے لئے کافی تھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ محمد حسین کا ایک منہ نہیں ہے بلکہ وہ دو منہ سے کام لیتا ہے۔ اپنی قوم کے روبرو جو وہابی ہیں غازی مہدی پر ایمان ظاہر کرتا ہے۔ پھر گورنمنٹ کے خوش کرنے کے لئے غازی مہدی کی حدیثوں کو مجروح اور ضعیف قرار دیتا ہے اور یہ طریق اور یہ برتاؤ یک رنگ انسانوں کا ہرگز نہیں ہوتا سو ذلّت تو اس دورنگی میں تھی جو ہم نے ثابت کر دی استفتاء کا اس میں کچھ حقیقی دخل نہ تھا۔ افسوس یہ لوگ نہیں سوچتے کہ استفتاء میں ہماری طرف سے کونسی خیانت تھی۔ کیا استفتاء میں کسی کا نام ظاہر کرنا بھی شرط ہے۔ منہ

ذلّت تھی کہ یک دفعہ محمد حسین کو اپنی ہی تحریروں کی وجہ سے پیش آ گئی اور ابھی ایسی ذلّت کا کہاں خاتمہ ہے بلکہ آئندہ بھی جیسے جیسے گورنمنٹ اور مسلمانوں پر کھلتا جائے گا کہ کیسے اس شخص نے دورنگی کا طریق اختیار کر رکھا ہے ویسے ویسے اس ذلّت کا مزہ زیادہ سے زیادہ محسوس کرتا جائے گا اور اس ذلّت کے ساتھ ایک دوسری ذلّت اس کو یہ پیش آئی کہ میرے اشتہار ۲۱ رنومبر ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۲ کی اخیر سطر میں جو یہ الہامی عبارت تھی کہ أَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ اس پر مولوی محمد حسین صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ یہ عبارت غلط ہے اس لئے یہ خدا کا الہام نہیں ہوسکتا اور اس میں غلطی یہ ہے کہ فقرہ أَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ لکھا ہے یہ مِنْ اَمْرِیْ چاہیئے تھا کیونکہ عَجَب کا صلہ مِنْ آتا ہے نہ لَام۔ اس اعتراض کا جواب مَیں نے اپنے اُس اشتہار میں دیا ہے جس کے عنوان پر موٹی قلم سے یہ عبارت ہے ’’**حاشیہ متعلقہ صفحہ اوّل اشتہار مورخہ ۳۰ رنومبر ۱۸۹۸ء**‘‘ اس جواب کا ماحصل یہ ہے کہ معترض کی یہ نادانی اور ناواقفیت اور جہالت ہے کہ وہ ایسا خیال کرتا ہے کہ گویا عَجَبْ کا صلہ لَام نہیں آتا۔ اس اعتراض سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ معترض فن عربی سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے اور صرف نام کا مولوی ہے کیونکہ ایک بچہ بھی جس کو کچھ تھوڑی سی مہارت عربی میں ہو سمجھ سکتا ہے کہ عربی میں عَجَبْ کا صلہ لَام بھی بکثرت آتا ہے اور یہ ایک شائع متعارف امر ہے اور تمام اہل ادب اور اہل بلاغت کی کلام میں یہ صلہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس معروف و مشہور شعر میں لام ہی صلہ بیان کیا گیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

عَجِبْتُ لِمَوْلُوْدٍ لَیْسَ لَهٗ أَبٌ وَ مِنْ ذِیْ وَلَدٍ لَیْسَ لَهٗ اَبَوَان

یعنی اس بچہ سے مجھے تعجب ہے جس کا باپ نہیں یعنی حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے اور اس سے زیادہ تعجب اس بچّوں والوں سے ہے جس کے ماں باپ دونوں نہیں۔ اس شعر میں دونوں صلوں کا بیان ہے لَام کے ساتھ بھی اور مِن کے ساتھ بھی اور ایسا ہی دیوان حماسہ میں جو بلاغت فصاحت میں ایک مسلّم اور مقبول دیوان ہے اور سرکاری کالجوں میں داخل ہے۔ پانچ شعر میں

عَـجَـبُ کا صلہ لَام ہی لکھا ہے چنانچہ منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے کہ جو دیوان مذکور کے صفحہ ۹ میں درج ہے۔

عِـجِبْتِ لِـمَسْـرَ اهَاوَ اَنّٰیْ تَخَلَّصَتْ اِلَـیَّ وَبَـابُ السِّـجْـنِ دُوْنِـیَ مُغْلَقُ

یعنی وہ معشوقہ جو عالم تصوّر میں میرے پاس چلی آئی مجھے تعجب ہوا کہ وہ ایسے زندان میں جس کے دروازے بند تھے میرے پاس جو مَیں قید میں تھا کیونکر چلی آئی۔ دیکھو اس شعر میں بھی اس بلیغ فصیح شاعر نے عَجِبْتُ کا صلہ لَام ہی بیان کیا ہے جیسا کہ لفظ لِمَسْرَ اهَا سے ظاہر ہے اور ایسا ہی وہ تمام اشعار اس دیوان کے جو صفحہ ۳۹۰ و ۴۱۱ و ۵۷۵ و ۵۱۱ میں درج ہیں ان سب میں عَـجَـبُ کا صلہ لَام ہی لکھا ہے۔ جیسا کہ یہ شعر ہے۔

عَـجِبْـتُ لِسَـعْـیِ الـدَّھْرِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَھَا فَـلَـمَّـا انْـقَضَیٰ مَا بَیْنَنَا سَکَنَ الدَّھْرُ

یعنی مجھے اس بات سے تعجب آیا کہ زمانہ نے ہم میں جدائی ڈالنے کے لئے کیا کیا کوششیں کیں مگر جب وہ ہمارا وقت عشقبازی کا گذر گیا تو زمانہ بھی چپ ہو گیا۔ اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عَجَبُ کا صلہ لَام ہی آیا ہے اور ایسا ہی حماسہ کا یہ شعر ہے۔

عَـجِـبْـتُ لِبُرْئٍ مِـنْـکَ یَـا عِـزُّ بَعْدَ مَا عُمِرْتُ زَمَانًا مِنْکَ غَیْرُ صَحِیْحٍ

یعنی اے معشوقہ یہ عجیب بات ہے کہ تیرے سبب سے ہی مَیں اچھا ہوا یعنی تیرے وصال سے اور تیرے سبب سے ہی ایک مدّت دراز تک مَیں بیمار رہا یعنی تیری جدائی کی وجہ سے علیل رہا۔ شاعر کا منشا اس شعر سے یہ ہے کہ وہ اپنی معشوقہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میری بیماری کا بھی تو ہی سبب تھی اور پھر میرے اچھا ہو جانے کا بھی تو ہی سبب ہوئی۔ اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عَـجَـبُ کا صلہ لَام ہی آیا ہے پھر ایک اَور شعر حماسہ میں ہے اور وہ یہ ہے۔

عَـجَبًـا لِاَحْـمَـدَ وَالْـعَـجَائِبُ جُمَّةٌ اَنّٰـی یَـلُوْمُ عَلَی الزَّمَانِ تَبَدُّلِیْ

یعنی مجھ کو احمد کی اس حرکت سے تعجب ہے اور عجائب پر عجائب جمع ہو رہے ہیں کیونکہ وہ

مجھے اس بات پر ملامت کرتا ہے کہ مَیں نے زمانہ کی گردش سے بازی کو کیوں ہار دیا۔ وہ کب تک مجھے ایسی بیہودہ ملامت کرے گا۔ کیا وہ نہیں سمجھتا کہ ہمیشہ زمانہ موافق نہیں رہتا اور تقدیر بد کے آگے تدبیر پیش نہیں جاتی پس میرا اس میں کیا قصور ہے کہ زمانہ کی گردش سے مَیں ناکام رہا۔ اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عَجَبَ کا صلہ لَام آیا ہے۔ اور اسی حماسہ میں اسی قسم کا ایک اور شعر ہے۔

عَجِبْتُ لِعَبْدَانٍ هَجَوْنِیْ سَفَاهَةً اَنِ اصْطَبَحُوْا مِنْ شَائِهِمْ وَ تَقَیَّلُوْا

یعنی مجھے تعجب آیا کہ کنیزک زادوں نے سراسر حماقت سے میری ہجو کی اور اس ہجو کا سبب ان کی صبح کی شراب اور دوپہر کی شراب تھی۔ اب دیکھو اس شعر میں بھی عَجَبَ کا صلہ لَام آیا ہے اور اگر یہ کہو کہ یہ تو اُن شاعروں کے شعر ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں گذرے ہیں تو وہ کافر ہیں۔ ہم اُن کے کلام کو کب مانتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ بباعث اپنے کفر کے جاہل تھے نہ بباعث اپنی زبان کے بلکہ زبان کی رو سے تو وہ امام مانے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کے محاورات کی تائید میں ان کے شعر تفاسیر میں بطور حجت پیش کئے جاتے ہیں اور اس سے انکار کرنا ایسی جہالت ہے کہ کوئی اہل علم اس کو قبول نہیں کرے گا۔ ماسوا اس کے یہ محاورہ صرف گذشتہ زمانہ کے اشعار میں نہیں ہے بلکہ ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی اس محاورہ کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ذرہ مشکوٰۃ کو کھولو اور کتاب الایمان کے صفحہ ۳ میں اُس حدیث کو پڑھو جو اسلام کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس کو متفق علیہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے عَجِبْنَا لَهٗ یَسْئَلُهٗ وَ یُصَدِّقُهٗ یعنی ہم نے اس شخص کی حالت سے تعجب کیا کہ پوچھتا بھی ہے اور پھر مانتا بھی جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ اس حدیث شریف میں بھی عَجِبْنَا کا صلہ لام ہی لکھا ہے اور عَجِبْنَا مِنْهُ نہیں لکھا بلکہ عَجِبْنَا لَهٗ کہا ہے۔

اب کوئی مولوی صاحب انصافاً فرمائیں کہ ایک شخص جو اپنے تئیں مولوی کہلاتا ہے بلکہ دوسرے مولویوں کا سرگروہ اور ایڈوکیٹ اپنے تئیں قرار دیتا ہے کیا اس کے لئے یہ ذلّت نہیں ہے کہ

اب تک اس کو یہ خبر ہی نہیں کہ عجب کا صلہ لام بھی آیا کرتا ہے۔ کیا اس قدر جہالت کہ مشکٰوۃ کی کتاب الایمان کی حدیث کی بھی خبر نہیں کیا یہ عزت کا موجب ہے اور اس سے مولویّت کے دامن کو کوئی ذلّت کا دھبّہ نہیں لگتا؟ پھر جبکہ یہ امر پبلک پر عام طور پر کھل گیا اور ہزار ہا اہل علم کو معلوم ہو گیا کہ محمد حسین نہ صرف علم صرف ونحو سے ناواقف ہے بلکہ جو کچھ احادیث کے الفاظ ہیں ان سے بھی بے خبر ہے تو کیا یہ شہرت اس کی عزت کا موجب ہوئی یا اس کی ذلّت کا؟

پھر تیسرا پہلو ۲۱ رنومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے کہ مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر وڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ مجھے دجّال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ آیندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہے گا اور نہ میرا نام دجّال رکھے گا اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے مشہور کرے گا۔ اب دیکھو کہ اس اقرار کے بعد وہ استفتاء اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتویٰ دینے میں راستی پر ہوتا تو اس کو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے اس لئے مَیں اس کو کافر کہتا ہوں اور دجّال بھی ہے اس لئے مَیں اس کا نام دجّال رکھتا ہوں اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے اس لئے مَیں اس کو جھوٹا کہتا ہوں بالخصوص جس حالت میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے مَیں اب تک اور اخیر زندگی تک انہی عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلماتِ کُفر قرار دیا ہے تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں کو برباد کر لیا اور حُکّام کے سامنے اقرار کر دیا کہ مَیں آیندہ ان کو کافر نہیں کہوں گا اور نہ اُن کا نام دجّال اور کاذب رکھوں گا۔ پس سوچنے کے لائق ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا ذلّت ہوگی کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ اگر اس عمارت کی تقویٰ پر بنیاد ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آ جاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر مَیں نے بھی دستخط کئے ہیں۔ مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک

میرے پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلّت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں[1] ہوسکتا۔ ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور مَیں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں مَیں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صدق وصواب سے دور سمجھتا ہوں جو اُن سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ مَیں بلا شُبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا

[1] حاشیہ۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لایق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر مُلہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ ہاں بدقسمت منکر جو ان مقربان الٰہی کا انکار کرتا ہے وہ اپنے انکار کی شامت سے دن بدن سخت دل ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ نور ایمان اس کے اندر سے مفقود ہو جاتا ہے۔ اور یہی احادیث نبویہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ انکار اولیا اور اُن سے دشمنی رکھنا اوّل انسان کو غفلت اور دنیا پرستی میں ڈالتا ہے اور اعمال حسنہ اور افعال صدق اور اخلاص کی ان سے توفیق چھین لیتا ہے اور پھر آخر سلبِ ایمان کا موجب ہو کر دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے ان کو بے نصیب اور بے بہرہ کر دیتا ہے اور یہی معنے ہیں اس حدیث کے کہ مَنْ عَادَ وَلِیًّا لِّیْ فَقَدْ آذَنْتُہٗ لِلْحَرْبِ یعنی جو میرے ولی کا دشمن بنتا ہے تو مَیں اس کو کہتا ہوں کہ بس اب میری لڑائی کے لئے تیار ہوجا۔ اگرچہ اوائلِ عداوت میں خداوند کریم ورحیم کے آگے ایسے لوگوں کی طرف سے کسی قدر عدم معرفت کا عذر ہوسکتا ہے لیکن جب اس ولی اللہ کی تائید میں چاروں طرف سے نشان ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور نور قلب اس کو شناخت کر لیتا ہے اور اس کی قبولیت کی شہادت آسمان اور زمین دونوں کی طرف سے بہ آواز بلند کانوں کو سُنائی دیتی ہے تو نعوذ باللہ اس حالت میں جو شخص عداوت اور عناد سے باز نہیں آتا اور طریق تقویٰ کو بکلّی الوداع کہہ کر دل کو سخت کر لیتا ہے اور عناد اور دشمنی سے ہر وقت درپے ایذا رہتا ہے تو اس حالت میں وہ حدیث مذکورہ بالا کے ماتحت آجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ بڑا کریم ورحیم ہے وہ انسان کو جلد نہیں پکڑتا لیکن جب انسان ناانصافی اور ظلم کرتا کرتا حد سے گزر جاتا اور بہرحال اس عمارت کو گرانا چاہتا ہے اور اس باغ کو جلانا چاہتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے طیار کیا ہے تو اس صورت میں قدیم سے اور جب سے کہ سلسلہ نبوت کی بنیاد پڑی ہے عادۃ اللہ یہی ہے کہ وہ ایسے مفسد کا دشمن ہو جاتا ہے اور سب سے پہلے دولت ایمان اس سے چھین لیتا ہے تب بلعم کی طرح صرف لفّاظی اور زبانی قیل وقال

ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن مَیں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتویٰ طیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر مَیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ ان پر یہی ہے کہ وہ

بقیہ حاشیہ۔ اس کے پاس رہ جاتی ہے اور جو نیک بندوں کی خدا تعالیٰ کی طرف نسبت انس اور شوق اور ذوق اور محبت اور تبتّل اور تقویٰ کی ہوتی ہے وہ اس سے کھوئی جاتی ہے اور وہ خود محسوس کرتا ہے کہ ایام موجودہ سے دس سال پہلے جو کچھ اس کو رقت اور انشراح اور بَسط اور خدا کی طرف جھکنے اور دنیا اور اہل دنیا سے بیزاری کی حالت میں دل میں موجود تھی اور جس طرح سچے زہد کی چمک کبھی کبھی اس کو آگاہ کرتی تھی کہ وہ خدا کے عباد صالحین میں سے ہوسکتا ہے اب وہ چمک بکلی اس کے اندر سے جاتی رہی ہے۔ اور دنیا طلبی کی ایک آگ اس کے اندر بھڑک اُٹھتی ہے اور انکار اہل اللہ کی شامت سے اس کو یہ بھی خیال نہیں آتا کہ جس زمانہ میں اس کے خیال نیک اور پاک اور زاہدنہ تھے اب اس زمانہ کی نسبت اس کی عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ غرض اس کو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ مجھ کو کیا ہوگیا اور دُنیا طلبی میں گرا جاتا اور دنیا کا جاہ ڈھونڈتا ہے حالانکہ موت کے قریب ہوتا ہے۔ غرض اسی طرح ایمان کا نور اس کے دل سے چھین لیتے ہیں اور اولیاء اللہ کی عداوت سے دوسرا سبب سلبِ ایمان کا یہ بھی ہوجاتا ہے کہ وہ اُس ولی اللہ کی ہر حالت میں مخالفت کرتا رہتا ہے جو سرچشمہ نبوت سے پانی پیتا ہے جس کو سچائی پر قائم کیا جاتا ہے سو چونکہ اس کی عادت ہو جاتی ہے کہ خواہ مخواہ ہر ایک ایسی سچائی کو ردّ کرتا ہے جو اس ولی کے منہ سے نکلتی ہے۔ اور جس قدر اس کے تائید میں نشان ظاہر ہوتے ہیں یہ خیال کر لیتا ہے کہ ایسا ہونا جھوٹوں سے ممکن ہے اس لئے رفتہ رفتہ سلسلہ نبوت بھی اس پر مشتبہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا انجام کار اس مخالفت کے پردہ میں اس کی ایمانی عمارت کی اینٹیں گرنی شروع ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ کسی دن کسی ایسے عظیم الشّان مسئلہ کی مخالفت یا نشان کا انکار کر بیٹھتا ہے جس سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ ہاں اگر کسی کا کوئی سابق نیک عمل ہو جو حضرت احدیت میں محفوظ ہو تو ممکن ہے کہ آخر کار عنایت ازلی اس کو تھام لے اور وہ رات کو یا دن کو یک دفعہ اپنی حالت کا مطالعہ کرے یا بعض ایسے امور اس کی آنکھ روشن کرنے کے لئے پیدا ہو جائیں جن سے یکدفعہ وہ خوابِ غفلت سے جاگ اُٹھے۔ وَ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ منہ

خود کافر ہیں۔ سو مَیں ان کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتوی نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب کے روبرو مَیں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مَیں اُن کو کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ مَیں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص مسلمان ہو کر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بن جاتے ہیں ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی اور دن بدن اُن کے دل کا نور کم ہوتا جاتا یہاں تک کہ ایک دن چراغ سحری کی طرح گُل ہو جاتا ہے۔ سو یہ میرا عقیدہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ غرض جس شخص نے ناحق جوش میں آ کر مجھ کو کافر قرار دیا اور میرے لئے فتویٰ طیار کیا کہ یہ شخص کافر دجّال کذّاب ہے اس نے خدا تعالیٰ کے حکم سے تو کچھ خوف نہ کیا کہ وہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کو کیوں کافر بناتا ہے اور ہزارہا بندگان خدا کو جو کتاب اللہ کے تابع اور شعار اسلام ظاہر کرتے ہیں کیوں دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے لیکن مجسٹریٹ ضلع کی ایک دھمکی سے ہمیشہ کے لئے یہ قبول کر لیا کہ مَیں آئندہ ان کو کافر اور دجّال اور کذاب نہیں کہوں گا اور آپ ہی فتویٰ طیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا اور ساتھ ہی جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں اور باایں ہمہ رسوائی پھر محمد حسین نے اپنے دوستوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ فیصلہ میری منشاء کے موافق ہوا ہے۔ لیکن سوچ کر دیکھو کہ کیا محمد حسین کا یہی منشاء تھا کہ آئندہ مجھے کافر نہ کہے اور تکذیب نہ کرے اور ان باتوں سے توبہ کر کے اپنا مُنہ بند کر لے اور کیا جعفر زٹلی یہ چاہتا تھا کہ اپنی گندی تحریروں سے باز آ جائے؟ پس اگر یہ وہی بات نہیں جو اشتہار ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور خدا نے میرے ذلیل کرنے والے کو ذلیل کیا ہے تو اور کیا ہے؟ جس شخص نے اپنے رسالوں میں یہ عہد شائع کیا تھا کہ مَیں اس شخص کو مرتے دم تک کافر اور دجّال کہتا رہوں گا جب تک وہ میرا مذہب قبول نہ کرے تو اس میں اس کی کیا عزت رہی جو اس عہد کو اُس نے توڑ دیا۔ اور وہ جعفر زٹلی جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلّت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا اور اب ابوالحسن تبّتی کہاں ہے اس کی زبان کیوں بند ہو گئی۔ کیا اس کے گندے ارادوں پر کوئی انقلاب نہیں آیا۔ پس یہی تو وہ ذلّت ہے جو

پیشگوئی کا منشا تھا کہ ان سب کے منہ میں لگام دی گئی اور درحقیقت اس الہام کی تشریح جو ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کو ہوا اس الہام نے دوبارہ کردی ہے جو بتاریخ ۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء رسالہ حقیقت المہدی میں شائع کیا گیا۔ بلکہ عجیب تر بات یہ ہے کہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں جو الہام شائع ہوا تھا اس میں ایک یہ فقرہ تھا کہ **یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ** اور پھر یہی فقرہ ۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء کے الہام میں بھی جو ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام کے لئے بطور شرح کے آیا ہے جیسا کہ رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ سے ظاہر ہے۔ پس ان دونوں الہاموں کے مقابلہ سے ظاہر ہوگا کہ یہ دوسرا الہام جو ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام سے قریباً تین ماہ بعد ہوا ہے اس پہلے الہام کی تشریح کرتا ہے اور اس بات کو کھول کر بیان کرتا ہے کہ وہ ذلّت جس کا وعدہ اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں تھا وہ کس رنگ میں پوری ہوگی۔ اسی غرض سے یہ مؤخر الذکر الہام جو ۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء کو ہوا پہلے الہام کے ایک فقرہ کا اعادہ کر کے ایک اور فقرہ بطور تشریح اس کے ساتھ بیان کرتا ہے یعنی پہلا الہام جو اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے جو محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کی ذلّت کی پیشگوئی کرتا ہے اس میں یہ فقرہ تھا کہ **یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ** یعنی ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور دوسرے الہام میں جو ۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء میں بذریعہ رسالہ حقیقت المہدی شائع ہوا اس میں یہی فقرہ ایک زیادہ فقرہ کے ساتھ اس طرح پر لکھا گیا ہے **یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ وَ یُوْثَقُ** اور اس فقرہ کے معنے اسی رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ کی اخیر سطر اور صفحہ ۱۳ کی پہلی سطر میں یہ بیان کئے گئے ہیں۔ **ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا**۔ اب دیکھو کہ اس تشریح میں صاف بتلایا گیا ہے کہ ذلّت کس قسم کی ہوگی یعنی یہ ذلّت ہوگی کہ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی اپنی گندی اور بے حیائی کی تحریروں سے روکے جائیں گے اور جو سلسلہ انہوں نے گالیاں دینے اور بے حیائی کے بے جا حملوں اور ہماری پرائیویٹ زندگی اور خاندانی تعلقات کی نسبت نہایت درجہ کی کمینہ پن کی شرارت اور بدزبانی اور افترا اور جھوٹ سے شائع کیا تھا وہ جبراً بند کیا جائے گا۔

اب سوچو کہ کیا وہ سلسلہ بند کیا گیا یا نہیں اور کیا وہ شیطانی کارروائیاں جو ناپاک زندگی کا خاصّہ ہوتی ہیں جن کی بے جا غلو سے پاک دامن بیویوں آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گندہ زبانی کے حملے کرنے کی نوبت پہنچ گئی تھی کیا یہ پلید اور بے حیائی کے طریق جو محمد حسین اور اس کے دوست جعفر زٹلی نے اختیار کئے تھے حاکم مجاز کے حکم سے روکے گئے یا نہیں اور کیا یہ گندہ زبانی کی عادت جس کو کسی طرح یہ لوگ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے چھوڑائی گئی یا نہیں۔ پس ایک عقل مند انسان کے لئے یہ ذلّت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کے خلاف تہذیب اور بے حیائی اور سفلہ پن کی عادات کے کاغذات عدالت میں پیش کئے جائیں اور پڑھے جائیں اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھلے اور ہزارہا لوگوں میں شہرت پاوے کہ مولوی کہلا کر ان لوگوں کی یہ تہذیب اور یہ شائستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں گندی عادات گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہونا کیا یہ عزت ہے یا بے عزتی؟ اور کیا ایسے نفرتی اور ناپاک شیوہ پر عدالت کی طرف سے مؤاخذہ ہونا یہ کچھ سرفرازی کا موجب ہے یا شانِ مولویّت کو اس سے ذلّت کا دھبّہ لگتا ہے۔

اگر ہمارے معترضوں میں حقائق شناسی کا کانشنس کچھ باقی رہتا تو ایسا صریح باطل اعتراض ہرگز پیش نہ کرتے کہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی ذلّت کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیونکہ یہ پیشگوئی تو ایسے زور شور سے پوری ہوگئی کہ عدالت کے کمرہ میں ہی لوگ بول اُٹھے کہ آج خدا کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ صدہا لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ جب محمد حسین کو یہ فہمایش کی گئی کہ آئندہ ایسی گندی تحریریں شائع نہ کرے اور کافر اور دجّال اور کاذب بھی نہ کہے تو مسٹر برون صاحب ہمارا وکیل بھی بے اختیار بول اُٹھا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یاد رہے کہ موجودہ کاغذات کے رُو سے جو عدالت کے سامنے تھے عدالت نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ محمد حسین نے مع جعفر زٹلی کے یہ زیادتی کی ہے کہ مجھے نہایت گندی گالیاں دی ہیں اور میرے پرائیویٹ تعلقات میں سفلہ پن سے گندہ دہانی ظاہر کی ہے یہاں تک کہ تصویریں چھاپی ہیں لیکن عدالت نے احتیاطاً آیندہ کی روک کے لئے اس نوٹس میں فریقین کو

شامل کرلیا تا اس طریق سے بکلّی سدِّ باب کرے۔ مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب زندہ موجود ہیں جن کے سامنے یہ کاغذات پیش ہوئے تھے اور اب تک وہ مثل موجود ہے جس میں وہ تمام کاغذات نتھی کئے گئے۔ کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ عدالت میں محمد حسین کی طرف سے بھی کوئی ایسے کاغذات پیش ہوئے جن میں مَیں نے بھی سفلہ پن کی راہ سے گندی تحریریں شایع کی ہوں۔ عدالت نے اپنے نوٹس میں قبول کرلیا ہے کہ ان گندی تحریروں کے مقابل پر جو سراسر حیا اور تہذیب کے مخالف تھیں میری طرف سے صرف یہ کارروائی ہوئی کہ مَیں نے جناب الٰہی میں اپیل کیا۔ اب ظاہر ہے کہ ایک شریف کے لئے یہ حالت موت سے بدتر ہے کہ اس کا یہ رویہ عدالت پر کھل جائے کہ وہ ایسی گندہ زبانی کی عادت رکھتا ہے بلکہ ایک شریف تو اس خجالت سے جیتا ہی مر جاتا ہے کہ حاکم مجاز عدالت کی کرسی پر اس کو یہ کہے کہ یہ کیا گندہ طریق ہے جو تو نے اختیار کیا اور ان کارروائیوں کا نتیجہ ذلّت ہونا یہ تو ایک ادنیٰ امر ہے۔ خود پولیس کے افسر جنہوں نے مقدمہ اُٹھایا تھا ان سے پوچھنا چاہیے کہ اس کارروائی کے دوران میں جبکہ وہ محمد حسین اور جعفر زٹلی کی گندہ زبانی کے کاغذات پیش کررہے تھے کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ ان کو ملا جس کو انہوں نے عدالت میں پیش کیا اور چاہو تو محمد حسین کو حلفاً پوچھ کر دیکھ لو کہ کیا جو واقعات عدالت میں تم پر گزرے اور جبکہ عدالت نے تم سے سوالات کئے کہ کیا یہ گندی تحریریں تمہاری تحریریں ہیں اور کیا جعفر زٹلی سے تمہارا کچھ تعلق ہے یا نہیں تو ان سوالات کے وقت تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ کیا اُس وقت تمہارا دل حاکم کے ان سوالات کو اپنی عزت سمجھتا تھا یا ذلّت سمجھ کر غرق ہوتا جاتا تھا۔ اگر اتنے واقعات کے جمع ہونے سے جو ہم لکھ چکے ہیں پھر بھی ذلّت نہیں ہوئی اور عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ آپ لوگوں کی عزت بڑی پکّی ہے۔

پھر ماسوا اس کے ۲۱ ؍نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی میعاد کے اندر کئی اور ایسے امور بھی ظاہر ہوئے ہیں جن سے بلا شبہ مولوی محمد حسین صاحب کی عالمانہ عزت میں اس قدر فرق آیا ہے کہ گویا وہ خاک میں مل گئی ہے۔ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے پرچہ پیسہ اخبار

اور اخبار عام میں کمال حق پوشی کی راہ میں یہ شائع کر دیا تھا کہ وہ مقدمہ جو پولیس کی رپورٹ پر مجھ پر اور اُن پر دائر کیا گیا تھا جو ۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء میں فیصلہ ہوا اس میں گویا یہ عاجز بَری نہیں ہوا بلکہ ڈسچارج ہوا اور بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ فیصلہ میں مسٹر ڈوئی صاحب کی طرف سے ڈسچارج کا لفظ ہے اور ڈسچارج بَری کو نہیں کہتے بلکہ جس پر جرم ثابت نہ ہو سکے اس کا نام ڈسچارج ہے اور اس اعتراض سے محمد حسین کی غرض یہ تھی کہ تا لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی لیکن جیسا کہ ہم کتاب تریاق القوب کے صفحہ ۸۱ میں تحریر کر چکے ہیں یہ اس کی طرف سے محض افترا تھا اور دراصل ڈسچارج کا ترجمہ بَری ہے اور کچھ نہیں اور اس نے عقل مندوں کے نزدیک بَری کے انکار سے اپنی بڑی پردہ دری کرائی کہ اس بات سے انکار کیا کہ ڈسچارج کا ترجمہ بَری نہیں ہے۔ چنانچہ اسی صفحہ مذکورہ یعنی صفحہ ۸۱ میں بہ تفصیل مَیں نے لکھ دیا ہے کہ انگریزی زبان میں کسی کو جرم سے بَری سمجھنے یا بَری کرنے کیلئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں (۱) ایک ڈسچارج (۲) دوسرے ایکئٹ۔ ڈسچارج اُس جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں حاکم مجوز کی نظر میں جرم کا ابتدا سے ہی کچھ ثبوت نہ ہو اور تحقیقات کے تمام سلسلہ میں کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جو اس کو ایسا مجرم ٹھہرا سکے اور فرد قرارداد جُرم قائم کرنے کے لائق کر سکے۔ غرض اس کے دامن عصمت پر کوئی غبار نہ پڑ سکے اور بوجہ اس کے کہ جُرم کے ارتکاب کا کچھ بھی ثبوت نہیں ملزم کو چھوڑا جائے۔ اور ایکئٹ اُس جگہ بولا جاتا ہے جہاں اوّل جُرم ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد جُرم لگائی جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دے کر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض ان دونوں لفظوں میں قانونی طور پر فرق یہی ہے کہ ڈسچارج وہ بریّت کی قسم ہے کہ جہاں سرے سے جُرم ثابت ہی نہ ہو سکے اور ایکئٹ وہ بریّت کی قسم ہے کہ جہاں جرم تو ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد بھی لگ جائے مگر آخر میں ملزم کی صفائی ثابت ہو جائے اور عربی میں بریّت کا لفظ ایک تھوڑے سے تصرف کے ساتھ ان دونوں مفہوموں پر مشتمل ہے یعنی جب ایک ملزم ایسی حالت میں چھوڑا جائے کہ اس کے دامنِ عصمت پر کوئی دھبّہ جرم کا لگ نہیں سکا اور وہ ابتدا سے کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں گیا کہ وہ مجرم ہے یہاں تک کہ جیسا کہ وہ داغ سے پاک عدالت کے کمرہ میں آیا ویسا

ہی داغ سے پاک عدالت کے کمرہ سے نکل گیا۔ایسی قسم کے ملزم کو عربی زبان میں بَری کہتے ہیں اور جب ایک ملزم پر مجرم ہونے کا قوی شُبہ گذر گیا اور مجرموں کی طرح سے اُس سے کارروائی کی گئی اور اِس تمام ذلّت کے بعد اُس نے اپنی صفائی کی شہادتوں کے ساتھ اس شُبہ کو اپنے سر پر سے دُور کر دیا تو ایسے ملزم کا نام عربی زبان میں مُبَرَّءٌ ہے۔پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ڈسچارج کا عربی میں ٹھیک ٹھیک ترجمہ بَری ہے اور ایکئٹ کا ترجمہ مُبَرَّءٌ ہے۔عرب کے یہ دو مقولے ہیں کہ اَنَا بَرِیْءٌ مِّنْ ذَالِکَ وَ اَنَا مُبَرَّءٌ مِّنْ ذَالِکَ پہلے قول کے یہ معنے ہیں کہ میرے پر کوئی تہمت ثابت نہیں کی گئی اور دوسرے قول کے یہ معنے ہیں کہ میری صفائی ثابت کی گئی ہے اور قرآن شریف میں یہ دونوں محاورے موجود ہیں۔ چنانچہ بَری کا لفظ قرآن شریف اور بعینہٖ ڈسچارج کے معنوں پر بولا گیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا[1] الجزو نمبر ۵ سورہ نساء۔یعنی جو شخص کوئی خطا یا کوئی گناہ کرے اور پھر کسی ایسے شخص پر وہ گناہ لگا وے جس پر وہ گناہ ثابت نہیں تو اُس نے ایک کھلے کھلے بہتان اور گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیا اور مُبَرَّءٌ کی مثال قرآن شریف میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ[2] یہ اُس مقام کی آیت ہے کہ جہاں بےلوث بے گناہ ہونا ایک کا ایک وقت تک مشتبہ رہا۔پھر خدا نے اس کی طرف سے ڈیفنس پیش کر کے اس کی بریّت کی۔اب آیت يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا سے بہ بداہت ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کا نام بَری رکھا ہے جس پر کوئی گناہ ثابت نہیں کیا گیا۔اور یہی وہ مفہوم ہے جس کو انگریزی میں ڈسچارج کہتے ہیں۔لیکن اگر کوئی مکابرہ کی راہ سے یہ کہے کہ اس جگہ بَری کے لفظ سے وہ شخص مراد ہے جو مجرم ثابت ہونے کے بعد اپنے صفائی کے گواہوں کے ذریعہ سے اپنی بریّت ظاہر کرے تو ایسا خیال بدیہی طور پر باطل ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا بَری کے لفظ سے یہی منشاء ہے تو اس سے یہ خرابی پیدا ہو گی کہ اس آیت سے یہ فتویٰ ملے گا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص پر جس کا گناہ ثابت نہیں کسی گناہ کی تہمت لگانا کوئی جرم نہیں ہو گا گو وہ

---

[1] النساء:۱۱۳ [2] النّور:۲۷

مستور الحال شریفوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہو اور صرف یہ کسر ہو کہ ابھی اس نے بے قصور ہونا عدالت میں حاضر ہو کر ثابت نہیں کیا حالانکہ ایسا سمجھنا صریح باطل ہے اور اس سے تمام تعلیم قرآن شریف کی زیروزبر ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں جائز ہوگا کہ جو لوگ مثلاً ایسی مستورالحال عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جنہوں نے عدالت میں حاضر ہو کر اس بات کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ ہر قسم کی بدکاری سے مدت العمر سے محفوظ رہی ہیں وہ کچھ گناہ نہیں کرتے اور اُن کو روا ہے کہ مستورالحال عورتوں پر ایسی تہمتیں لگایا کریں حالانکہ ایسا خیال کرنا اس مندرجہ ذیل آیت کی رو سے صریح حرام اور معصیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً[1] یعنی جو لوگ ایسی عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جن کا زنا کار ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ مستورالحال ہیں اگر وہ لوگ چار گواہ سے اپنے اس الزام کو ثابت نہ کریں تو اُن کو اسّی درّے مارنے چاہییں۔اب دیکھو کہ ان عورتوں کا نام خدا نے بَری رکھا ہے جن کا زانیہ ہونا ثابت نہیں۔

پس بَری کے لفظ کی یہ تشریح بعینہٖ ڈسچارج کے مفہوم سے مطابق ہے کیونکہ اگر بَری کا لفظ جو قرآن نے آیات يَرْمِ بِهٖ بَرِيْئًا میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت پر بولا جاتا ہے کہ جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اس پر فرد قرارداد جُرم لگائی جائے اور پھر وہ گواہوں کی شہادت سے اپنی صفائی ثابت کرے اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ جائے تو اس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہوگی کہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگاوے جنہوں نے متعمد گواہوں کے ذریعہ سے عدالت میں ثابت نہیں کر دیا کہ وہ زانیہ نہیں ہیں خواہ وہ رسولوں اور نبیوں کی عورتیں ہوں اور خواہ صحابہؓ کی اور خواہ اولیاء اللہ کی اور خواہ اہل بیت کی عورتیں ہوں اور ظاہر ہے کہ آیت يَرْمِ بِهٖ بَرِيْئًا میں بَری کے لفظ کے ایسے معنے کرنے صاف الحاد ہے جو ہرگز خدا تعالیٰ کا منشاء نہیں ہے بلکہ بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بَری کے لفظ سے خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے کہ جو

[1] النّور:۵

مستور الحال لوگ ہیں خواہ مرد ہیں خواہ عورتیں ہیں جن کا کوئی گناہ ثابت نہیں وہ سب بَری کے نام کے مستحق ہیں اور بغیر ثبوت ان پر کوئی تہمت لگانا فسق ہے جس سے خدا تعالیٰ اس آیت میں منع فرماتا ہے کہ اگر کسی کو نبیوں اور رسولوں کی کچھ پرواہ نہ ہو اور اپنی ضد سے باز نہ آوے تو پھر ذرہ شرم کر کے اپنی عورتوں کی نسبت ہی کچھ انصاف کرے کہ کیا اگر ان پر کوئی شخص ان کی عفت کے مخالف کوئی ایسی ناپاک تہمت لگاوے جس کا کوئی ثبوت نہ ہو تو کیا وہ عورتیں آیت یَرْمِ بِہٖ بَرِیْـًٔا کی مصداق ٹھہر کر بَری سمجھی جاسکتی ہیں اور ایسا تہمت لگانے والا سزا کے لائق ٹھہرتا ہے یا وہ محض اس حالت میں بَری سمجھی جائیں گی جبکہ وہ اپنی صفائی اور پاک دامنی کے بارے میں عدالت میں گواہ گذرانیں اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں تب تک جو شخص چاہے ان کی عفت پر حملہ کیا کرے اور ان کو غیر بری قرار دے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ میں بار ثبوت تہمت لگانے والے پر رکھا ہے اور جب تک تہمت لگانے والا کسی گناہ کو ثابت نہ کرے تب تک تمام مردوں اور عورتوں کو بَری کہلانے کے مستحق ٹھہرایا ہے۔ پس قرآن اور زبان عرب کے رو سے بَری کے معنے ایسے وسیع ہیں کہ جب تک کسی پر کسی جُرم کا ثبوت نہ ہو وہ بَری کہلائے گا کیونکہ انسان کے لئے بَری ہونا طبعی حالت ہے اور گناہ ایک عارضہ ہے جو پیچھے سے لاحق ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک انسان جب تک اس کا کوئی جرم ثابت نہ ہو بَری کہلانے کا حقدار ہے کیونکہ طبعی حالت بغیر کسی عارضہ لاحقہ کے دُور نہیں ہو سکتی۔

ایک اور امر عظیم الشان ہے جو اشتہار ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد میں ظہور میں آیا جس سے اشتہار مذکورہ کی پیشگوئی کا پورا ہونا اور بھی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ پیشگوئی جو چوتھا لڑکا ہونے کے بارے میں ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں کیگئی تھی جس کے ساتھ یہ شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی جو امرتسر میں مولوی عبدالجبار غزنوی کی جماعت میں رہتا ہے نہیں مرے گا جب تک یہ چوتھا لڑکا پیدا نہ ہو لے۔ وہ پیشگوئی اشتہار ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد کے اندر پوری ہوگئی اور وہ لڑکا بفضلہٖ تعالیٰ ۱۴؍ جون ۱۸۹۹ء کو مطابق ۴؍ صفر ۱۳۱۷ھ پیدا ہو گیا جس کا نام **مبارک احمد** رکھا گیا اور

جیسا کہ پیشگوئی میں شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی اس وقت تک زندہ ہوگا کہ چوتھا لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا اور اب اس وقت تک کہ ۱۴؍ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے ہر ایک شخص امرت سر میں جا کر تحقیق کر لے کہ عبدالحق اب تک زندہ ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ یہ صاف صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی محمد حسین اور اس کے گروہ کی عزت کا موجب نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا نے ایسے انسان کی دعا کو قبول کر کے جو محمد حسین اور اس کے گروہ کی نظر میں کافر اور دجّال ہے اس کی پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی کی زندگی میں اس کو پسرِ چہارم عطا فرمایا یہ ایک تائیدِ الٰہی ہے جو بجز صادق انسان کے اور کسی کے لئے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پس جب کہ اس پیشگوئی کا میعاد کے اندر پورا ہو جانا اور عبدالحق کی زندگی میں ہی اس کا ظہور میں آنا میری عزت کا موجب ہوا تو بلاشبہ محمد حسین اور اس کے گروہ جعفر زٹلی وغیرہ کی ذلّت کا موجب ہوا ہوگا۔ یہ اَور بات ہے کہ یہ لوگ ہر ایک بات میں اور ہر ایک موقعہ پر یہ کہتے رہیں کہ ہماری کچھ بھی ذلّت نہیں ہوئی۔ لیکن جو شخص منصف ہو کر ان تمام واقعات کو پڑھے گا اس کو تو بہرحال ماننا پڑے گا کہ بلاشبہ ذلّت ہو چکی ہے۔

اس جگہ ہمیں افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ پرچہ اخبار عام ۲۳؍ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایک شخص ثناء اللہ نام امرت سری نے یہ مضمون چھپوایا ہے کہ اب تک مولوی محمد حسین کی کچھ بھی ذلّت نہیں ہوئی۔ ہم حیران ہیں کہ اس صریح خلاف واقعہ امر کا کیا جواب لکھیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ثناء اللہ صاحب کے خیال میں ذلّت کس کو کہتے ہیں۔ ہاں ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ ذلّت کئی قسم کی ہوتی ہے اور انسانوں کے ہر ایک طبقہ کے مناسب حال ایک قسم کی ذلّت ہے۔ مثلاً زمینداروں میں سے ایک وہ ہیں جو فقط سرکاری دستک جاری ہونے سے اپنی ذلت خیال کرتے ہیں اور ان کے مقابل پر اس قسم کے زمیندار بھی دیکھے جاتے ہیں کہ قسط مالگذاری بروقت ادا نہ ہونے کی وجہ سے تحصیل کے چپراسی ان کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور بوجہ نہ ادائیگی معاملہ کے سخت گوشمالی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات دو چار جوتے ان کو مار بھی دیتے ہیں۔ اور وہ زمیندار ہنسی خوشی سے مار کھا لیتے ہیں اور ذرہ خیال نہیں کرتے کہ کچھ بھی ان کی بے عزتی ہوئی ہے اور ان سے بھی زیادہ بعض شریر چوہڑوں اور

چماروں اور ساہنسیوں میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ جو جیل خانہ میں جاتے ہیں اور چوتڑوں پر بید بھی کھاتے ہیں اور با ایں ہمہ کبھی نہیں سمجھتے کہ ہماری عزت میں کچھ بھی فرق آیا ہے بلکہ جیل میں ہنستے رہتے اور گاتے رہتے ہیں گویا ایک نشے میں ہیں۔ اب چونکہ عزتیں کئی قسم کی اور ذلتیں بھی کئی قسم کی ہیں اس لئے یہ بات میاں ثناء اللہ سے پوچھنے کے لایق ہے کہ وہ کس امر کو شیخ محمد حسین کی ذلّت قرار دیتے ہیں۔ اور اگر اتنی قابل شرم باتوں میں سے جو بیچارے محمد حسین کو پیش آئیں اب تک اس کی کچھ بھی ذلّت نہیں ہوئی تو ہمیں سمجھاویں کہ وہ کونسی صورت تھی جس سے اس کی ذلّت ہوسکتی اور بیان فرماویں کہ جو مولوی محمد حسین جیسی شان اور عزت کا آدمی ہو اس کی ذلّت کس قسم کی بے عزتی میں متصور ہے۔ اب تک تو ہم یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ شریف اور معزز انسانوں کی عزت نہایت نازک ہوتی ہے اور تھوڑی سی کسر شان سے عزت میں فرق آجاتا ہے۔ مگر اب میاں ثناء اللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام قابل شرم امور سے مولوی صاحب موصوف کی عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ پس اس صورت میں ہم اس انکار کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے جب تک کہ میاں ثناء اللہ کھول کر ہمیں نہ بتلاویں کہ کس قسم کی ذلّت ہونی چاہیے تھی جس سے موحدین کے اس ایڈووکیٹ کی عزت میں فرق آجاتا۔ اگر وہ معقول طور پر ہمیں سمجھا دیں گے کہ شریفوں اور معززوں اور ایسے نامی علماء کی ذلّت اس قسم کی ہونی ضروری ہے تو اس صورت میں اگر ہماری پیشگوئی کے رو سے وہ خاص ذلّت نہیں پہنچی جو پہنچنی چاہیے تھی تو ہم اقرار کر دیں گے کہ ابھی پیشگوئی پورے طور پر ظہور میں نہیں آئی۔ لیکن اب تک تو ہم مولوی محمد حسین کی عالمانہ حیثیت پر نظر کر کے یہی سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی ان کی حیثیت کے مطابق اور نیز الہامی[1] شرط کے مطابق پورے طور پر ظہور میں آچکی۔

[1] الہامی شرط یہ تھی کہ محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی ذلّت صرف اسی قسم کی ہوگی جس قسم کی ذلّت انہوں نے پہنچائی تھی جیسا کہ الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا وَ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ ۔ پس الہامی شرط کو نظر انداز کر کے اعتراض اُٹھانا نادان متعصبوں کا کام ہے نہ عقلمندوں اور منصفوں کا۔ منہ

مدت ہوئی کہ ہمیں ان تمام مولویوں سے ترک ملاقات ہے ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ یہ لوگ اپنی بےعزتی کس حد کی ذلّت میں خیال کرتے ہیں اور کس حد کی ذلّت کو ہضم کر جاتے ہیں۔ میاں ثناء اللہ کو اعتراض کرنے کا بے شک حق ہے مگر ہم جواب دینے سے معذور ہیں جب تک وہ کھول کر بیان نہ کریں کہ بےعزتی تب ہوتی تھی جب ایسا ظہور میں آتا۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ انسانوں کی مختلف طبقوں کے لحاظ سے بےعزتی بھی مختلف طور پر ہے اور ہر ایک کے لئے وجوہ ذلّت کے جدا جدا ہیں لیکن ہمیں کیا خبر ہے کہ آپ لوگوں نے مولوی محمد حسین کو کس طبقہ کا انسان قرار دیا ہے اور اس کی ذلّت کن امور میں تصور فرمائی ہے۔ ہماری دانست میں تو میاں ثناء اللہ کو مولوی محمد حسین صاحب سے کوئی پوشیدہ کینہ ہے کہ وہ اب تک ان کی اس درجہ کی ذلت پر راضی نہیں ہوئے جو شریفوں اور معززوں اور اہل علم کے لئے کافی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا میں ذلت تین قسم کی ہوتی ہے ایک تو جسمانی ذلّت جس کے اکثر جرائم پیشہ تختہ مشق ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے اخلاقی ذلّت۔ یہ تب ہوتی ہے جبکہ کسی کی اخلاقی حالت نہایت گندی ثابت ہو اور اس پر اس کو سرزنش ہو۔ تیسرے علمی پردہ دری کی ذلّت جس سے عالمانہ حیثیت خاک میں ملتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اخلاقی ذلّت ظہور میں آ چکی ہے۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس مثل کو ملاحظہ کرے جو مسٹر۔ جے ایم ڈوئی صاحب کی عدالت میں طیار ہوئی ہے۔ ایسا ہی عالمانہ حیثیت کی ذلّت ظہور میں آ چکی اور عَجِبت کے صلہ پر جو اعتراض محمد حسین صاحب نے کیا ہے اور پھر جو ڈسچارج کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بَری نہیں ہے۔ ان دونوں اعتراضوں سے صاف طور پر کھل گیا کہ علاوہ کمالات نحودانی اور حدیث دانی کے آپ کو قانون انگریزی میں بھی کچھ دخل ہے اور یاد رہے کہ دشمن کی ذلّت ایک قسم کی یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کے مخالف کو جس کے ذلیل کرنے کے لئے ہر دم تدبیریں کرتا اور طرح طرح کے مکر استعمال میں لاتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت مل جائے۔ سو اس قسم کی ذلّت بھی ظاہر ہے کیونکہ ڈوئی صاحب کے مقدمہ کے بعد جو کچھ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے میری طرف ایک دُنیا کو رجوع دیا اور دے رہا

ہے یہ ایک ایسا امر ہے جو اس شخص کی اس میں صریح ذلّت ہے جو اس کے برخلاف میرے لئے چاہتا تھا۔ ہاں میاں ثناء اللہ کے تین اعتراض اور باقی ہیں اور وہ یہ کہ وہ پرچہ اخبار عام میں یہ کہتا ہے کہ محمد حسین کو چار مربع زمین مل گئی ہے اور کسی ریاست میں اس کا کچھ وظیفہ مقرر ہو گیا ہے۔ اور مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب نے اس کی منشاء کے موافق مقدمہ کیا ہے۔‘‘

تیسرے اعتراض کے جواب کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ دعویٰ تو سراسر ترک حیا ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ محمد حسین کی منشاء کے موافق مقدمہ ہوا ہے۔ خود محمد حسین کو قسم دے کر پوچھنا چاہیے کہ اس کا منشاء تھا کہ آئندہ وہ کافر اور دجّال اور کاذب کہنے سے باز آ جائے اور کیا اس کا یہ منشاء تھا کہ آئندہ گالیوں اور فحش کہنے اور کہانے سے باز آ جائے؟ پھر کون منصف اور صاحب حیا کہہ سکتا ہے کہ یہ مقدمہ محمد حسین کی منشاء کے موافق ہوا۔ ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ ہمیں بھی آئندہ موت اور ذلّت کی پیشگوئی کرنے سے روکا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری کارروائی خود اُس وقت سے پہلے ختم ہو چکی تھی کہ جب ڈوئی صاحب کے نوٹس میں ایسا لکھا گیا بلکہ ہم اپنے رسالہ انجام آتھم میں بتصریح لکھ چکے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو آئندہ مخاطب کرنا بھی نہیں چاہتے جب تک یہ ہمیں مخاطب نہ کریں اور ہم بدل بیزار اور متنفر ہیں کہ ان لوگوں کا نام بھی لیں چہ جائیکہ ان کے حق میں پیشگوئی کر کے اسی قدر خطاب سے ان کو کچھ عزت دیں۔ ہمارا مدعا تین فرقوں کی نسبت تین پیشگوئیاں تھیں۔ سو ہم اپنے اس مدّعا کو پورا کر چکے۔ اب کچھ بھی ہمیں ضرورت نہیں کہ ان لوگوں کی موت اور ذلّت کی نسبت پیشگوئی کریں اور یہ الزام کہ آئندہ عموماً الہامات کی اشاعت کرنے اور ہر قسم کی پیشگوئیوں سے روکا گیا ہے یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو وعید لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكَاذِبِيۡنَ میں داخل ہیں۔ اب بھی ہم اس مقدمہ کے بعد بہت سی پیشگوئیاں شائع کر چکے ہیں پس یہ کیسا گندہ جھوٹ ہے کہ یہ لوگ بے خبر لوگوں کے پاس بیان کر رہے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ محمد حسین کو کچھ زمین مل گئی ہے یعنی بجائے ذلّت کے عزت ہو گئی ہے یہ نہایت بیہودہ خیال ہے بلکہ یہ اُس وقت اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ جب اس زمین سے محمد حسین کچھ منفعت اُٹھالیتا۔ ابھی تو وہ ایک ابتلا کے نیچے ہے کچھ معلوم نہیں کہ اس زمین سے انجام کار کچھ زیر باری ہو گی

یا کچھ منفعت ہوگی۔ ماسوا اس کے کنز العمال کی کتاب المزارعة میں یعنی صفحہ[1] ۳۷ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث موجود ہے لا تدخل سکة الحرث علیٰ قوم الّا اذلّھم اللّٰہ (طب۔عن ابی یمامة[2]) یعنی کھیتی کا لوہا اور آلہ کسی قوم میں نہیں آتا جو اس قوم کو ذلیل نہیں کرتا۔ پھر اسی صفحہ میں ایک دوسری حدیث ہے انه صلی اللّٰہ علیه وسلم رأی شیئًا من اٰلة الحرث فقال لا یدخل ھٰذا بیت قوم الّا دخله الذل (خ عن ابی امامة) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آلہ زراعت کا دیکھا اور فرمایا کہ یہ آلہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس قوم کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اب دیکھو ان احادیث سے صریح طور پر ثابت ہے کہ جہاں کاشت کاری کا آلہ ہوگا وہیں ذلّت ہوگی۔ اب ہم میاں ثناء اللہ کی بات مانیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر ایمان رکھتا ہے اس کو ماننا پڑے گا کہ کسی کے گلے میں کاشت کاری کا سامان پڑا یہ بھی ایک قسم کی ذلّت[3] ہے۔ سو یہ تو میاں ثناء اللہ نے ہماری مدد کی کہ جس قسم کی ذلّت کی ہمیں خبر بھی نہیں تھی ہمیں خبر دے دی۔ ہمیں تو صرف پانچ قسم کی ذلّت کی خبر تھی۔ اس چھٹی قسم کی ذلّت پر میاں ثناء اللہ کی معرفت اطلاع ہوئی۔

اور رہی یہ بات کہ محمد حسین کا کسی ریاست میں وظیفہ مقرر ہو گیا ہے یہ ایسا امر ہے کہ اس کو کوئی

---

[1] کنز العمال جلد ۸ شائع کردہ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۱۴ھ (ناشر)

[2] عن ابی یمامۃ کاتب سے سہواً غلط لکھا گیا ہے درست عن ابی امامة ہے۔ (ناشر)

[3] قرآن شریف میں یہ قسم مذکور ہے کہ یہودیوں نے آسمانی کھانے سے انکار کر کے حضرت موسیٰؑ سے زمین مانگی تھی اور ساگ اور عدس اور پیاز وغیرہ کے خواہشمند ہوئے تھے۔ تب خدا نے ان کی یہ درخواست منظور کر کے فرمایا کہ تم نے زمین نہیں لی بلکہ اپنے لئے ذلّت لے لی۔ اگر چاہو تو قرآن شریف میں سے یہ تمام آیات غور سے پڑھو مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا اس آیت تک کہ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ[4] اب اس جگہ اگر کچھ ان دونوں قصوں میں فرق ہے تو صرف یہی کہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ سے زمین مانگی اور ذلّت کی پیشگوئی سُنی اور محمد حسین نے مسٹر جے ایم ڈوئی سے زمین مانگی مگر ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے بھی کچھ فرمایا یا نہیں۔ یہودیوں کا آسمانی کھانا مَنّ اور سَلوٰی تھا اور محمد حسین کا آسمانی کھانا متوکّلانہ رزق تھا اب نمبرداری کی خواہش ہوئی دیکھیں نتیجہ کیا ہو۔ منه

[4] البقرة: ۶۲

دانشمند عزت قرار نہیں دے گا۔ ان ریاستوں میں تو ہر ایک قسم کے لوگوں کے وظیفے مقرر ہیں جن میں سے بعض کے ناموں کا ذکر بھی قابل شرم ہے۔ پھر اگر محمد حسین کا وظیفہ بھی کسی نے مقرر کر دیا تو کس عزت کا موجب ہوا بلکہ اس جگہ تو وہ فقرہ یاد آتا ہے کہ بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ۔

غرض یہ پیشگوئی جو محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت تھی اعلیٰ درجہ پر پوری ہوگئی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی اس قسم کی ذلّت نہیں ہوئی جو ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کی ذلّت ہوتی ہے مگر پیشگوئی میں پہلے سے اس کی تصریح تھی کہ مثلی ذلّت ہوگی جیسا کہ پیشگوئی کا یہ فقرہ ہے۔ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا وَ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ یعنی جس قسم کی ذلّت ان لوگوں نے پہنچائی اُسی قسم کی ذلّت ان کو پہنچے گی۔ اب ہم اس سوال کو زٹلی اور تبّتی سے تو نہیں پوچھتے کیونکہ ان کی ذلّت اور عزت دونوں طفیلی ہیں مگر جو شخص چاہے محمد حسین کو قرآن شریف ہاتھ میں دے کر حلفاً پوچھ لے کہ یہ مثلی ذلّت جو الہام سے مفہوم ہوتی ہے یہ تمہیں اور تمہارے رفیقوں کو پہنچ گئی یا نہیں؟ بے حیائی سے بات کو حد سے بڑھانا کسی شریف انسان کا کام نہیں ہے بلکہ گندوں اور سفلوں کا کام ہے۔ لیکن ایک منصف مزاج سوچ سکتا ہے کہ الہام الٰہی میں یہ تو نہیں بتلایا گیا تھا کہ وہ ذلّت کسی زدوکوب کے ذریعہ سے ہوگی یا کسی اور جسمانی ضرر سے یا خون کرنے سے وہ ذلت پہنچائی جائے گی بلکہ الہام الٰہی کے صاف اور صریح یہ لفظ تھے کہ ذلّت صرف اس قسم کی ہوگی جس قسم کی ذلّت ان لوگوں نے پہنچائی۔ الہام موجود ہے۔ ہزاروں آدمیوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ پھر یہودیوں کی طرح اس میں تحریف کرنا اُس بے حیا انسان کا کام ہے جس کو نہ خدا تعالیٰ کا خوف ہے اور نہ انسانوں سے شرم ہے!!

راقم

میرزا غلام احمد از قادیان

تاریخ طبع ۱۷؍ دسمبر ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(اس اشتہار کی اصل کاپی خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے)

(۲۲۰)

(ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ کتاب تریاق القلوب)

حضور گورنمنٹ عالیہ میں

ایک عاجزانہ درخواست

جبکہ ہماری یہ محسن گورنمنٹ ہر ایک طبقہ اور درجہ کے انسانوں بلکہ غریب سے غریب اور عاجز سے عاجز خدا کے بندوں کی ہمدردی کر رہی ہے یہاں تک کہ اس ملک کے پرندوں اور چرندوں اور بے زبان مویشیوں کے بچاؤ کے لئے بھی اس کے عدل گستر قوانین موجود ہیں۔ اور ہر ایک قوم اور فرقہ کو مساوی آنکھ سے دیکھ کر ان کی حق رسی میں مشغول ہے تو اس انصاف اور دادگستری اور عدل پسندی کی خصلت پر نظر کر کے یہ عاجز بھی اپنی ایک تکلیف کے رفع کے لئے حضور گورنمنٹ عالیہ میں یہ عاجزانہ عریضہ پیش کرتا ہے اور پہلے اس سے کہ اصل مقصود کو ظاہر کیا جائے۔ اس محسن اور قدر شناس گورنمنٹ کی خدمت میں اس قدر بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ یہ عاجز گورنمنٹ کے اُس قدیم خیر خواہ خاندان میں سے ہے جس کی خیر خواہی کا گورنمنٹ کے عالی مرتبہ حکام نے اعتراف کیا ہے اور اپنی چٹھیوں سے گواہی دی ہے کہ وہ خاندان ابتدائی انگریزی عملداری سے آج تک خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ میں برابر سرگرم رہا ہے۔ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اس محسن گورنمنٹ کے ایسے مشہور خیر خواہ اور دلی جان نثار تھے کہ وہ تمام حکام پر جو اُن کے وقت میں اس ضلع میں آئے،

سب کے سب اس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے میرے والد موصوف کو ضرورت کے وقتوں میں گورنمنٹ کی خدمت کرنے میں کیسا پایا۔ اور اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کے مفسدہ کے وقت اپنی تھوڑی سی حیثیت کے ساتھ پچاس گھوڑے مع پچاس جوانوں کے اس محسن گورنمنٹ کی امداد اور خدمت کے لئے دیئے اور ہر وقت امداد اور خدمت کے لئے کمر بستہ رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے گزر گئے۔ والد مرحوم گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں ایک معزز اور ہر دلعزیز رئیس تھے جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور وہ خاندان مغلیہ میں سے ایک تباہ شدہ ریاست کے بقیہ تھے جنہوں نے بہت سی مصیبتوں کے بعد گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں آرام پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دل سے اس گورنمنٹ سے پیار کرتے تھے اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی ایک میخ فولادی کی طرح ان کے دل میں دھنس گئی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد مجھے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السّلام کی طرح بالکل دنیا سے الگ کر کے اپنی طرف کھینچ لیا اور مَیں نے اس کے فضل سے آسمانی مرتبت اور عزت کو اپنے لئے پسند کر لیا لیکن مَیں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس گورنمنٹ محسنہ انگریزی کی خیر خواہی اور ہمدردی میں مجھے زیادتی ہے یا میرے والد مرحوم کی۔ بیس برس کی مدّت سے مَیں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جان نثار ہو جائیں اور جہاد اور خونی مہدی کے انتظار وغیرہ بیہودہ خیالات سے جو قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے دست بردار ہو جائیں اور اگر وہ اس غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو کم سے کم یہ اُن کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گذار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں کیونکہ یہ گورنمنٹ ہمارے مال اور خون اور عزت کی محافظ ہے اور اس کے مبارک قدم سے ہم جلتے ہوئے تنور میں سے نکالے گئے ہیں۔ یہ کتابیں ہیں جو مَیں نے اس مُلک اور عرب اور شام اور فارس اور مصر وغیرہ ممالک میں شائع کی ہیں۔ چنانچہ شام کے ملک کے بعض عیسائی فاضلوں نے بھی میری کتابوں کے

شائع ہونے کی گواہی دی ہے۔ اور میری بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے۔[1] اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کرسکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانہ تک کہ جو بیس برس کا زمانہ ہے۔ ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکور بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خودغرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایک ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خواہی ہے۔ ہاں مَیں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مَیں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثات بھی کیا کرتا ہوں اور ایسا ہی پادریوں کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں شایع کرتا رہا ہوں۔ اور مَیں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حدِّ اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شایع ہوئیں۔ اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا۔ چور تھا۔ زنا کار تھا۔ اور صدہا پرچوں میں یہ شایع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیّتی سے عاشق تھا اور باایں ہمہ جھوٹا تھا اور لُوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب مَیں نے اُن جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیّت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک

[1] خریسطفور جبارہ نام ایک دمشق کا رہنے والا فاضل عیسائی اپنی کتاب خلاصۃ الادیان کے صفحہ چوالیس۴۴ میں میری کتاب حمامۃ البشریٰ کا ذکر کرتا ہے اور حمامۃ البشریٰ میں سے چھ سطریں بطور نقل کے لکھتا ہے اور میری نسبت لکھتا ہے کہ یہ کتاب ایک ہندی فاضل کی ہے جو تمام ملک ہند میں مشہور ہے دیکھو خلاصۃ الادیان و زبدۃ الایمان صفحہ ۲۴ چودھویں سطر سے اکیسویں سطر تک۔ منہ

میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو[1] تب مَیں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں اُن کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزار ہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے یک دفعہ اُن کے اشتعال فرو ہو گئے کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔ بااین ہمہ میری تحریر پادریوں کے مقابل پر بہت نرم تھی گویا کچھ نسبت نہ تھی۔ ہماری مُحسن گورنمنٹ خوب سمجھتی ہے کہ مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو گالی دے کیونکہ مسلمانوں کے دلوں میں دُودھ[2] کے ساتھ ہی یہ اثر پہنچایا گیا ہے کہ وہ جیسا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں ایسا ہی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ سو کسی مسلمان کا یہ حوصلہ ہی نہیں کہ تیز زبانی کو اس حد تک پہنچائے جس حد تک ایک متعصّب عیسائی پہنچا سکتا ہے۔ اور مسلمانوں میں یہ ایک عمدہ سیرت ہے جو فخر کرنے کے لائق ہے کہ وہ تمام نبیوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکے ہیں ایک عزت سے دیکھتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام سے بعض وجوہ سے ایک خاص محبت رکھتے ہیں جس کی تفصیل کے لئے اس جگہ موقع نہیں۔ سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ اور مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مَیں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں

---

[1] ان مباحثات کی کتابوں سے ایک یہ بھی مطلب تھا کہ برٹش انڈیا اور دوسرے ملکوں پر بھی اس بات کو واضح کیا جاوے کہ ہماری گورنمنٹ نے ہر یک قوم کو مباحثات کے لئے آزادی دے رکھی ہے کوئی خصوصیت پادریوں کی نہیں ہے۔ منہ

کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ پر بنا دیا ہے۔ (۱) اوّل والد مرحوم کے اثر نے (۲) اس گورنمنٹ حالیہ کے احسانوں نے، (۳) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔

اَب مَیں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے خوش ہوں۔ صرف ایک رنج اور درد و غم ہر وقت مجھے لاحق حال ہے جس کا استغاثہ پیش کرنے کے لئے اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مولوی مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دُکھ دیتے ہیں۔ میرے قتل کے لئے ان لوگوں نے فتوے دیئے ہیں۔ مجھے کافر اور بے ایمان ٹھہرایا ہے۔ اور بعض ان میں سے حیا اور شرم کو ترک کر کے اس قسم کے اشتہار میرے مقابل پر شائع کرتے ہیں کہ یہ شخص اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ اس نے انگریزی سلطنت کو سلطنتِ روم پر ترجیح دی ہے اور ہمیشہ انگریزی سلطنت کی تعریف کرتا ہے اور ایک باعث یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مجھے اس وجہ سے بھی کافر ٹھیراتے ہیں کہ مَیں نے خدا تعالیٰ کے سچے الہام سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اُس خونی مہدی کے آنے سے انکار کیا ہے جس کے یہ لوگ منتظر ہیں بیشک مَیں اقرار کرتا ہوں کہ مَیں نے ان لوگوں کا بڑا نقصان کیا ہے کہ مَیں نے ایسے خونی مہدی کا آنا سراسر جھوٹ ثابت کر دیا ہے جس کی نسبت ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آ کر بے شمار روپیہ ان کو دے گا مگر مَیں معذور ہوں۔ قرآن اور حدیث سے یہ بات بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتی کہ دُنیا میں کوئی ایسا مہدی آئے گا جو زمین کو خون میں غرق کر دے گا۔ پس میں نے ان لوگوں کا بجز اس کے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اس خیالی لوٹ مار کے روپیہ سے مَیں نے ان کو محروم کر دیا ہے۔ مَیں خدا سے پاک الہام پا کر یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور وحشیانہ عادتیں دور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے ان کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہو جائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور یہ ایسے ہو جائیں کہ کوئی بھی فساد کی رگ ان میں باقی نہ رہے۔ چنانچہ کسی قدر یہ مقصود مجھے حاصل بھی ہو گیا ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو میری ان

پاک تعلیموں کے دل سے پابند ہیں[1] اور یہ نیا فرقہ مگر گورنمنٹ کے لئے نہایت مبارک فرقہ برٹش انڈیا میں زور سے ترقی کر رہا ہے۔ اگر مسلمان ان تعلیموں کے پابند ہو جائیں تو مَیں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ فرشتے بن جائیں اور اگر وہ اس گورنمنٹ کی سب قوموں سے بڑھ کر خیر خواہ ہو جائیں تو تمام قوموں سے زیادہ خوش قسمت ہو جائیں۔ اگر وہ مجھے قبول کر لیں اور مخالفت نہ کریں تو یہ سب کچھ انہیں حاصل ہوگا اور ایک نیکی اور پاکیزگی کی رُوح ان میں پیدا ہو جائے گی۔ اور جس طرح ایک انسان خوجہ ہو کر گندے شہوات کے جذبات سے الگ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میری تعلیم سے ان میں تبدیلی پیدا ہوگی۔ مگر میں نہیں کہتا کہ گورنمنٹ عالیہ جبراً ان کو میری جماعت میں داخل کرے اور نہ مَیں اس وقت یہ استغاثہ کرتا ہوں کہ وہ کیوں ہر وقت میرے قتل کے درپئے ہیں اور کیوں میرے قتل کے لئے جھوٹے فتوے شائع کر رہے ہیں۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ یہ بد ارادے ان کے عبث ہیں۔ کیونکہ کوئی چیز زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک آسمان پر نہ ہو لے۔ اور مَیں اُن کی بدی کے عوض میں اُن کے حق میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اُن کی آنکھیں کھولے اور وہ خدا اور مخلوق کے حقوق کے شناسا ہو جائیں مگر چونکہ ان لوگوں کی عداوت حد سے بڑھ گئی ہے اس لئے میں نے ان کی اصلاح کے لئے اور ان کی بھلائی کے لیے بلکہ تمام مخلوق کی خیر خواہی کے لئے ایک تجویز سوچی ہے جو ہماری گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی کے مناسب حال ہے جس کی تعمیل اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ محسن گورنمنٹ جس کے احسانات سب سے زیادہ مسلمانوں پر ہیں، ایک یہ احسان کرے کہ اس ہر روزہ تکفیر اور تکذیب اور قتل کے فتووں اور منصوبوں کے روکنے کے لئے خود درمیان میں ہو کر یہ ہدایت فرما دے کہ اس تنازعہ کا فیصلہ اس طرح پر ہو کہ مدعی یعنی یہ عاجز جس کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے اور جس کو یہ دعویٰ ہے کہ جس طرح نبیوں سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا تھا اسی طرح

[1] میں نے اپنی کسی کتاب میں لکھا تھا کہ میری جماعت میں تین سَو آدمی ہے لیکن اب وہ شمار بہت بڑھ گیا ہے کیونکہ زور سے ترقی ہو رہی ہے اب میں یقین رکھتا ہوں کہ میری جماعت کے لوگ دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے اور میری فراست یہ پیشگوئی کرتی ہے کہ تین سال تک ایک لاکھ تک میری اس جماعت کا عدد پہنچ جاوے گا۔ منہ

مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور غیب کے بھید مجھ پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور آسمانی نشان دکھلائے جاتے ہیں۔ یہ مدعی یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلاوے، ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے اور مسلمانوں کی قوموں یا دوسری قوموں میں سے کوئی ایسا ملہم اور خواب بین اور معجزہ نما پیدا نہ ہو سکے جو اس نشان کی ایک سال کے اندر نظیر پیش کرے اور ایسا ہی ان تمام مسلمانوں بلکہ ہر ایک قوم کے پیشواؤں کو جو ملہم اور خدا کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہدایت اور فہمائش ہو کہ اگر وہ اپنے تئیں سچ پر اور خدا کے مقبول سمجھتے ہیں اور ان میں کوئی ایسا پاک دل ہے جس کو خدا نے ہمکلام ہونے کا شرف بخشا ہے اور الٰہی طاقت کے نمونے اس کو دیئے گئے ہیں تو وہ بھی ایک سال تک کوئی نشان دکھلاویں۔ پھر بعد اس کے اگر ایک سال تک اس عاجز نے ایسا کوئی نشان نہ دکھلایا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور انسانی ہاتھ کی ملونی سے بھی بلندتر ہو یا یہ کہ نشان تو دکھلایا مگر اس قسم کے نشان اور مسلمانوں یا اور قوموں سے بھی ظہور میں آ گئے تو یہ سمجھا جائے کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور اس صورت میں مجھ کو کوئی سخت سزا دی جائے گو موت کی ہی سزا ہو کیونکہ اس صورت میں فساد کی تمام بنیاد میری طرف سے ہوگی اور مفسد کو سزا دینا قرین انصاف ہے۔ اور خدا پر جھوٹ بولنے سے کوئی گناہ بدتر نہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے ایک سال کی میعاد کے اندر میری مدد کی اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی میرا مقابلہ نہ کر سکا تو پھر میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ محسنہ میرے مخالفوں کو نرمی سے ہدایت کرے کہ اس نظارہ قدرت کے بعد شرم اور حیا سے کام لیں اور تمام مردی اور بہادری سچائی کے قبول کرنے میں ہے۔

اس قدر عرض کر دینا پھر دوبارہ ضروری ہے کہ نشان اس قسم کا ہوگا کہ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو اور اس نکتہ چینی کی ایک ذرہ گنجائش نہ ہو کہ ممکن ہے کہ اس شخص نے ناجائز اسباب سے کام لیا ہو بلکہ جس طرح آفتاب اور ماہتاب کے طلوع اور غروب میں یہ ظن نہیں ہو سکتا کہ کسی انسان پیش از وقت اپنی حکمت عملی سے ان کو چڑھایا ہے یا غروب کر دیا ہے اسی طرح اس نشان میں بھی ایسا ظن کرنا محال ہو۔ اس قسم کا فیصلہ صدہا نیک نتیجے پیدا کرے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے تمام قومیں ایک ہو

جائیں اور بے جانزاعیں اور جھگڑے اور قوموں کا تفرقہ اور حدّ سے زیادہ عناد جو قانون سڈیشن کے منشاء کے بھی برخلاف ہے یہ تمام پھوٹ صفحہ برٹش انڈیا سے نابود ہو جائے اور اس میں شک نہیں کہ یہ پاک کارروائی گورنمنٹ کی ہمیشہ کے لئے اس مُلک میں یادگار رہے گی اور یہ کام گورنمنٹ کے لئے بہت مقدم اور ضروری ہے اور انشاء اللہ اس سے نیک نتیجے پیدا ہوں گے۔ چونکہ آجکل یورپ کی بعض گورنمنٹیں اس بات کی طرف بھی مائل ہیں کہ مختلف مذاہب کی خوبیاں معلوم کی جائیں کہ اُن سب میں سے خوبیوں میں بڑھا ہوا کونسا مذہب ہے اور اس غرض سے یورپ کے بعض ملکوں میں جلسے کئے جاتے ہیں جیسا کہ ان دنوں میں اٹلی میں ایسا ہی جلسہ درپیش ہے اور پھر پیرس میں بھی ہو گا۔ سو جبکہ یورپ کے سلاطین کا میلان طبعاً اس طرف ہو گیا ہے اور سلاطین کی اس قسم کی تفتیش بھی لوازم سلطنت میں سے شمار کی گئی ہے اس لئے مناسب نہیں ہے کہ ہماری یہ اعلیٰ درجہ کی گورنمنٹ دوسرں سے پیچھے رہے۔ اور تمہید اس کارروائی کی اس طرح پر ہو سکتی ہے کہ ہماری عالی ہمّت گورنمنٹ ایک مذہبی جلسہ کا اعلان کر کے اس زیر تجویز جلسہ کی ایسی تاریخ مقرر کرے جو دو سال سے زیادہ نہ ہو۔ اور تمام قوموں کے سرگروہ علماء اور فقراء اور مُلہموں کو اس غرض سے بلایا جائے کہ وہ جلسہ کی تاریخ پر حاضر ہو کر اپنے مذہب کی سچائی کے دو[۲] ثبوت دیں (۱) اوّل ایسی تعلیم پیش کریں جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو جو انسانی درخت کی تمام شاخوں کی آبپاشی کر سکتی ہو (۲) دوسرے یہ ثبوت دیں کہ ان کے مذہب میں روحانیت اور طاقت بالا ویسی ہی موجود ہے جیسا کہ ابتدا میں دعویٰ کیا گیا تھا اور وہ اعلان جو جلسہ سے پہلے شائع کیا جائے۔ اس میں بہ تصریح یہ ہدایت ہو کہ قوموں کے سرگروہ ان دو ثبوتوں کے لئے طیار ہو کر جلسہ کے میدان میں قدم رکھیں اور تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں پیش کریں جو محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں اور نیز ایک سال کے اندر پوری بھی ہو جائیں۔ غرض ایسے نشان ہوں جن سے مذہب کی رُوحانیت ثابت ہو اور پھر ایک سال تک انتظار کر کے غالب مغلوب کے حالات شائع کر دیئے جائیں۔ میرے خیال میں ہے کہ اگر ہماری دانا گورنمنٹ اس طریق پر کاربند ہو اور آزماوے کہ کس مذہب اور کس شخص میں روحانیت

اور خدا کی طاقت پائی جاتی ہے تو یہ گورنمنٹ دنیا کی تمام قوموں پر احسان کرے گی اور اس طرح سے ایک سچے مذہب کو اس کی تمام رُوحانی زندگی کے ساتھ دنیا پر پیش کر کے تمام دنیا کو راہ راست پر لے آئے گی کیونکہ وہ تمام شور وغوغا جو کسی ایسے مذہب کے لیے کیا جاتا ہے جس کے ساتھ فوق العادت زندہ نشان نہیں وہ محض روایات پر مدار ہے وہ سب ہیچ ہے کیونکہ کوئی مذہب بغیر نشان کے انسان کو خدا سے نزدیک نہیں کر سکتا اور نہ گناہ سے نفرت دلا سکتا ہے مذہب، مذہب پکارنے میں ہر ایک کی بلند آواز ہے۔ لیکن کبھی ممکن نہیں کہ فی الحقیقت پاک زندگی اور پاک دلی اور خدا ترسی میسر آ سکے جب تک کہ انسان مذہب کے آئینہ میں کوئی فوق العادت نظارہ مشاہدہ نہ کرے نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو۔ اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں نئی زندگی انہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو، یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصّوں کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں۔ دل غافل ہیں اور زبانوں پر خدا کا نام ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین کے شور وغوغا تمام قصے اور کہانیاں ہیں اور ہر ایک شخص جو اس وقت کئی سو برس کے بعد اپنے کسی پیغمبر یا اوتار کے ہزارہا معجزات سناتا ہے وہ خود اپنے دل میں جانتا ہے کہ وہ ایک قصّہ بیان کر رہا ہے جس کو نہ اُس نے اور نہ اُس کے باپ نے دیکھا ہے اور نہ اس کے دادے کو اُس کی خبر ہے۔ وہ خود نہیں سمجھ سکتا کہ کہاں تک اس کا یہ بیان صحیح اور درست ہے کیونکہ یہ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ ایک تنکے کا پہاڑ بنا دیا کرتے ہیں اس لئے یہ تمام قصّے جو معجزات کے رنگ میں پیش کئے جاتے ہیں ان کا پیش کرنے والا خواہ کوئی مسلمان ہو یا عیسائی ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا جانتا ہے یا کوئی ہندو ہو جو اپنے اوتاروں کے کرشمے کتابیں اور پُستک کھول کر سناتا ہے یہ سب کچھ ہیچ اور لاشے ہیں اور ایک کوڑی ان کی قیمت نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی زندہ نمونہ ان کے ساتھ نہ ہو۔ اور سچا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ زندہ نمونہ ہے۔ کیا کوئی دل اور کوئی کانشنس اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ ایک مذہب تو سچا ہے مگر اس کی سچائی کی چمکیں اور سچائی کے نشان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور ان

ہدایتوں کے بھیجنے والے کے مُنہ پر ہمیشہ کے لئے مہر لگ گئی ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ہر ایک انسان جو سچی بھوک اور پیاس خدا تعالیٰ کی طلب رکھتا ہے وہ ایسا خیال ہرگز نہیں کرے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ سچے مذہب کی یہی نشانی ہو کہ زندہ خدا کے زندہ نمونے اور اس کے نشانوں کے چمکتے ہوئے نور اس مذہب میں تازہ بتازہ موجود ہوں۔ اگر ہماری گورنمنٹ عالیہ ایسا جلسہ کرے تو یہ نہایت مبارک ارادہ ہے اور اس سے ثابت ہوگا یہ گورنمنٹ سچائی کی حامی ہے۔ اور اگر ایسا جلسہ ہو تو ہر ایک شخص اپنے اختیار سے اور ہنسی خوشی سے اس جلسہ میں داخل ہوسکتا ہے قوموں کے پیشوا جنہوں نے مقدس کہلا کر کروڑ ہا روپیہ قوموں کا کھالیا ہے ان کے تقدس کو آزمانے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ طریق نہیں کہ جو اُن کا یا اُن کے مذہب کا خدا کے ساتھ رشتہ ہے اس رشتہ کا زندہ ثبوت مانگا جائے۔ یہ عاجز اپنے دلی جوش سے جو ایک پاک جوش ہے یہی چاہتا ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ کے ہاتھ سے یہ فیصلہ ہو۔ خدایا اس عالی مرتبہ گورنمنٹ کو یہ الہام کرتا وہ اس قسم کے جلسوں میں سب سے پیچھے آکر سب سے پہلے ہو جائے۔ اور میں چونکہ مسیح موعود ہوں اس لئے حضرت مسیح کی عادت کا رنگ مجھ میں پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت مسیح علیہ السّلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب پر چڑھے گو خدا کے رحم نے اُن کو بچالیا اور مرہم عیسیٰ[1] نے ان کے زخموں کو اچھا کر کے آخر کشمیر جنت نظیر میں اُن کو پہنچا دیا۔ سو انہوں نے سچائی کے لئے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اس پر چڑھ گئے جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ سو ایسا ہی مَیں بھی مخلوق کی بھلائی کے لیے صلیب سے پیار کرتا ہوں اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فضل اور

[1] مرہم عیسیٰ ایک نہایت مبارک مرہم ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زخم اچھے ہوئے تھے جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے سولی سے نجات پائی تو صلیب کی کیلوں کے جو زخم تھے جن کو آپ نے حواریوں کو بھی دکھلایا تھا وہ اسی مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔ یہ مرہم طبّ کی ہزار کتاب میں درج ہے اور قانون بوعلی سینا میں بھی درج ہے اور رومیوں اور یونانیوں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور مسلمانوں غرض تمام فرقوں کے طبیبوں نے اس مرہم کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ منہ

کرم نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچالیا اور ان کی تمام رات کی دُعا جو باغ میں کی گئی تھی قبول کر کے ان کو صلیب اور صلیب کے نتیجوں سے نجات دی ایسا ہی مجھے بھی بچائے گا۔ اور حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک میں ہوتے ہوئے کوہِ نعمان میں پہنچے اور جیسا کہ اس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدت تک کوہِ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے۔ آخر کشمیر میں گئے اور کوہِ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانہ تک ان کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا۔ آخر سری نگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی اور خانیار کے محلّہ کے قریب آپ کا مقدس مزار ہے۔ غرض جیسا کہ اس نبی نے سچائی کے لیے صلیب کو قبول کیا ایسا ہی میں بھی قبول کرتا ہوں۔ اگر اس جلسہ کے بعد جس کی گورنمنٹ محسنہ کو ترغیب دیتا ہوں ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو مَیں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ **مَیں راضی ہوں کہ اس جُرم کی سزا میں سُولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑی جائیں۔** لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے جس کے الہام سے مَیں نے اس عریضہ کو لکھا ہے وہ میرے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ ہے وہ مجھے اس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہیں کرے گا اسی کی روح ہے جو میرے اندر بولتی ہے۔ مَیں نہ اپنی طرف سے بلکہ اس کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں تا سب کچھ جو اتمام حجت کے لئے چاہیے پورا ہو۔ یہ سچ ہے کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس کی طرف سے کہتا ہوں۔ اور وہی ہے جو میرا مددگار ہوگا۔

بالآخر مَیں اس بات کا بھی شکر کرتا ہوں کہ ایسے عریضہ کو پیش کرنے کے لئے میں بجز اس سلطنت محسنہ کے اور کسی سلطنت کو وسیع الاخلاق نہیں پاتا۔ اور گو اس ملک کے مولوی ایک اور کفر کا فتویٰ بھی مجھ پر لگا دیں مگر مَیں کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ ایسے عرائض کے پیش کرنے کے لئے عالی حوصلہ عالی اخلاق صرف سلطنت انگریزی ہے۔ میں اس سلطنت کے مقابل پر سلطنت روم کو بھی

نہیں پاتا جو اسلامی سلطنت کہلاتی ہے اب مَیں اس دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کو عمر دراز کر کے ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دعائیں جو مَیں نے اپنے رسالہ ستارہ قیصرہ اور تحفہ قیصریہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں۔ قبول فرماوے۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب سے مجھے مشرف فرماوے گی۔ وَالدُّعَا۔

عریضۂ خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان

المرقوم ۲۷؍ دسمبر ۱۸۹۹ء

(ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ کتاب تریاق القلوب صفحہ ا تا ص روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۷ تا ۵۰۰)